واللّٰہ لا یضیع اجر المحسنین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رہِ حمد ہے عینِ دینِ سخن
قلم کا ہے قبلہ زمینِ سخن

زمیں منزلِ آیتِ حمد ہے
قلم فخر سے رایتِ حمد ہے

زمیں ہے فلک سایۂ حمد سے
فلک پر قلم پایۂ حمد سے

زمیں آسماں وادیِ نور ہے
قلم شاخِ نخلِ سرِ طور ہے

شگفتہ زمیں ہے گلِ حمد سے
قلم سرخرو ہے لِ حمد سے

زمیں اسکی رحمت سے پُر آب ہے
قلم خشک ہو کر بھی شاداب ہے

فدا سورۂ حمد و توحید پر
کہ دونو قلم کی ہیں تائید پر

قلم کی زباں پر ہے نامِ خدا
گواہِ قلم ہے کلامِ خدا

ہر اک بیت بیتِ خدائی میں ہے
بندھی آسماں تک ہے لئے زمیں

مقرر ہے دنیا میں سب کی جگہ
مگر یہ زمیں ہے ادب کی جگہ

قلم اس میں پر ادب سے جھکا ۔ جھکا بھی تو پہلے ہی سب سے جھکا
جو پہلے یہ سجدہ میں جانے لگا ۔ کہا تن سے سر کو ٹہکانے لگا
کہاں پھر رہی تاب تحریر کی ۔ کرے کچھ تصدق یہ تدبیر کی
جو منظور قربانی سر ہوی ۔ تو کیفیت سر مُیسّر ہوی
ذرا رحم اپنے نہ تن پر کیا ۔ فدا سر زمین سخن پر کیا
نہ تھی اور ہستی جو دل ریش کی ۔ جدا سر ہوا نذر جب پیش کی
ہوی پھر تو قربانی سر پسند ۔ خدا نے کیا اور بھی سر بلند
مشرف ہوا جب یہ تکبیر سے ۔ صلے بھی ملے خوب تقدیر سے
سر حرف خلعت برابر لیئے ۔ دیا ایک سر نذر دو سر لیئے
دو سر سجدۂ کبریا کے لیئے ۔ زبانیں وہی دو ثنا کے لیئے
فدا دل سے خامہ کی تقلید پر ۔ زبانیں کھلیں حمد و توحید پر
کہا ایک کو ایک دو راہ سے ۔ یہی عرض کی اپنے اللہ سے
زبانیں ہیں دو گفتگو ایک ہے ۔ دوی سے ہے ظاہر کہ تو ایک ہے
جھکا خامہ سجدہ کو جب کچھ لکھا ۔ لکھی اپنے توحید سب کچھ لکھا
خدائے دو عالم کی رحمت ہوی ۔ قلم کو یہ جرأت یہ طاقت ہوی
کیا سر کے بل کام مخلوق کا ۔ قلم سے ہوا نام مخلوق کا
طریق قضا و قدر پہ چلا ۔ قلم سے طرف خشک و تر پہ چلا

چلا ہر جگہ شوکت و جاہ سے
رُکا بھی تو اِک حمد کی راہ سے

چلے کوئی اس راہ مقدور ہے
خدا تو ہے نزدیک یہ دُور ہے

اِسی راہ سے ہے پناہِ قلم
نہیں ہے مگر اسمیں راہِ قلم

جہاں پر ہے گو اختیارِ قلم
یہاں جبہ سائی ہے کارِ قلم

رہِ حمد ہے اِک وسیلہ اسے
یہی تو ہے سجدہ کا حیلہ اسے

زباں پر جو کچھ یہ حرف لاتا ہے
تو اس راہ سے سر جھکاتا ہے

کوئی بیت کعبہ سے کم ہے اسے
ہر اک بیت بیت الحرم ہے اسے

یہ خطِ قلم سے پڑھا صاف صاف
کہ ہر دائرہ ہے نشانِ طواف

لکھے کیوں نہ خامہ جبینِ نیاز
قلم کو ورق ہے ہر اک جانماز

جھکے کیوں نہ یاں جائے آداب ہے
ہر اک مصرعۂ بیت محراب ہے

یہاں کیوں نہ ہو سند راہِ قلم
ہر اک نقطہ ہے سجدہ گاہِ قلم

قلم کر رہا ہے رکوع و سجود
سمجھتا ہے سجدہ میں کس کی نمود

سبھی حرف ہیں رہنمائے قلم
بہت راہبر ہیں برائے قلم

قلم کے سبھی کام انجام ہیں
جو دو ہیں زباں میں تو دو گام ہیں

اِدھر تو مطالب کی تصریح ہے
اُدھر نام کی اُسکے تسبیح ہے

پڑا گو قلم غیر کے ہاتھ میں
یہ سجدہ کو جھکتا ہے ہر بات میں

یہ سر جھکے گر اٹھائے اسے
یہ سجدہ کرے جب چلائے اسے

ادب کی جگہ ہے برائے قلم — نہ کیونکر یہاں سر جھکائے قلم

خدا کی ثنا کچھ فسانہ نہیں — جو سجدہ نہ ہو پھر جھکانا نہیں

اُڑے لاکھ عنقائے وہم و خیال — یہاں پر جو ماریں نہیں ہے مجال

ملک بھی جھکے سر سے اس راہ پر — نہ مو پھر ہلے پر سے اس راہ پر

کہاں جائیں رستہ پہ آئے ہوئے — رہے یوں ہی سر کو جھکائے ہوئے

نہ جنات یاں بار پا کر رہے — رہے بھی تو سر کو جھکا کر رہے

نہ یاں طائر وہم پر سے بڑھے — قلم کس طرح آہ سر سے بڑھے

چلے کلک غفلت سے کیا اس جگہ — جھکاتے ہیں سر انبیا اس جگہ

کہیں کیا جو کچھ حمد کی راہ ہے — خدا ہی دلا اس سے آگاہ ہے

نہ پائیگا اس راہ میں بار تو — قلم کی طرح سر جھکا یار تو

قلم کو زمانہ میں بہتر سمجھ — رہ حمد میں اس کو رہبر سمجھ

قلم سے دلا سیکھ سجدہ کی چال — کہ ہے سر جھکانے سے اسکو خیال

یہ لکھنے کا ہے اک بہانہ اسے — غرض ہر طرح سر جھکانا اسے

ذرا دیکھ دل سے کمال قلم — یہاں سر کے بل چل مثال قلم

جو بے سر ہو تو بار سجدہ کرے — نہ سر سے بھی تو یار سجدہ کرے

قلم کی نہیں اب ضرورت تجھے — بتاتا ہوں خامہ کی صورت تجھے

دعا کے لیے ہاتھ کرتے دراز — ادا حمد کو کر میان نماز

اگر راست ہو کر اقامت کہی
مُبارک ہو حمد اِلٰہی تجھے
جُھکے تو ادب سے ادھر فرش پر
گِھسے اِسطرف تو جبیں خاک پر
بڑھے جبہ سائی سے شانِ جبیں
سناسب یہی ہے بیاں حمد میں
یہی ہر گھڑی ہے کلامِ ادب
چلو سر کے بَل اُسکی درگاہ میں
یہاں پر نہ کچھہ اور انساں کرے
قلم جسکا سر ہووے اس راہ میں
کسی سے نہ اُسکی ثنا ہو سکے
کرے مدح بڑھکر جو ممدوح کی
جو کمتر ہو ممدوح بڑھکر کھے
جو کچھہ ہو تو سب کچھہ بھلا ہم کہیں
کُجا تو کُجا حمد کچھہ غور کر
مگر دیکھہ سجدہ بھی آساں نہیں
ادا شرط سجدہ کی کب ہو سکے

بنا نیزۂ کِلک قامت کھی
جبیں کا ہو گٹہ سیاہی تجھے
رقم حمد ہو دفترِ عرش پر
نوشتہ ہو ماتھے کا افلاک پر
سرِ لوح پر ہو نشانِ جبیں
کہ سجدہ میں سر ہو زباں حمد میں
رہِ حمد ہے اِک مقامِ ادب
قدم پیچھے سر راہبر راہ میں
جُھکے سر سے یا سر کو قرباں کرے
وہی راہبر ہووے اس راہ میں
بجز سر جُھکانے کے کیا ہو سکے
تسلّی ہے اسوقت میں مدح کی
جو کہنے سے بڑھکر ہو جیسا رہے
جو سب کچھہ ہو پہلے سے کیا ہم کہیں
جُھکا حمد میں سر نہ کچھہ اور کر
کوئی اس سے مشکل مرحلہ نہیں
کرو وہ ہی جو کچھہ کہ آپ ہو سکے

یہہ زیبا ہے ہر بار سر کو جھکا — بنے جسطرح بار سر کو جھکا
اگر غور اسباب کے ہو یہاں — کہ واجب ہے وصفِ خدائے جہاں
تو حرفِ مطالب کو اظہار کر — جو واجب ہو تجھپر وہی کار کر
اگر وصف کرنا ہی منظور ہے — تو کر جسقدر تجھکو مقدور ہے
سخن طول ہو پر نہ منہہ موڑ تو — یہ رستہ ہے نیکی کا مت چھوڑ تو
طوالت بیانِ بیاں لاکہہ ہو — ہر اک حرف پر اجر یاں لاکہہ ہو
مگر یہ تو پہلے بتا دے ہمیں — کہیگا تو کیا کچھہ بتا دے ہمیں
بتا وہ کہ چلنا ہے جس راہ سے — کریگا تو تعریف کس راہ سے
کہا گر کیئے خلق نو آسماں — وہ دے ہر فرشتہ کو نو آسماں
زمیں آ سکے نزدیک ہے کیا جگہہ — وہ دے ایک کو مثلِ دنیا جگہہ
بہر ہائے جو انساں کے سامانکو — جدا عرش دے ایک انسان کو
جو کرے لیئے سایباں عرش ہو — وہ چاہے تو زیرِ قدم فرش ہو
نہیں آج کرسی پہ جائے نشست — وہ دے لاکہہ سبکو برائے نشست
جو کچھہ بخشنے کا ارادہ کرے — تو کہنے سے بخشش زیادہ کرے
وہ بخشے خیالوں سے جو دور ہے — جو بارے کوئی دم یہہ مقدور ہے
کہے پھر اگر اسطرح ہی بیاں — کہ اک کُن میں پیدا کیئے دو جہاں
تو کی تو نے یونانیونکی مدد — لگائی خدا کے لیئے ایک حد

خبر کیا خدا پاک کی شان سے — بڑھا گو کہ دانائے یونان سے
بشر سے تو سب کچھ بد و نیک ہو — وہ کہتے ہیں کام ایک سے ایک ہو
انہیں کی تقلید پھر جو کہے — کہیں ایک وہ چیز تو دو کہے
یہ ہے ہجو توصیف انصاف کر — خدا کی یہ تعریف انصاف کر
جو ہے دیکھنے کہنے سننے سے دور — نہیں اب تلک جسکا بالکل ظہور
وہ چاہے ابھی سب پیدا کرے — نئی چیز ہر پل میں پیدا کرے
خدا کو ہے سب قدرت و اختیار — خدائی میں کیا دو جہاں کی شمار
سبھی کارخانہ وہاں بے حساب — کرے کن میں پیدا جہان بے حساب
نئے ہوں ستارے نئے آسماں — نئی ہوں زمینیں نئے آسماں
زیادہ ہوں دنیا کی تعداد سے — فزوں ساری چیزوں کی اعداد سے
نہیں یہ کہ اکبار قائم کرے — جہاں دمبدم خلق دائم کرے
نہیں یہ کہ سب کو برابر کرے — جہاں ایک سے ایک بڑھکر کرے
بڑھے ایک سے ایک اس شان سے — کہ پچھلا کو میداں ہو جس شان سے
جو کچھ کر چکے اس سے بڑھکر کرے — ہمیشہ وہ بہتر سے بہتر کرے
یہ ہے سلسلہ گر اسی شان کا — نہ ذرہ ہو قدرت کے میدان کا
ترا ہے سخن یہ بھی شام و سحر — کہ پیدا کیے اسنے شمس و قمر
انھیں سے ہے روشن مکان جہاں — نہیں ان سے بہتر میان جہاں

دلا جب خدا بر سرِ مہر ہو — ہر اک ذرّہ تاجِ سرِ مہر ہو
جو ذرّہ کو نسبت ہو خورشید سے — وہ ذرّہ کو رفعت ہو خورشید سے
جو کچھ بھی کرم حقتعالے کرے — تو ادنے کو دنیا میں اعلے کرے
تو رتبہ یہ ادنے کا اعلے بنے — کہ ادنے بھی اعلے سے بالا بنے
جسے کنے نہ پائے پلک خلق ہیں — ہر اک بلبلہ ہو فلک خلق ہیں
بڑہے فرش سے یہاں تلک بلبلہ — کہ ہو عرش کا بھی فلک بلبلہ
ہر اک ذرّہ ریگ ایسا تنے — زمیں مانند ریگ جسمیں سب بنے
ہر اک قطرہ وہ بحر بڑہکر بنے — نہ قطرہ بھی جسکا سمندر بنے
ہر اک شے کو بڑہتی کی خود راہ ہو — سرِ کوہ ہر اک پرِ کاہ ہو
خدا کو کوئی چیز ہے کب محال — اُسے سب ہے آساں ہیں سب محال
کسی شے کا محتاج ہے کب خدا — خدا کا ہے ہر کام سب سے جُدا
نہ پہلے اُسے آب و گل کا خیال — نہ ہے حال اُسکا مثالِ کُلال
نہ کچھ چوب و در سنگ درکار ہے — نہ وہ مثل حکّاک و نجّار ہے
وہاں مثل بنا و نکی صنعت نہیں — کسی چیز میں اُسکو محنت نہیں
کسی چیز کی کب ہے حاجت اُسے — جو چاہے کرے سب ہے قدرت اُسے
کوئی شے جو مدِّ نظر ہو گئی — کہا اُسطرف ہو ہویدا ہو گئی
وہ ہے خالقِ صانعِ جسم و رنگ — وہ ہی مالکِ آب و گل چوب سنگ

خُدائی کا اپنے اُسے کام ہے — نہ تکلیف کچھہ ہے نہ آرام ہے

ابھی کچھہ کیا ہے ابھی کچھہ کرے — بنائے بگاڑے سبھی کچھہ کرے

ہراک کام کو منفعت سے کیا — کیا اُسنے جو مصلحت سے کیا

یہ ہے مختصر صنعتِ کبریا — کہ تھوڑے میں اُسنے بہت کچھہ کیا

بنی ایک قالب پہ خلقِ خدا — وہی چشم و بینی ہے صورت جُدا

اگر یہ کہو رنگ و رُو ہے الگ — ہوا میں ہے کیا گفتگو ہے الگ

زبانیں ہیں سو ایک انداز سے — جُدا جان لو سب کو آواز سے

ذرا دیکھہ صنعت بھی اے فیلسوف — جو اب بھی نہ سمجھے تو ہے بیوقوف

کریگا تو کس شے کا اُسکی بیاں — کوئی شے نہیں آپ بے جہاں

نہ صورت ہے اُسکے نہ چشم و دہن — نہ کچھہ رنگ و قد ہے نہ جان و بدن

کوئی عیب ربّ العُلا میں نہیں — خدائی میں جو ہے خدا میں نہیں

وہ ہے خالقِ چشم و گوش و دہن — نہیں کام میں اُسکے جائے سخن

نہ دیکھے جسے آنکھہ دیکھے اُسے — نہ جسکو سُنے کان سُن لے اُسے

خدا کے ہے سارا جہاں حکم میں — جو چاہے کہے بے زباں حکم میں

تو حیراں ہے اسمیں کہ ہر جا ہے وہ — کوئی شے نہیں ہے تو پھر کیا ہے وہ

دلا فکر کی بات یاں ہے نہیں — جو خالق ہے ہر شے کا خود شے نہیں

وہی کچھہ ہے یاں اور ہے کچھہ نہیں — وہ سب کچھہ ہے یاں اور شے کچھہ نہیں

وہ ہے پاس پر جسم و سر سے الگ — وہ ہے آنکھہ میں پر نظر سے الگ

کوئی بھید سے اُسکے ماہر نہیں — کہ ہے دلمیں وہ وا پہ ظاہر نہیں

وہ ہے ساتھہ دم کے بہی دم سے الگ — ہمارے نہ شامل نہ ہمسے الگ

زباں کے بہی اوپر زباں سے الگ — ثنائے خدا ہے بیاں سے الگ

نہیں ایک جا پر ہے ہر جا وہ ہے — جو ظاہر ہے اسمیں ہی اخفا وہ ہے

جدا خلق ہے اور خالق جدا — محیطِ خلایق ہے علم خدا

کسی چیز میں وہ سماتا نہیں — خیالو نمیں لوگوں کے آتا نہیں

عجب لطف و حکمت سے ہے ہر جگہہ — نہیں اُسسے واقف کوئی گہر جگہہ

عجب شان سے ہر مکاں پر ہے وہ — نہیں کوئی کہتا کہ یاں پر ہے وہ

سخن پہ کسیکی زباں پر نہیں — کہ یاں تو ہے اور وہاں پر نہیں

وہیں ہے وہ موجود ڈہونڈو جہاں — مکاں اُسکے سب ہیں وہ ہے بیمکاں

الگ اُسسے یہہ دارِ فانی نہیں — مکانی نہیں وہ زمانی نہیں

بدن ہو جو اُسکے تو ہو گہر جگہہ — خدا علم و حکمت سے ہے ہر جگہہ

کہیگا تو کیا اُسکو ایسا ہے وہ — وہی جانتا ہے کہ جیسا ہے وہ

دلا کرتا اوس کی تمیز سے — نہ دے اسکو نسبت کسی چیز سے

خدا نے بشر کو دیا اختیار — دکھاتا ہے صنعت یہ دم میں ہزار

یہ بندہ تو فعلوں میں مختار ہے — نہ کہہ اُسکو موجب ہے ناچار ہے

خدا کو نہ تمثیل دے آگ سے — نہ کر وصف اسکا کسی لاگ سے
اسے گل سے نسبت نہ گلزار سے — مشابہ نہیں بحر ذخّار سے
نہیں اسکو نسبت کسی تنگ سے — جدا ہے زمانہ کے ہر ڈھنگ سے
خدا پاک کی ذات ہے بے مثال — نہ خالق کو مخلوق سے دے مثال
جو خالق کو خلقت سے نسبت ہوئی — بتا تو ہی پھر کیا یہ صنعت ہوئی
اسے ہستی دہر سے پیشتر — ہر اک چیز کے حال سے تھی خبر
عدم میں جو رہتے سبھی نیک و بد — خلاف عدالت تھی یہ ایک حد
تو بد سے فضیلت نہ تھی نیک کو — سزا او جزا تھی نہ پھر ایک کو
جو تھے نیک و بد علم اللہ میں — ہوئے خلق دنیائے جانکاہ میں
یہی تھا تقاضائے عدل و کرم — بنیں اپنے فعلوں کے مختار ہم
اٹھائیں یہاں نیک و بد کا مزا — قیامت میں پائیں سزا او جزا
نہیں ہے عبث خلقت دو جہاں — کہ جیسا کرے یاں تو پائے وہاں
خدا کو عبادت کی کیا چاہ ہے — ہمارے لئے نیک یہ راہ ہے
ہوا ضامن رزق رب جہاں — ہمیں اس مطالب کو بھیجا یہاں
کریں آخرت کا سر انجام ہم — وہ دے رزق اپنا کریں کام ہم
خدا پاک کا لطف ہر طور سے — مگر لطف پر اسکے کب غور ہے
سبھی کی خبر روز لیتا ہے وہ — سبب سے دلاتا ہے دیتا ہے وہ

برابر کوئی اُسکے حاکم نہیں | وہ ہر وقت عادل ہے ظالم نہیں
رہِ نیک سب کو بتاتا ہے وہ | بدی کب کسی سے کراتا ہے وہ
کرائے جو بد خلق کے ہاتھ پر | سزا دے قیامت میں کس بات پر
خبر ہے کسے اُسکے اوصاف سے | جو ہے کام اُسکا سو انصاف سے
کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں | کوئی شکل صنعت سے خالی نہیں
گدا ہیں کہ یاں صاحب تاج ہیں | اُسی ایک کے سارے محتاج ہیں
جو واجب کا واجب ہی ہے کچھ بیاں | نہیں ہے وہ ممکن ہے ممکن یہاں
مناسب ہے اقرار توحید کا | زباں پر ہو اظہار توحید کا
کرینگے اسے سارے فرقے قبول | کہ توحید ہے اپنے دیں کا اصول
یہ ہے اہلِ تثلیث کو بھی یقیں | کہ اس دین میں تین تیرہ نہیں
زباں پر یہی کلمۂ نیک ہے | خدا ایک ہے ایک ہے ایک ہے
جو ہر مو ہو کہنے میں اپنا شریک | کہوں بس یہی وحدہ لاشریک
زباں پائے گر لاکھ ہر ایک مو | کہوں ہر زباں سے کہ ہے ایک تو
کہیں ذونہ ربُ العلے ایک ہے | خدائی ہے شاہد خدا ایک ہے
دو گوش و دو چشم و دو لب منخرین | جو ہے صنعتِ خالق مشرقین
انہیں سے سمجھ ایک کا راز ایک | کہ سنتے ہیں دو کان آواز ایک
دوئی میں ہے وحدانیت کا ظہور | کہ روشن ہے دو آنکھ میں ایک نور

دو لب جیسے دنداں زبان و دہن
بہم ملکے کرتے ہیں سب ایک سخن

عیاں دو لبوں سے سخن ایک ہے
بہت سی ہیں باتیں دہن ایک ہے

اُسیکا ہی گُل سو نگہہ سو چاہ ہے
کہ تو ایک ہی ہے دو راہ سے

گزرگو ہوا ہر گزرگاہ میں
اُسے ایک پایا ہے ہر راہ میں

ملا سب طرف سے نشاں ایک کا
سبھی کرتے ہیں بیاں ایک کا

بیاں سے ہے توحید کی یہ مراد
کہ ظاہر ہو سب پہ مرا اعتقاد

جو حق کی مرے دلکو تائید ہے
تو اب دشمنِ حق کی تردید ہے

اگر دشمنِ حق کو رسوا کیا
ہوا سرخرو حق سے اچھا کیا

اگر دشمنِ حق سے نفرت ہوی
تو سمجھا کہ حق کی محبت ہوی

عدو کی مذمت جو تصنیف کی
تو گویا وہی حق کی تعریف کی

بجز دہریہ کے میانِ زمیں
زیادہ کوئی دشمنِ حق نہیں

سخن دہریہ سے یہ ہے دو بدو
ہمارا ہے دشمن خدا کا عدو

سخن دہریہ سے یہ ہے بیشتر
کہ اے کور دیوانہ و بے خبر

نہ کچھ صاف تو نے بتایا اصول
ترے دیں کا یا تو نے پایا اصول

سمجھ لی ہے دیوانہ یاں طرز تری
نظر آئی بس آنکھ پہ طرز تری

تجھے کچھ ہے چشم و نظر کا خیال
چھپے ایک سے ایک قوتِ وصال

نہیں چشمِ تر کو نظر کی خبر
نظر کو نہیں چشمِ تر کی خبر

خدا کے تو اب دیکھنے کو ہے حسرت
نہ کی آنکھہ اسے کور اپنی درست

ہوا ہے یقیں چشم تر کا تجھے
بھروسا ہے اپنی نظر کا تجھے

اُسی شے کو مانے جو آئے نظر
خدا کو بھی جانے جو آئے نظر

نظر کو بھی دیکھے نہ جس آنکھہ سے
اُسے دیکھہ سکتا ہے اِس آنکھہ سے

تری آنکھہ کو جب نہ پائے نظر
بتا کس نظر سے وہ آئے نظر

کہاں ٹھیک تار نظر کی خبر
نہیں ہے اسے اپنے گھر کی خبر

خدا کی تو تصدیق ہے آنکھہ سے
نظر کی بھی تحقیق ہے آنکھہ سے

سخن آئنہ سے یہاں صاف ہے
تری آنکھہ اندھے کہاں صاف ہے

نظر یہ غلط ہے یہہ دیدہ غلط
غلط تو ہے تیرا عقیدہ غلط

بہت سی ہیں ایسی بھی چیزیں ہیں
اُنہیں آنکھہ سے دیکھہ سکتے نہیں

حقیقت میں ہے چیز کوئی کہیں
اُسے تو نہ دیکھے تو کیا وہ نہیں

یہ اِلزام تھے سب ہی آنکھہ پہ
نظر اِس گھڑی کر رہی آنکھہ پہ

کیا چشم تر کو نظر سے نہاں
نظر کو کیا چشم تر سے نہاں

نہیں طاقت دید اِس وصل پہ
تو رویت کا دعوی ہو کس اصل پہ

اُسے کوئی دیکھے کہاں آنکھہ سے
جو ہے آنکھہ میں بھی نہاں آنکھہ سے

وہاں بار چشم و نظر کا نہیں
یہ ہے خیر کچھہ دخل شر کا نہیں

خدا کے اگر جسم و صورت نہیں
ہمیں دیکھنے کی ضرورت نہیں

عبادت کو کافی ہے ہستی ہمیں — نہ زیبا ہے صورت پرستی ہمیں

تری راہ دنیا میں کب نیک ہے — تجھے فائدہ اور ضرر ایک ہے

تو ہی آپ منصف ہو تمیز سے — نہ کچھ فائدہ ہووے جس چیز سے

کبھی چیز ایسی نہ دانا کرے — کرے تو نہ تیرا زمانہ کرے

ترے دین میں کچھ بھی حاصل نہیں — کرے جو عبث فعل عاقل نہیں

تو ہے اپنے نزدیک سچا اگر — ترے جھوٹھ سچ سے ہمیں کیا ضرر

اگر ہم ہیں سچے تو روزِ حساب — خدا کے ہے آگے تجھے کیا جواب

سمجھ لے خدائی زمیں ہے قدیم — زمانہ ہے حادث نہیں ہو قدیم

جو ہے عقل تجھکو نہ کچھ اور کر — تغیّر ہے اسکی ذرا غور کر

نظر ہے تری خشک تر کی طرف — کبھی غور کی اپنے گھر کی طرف

بنا جب نہ تیرا اسکاں آپ سے — بنے کب زمیں آسماں آپ سے

یہ ہستی ہے یا نیستی کر یقیں — کوئی ان میں ذاتِ بشر کچھ نہیں

نہ ہونا ہو گر خلق کی ذات سے — تو پیدا نہ ہو خود کسی بات سے

جو ہوں ذات سے اپنے پیدا یہاں — نہ ناپید ہوں آپ اہلِ جہاں

یوہیں آپ سے آپ ہستی نہیں — مناسب یہاں خود پرستی نہیں

جو تھے ذات سے اپنے نابود ہم — ہوئے کس طریقہ سے موجود ہم

اُٹھے کسطرح سے سرستانِ عدم — رہے کیوں نہ دایم میانِ عدم

جو ہم آپ سے آپ موجود ہوں — بتا کس طریقہ سے نابود ہوں
جو ہم آپ سے آپ پیدا ہوئے — بتا تو ہی پھر آپ کیونکر موئے
نہیں چاہتی ہے یہہ ذاتِ بشر — کہ یاں ہووے آخر حیاتِ بشر
قضا سے اماں رات اور دن نہیں — یہ مرنا بھی ممکن سے ممکن نہیں
یوہیں نیستی اور ہستی نہیں — یہ گہر کی بلندی و پستی نہیں
نہ ذاتونکی جانب سے نہ دور سے — نمودِ جہاں ہے کسی اور سے
وہ ہے کون جز خالقِ پاکذات — ہے قبضہ میں جسکے حیات و ممات
ہمیشہ سے ہے خالقِ دوسرا — نہیں اُسکی کچھہ ابتدا انتہا
اگر مصلحت سے تو افعال میں — مگر ہے ہمیشہ وہ اک حال میں
ہمیشہ سے ہے جو کسیطور سے — ہمیشہ رہیگا اسیطور سے
سمجھہ لے کہ ہے ذات اُسکی قدیم — وہ ہے آپ کاموں کا اپنے علیم
الگ ذات ہے اُس کی تقریر سے — بیاں اُسکا باہر ہے تحریر سے
وہ کیا ہے جو ابجد کے اندر نہیں — ثنا اُسکی اس حد کے اندر نہیں

نعتِ جنابِ سرورِ کائنات

خدا کا کرے وصف کسکی مجال — ثنا اُسکی بندے کی ہے یاں محال
وہاں حمد تھی نعت ہے اسجگہہ — کہاں ٹھہرے خامہ چلے کس جگہہ

جو یہ حمد اور نعت یکساں نہیں
جو مشکل ہے وہ یہ بھی آساں نہیں

وہاں ہے نہ یہاں ہے قلم کو جگہ
جھکاتا ہے سر بس یہ دونو جگہ

ادب تھا وہاں یہاں پہ تعظیم ہے
وہاں سجدہ ہے یہاں پہ تسلیم ہے

چلا وہاں نہ توصیف کی راہ سے
نہ یہاں دخل تعریف کی راہ سے

وہاں خاص تھی حمد بہرِ سجود
نبیؐ کی ہے یہاں نعت جائے درود

ہوا خلق پہلے محمدؐ کا نور
دو عالم کا اُس نور سے ہے ظہور

یہ سب حور و انسان و جنّ و ملک
مہ و آفتاب و زمین و فلک

یہ سب کرسی و عرش و لوح و قلم
یہ سب جزو کل خشک و تر بیش و کم

خدا نے کیئے خلق اُس نور سے
رہا نور بھی اپنے دستور سے

جو تھا نور نورِ رسولِ اُمم
اسے کس سے تشبیہ دیں آج ہم

بزرگی میں کون و مکاں سے بڑا
خدا سے ہے چھوٹا جہاں سے بڑا

جو دیوانِ قدرت کا مطلع ہے وہ
غزل کا نبوّت کی مقطع ہے وہ

جہاں سے ہے دانائے ترکیب یا
اُسے منتخب کچھ سمجھکر کیا

چنے ساری خلقت سے سبکو خدا
خدائی سے ہی وصف اُسکا جدا

جو دیوان قدرت سے ہو انتخاب
تو ہی ایک ہی فرد وہ لاجواب

زمانہ میں اُسکی برابر نہیں
خدا کے سوا اُس سے بہتر نہیں

بزرگوں سے بڑھکر محمدؐ بزرگ
او تر کر خدا سے ہے احمدؐ بزرگ

برابر محمدؐ کے کب ہے کوئی ہو / ہوا ہے نہ ہوگا نہ اب ہے کوئی

محمدؐ خدا پاک کا نور ہے / الگ اُس سے اللہ سے دور ہے

جو اللہ کا نور سمجھا اوسے / تو ماتھے پہ آدمؑ نے رکھا اوسے

جو نورِ نظر سے وہ بڑھکر ہوا / تو گھر اوسکا آنکھوں کے اوپر ہوا

جو اِس نور نے رُخ میں جلوہ کیا / فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا

قدم سے ہے آدمؑ کے عالم بزرگ / محمدؐ کے دم سے ہے آدمؑ بزرگ

حبیبِ خدا کی یہہ سرکار ہے / یہ بندہ خدائی کا مختار ہے

ملے کِسکو فخرِ غلامی یہاں / پیغمبر ہیں سارے سلامی یہاں

ہوئے جسقدر انبیائے زماں / حبیبِ خدا کے رہے مدح خواں

سبھی نام احمدؐ کا لیتے رہے / خبر اُسکے آنے کی دیتے رہے

عصا لیکے موسیٰؑ پھرے دربدر / پکارے یہی خلق میں بیشتر

محمدؐ کی سرکار ہے ایک بڑی / اُسیکا عصا ہے اوسکی چھڑی

بنایا جو بیت الحرم شاد شاد / خلیلؑ خدا کی یہی تھی مراد

کرے اسکو آباد خیر البشرؐ / یہاں قبلۂ دیں کا ہووے گذر

کسے روز روشن ہو باغِ خلیلؑ / خدا کا تو گھر ہو چراغِ خلیلؑ

یہ عیسیٰؑ نے امت سے اپنی کہا / ٹہرنے کا موقع نہیں اب ہا

وہ آتا ہے پیغمبر نیک ذات / کہ جسکے قدم سے ہے سب کائنات

اسی نے چڑھایا ہے افلاک پر — ٹھہرتے نہیں اب قدم خاک پر

جبھی ہے فلک پر مقامِ مسیحؑ — نبیؐ کا ہے پیروا امامِ مسیحؑ

محمدؐ نے جس روز رکھا قدم — ہوا رُخ سے پُرنور بیت الحرم

کہا سب نے مکہ تو گلشن ہوا — خدا کا بھی گھر اس سے روشن ہوا

وہ گھر کیوں نہ احمدؐ کو منظور ہو — خلیلِ خدا جسکا مزدور ہو

جو آیا زمیں پر یہ شاہِ جہاں — ہوئی سب زمیں سجدہ گاہِ جہاں

بتائی محمدؐ نے راہِ نجات — کھلی سب پہ کیفیتِ کائنات

جو ہے شرع بہتر یہی راہ ہے — کہ جنت کے اندر یہی راہ ہے

کروں کیا بیاں میں شرف راہ کے — کہ فردوس ہے ہر طرف راہ کے

ہمیں کیوں نہ اس راہ کا ورد ہو — کہ جنت بہی جس راہ کے گرد ہو

ہوئی جسکو یہ راہ مدِ نظر — نظر آئے جنت ادہر اور ادہر

جو یہ سفت میں عاق رستہ ملا — تو جنت بھی رستے سے رستہ ملا

نہ دیدار جنت کو مر کر گئے — سبھی آنکھ کو بند کر کر گئے

محمدؐ نہیں آج کل سے بزرگ — یہ فخرِ جہاں ہے ازل سے بزرگ

کہیں اسکا رتبہ بڑھا آج سے — فلک پر تھا پہلے ہی معراج سے

جو اوّل تھا رتبہ وہی آج ہے — محمدؐ کو ہر وقت معراج ہے

کہو گر ہوا وصل اس راہ سے — کہو تھے الگ آپ کس راہ سے

کبھو گر ملے جا کے افلاک پر — خدا سے الگ بھی نہ تھے خاک پر
کبھو گر تقرب ہوا عرش پر — تو کچھ فاصلہ بھی نہ تھا فرش پر
جو موجود ہے ہر جگہ پر خدا — تو بندہ سے کیونکر ہوا تھے جدا
نہ یونہیں فلک پر چڑھایا اُسے — خدائی میں اپنی بڑھایا اُسے
ہوئے عرش سے پار اس طور پر — نظر یار پر عینک ہے جس طور پر
کبھی پائے عزت تھا افلاک پر — کبھی خاکساری سے سر خاک پر
ہدایت کبھی خلق کو فرش پر — سفارش خدا سے کبھی عرش پر
دعا تھی یہی اپنے اللہ سے — خلایق پھرے شرع کی راہ سے
خدا کی طرف ہو نگاہ جہاں — تو کوثر کی جانب ہو راہِ جہاں
مکاں سب کا جنت میں اعلیٰ بنے — جو ادنیٰ ہے خلقت میں اعلیٰ بنے
پڑا خالق و خلق کے بیچ میں — رہا بس اسی اونچ اور نیچ میں
ثنا خواں ہے احمدؐ کا ربِ جلیل — کرے کیا ثنا اُسکے عبدِ ذلیل
کرے جسکو پیدا خدا بے مثال — کسی سے اُسے کوئی کیا دے مثال
مقابل نہ رفعت کی تشبیہ ہے — سمجھنے کو خلقت کی تشبیہ ہے
محمدؐ ہے خلقت میں اس ڈھنگ سے — سمندر ہو قطروں میں جس ڈھنگ سے
محمدؐ ہے خلقت میں اس حسن سے — کہ ذروں میں خورشید جس حسن سے
رسولوں میں احمدؐ ہے اس طور سے — کہ قبلوں میں کعبہ ہو جس طور سے

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس اوج پر
درختوںمیں طوبیٰ ہے جس اوج پر

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس رنگ پر
کہ باغوںمیں فردوس جس رنگ پر

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس شان سے
کہ افلاک پر عرش جس شان سے

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس ڈھب سے
ستاروںمیں مہتاب جس ڈھب سے

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس شکل سے
پہاڑوںمیں ہے قاف جس شکل سے

رسولوںمیں احمدؐ ہے اس آب سے
کہ حوضوںمیں کوثر ہے جس آب سے

رسولوںمیں ختمِ رسالت ہے یہہ
تو نہروںمیں دریائے رحمت ہے یہ

رسولوںمیں ہے یوں شہِ نیک ذات
کہ چشموںمیں جیسے ہو آبحیات

رسولوںمیں اللہ کا نور ہے
چراغوںمیں یہ مشعلِ طور ہے

مسلسل ہے جوں سبح دنیا تمام
نبی دانۂ سبح میں ہے امام

الگ کوئی دانہ ہو کس بات میں
سرے دو تو آخر کو ہیں ہات میں

وہی سب میں اول ہے آخر وہی
وہی آج ہے کل ہے آخر وہی

قیامت کو پیغمبرانِ جلیل
شفاعت کی سمجھینگے اسکو دلیل

کرینگے سبھی دیکھکر یہہ بیان
یہی ہے شفاعت کی صورت یہاں

اسی پر نگاہِ بد و نیک ہے
کروڑوں ہیں منہ آئینہ ایک ہے

شفیعُ الورا دادرس ایک ہے
قیامت میں فریادرس ایک ہے

زمانہ کے نیکوں سے یہ نیک ہے
خدا کی خدائی میں بس ایک ہے

چلے بات بد کی نہ یہاں نیک کی — خدا عرض سنتا ہے اس ایک کی
کسیکی کوئی کب سفارش کرے — کرے تو یہی اب سفارش کرے
نبیؐ کا نہ کیونکر ہو گہر آنکہہ میں — یہی نور ہے ایک ہر آنکہہ میں
قیامت میں جنگل ہی نہ جہاڑ ہے — ہزاروں میں روپوش ایک آڑ ہے
بہت راہ ہیں رہنما ایک ہے — بہت کشتیں نا خدا ایک ہے
نشانہ ہے سب بد ہے یا نیک ہے — سبہی ہاتہہ خالی سپر ایک ہے
نبیؐ کی جو محشر میں تائید ہو — تو پہر قیامت مہ عید ہو
اگر ہو محمدؐ پناہ جہاں — تو محشر بھی ہو عید گاہ جہاں
خدائی جہاں کا وہ محبوب ہے — خدا کو ہی اسکی خبر خوب ہے
نبی سارے لوگوں سے بہتر ہوا — نہ سایہ بھی حضرت کا ہمسر ہوا
نہ تہا اسکا سایہ یہ مشہور ہے — یہ سچ ہے مگر عقل سے دور ہے
کریں کسطرح سے یہ منظور بات — کہ ہے اسکے سایہ ہے کائنات
جو قد اسکا سایہ سے آزاد ہے — جہاں کس کے سایہ میں آباد ہے
جو نور نبیؐ سے ہے نور سحر — تو ہے شام سایہ یہاں سربسر
سروں پر ہے خلقت کے ظاہر نہیں — نہیں کوئی سایہ یہ باہر کہیں
نظر وہ لطافت سے آیا نہیں — کہا سب نے حضرت کے سایہ نہیں
نہ آیا جو سایہ بشر کو نظر — وہ جانے اسی کچھ جسے ہو نظر

نبیؐ نے جتایا تھا پھر برملا | کہ دیکھو سوئے سایۂ مصطفیٰ
جو سایہ کو اپنے نہ پائے نظر | تو ذاتِ خدا کیونکر آئے نظر
چھپانیکا اُسکے ہے یہ بھی سبب | پڑے جب یہ سایہ فنا ہو وہ کب
جو سایہ نبیؐ ڈالتے فرش پر | تو آتی قیامت فقط عرش پر
تو پھر موت کو کچھ بہانہ نہ تھا | زمیں پر قیامت کو آنا نہ تھا
حقیقت میں یا جسم سے دور ہے | ویا سایہ بھی نور کا نور ہے
نہیں ہے ویا ہے کسی وجہ سے | غرض وہ چھپا ہے کسی وجہ سے
نہیں ہے نہیں ہے کسی رنگ میں | اگر ہے تو اپنے اسی رنگ میں
جہاں آسمان و زمیں پر ہوا | وہ جو کچھ ہوا بس یہیں پر ہوا
جدائی کا اُسکے یہاں ذکر ہے | توجہ کے لایق مری فکر ہے
نبیؐ سے ہوا جب وصالِ خدا | وہ آداب سے ہو گیا ہے جدا
جو پردہ ہر اک جسم و جاں سے اٹھا | یہ پردہ بھی اک درمیاں سے اٹھا
ویا کر لیا اُسنے گھر آنکھ میں | ہوا سایہ نورِ نظر آنکھ میں
نظر پھیل کر یک بیک ہو گیا | سمٹ کر وہی مردمک ہو گیا
ویا سایہ نے مہر کے نور پر | وہ گھٹ کر بنا تل رخِ حور پر
ویا سایہ کو عشق کے جوش میں | لیا سنگِ اسود نے آغوش میں
ویا تن سے لپٹا لیا بدر نے | ویا سر پہ رکھا شبِ قدر نے

ویا دیکھا رشست دن بھر ہیں
سلاتا ہے وہ رات بنکر ہیں
ویا جلوہ گروہ ہوا پر ہُوا ؛
سیہ ابر آب بقا پر ہوا ؛
ویا حرفِ قرآں لپٹ کر ہوا
ویا نقطہ کُن سمٹ کر ہُوا
جو چاہا وہی ہو بہُو ہو گیا
وہی مشکِ اَز فَر میں بو ہو گیا
مجھے اور بہی یاں ہوا ہے خیال
نہ جانے خلایق اسے کچھ محال
رسولؐ خدا کا یہہ فرمان ہے
علیؑ گوشت ہے جسم ہے جان ہے
فقط نور تھا ایک شاہِ جہاں
جہاں جسم وجاں ہو تو سایہ ہاں
سُنو اور بھی ہے سببِ عیاں
نئی بات سوجھی ہے مجکو یہاں
نہیں ہے جو سایہ تو کیا بات ہے
علیؑ سایہ ہے ہر جگہہ ساتھ ہے
الگ سایہ ہے تا یہہ حیرت نہ ہو
کہ اک جسم ہے اور سایہ ہیں دو
علیؑ مثلِ سایہ نبیؐ کے رہا تھا
پیمبر کا سایہ ہے حیدرؑ کے رہا تھا
بلندی پہ مولا کا پایہ ہُوا ؛
کہ نُورِ خدا کا یہہ سایہ ہوا

منقبت جناب حیدرِ کرّار غیر فرّار

کروں کیوں نہ دلسے بیانِ علیؑ
عبادت ہے ذکرِ علیؑ وَلی ؛
گزر ہو گیا شیر کی راہ میں
اماں ہے تو نامِ یداللہ میں
کہاں منقبت کا ہے یارا مجھے
فقط نام کا ہے سہارا مجھے

زباں کیوں نہ ہووے حسام علیؑ
کہ اس تیغ پر بھی ہے نام علیؑ

زباں تیز چلتی ہے اب تیر سے
مسخر مضامیں ہیں شمشیر سے

جو دستِ خدا ہے میرے فرق پر
قدم آج ہے فخر سے برق پر

زمینِ سخن اب مری ملک ہے
سپر ہاتھ میں نیزۂ کلک ہے

قلم کو رہے کس طرح بیکلی
زباں پر ہے اب یا علیؑ یا علیؑ

ہوئی یاد خامہ کو کس شیر کی
زمانہ میں شہرت ہے جس شیر کی

زبر حرف کا خوف سے زیر ہے
صریرِ قلم نعرۂ شیر ہے

جو بالا ہے مضموں وہی زیر ہے
قلم نام سے شیر کے شیر ہے

بہم خوف سے حرف پیچاں ہوئے
جو مفرد مرکّب تھے یکساں ہوئے

قلم کیا چلے اور پہرے رعب سے
اٹھے نام سے اور گرے رعب سے

لکھے منقبت یہہ کہاں فکر ہے
عبادت سمجھکر فقط ذکر ہے

نہ اس راہ سے راہ چلتا ہے یہہ
بس اس راہ سے آہ چلتا ہے یہہ

اما مومنیں سب سے ہے اوّل علیؑ
محمدؐ کے ہے بعد افضل علیؑ

بیاں کسطرح ہو وصی کی ثنا
علیؑ کی ثنا ہے نبیؐ کی ثنا

نبیؐ سے وصی اک جدا اسم ہے
وہی جان ہے اور وہی جسم ہے

وہی گوشت ہے اور لہو ہے وہی
وہی شان ہے ہو بہو ہے وہی

وہی لب ہے گویا دہن ہے وہی
زباں ہے وہی اور سخن ہے وہی

وہی آنکھ ہے اور نظر ہے وہی
نبوت نہیں سربسر ہے وہی

نبیؐ جسم ہے اور جاں ہے وصیؑ
نبیؐ سے وصیؑ ہے وصیؑ سے نبیؐ

نبیؐ و وصیؑ میں کہیں فرق ہے
یہ ہیں ایک دو تو نہیں فرق ہے

یہ پیدا ہوئے ایک ہی نور سے
چلے ایک ہو کر بہت دور سے

رہے ایک ہو کر دل و جان سے
گئے ایک ہو کر بڑی شان سے

جو ظاہر یہ احول کے جائے نظر
او سے دو جگہہ ایک آئے نظر

نظر میں دوئی دل کہیں ایک پر
کہ دو پر تو شک ہو یقیں ایک پر

حقیقت میں دو میں دہن ایک ہو
اگر چار لب ہوں سخن ایک ہو

زبانیں ہوں دو پر بیاں ایک ہو
جو دو ہی بدن ہوں تو جاں ایک ہو

جو ہوں چار آنکھیں نظر ایک ہو
جو دو مبتدا ہوں خبر ایک ہو

وہ فرد جہاں دو زبانی نہ ہوں
جو دو فرد ہوں دو معانی نہ ہوں

نبیؐ سے علیؑ کس طرح دور ہو
جو آنکھیں ہوں دو ایک ہی نور ہو

نبیؐ و علیؑ میں کہاں فصل ہے
جو شاخیں ہیں دو ایک ہی اصل ہے

محمدؐ سے حیدرؑ کہیں دور ہے
نبیؐ مہر ہے اور علیؑ نور ہے

رسولِ خدا انبیاؑ سے بزرگ
شہِ لافتا اوصیا سے بزرگ

نبیؐ و علیؑ کو خدا سے ہے راہ
وہ نورِ خدا ہے یہ ظلِ آلہ

نبیؐ و علیؑ میں یہی ہے تمیز
وہ پیارا خدا کا یہ سب کے عزیز

خدا و نبیؐ سے نہیں یہہ جُدا
جو بازوئے احمدؐ تو دستِ خُدا

محمدؐ کے شیرِ خدا ہیں قریب
حبیبِ خدا وہ یہ اُسکے حبیب

علیؑ کا عدو مصطفےٰ کا عدو
نبیؐ کا عدو ہے خدا کا عدو

یہ حق ہے الگ ہے کوئی بات ہے
جدھر ہے علیؑ اُسکے حق ساتھ ہے

یہی ہے حدیثِ رسولِ خدا
جہاں کطرف ہو علیؑ ہو خُدا

نہ کوئی کرے پیروئِ جہاں
اُدہر جائے حیدرؑ جدہر ہو رواں

نبیؐ و علیؑ ایک ہیں دور سے
الگ کسطرح مہر ہو نور سے

خُدا کے ہیں بندے خُدا یہ نہیں
خُدائی سے اُسکے جُدا یہہ نہیں

خلائق سے اپنے جُدا ہے خُدا
جو کہتے ہیں ہم میں خُدا ہے خُدا

جو ایسا سمجھتے ہیں دانا نہیں
اُنہوں نے خدائی کو مانا نہیں

بتائیں جہنم ہے کس کے لیئے
وہ ہے کون سجدہ ہے جس کے لیئے

بہلایا ہے کس نے رہِ خیر کو
ہدایت ہے پہر کس لیئے غیر کو

ہدایت ہے کسکو جُدا کون ہے
تو ہے کون بندہ خدا کون ہے

جھکا پہر تو اپنی طرف کو جھکا
خُدا اور بندہ کا جھگڑا چکا

نہ کرو صفا ایسے خدا کے لیئے
سمجھ کچھہ رسولِ ہدا کے لیئے

خدانے تو وہ نور پیدا کیا
کہ جس نے یہہ عالم ہویدا کیا

وہ ہے نُور نُورِ نبیؐ و علیؑ
ہوئے جس سے سب انبیا و ولی

اُسی کا ہے جلوہ میانِ جہاں / اُسیکا ہے پرتو یہاں اَور وہاں
یہ روشن جو نزدیک و دور ہے / خدا کے بھی بندوں کا یہ نور ہے
وہی نور ہے سب اِدہر اور اُدہر / ثمر ہے شجر میں شجر میں ثمر
وہ ہے آبِ دُر میں گہر آب میں / وہ ہے آب میں خشک تر آب میں
وہ سہ چرخ پر چرخ مہتاب پر / وہ پانی زمیں پر زمیں آب پر
ہر اک لفظ میں ہے معانی وہی / معانی ہیں لفظِ نہانی وہی
نبیؐ و علیؑ نور میں ایک ہیں / وہ سمجھیں اِنہیں ایک جو نیک ہیں
علیؑ کے جو پتلے یہ ہے مصطفےٰ / تو پیاری دو عالم یہ ہیں مرتضےٰ
فلک کیا ہے کیا کوہ کیا سنگ ہے / زمیں زور کا اُسکے پا سنگ ہے
علیؑ کا خدا جب مددگار ہو / اُسے کونسی چیز دشوار ہو
زمانہ کی عقدہ کشائی کرے / جو بندہ ہے کارِ خدائی کرے
یہ اَوصاف ہیں کبریا کے لیئے / کہ ایسے بھی بندہ خدا نے کیئے
اِسے زور سب کچھ خدا نے دیا / نہ پھر حصۂ صبر جانے دیا
کیا خلق نے جبر اِس زور پر / علیؑ نے کیا صبر اِس زور پر
اطاعت وہی جو کرے زور پر / وہی صبر ہے جو مرے زور پر
علیؑ ہے فقط ہمسرِ مصطفےٰ / کہ ہے وارثِ منبرِ مصطفےٰ
وصی ہے برادر ہے داماد ہے / یہ وارث ہے یا اسکی اولاد ہے

بڑھے کیا خطا وار معصوم سے | بزرگ اسکے خادم ہیں مخدوم سے
خدا کی اطاعت میں یہ ایک ہے | شجاعت میں طاعت میں یہ ایک ہے
دیا سر خدا کے لیئے زر دیا | خدا سے جو پایا سراسر دیا
بیاں لینے دینے کا ہے مختصر | رہی جیتے جی بس اسی پر نظر
وہی لیں جہاں تک بھلائی ملے | تو پھر بخش دے گر خدائی ملے
جہاں میں ہے نفسِ پیمبرؐ علیؑ | نبیؐ علم کا شہر ہے در علیؑ
جو اک در ہے اسکے بھی گیارہ ہیں در | تو شہر نبوت کے بارہ ہیں در
ہر اک در میں ہے جلوۂ حیدری | کہو خانۂ دیں کو بارہ دری
جو پوچھو شہنشاہ جن و ملک | تو بارہ علیؑ سے ہیں مہدیؑ تلک
سبھی پیشوا ہیں یہ تحقیق ہے | امامت کے کلمہ سے تصدیق ہے
بنا دین و اسلام کی سب پر | اگر ہے تو دو کلمۂ پاک پر
انہیں کو سب اب منصفو لو گواہ | یہ بارہ اماموں کے ہیں دو گواہ
سرِ لا سے آخر تلک تا بہ لا | وہی حرف بارہ ہیں کر لو نگاہ
میانِ محمدؐ رسولِ الٰہ | وہی حرف بارہ خدا ہے گواہ
ہر اک کلمۂ پاک سے ہے عیاں | کہ بیشک ہیں بارہ امام جہاں
نہیں ہیں جو نقطے اشارہ ہے عام | کہ آلِ محمدؐ میں ہیں یہ امام
وہ نقطوں کی آلودگی سے ہیں پاک | نہ دنیا کی آسودگی سے ہیں پاک

جو اکیسال ہیں ماہ بارہ ہوئے
تو ہیہ آل ہیں ماہ بارہ ہوئے

سر ائیلیوں میں ہیں بارہ نقیب
برابر ہیں اُنکے نبیؐ کے حبیب

مصاحب ہیں عیسٰی کے بارہ تمام
نبیؐ کے بھی نائب ہیں بارہ امام

ملایک ہیں عالم میں بارہ بزرگ
یہ ہیں نسلِ آدمؑ میں بارہ بزرگ

فلک پر منوّر ہیں بارہ بُروج
زمیں پر ہے بارہ تنونکا عروج

جو پیارے نبیؐ کے ہیں بارہ امام
وہ ہیں افضلِ آلِ احمدؐ تمام

تہتّر ہیں فرقے بقولِ نبیؐ
بہتّر تو ناری ہیں اک جنّتی

بہشتی تو فرقہ جُدا ایک ہے
یہ کہتے ہیں سارے خدا ایک ہے

خدا و نبیؐ کے ہیں قایل سبھی
غرض کلمۂ حق پہ مایل سبھی

سبھی کا ہے قرآن پر اِعتقاد
معانی بھی لیتے ہیں حسبِ مراد

جو روزہ ہے یا حج ہے یا ہے نماز
سبھی فرقے کرتے ہیں با صد نیاز

سبھی روز کرتے ہیں صوم و صلوٰۃ
تونگر بھی دیتے ہیں اکثر زکوٰۃ

حدیثِ نبیؐ پر ہے سب کا عمل
تو اجماعِ اُمّت بھی ہے بر محل

جو اِن سب سے ہوتی نجاتِ جہاں
سبھی فرقے جاتے میانِ جنان

نہیں بات انمیں سے کوئی فضول
اطاعت پہ ہیں آل کی سب قبول

اطاعت جو کرتے ہیں یاں آل کی
وُہی جنّتی ہیں وُہی جنّتی

اگر آل سے ہے نجاتِ جہاں
اطاعت پہ ٹھہری نجاتِ جہاں

جو بارہ ہیں معصوم آفاق میں
برابر ہیں رتبہ میں خلاق میں

اماموں کا سب سلسلہ ایک ہے
یہ ہیں ایک انکی ولا ایک ہے

یہ نورِ محمدؐ میں ہیں سب شریک
جو چاہے کرے وصف تنہا کہ نیک

جو چاہے کسیکو ثنا خواں کہے
کسیکو کہے جسم یا جاں کہے

زمانہ سے بڑھکر ہے رفعت انہیں
بزرگوں سے زیبا ہے نسبت انہیں

لکھونگا وہ مضمون جو ہو نو ثنا
ہر اک مدح میں ایک وکی ثنا

علیؑ عقدۂ نظم کو حل کرے
بندھے وہ ہی مضمون جو کچھ بل کرے

لکھوں حب مسلسل تو روزِ حساب
ملے سبحۂ فاطمہؑ کے ثواب

مدح جناب حضرت فاطمہ علیہا السلام

علیؑ سے نہیں کم ہے زہراؑ کی شان
وہ آدمؑ کی شوکت یہ حواؑ کی شان

برابر فضیلت ہے دو نو طرف
وہ موسیٰؑ کا یہ آسیہ کا شرف

یہ دونو ہیں اولادِ آدمؑ کا فخر
وہ فخرِ مسیحاؑ یہ مریمؑ کا فخر

انہیں سے ہیں قایم نشانِ نبیؐ
خدیجہ کا دل وہ یہ جانِ نبیؐ

انہیں سے منور ہے چشمِ رسول
علیؑ نور ہے مردمک ہے بتول

علیؑ زینتِ محفلِ مصطفےٰ
یہ ہے رونقِ منزلِ مرتضےٰ

علیؑ کعبۂ پرضیا کا شرف
یہ ہے قبلۂ دوسرا کا شرف

جو مردوں میں حیدرؑ سرافراز ہے — تو سب عورتوں میں یہ ممتاز ہے
جو مردوں کی حیدرؑ کرائیں نجات — طفیل ان کے عورات پائیں نجات
رہیں فاطمہؑ گھر میں اس طور سے — چھپے جان قالب میں جس طور سے
رہیں کیوں نہ عفت میں مشہور یہہ — کہ ہیں پردۂ عصمتِ حور یہہ
رسولوں نے جب عزمِ جنت کیا — تو انکو بھی یاں غسلِ میت دیا
کوئی مثلِ زہراؑ کہاں پاک ہو — جو بے غسلِ میت یہاں پاک ہو
اگر جانِ عالم ہے جسمِ رسولؐ — اسی جسم کا ہے جگر یہہ بتولؑ
جو ہے یہہ خدا کی گواہی سے پاک — پسر بھی ہے فضلِ الٰہی سے پاک

مدح جناب امام حسن علیہ السلام

نشانی نبیؐ کی ہے بنتِ رسولؐ — حسنؑ بھی ہے اک یادگارِ بتولؑ
وہ ہے زینتِ خانۂ پنجتنؑ — اسی شمع کا چاندنا ہے حسنؑ
یہ دونوں ہیں جانِ رسولِ غیور — وہ راحت نبیؐ کی یہ آنکا سرور
حسنؑ میں وہ خوبی تھی ماں باپ میں — بزرگی بزرگوں کی ہے آپ میں
کہیں سلسلہ ہے جدا آپ کا — یہ نانا کا دل ہے جگر باپ کا
سبھی ہیں حسنؑ میں کمالِ نبیؐ — جلالِ علیؑ ہے جمالِ نبیؐ
بنی گلشنِ قدرتِ کردگار — چمن میں یہ گل ہے تو گل میں بہار

جہاں میں نہالِ رسالت رسولؐ
ثمر ہے حسنؑ شاخ اوسکی بتولؑ

نبیؐ و حسنؑ کی یہی ہے صفات
وہ خضرِ دو عالم یہ راہِ نجات

نبیؐ و حسنؑ اک دل و روح ہیں
نبیؐ نوحؑ وہ کشتی نوحؑ ہیں

جو مردہ عمل ہو تو جاں ہیں حسنؑ
مسیحا نبیؐ ہیں زباں ہیں حسنؑ

بیانِ محمدؐ بیانِ حسنؑ ہے
زبانِ نبیؐ ہے لبانِ حسنؑ

لٹایا خدا کے لیئے مال و زر
جو باقی رہا بھی تو لختِ جگر

جگر کے بھی ٹکڑے بہتّر کیئے
فدا سب کے سب راہِ حق پر کیئے

شہیدوں میں سرسبز ہے یہ اگر
برادر بھی ہے سرخرو سربسر

مدح جنابِ امام حسینؑ علیہ السلام

حسنؑ سے اگر ہے وقارِ علیؑ
تو شبیرؑ ہے افتخارِ علیؑ

نبیؐ ہر مسلماں کی جان ہے
شہِ کربلا جان کی جان ہے

فدا کیوں نہ ہوں اسپہ عالم کی روح
یہ ہے جان کی جانِ آدمؑ کی روح

یہ آخر کو ہے پنجتنؑ کا نشاں
اسی پہول سے ہے چمن کا نشاں

حسینؑ و نبیؐ ایک ہی روپ ہے
جو سورج نبیؐ ہے تو یہ دہوپ ہے

نبیؐ طورِ موسیٰؑ کی جا ہے حسینؑ
جو موسیٰؑ نبیؐ ہے عصا ہے حسینؑ

محمدؐ چمن ہے گلِ تر حسینؑ
جو گل ہے نبیؐ بوئے بہتر حسینؑ

نبیؐ بحر یہہ دُرِّ نایاب ہے | جو موتی نبیؐ ہے تو یہ آب ہے
نبیؐ ہے فلک ماہ شبیر ہے | جو ہے ماہ احمدؐ یہہ تنویر ہے
لگا زخم پر زخم سجدہ کیا | کہا شکر ہے شکر کو منہ دیا
جسے ہو جہاں میں خیالِ نبیؐ | تو رکھے تولّائے آلِ نبیؐ
محبّت بہی ان کی عجب چیز ہے | وہ جانے انہیں جنکو تمیز ہے
جو ہے کلمہ طوف و صوم و صلوٰۃ | جہاد و وغا ایک خمس و زکوٰۃ
یہ واجب ہیں سب اپنے اوقات کے | محبّت ہے افضل ہر ایک بات کے
جو سرور نے حاصل کیا باپ سے | وہ عابدؑ نے حاصل کیا آپ سے

مدح حضرت امامِ علی ابن الحسین علیہ السلام

وہ نخل نبیؐ ہے یہہ بارِ شجر | وہ باغ علیؑ یہ بہارِ شجر
وہ سرورِ ریاضِ شہادت ہوا | یہ عطرِ گلِ باغِ طاعت ہوا
نہیں ہے یہ رتبہ میں کم باپ سے | نہ چھوٹا کوئی درد و غم آپ سے
وہاں کام تہا تیر و شمشیر سے | یہاں سلسلہ طوق و زنجیر سے
اذاں شہ نے دی تیر و شمشیر میں | اقامت کہی اسنے زنجیر میں
پڑہی شہ نے خنجر کے نیچے نماز | یہاں طوق میں سجدۂ بے نیاز
چلی شاہ پر ناوکِ خار دار | رواں یہ ہوئے آبلائے خا

لہو وہاں ہے اُمّت کی خاطر رواں
یہاں اشک خلقت کی خاطر رواں

پدر سر فرو تیر و تلوار سے
یہاں آبرو دیدۂ زار سے

لہو میں وہ لالِ خراجِ بہشت
یہ اشکوں میں لو لوئے تاجِ بہشت

لگا یا تہا دل یوں عبادت کے ساتھ
کہ ہو جسطرح اجرِ طاعت کے ساتھ

نہ تہی یوں الگ لے یادِ خدا
تہوں لفظ سے جیسے معنی جدا

کہیں سبحہ سے کم ہے کارِ نفس
نفس دانہ رشتہ ہے تارِ نفس

کسیکو نہیں اسمیں جای کلام
کہ تہا اپنی تسبیح میں وہ امام

علیؑ جسطرح باپکا ہے شرف
پسر آپکا آپ کا ہے شرف

مدح جناب امام محمد باقر علیہ السلام

علیؑ گر طریقِ نبی پر چلے
محمدؐ بھی راہِ علیؑ پر چلے

علیؑ ہے اگر جاں نثارِ علیؑ
محمدؐ بھی ہے غمگسارِ علیؑ

یہ شکلِ علیؑ ہے وہ شانِ حسینؑ
نشانِ علیؑ ہے نشانِ حسینؑ

جو وہ رونقِ محفلِ آخرت
یہ ہیں رہبرِ منزلِ آخرت

وہ آبِ دُرِ شاہوارِ نجات
یہ ہے جوہرِ ذوالفقارِ نجات

علیؑ ہے جلو شعلِ طور کی
صفائی یہ آئینۂ نور کی

علیؑ کا جو ہے عشق آبِ حیات
تو ان کی محبت شرابِ حیات

محمدؐ میں ہیں سب کمالِ نبیؐ — محمد کے رشتہ پہ آلِ نبیؐ ∴

کوئی غیر واقف ہو کیا حال سے — محمدؐ کا رشتہ ملے آل سے

کروں اب نسب اور حسب کا بیاں — نجابت ہے باقرؑ کی سب پر عیاں

امام اسکا بیٹا ہے پوتہ امام — امام آپ ہے اور پر پوتا امام

ہوئے اسکے کنبہ میں کیا کیا امام — امام اسکا دادا ہے نانا امام

کروں اور بھی اس سے اوپر کلام — کہ دادا و نانا کا بابا امام ∴

جو یاں دین و دنیا کے مختار ہیں — تو محشر میں عقبیٰ کے مختار ہیں

یہہ دینِ محمدؐ کا پابند ہے — یہ جیسا ہے ویسا ہی فرزند ہے

مدح جناب حضرت امام جعفر صادقؑ

یہاں کیوں نہ ہووے اثر باتمیں — یہ صادقؑ ہے صادق ہے ہر باتمیں

پدر پر نجابت کا ہے خاتمہ — پسر پر صداقت کا ہے خاتمہ

جو طاعت ہے مثلِ علیؑ باپ کی — زبانِ محمدؐ زباں آپ کی ∴

یہی مسندِ جد پہ زیبا ہوا ∴ — یہی گل یہی اسمیں بوٹا ہوا

مسیحِ مریضِ بلا ہے یہی ∴ — یہی خود دوا ہے شفا ہے یہی

یہ بحرِ ہدایت ہے کب جُدا — یہی اسمیں کشتی یہی ناخدا

ریاضِ محمدؐ میں یہہ گلؑ ہوا — یہی گلشنِ دیں میں بُلبل ہوا

اسی کا ہے بزمِ ہدایت میں رنگ — یہی شمع اُسمیں یہی ہے پتنگ
نبیؐ کا ہے پیارا کوئی غیر ہے — یہاں شر نہیں سب طرح خیر ہے
خدا کا ہے رستہ پیمبرؐ کی راہ — پیمبرؐ کا رستہ ہے جعفرؑ کی راہ
خدا تک نہ پہونچے کسی راہ سے — جو پہونچے خدا تک اسی راہ سے
نجاتِ جہاں جسمیں واللہ ہے — یہی راہ ہے وہ یہی راہ ہے
ہوا کیا جو خورشید کی لاگ سے — کرے گھر کو روشن کوئی آگ سے
اگر لاکھ دنمیں جلائے چراغ — کہاں مہر کی تاب لائے چراغ
جو جعفرؑ ہیں یہاں باپ کی راہ پر — پسر آپ کا آپ کی راہ پر

مدح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

جو ہے جعفرِؑ رہنما کی ثنا — وہی کاظمِ مقتدا کی ثنا
طریقِ عبادت میں وہ پیشوا — رہِ دین و ایماں میں یہ رہنما
یہ مثلِ پدر پاک لاریب ہے — وہاں عیب تھا کچھ نہ یہاں عیب ہے
صداقت پدر کی زباں پر نثار — یہاں راستی ہے بیاں پر نثار
جو وہ زینتِ مسندِ جد ہوا — یہ خضرِ رہِ دینِ احمدؐ ہوا
جو اُسنے گلِ دیں کو تازہ کیا — رُخِ دیں پہ کاظمؑ نے غازہ کیا
جو باغِ محمدؐ میں وہ گل ہوا — اُسی پھول کا یہ ہی بلبل ہوا

دیا سکۂ دیں کو اُسنے رواج — لیا سر پہ بخشش کا کاظمؑ نے تاج
ہوا بعد احمدؐ کے جب اختلاف — کیا دور صادقؑ نے سب اختلاف
کیا اُسنے رستہ بہر طور صاف — جو تہا صاف اُسنے کیا اور صاف
قدم سے جہاں اسکے روشن ہوا — جو تہا خار رستہ میں گلشن ہوا
ہوئی اسطرف صاف راہِ جناں — جو کی بند آنکہیں تو پہونچے وہاں
پیمبرؐ کے جو کچھ تھے رازِ نہاں — وہ پہونچے ہیں سینہ بسینہ یہاں
محمدؐ سے یہاں تک جو اخبار ہے — محمدؐ تلک سب وہی تار ہے
جو ہے کاظمؑ رہنما کا طریق — وہ ہے اِن کے بیٹے رضاؑ کا طریق

مدح جناب حضرت امام رضا علیہ السلام

جو دنیا میں ابرِ کرم باپ ہے — نہ یہ ابرِ نیساں سے کم آپ ہے
پدر سے جو ہے سبز باغِ مراد — تو اِن سے ہے روشن چراغِ مراد
وہ ہے اخترِ دیں تو پرتو ہے یہ — چراغِ علیؑ وہ ہے اور نور ہے یہہ
کہیں چاند سے ہے جدا چاندنی — وہ ماہِ نبیؐ ہے رضاؑ چاندنی
وہ آدمؑ کی زینت ہے یہ جاں کی زیب — وہ دیں کی ہے رونق یہ ایماں کی زیب
نہ یہاں کوئی راہِ خدا پر چلا — چلا وہ جو راہِ رضاؑ پر چلا
رضاؑ جان سے ہے خدا پر نثار — ملایک ہیں راہِ رضاؑ پر نثار

یہاں چاہتی ہے رضاؑ کی رضا
رضاؑ کی ہے مرضی خدا کی رضا

رضاؑ کی خوشی مصطفےٰ کی خوشی
نبیؐ کی خوشی ہے خدا کی خوشی

خلافِ خدا ہے خلافِ نبیؐ
خلافِ رضاؑ اختلافِ نبیؐ

تہتر ہیں فرقے تہتر طریق
رضاؑ کا ہے عالم میں بہتر طریق

رضاؑ جوئی اربابِ دنیا نہ تھا
کوئی کام خیر کارِ عقبیٰ نہ تھا

مگر یوں تو سب کا مددگار ہے
عدوئے پیمبرؐ سے بیزار ہے

خراساں میں مولا کی درگاہ ہے
وہیں سے تو فردوس کی راہ ہے

نہیں اور کوئی مثالِ رضاؑ
پسر کو ہے حاصل کمالِ رضاؑ

مدح حضرت امام محمد تقیؑ علیہ السلام

اگر ہے رضاؑ کو خدا سے غرض
تقیؑ کو ہے راہِ رضا سے غرض

رضا رہنمائے مقامِ رضا
تقیؑ رہبرِ صاحبِ اتقا

جو کعبہ و قبلہ ہے یاں دو طرف
قضا و قدر ہے عیاں دو طرف

قضا ہے رضاؑ کی رضا کی طرف
قدر ہے تقیؑ رہنما کی طرف

جو رحمت ہے وہاں التجا پر نثار
اجابت ہے اس کی دعا پر نثار

جو طاؤس سدرہ پدر پر فدا
ہمائے ہدایت پسر پر فدا

جو ہے طائرِ جاں کی اُسی پر نظر
رُخِ مرغِ قبلہ نما ہے ادھر

تقیؑ کو کسی سے نہ کچھ کار تھا — ہدایت سے ہر دم سروکار تھا

دیا ہاتھ سے حشمت وجاہ کو — نہ چھوڑا بزرگوں کی یاں راہ کو

کلامِ پیمبر کی تائید کی — بزرگوں کے رستہ کی تقلید کی

ہدایت سے مطلب دعا سے غرض — خدائی میں رکھے خدا سے غرض

کیا صاف ایسا طریقِ نجات — کہ مردونکو حاصل ہے جسمیں حیات

بڑی میری آقا کی توقیر ہے — غلاموں کی جنت میں جاگیر ہے

کوئی جانے کیا اُسکے اسرار کو — یہ بخشیگا جنّت گنہگار کو نہ

کہاں اِسّے نسبت بھلا غیر کو — تقیؑ کے برابر نقیؑ ہو تو ہو

مدح حضرت امام علی نقی علیہ السلام

جو کی حق نے طاقت تقیؑ کو عطا — وہی کی ہے قدرت نقیؑ کو عطا

جو چاہے تقیؑ التجا سے کرے — نقیؑ بھی جو چاہے دعا سے کرائے

وہ شعلہ کو گر ابرِ رحمت کرے — یہ دوزخ کو چاہے تو جنت کرائے

کرے خیر شر کو وہ اعجاز سے — یہہ بدلے مقدّر کو اعجاز سے

جو ذرہ کو وہ مہرِ انور کرے — یہ قطرہ کو دم میں سمندر کرے

وہ مہ آتشِ شعلہ ور کو کرے — یہ برقِ جہندہ شرر کو کرے

جو وہ شمع کو باغ کا گل کرے — پتنگے کو یہ مثلِ بلبل کرے

جو حکم خدا سے وہ سب کچھ کرے — تو بحکم خالق یہہ کب کچھ کرے

تقطر یاں ہے کب حشمت و جاہ پر
کسی پر سوائے عنایت نہیں
بزرگونکو نہ ہرگز فضیحت کرے
کبھی خواہشِ ملک دنیا نہ کی
بتائیں نہ کیونکر رہ مصطفےؐ
زباں سے یہ کی کبریا کی ثنا
نہیں غیر کو دعوی ہمسری

فدا ہے نقیؑ اپنے اللہ پر
جو حاسد ہوا اسکی شکایت نہیں
کرے بھی تو ہر دم نصیحت کرے
یہاں جز نصیحت کے پروا نہ کی
زمانہ میں ہیں حجّتِ کبریا
دہن دُرِّ طاعت کا جوہر نما
برابر پدر کے حسنؑ عسکری

مدح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

کروں کیوں نہ وصفِ کلامِ حسنؑ
نقیؑ شیرِ حق کا اگر شیر ہے
نقیؑ ہے اگر مالکِ نار و نور
وہ بحرِ سخاوت میں ہے گر نہنگ
کلامِ خدا کی وہ تفسیر ہے
کمالِ نبیؐ ہے وہاں باتمیں
جو دینِ خدا کا انہیں کام ہے
یہ تقویٰ میں مثل پدر ایک ہے

زمانہ پہ روشن ہے نامِ حسنؑ
ید اللہ کی یہ بھی شمشیر ہے
حسنؑ بھی ہے مختارِ حور و قصور
تو یہ بیشۂ جانستاں ہیں پلنگ
زبانِ نبیؐ کی یہ تقریر ہے
یہاں جوہرِ مصطفےؐ ذات میں
او سید کا ہم کا یاں سرانجام ہے
حسنؑ کس طرح ہے حسنؑ نیک ہے

نہ کیونکر ہو عالم یہاں نور کا / یہ سرو نبیؐ ہے شجر طور کا
زباں ہے زبانِ خدا آپ کی / شجر کی صدا ہے صدا آپ کی
یہاں پھول جھڑتے ہیں ہر بات میں / جو گل بات میں ہے ثمر بات میں
یہ ہے روشنی روئے پرنور کی / کہ گویا تجلّی ہے اک طور کی
یہاں ذکر منقول و معقول ہے / شجر وہ تھا یہ گویا یاں پھول ہے
یہ ہے مذہبِ حق کا چرچا یہاں / ہر اک عالم دیں ہے موسیٰ یہاں
جو دیں سے حسن کو سروکار ہے / پسر دین و دنیا کا مختار ہے

مدح حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام

حسنؑ جدِّ امجد کی تصویر ہے / محمدؐ محمدؐ کی تصویر ہے
حسنؑ سے اگر کفر پامال ہے / شکار اسکا شیطانؑ دجّال ہے
نبیؐ کی ہے امّت کا وہ پیشوا / یہ عیسیٰؑ پیمبر کا ہے رہنما
حسنؑ ہے امامِ صفِ مومنیں / محمدؑ امامِ صفِ مرسلیں
کیا قرض اسنے خدا کا ادا / کریگا یہ وعدہ خدا کا وفا
بیانِ نبیؐ ہے وہاں سر بسر / وہاں مبتدا ہے یہاں ہے خبر
پدر کی عدالت نبیؐ کی طرح / پسر کی شجاعت وصی کی طرح
بڑھایا ہے دیں اسنے اخلاق سے / مٹائیگا یہ کفر آفاق سے

جو اعجاز سب انبیا کو ملے ۔ وہ اس خاصۂ کبریا کو ملے

یہ ادریسؑ و عیسیٰؑ ہے ہر اوج میں ۔ خضرؑ رہ میں الیاسؑ ہے موج میں

یہ بندہ ہے گو مرتضےٰؑ کی طرح ۔ عدالت کریگا خدا کی طرح

جو آئے مٹے شرک کا نام بھی ۔ عدالت ہو دنیا میں آرام بھی

نہ فاسق نہ رہزن نہ کافر رہے ۔ سر راہ ہر دم مسافر رہے

خدا کے کرم سے وہ انصاف ہو ۔ جہاں ظالم و دزد سے صاف ہو

نہ ڈوبے کوئی بحر کے پاٹ پر ۔ پئیں شیر و بز آب اک گھاٹ پر

درندے ہوں عقرب ہو یا مار ہو ۔ کسی سے کسیکو نہ آزار ہو

شراروں سے بجلی سے تلوار سے ۔ زمانہ بچے سب کے آزار سے

پتنگوں کا پر بھی جو گلگیر ہو ۔ نہ کچھ شمع سے پھر بھی تقصیر ہو

جہنم ہے ہر چند دُنیائے زشت ۔ ملے سب کو آرام مثل بہشت

نظر آئے جب ہنما کا جمال ۔ بنے رستم داستاں پیر زال

یہ ہو فیض روئے امام جلیل ۔ کریم و سخی ہوں لئیم و بخیل

جو بے زر ہو دُنیا میں زردار ہو ۔ بنے پھر مسیحا جو بیمار ہو

کہاں وصف کا مجھکو مقدور ہے ۔ یہ بندہ تو خاکی ہے وہ نور ہے

امام زمن سے ہے یہہ التجا ۔ یہی آرزو ہے یہی مُدعا

کہ حضرت غلاموں میں شامل کرو ۔ یہ ناقص ہے ناقص کو کامل کرو

کرم اپنے طالب پہ فرمائیے
جو گمراہ ہو راہ پر لائیے

دکھاؤ بہت جلد اپنا جمال
مجھے عالمِ خواب کا ہے خیال

جو دیدار دیکھوں کروں یہ سخن
ہُوا اب ظہورِ امامِ زمن

خیالِ محمدؐ تو دن رات ہے
دعا کر کہ وقتِ مناجات ہے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

خدایا گنہگار مجھ سا نہیں
جہاں میں خطاوار مجھ سا نہیں

زیادہ زمانہ سے میرے گناہ
تو دنیا میں ہوں ایک ہی روسیاہ

گنہ تو کیئے ایک دن میں ہزار
کبھی مُنہ سے توبہ نہ کی ایکبار

دعا کے لیئے پھر دہن وا کروں
جگہ شرم کی ہے مگر کیا کروں

کوئی اور بھی ہے کہ جس سے کہوں
کہوں میں نہ تجھسے تو کس سے کہوں

جہاں میں نہیں اور جائے پناہ
ترا در ہے خالق برائے پناہ

دعا کے سوا اور چارہ نہیں
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں

خدائی کی تیری طرف راہ ہے
تو خالق ہے رازق ہے اللہ ہے

مرے حال سے تو خبردار ہے
بیاں بیقراری سے ہر بار ہے

بڑھاپا جو آیا جوانی گئی
تو کیفیتِ زندگانی گئی

ضعیفی و پیری کا اب دور ہے
نظر آنکھ کی اور سے اور ہے

ترے در پہ آکر خدائے کریم — نہ دیکھوں جمال سخی و لئیم ٭
نہو کام بندوں کے در سے مجھے — ملے رزق رازق کے گہر سے مجھے
عطا آپ کر خیر کی راہ سے — نہ دلوا کسی غیر کی راہ سے
نہ ہو بار بندوں کے دربار میں — تعلق رہے تیری سرکار میں
زمانہ کے قصوں سے بے غم رہوں — تری یاد میں شاد و خرّم رہوں
نہو غم کبہی کچہہ تری یاد میں — بہلاؤں بہی کچہہ تری یاد میں
نہ بہولوں کبہی تجہکو پہچان کر — نہ جانوں کسیکو تجہے جان کر
جہاں میں جہانتک کہ جائے نظر — سوا تیرے کچہہ بہی نہ آئے نظر
کسی چیز پر ہو نہ میرا خیال — رہے تیرے بندہ کو تیرا خیال
کسی پر نہ میں جان کہو کر مروں — جو تیرا ہوں تیرا ہی ہو کر مروں
کسیکی نہ دل میں محبّت رہے — رہے دلمیں تو تیری الفت رہے
رگِ جاں میں تیرا ہی اخبار ہو — اُسیکا یہ تارِ نفس تار ہو ٭
ترا ذکر ہووے دل و جاں میں — زباں تیری ہی ہو وہی کان میں
نہ کوئی ہوس دلمیں باقی رہے — تری یاد بس دلمیں باقی رہے
تری یاد یوں جان کے ساتھ ہو — کہ تو جیسے انسان کے ساتھ ہو
الگ یوں نہ دل سے ہو عشق خدا — نہ گرمی ہو آتش سے جیسے جدا
نہ دنیا میں کچہہ فکر دنیا رہے — رہے بہی تو یاں فکر عقبیٰ رہے

مرض ہو نہ غم ہو نہ افلاس ہو — سبھی رنج ہوں دور تو پاس ہو

نہ غم ہو کوئی جب تلک دم رہے — رہے ہی تو شبیر کا غم رہے

محبت رہے دلکو حسنین سے — ترا نام لوں رات دن چین سے

نہ غافل ہوں دنیا میں اہل و عیال — رہے ہر گھڑی اونکو تیرا خیال

جو فرزند رہے نیک کردار ہو — وہ عالم ہو عامل ہو دیندار ہو

جو ہادی رہے ہادی ہو حسب مراد — عطا عمر کر سو برس سے زیاد

اسے کوئی غم ہو نہ محتاج ہو — ترا فضل سر کے لیے تاج ہو

مرے جسقدر ہیں حبیب و قریب — سبھی کو محبت ہو تیری نصیب

گری سر پہ سقف مکان بلند — جو سجدہ میں تہا کچھہ نہ پہنچا گزند

نہ کڑیوں سے بالوں میں آیا خلل — یہ اسکا بدل ہو جو آسے محل

گل رحمت حق دبائے مجھے — جو سجدہ میں ہوں موت آئے مجھے

گزر جائے عمر رواں خیر سے — مرا خاتمہ ہو یہاں خیر سے

الٰہی مری مثنوی ہو تمام — توجہ کریں اپنے خاص و عوام

سخن صاف ہو پاک تحریر ہو — ہر اک بات میں میری تاثیر ہو

دلوں سے نہ یہ مثنوی دور ہو — اثر ہو زمانہ میں مشہور ہو

الٰہی نبی و وصی کے لیے — شہنشاہ آل نبی کے لیے

بر آئیں مطالب ہیں چھوٹے بڑے — دعا پر اجابت کا سایہ پڑے

التماس مصنف

یہ ہے عرض اہلِ سخن کے حضور — نہیں بات کرنے کا مجھکو شعور

ہمیشہ سے قصبہ ہے میرا وطن — لطافت ہو پھر کیا میانِ سخن

رہا ایک مدت سے قصبات میں — فصاحت بلاغت ہو کس بات میں

نہ گھر لکھنؤ ہے نہ دلی وطن — زباں میری جیسی ہے ویسا سخن

نہیں مجھ میں کوئی کمال و ہنر — خدا کی عنایت پہ ہے یاں نظر

بھرے ہیں زبان و سخن عیب سے — مگر ہے سخن میں مدد غیب سے

جتانا ہے علم و ہنر کب مجھے — فقط اپنے مطلب سے مطلب مجھے

سراپا میں جو کچھ تصرف کیا — تو وہ بھی بیاں بے تکلف کیا

بیاں صاف ہے صاف تحریر ہے — سراپا ہے کیا ایک تصویر ہے

کہیں شاعرانہ تصرف نہیں — بناوٹ نہیں کچھ تکلف نہیں

یہی اک طلسمات کی بات ہے — کہ ہے شعر اور بات کی بات ہے

ہوئی نغمۂ روح تقریر یہ — جو سن لے نہ بھولے مزا میر یہ

اگر عیب ہے مثنوی میں کہیں — مجھے فکر اس بات کی کچھ نہیں

کہاں کوئی دنیا میں بے عیب ہے — جو بے عیب ہے عالم الغیب ہے

جہاں میں تو ضد ایک کی ایک ہے — جہاں بد ہے حاضر وہیں نیک ہے

بہار اُخشک و تر سے یہ گلزار ہے
جہاں ہے گلِ تر وہیں خار ہے

الگ کوڑیوں سے نہیں ہیں گہر
جہاں کوڑیاں ہیں وہیں ہیں گہر

جدا حُسن سے قبح ہرگز نہیں
جہاں ہے ہنر عیب بھی ہے وہیں

کہاں خار و خس سے الگ باغ ہے
صفائی یہ بھی چاند کی داغ ہے

نہ کانٹوں سے صحنِ چمن پاک ہو
تو کیونکر یہ بحرِ سخن پاک ہو

مری عرض خرد و کلاں سے یہ ہے
ہر اک شاعر و نکتہ داں سے یہ ہے

نگاہِ سخنداں ادھر نیک ہو
جو بد بھی سخن ہو نظر نیک ہو

نہ دیکھیں سخنداں وطن کی طرف
نگاہِ کرم ہو سخن کی طرف

شگفتہ ہوئی ہے زمینِ سخن
بنی مثنوی آج رشکِ چمن

دیا آبِ بحرِ سخن سے اسے
کیا سبز بڑھکر چمن سے اسے

مضامیں ہیں اسمیں سراسر نئے
گلستاں نیا ہے گلِ تر نئے

پُرانی تو ہے بحر گوہر نئے
نئے موتیوں میں ہیں جوہر نئے

مری مثنوی کا جدا ڈھنگ ہے
نئی آب ہے اور نیا رنگ ہے

کریں خاص حُسنِ سخن پر نظر
محبت سے ہو اس چمن پر نظر

نہ کانٹے چنیں یار گلچیں بنیں
اگر نیک بیں ہیں نہ بد بیں بنیں

نگاہیں ہوں پہلو نہ بس آنکھ سے
نہ دیکھیں کہیں خار و خس آنکھ سے

خیالوں میں ہو گفتگو کی طرح
نہ ایسا کریں عیب جو کی طرح

کہ دیکھیں نہ شکل گہر جوہری / کریں کوڑیوں پر نظر جوہری
ہنر کو نہ دیکھیں اگر غور سے / نہو عیب پر بھی نظر غور سے
نظر مثنوی پر ہو الطاف سے / ادھر کو کریں آنکھہ انصاف سے
جو دیکھیں محبت سے اہلِ کمال / نگاہِ کرم سے ہوں کانٹے نہال
بزرگوں سے اسکے سوا کیا کہیں / جو دیکھیں برا بھی تو اچھا کہیں
نکرنا مرے عیب کو آشکار / کہ اچھوں کا ہے عیب پوشی شعار
سخن صاف اپنے دہن سے ہوا / کہاں صبر اہلِ وطن سے ہوا
وطن کی ہے سادات نازک خیال / ہر اک صاحبِ علم اہلِ کمال
سماعت کا یارا کسے پھر رہا / غرض ایک صاحب نے مجھہ سے کہا
رہے گفتگو آج اس بات میں / کہ ہے شہر کو فخر کس بات میں
بتاؤ وہ قصبات میں جو نہیں / کہ شاعر نہیں مرثیہ گو نہیں
نہو عالمِ دیں تو ایسا کہو یہ / جو جاہل بھی ہوں تم ویسا کہو
الگ بات ہے ہر جگہہ دہر کی / زباں ایک سی ہی نہ دو شہر کی
نہیں پایہ دو شہر کا بھی بیاں / کہ ہیں ایک ہی شہر میں دو زباں
کہاں ہیں برابر صغار و کبار / ہنرمند سو بے ہنر سو ہزار
جہاں ہیں زمانہ میں اہلِ کمال / وہیں کی ہے زیبا انہیں بول چال
نہوں شہر ہیں جب برابر بھی / تو قصبوں میں یکساں ہوں کیونکر سخن

خبر پیر دہقاں کی ہے یا نہیں — کہ شہروں میں شاعر تھا ایسا کہیں

جو شہروں میں ہیں شاعر خوش بیاں — زمانہ کے جلتے ہیں اہل زباں

جو ملک فصاحت کے سیاح ہیں — وہ سب پیر دہقاں کے مداح ہیں

اُسی سے فصاحت کا ایجاد ہے — فن شاعری میں وہ اُستاد ہے

بہت سے ہیں ایسے ہی قصبا تمیں — بڑے شہر والوں سے ہر باتمیں

کہیں فخر ہے شہر پر گاؤں کو — فضیلت کہیں دہوپ پر چھاؤنکو

کسیکو نہیں فخر ہر بات پر — نہیں منحصر شہر و قصبات پر

فضیلت ہے اللہ کے ہاتھ ہیں — جسے چاہے بخشے وہ ہر بات ہیں

کہا خیر قصبونکو جو کچھ کہا — وطن کا ادب بہی نہ دلمیں رہا

کرے وصف یہ تو نہ طاقت ہوئی — کہا وہ کہ جسنے مذمت ہوئی

نہ دیکھا وطن کیطرف غور سے — کہا فخر ہیں کیوں نہ اسطور سے

ہمیں ہے رسول زمن سے شرف — وطن کو نبی کے وطن سے شرف

وہ قصبہ کہ ہو شہر کو بہی حسد — مدینہ سے چلکانہ ہے ہمعدد

سند کون لیتا ہے ہر ایک سے — کہ نسبت ہے یاں نیک کو نیک سے

جو ہے نیک نسبت ہوئی نیک سے — نہیں بد جو نسبت ہوئی نیک سے

ہوا یہ جو قصبہ تو پہر کیا ہوا — بُرا ال کے اچھے سے اچھا ہوا

جو ہے نام یاں آل کے نام پر — تو ظاہر ہے یہ خاص و عام پر

کہ اچھوں کے ہے نام سے یہ مراد / خدا مہرباں ہو بروزِ معاد
کرے لاکھہ کوئی سپید و سیاہ / کہ آنکھونکے اندر ہے دونونکو راہ
تصور خلایق کا کب ایک ہے / گماں بد کا بد نیک کا نیک ہے
یہ سنکر کہا مینے اسطور سے / نہیں میرا مطلب کسی اور سے
کہ ہوگا تو کو شہر پر ہی شرف / مگر دیکھتا ہوں میں اپنی طرف
نہیں ہیچ شہرات و قصبات کی / لیاقت نہیں ہے مجھے بات کی
بنے لاکھہ خاتم نگیں کا شرف / مکاں سے نہیں کچھ مکیں کا شرف
لیا نام قصبونکا شامت مری / مجھی پر ہے ورنہ ملامت مری
ہمیں شہر و قصبات سب ایک ہیں / برے سب میں ہم ہیں سبھی نیک ہیں

سببِ تصنیف

مخمس مسدس رباعی غزل / بہت کچھ لکھا جو محل بے محل
بڑہی اور خواہش دل و جان کی / ہوی فکر ترتیب دیوان کی
یہ چاہا غزل ہو ہر اک طور کی / اسی فکر میں جب بہت غور کی
ہوئی سامنے پھر تو شکلِ اجل / خرد نے کہا مجھہ سے پاکر محل
نہ سمجھے ہوئی عمر ناحق تلف / نظر موت کی ہے ہماری طرف
قضا کو ہے ہر دم تمہارا خیال / تمہارا تو تیرا اشارہ خیال

بتوں پر ہے دل لگائے ہوئے
وہ بت بھی جو اپنے بنائے ہوئے

بتوں کی کہیں آج ہستی نہیں
کوئی اُنسے آباد بستی نہیں

نہ پتھر وہ بت ہیں نہ انسان ہیں
نہ حوریں نہ قوم پری جان ہیں

کسی کی نہیں چشم تر میں جگہ
نہ دلمیں جگہ ہے نہ گھر میں جگہ

مرقعے بھی تصویر سے صاف ہیں
کہاں ہیں وہ جنکے یہ اوصاف ہیں

ہوئے کس پہ عاشق بتادو ہمیں
کہیں تو بتونکا پتا دو ہمیں

بتاؤ تو بت کس جگہ پر رہے
یہ سب شعر کس کی ثنا میں کہے

ہوئے غش تو ہندوئے بت سنگ ہے
فدا تم ہو کس شکل و رنگ پہ

بتونکو خیالوں میں دیکر قرار
ثناخواں ہے آپ لیل و نہار

کیئے وصف اُنکی خدا کے خلاف
ہوئی حشر کو کب خطا یہ معاف

جو یہ بات سُنکر نہ چپکے رہو
تسلی کو میرے فقط یہہ کہو

بنا کر بتوں کو وسیلہ کیا
فقط شعر کہنے کو حیلہ کیا

ہوئی شعر پر اس غرض سے نگاہ
سبھی شعر سنکر کریں واہ واہ

تو یہ بات بھی عقل سے دور ہے
کہاں یہ زمانہ کا دستور ہے

بتاؤ تو ایسا ہے کوئی یہاں
کرے جسکی تعریف سارا جہاں

یہ ممکن ہے سب یار اچھا کہیں
ارسطو کہیں چار اچھا کہیں

اگر شہر میں دو ہیں اہل کمال
نہیں ایک پر ایک سید کا خیال

جسے زید پڑھے یہاں اِعتِقاد
اُسے عمرو پڑھے کہاں اعتقاد

جسے عمرو کا فخر منظور ہے
تو وہ زید کے وصف سے دور ہے

جہاں کوئی جسکا طرفدار ہے
اُسی کے سخن کا مددگار ہے

جہاں ہے کوئی آج جسکی طرف
اُسیکو وہ دیتا ہے سب پر شرف

صلائی سخن تو رہا طاق میں
جو وصفِ زبانی ہے آفاق میں

نہیں منحصر خاص اور عام پر
وہ شاعر کے مُنہ پر ہے یا نام پر

نہیں کوئی مائل سخن کیطرف
ہر اک دیکھتا ہے دہن کیطرف

نظر ہے کسے خوبئ شعر پر
سخن کی ہے تعریف مُنہ دیکھکر

اِدہر اور اودہر سب طرفدار ہیں
جو منصف ہیں اُنمیں تو دو چار ہیں

اگر اور مطلب ہے اِسکے سوا
کہ ہو شعر کہنے سے یہہ مدّعا

جہانمیں نِشانی ہماری رہے
رہے نام اور یادگاری رہے

تو یہہ بھی عبث ہے خیال و گمان
ہمیشہ رہے کِسکا نام و نشان

ترقی پہ ہر دم ہے کارِ فنا
فنا ایکدن ہے یہہ دارِ فنا

نہ جب کوئی محفل سے باقی رہے
تو پھر کسطرح یادِ ساقی رہے

کیا فرض تم میں ہوئے سب کمال
ہر اک علم و فن میں بنے بےمثال

ہوئے بخت یاور سکندر ہوئے
بڑے مالکِ ہفت کشور ہوئے

مثالِ تہمتن دلاور ہوئے
ہر اِک جنگ میں نام آور ہوئے

بسر شاعری میں ہوئی سب حیات
بنے مثل فردوسی نیک ذات

بنے پھر ارسطو کہ لقماں سے بنے
کیئے علم حاصل ہمہ داں بنے

بہت تمنے لوٹی بہار جہاں
رہے مدتوں شہریار جہاں

ہوئے سرخرو تم کہ رسوا ہوئے
بتاؤ تو آخر کو پھر کیا ہوئے

سبھی کچھ بنے خلق میں نام کو
ہوئے خاک دنیا میں انجام کو

ابھی تم تہمتن ابھی شاہ ہو
کہ آخر کو خاک سر راہ ہو

اگر موت آکر دبائے تمہیں
تمہاری نہ حکمت بچائے تمہیں

قضا کے نہ آگے چلے زور کچھہ
سنے کون لشکر کرے شور کچھہ

کمال و ہنر کچھہ نہ چارہ کرے
زر و زور لشکر کنارہ کرے

رہے رات دن ہر گزرگاہ میں
بہت خاک چھانی ہے ہر راہ میں

کسی دن نہ تمیز یہہ آہ کی
گدا کی ہے یہ خاک یا شاہ کی

یہیں تم ارسطو سکندر رہیں
ملے خاک میں جب تو کچھہ بھی نہیں

کیئے لاکھہ حکمت سے کار جہاں
موئے پر ہوئے یادگار جہاں

نہ ہستی ہی یہہ جب تمہاری ہی
تمہیں کیا اگر یادگاری رہے

کرے یاد گو خلق ساری تمہیں
جلای گی کب یادگاری تمہیں

موئے تم تو زندہ رہا نام یہہ
بتاؤ تو آئیگا کس کام یہہ

گئے تم اندھیرے میں یہہ تن رہا
تمہیں کیا اگر نام روشن رہا

لیا نام گو خاص اور عام نے / سہارا دیا کیا تمہیں نام نے

لحد میں نہ بخشیگا آرام یہہ / قیامت میں آئیگا کب کام یہہ

وہاں کام چلتا ہے کب چال سے / بنے کام وہاں نیک اعمال سے

نہ جب زندگی میں بچائے کوئی / تو مرنے پہ کب کام آئے کوئی

رہائی ہے دامِ لحد سے کسے / خبر خلق کے نیک و بد سے کسے

جو وصفِ سخن ہو تو خرم نہیں / مذمت بہی ہو تو کچھ غم نہیں

جبی آہ کانو نہیں تہ خاک کی / سُنو تم زمیں کی نہ افلاک کی

ہوئے کان جب دور آواز سے / غزل کوئی گایا کرے ساز سے

پڑے دیدۂ دوربیں خاک پر / انہیں کیا جو ہوں شعر افلاک پر

بھرے خاک سے جب بات و دہن / بلا سے ہو لذت بیانِ سخن

ثنا خواں ہو سو سئی کہ فرعون ہو / جو تم ہی نہیں شاد پہر کون ہو

جو یہ بات ہو یاد اور نام سے / رہیں قبر میں عیش و آرام سے

یہاں نام اور یادگاری رہے / طبیعت وہاں خوش تمہاری رہے

وہاں شعر کہنے سے دونا عذاب / رہے اس تن آسانی سے مٹی خراب

چلے جب نہ کوئی ترے ساتھ ہو / اگر ہو نکوئی ترے ساتھ ہو

ہتو نکو جہاں میں ثنا و صفت / جو سمجھو تو ہے دفترِ معصیت

سمجھکر جو کچھ دل نے تمیز کی / رہی پہر نہ خواہش کسی چیز کی

اوٹھی دل سے دارِ فنا کی ہوس ۔۔۔ پڑی دلمیں ملکِ بقا کی ہوس
لگی اوڑہنے تو دل و جان کو ۔۔۔ کیا چاک نفرت سے دیوان کو
یہ سوجھی کچھہ اوراب کیجیئے ؞ ۔۔۔ تلافیٔ مافات سب کیجیئے ؞
لکھے پہر تو کچھہ مرثیے اور سلام ۔۔۔ کیئے مینے تضمین اچھے کلام
اودہر جب ذرا طبع مائل ہوی ۔۔۔ تو پہر اور کچھہ خواہش دل ہوی
یہ چاہا بیاں وہ مضامیں کریں ۔۔۔ سنیں قدرداں جنکو تحسیں کریں
نہ رونے رولانیکا تہا کچھہ خیال ۔۔۔ جتانے لگے شعر میں ہم کمال
ہوی اپنی تعریف پر جب نظر ۔۔۔ خرد نے کہا پہر کہ اے بیخبر
خدانے دیا ہے اگر کچھہ وقوف ۔۔۔ یہاں نیک و بد میں ہی گر کچھہ تو خوف
لکھا مرثیہ ایک پایا ثواب ۔۔۔ مگر جہوٹ کہنے میں ہیں سو عذاب
جو باندہا نبیؐ و علیؑ پہ دروغ ۔۔۔ ہوا جہوٹہہ کو حشر میں کب فروغ
لکھا جای مضموں جو کوی خلاف ۔۔۔ ہوئی پہر تو فکرِ نکوی خلاف
یہ سمجھو ہوئے پہر فضیحت پڑے ۔۔۔ قیامت میں لینے کے دینے پڑے
رہے جہوٹہہ کہنے سے حالت تباہ ۔۔۔ یہیں ہے یہ تحسین ہیں واہ واہ
جو آخر کو سوچا مآلِ کلام ؞ ۔۔۔ کیا مرثیہ کو ادب سے سلام
دعائیں ہیں پہر یہ لیل و نہار ۔۔۔ کہ توفیق دے میرے پروردگار
لکھوں داستاں کوی ایسی شتاب ۔۔۔ کہ جسکے ہو لکھنے سے حاصل ثواب

دعائیں رہیں لب پہ شام و سحر | ہوا پر نہ مدت تلک کچھ اثر
برادر جو ہیں ایک سید علی | جوانی میں ہیں نیک سید علی
رہِ دیں کی ہر وقت تائید ہے | تخلّص زمانہ میں خورشید ہے
نکوئی سے ہر دم سروکار ہے | وہ عابد ہے زاہد ہے دیندار ہے
وطن سے مجھے اسطرح پر لکھا | میاں زندگی کا بھروسہ ہے کیا
نہیں وقت کوئی برائے قضا | خدا جانے کسوقت آئے قضا
ہے دل کی دلمیں تو کب ہے مزا | کریں طوف کعبہ کا جب ہے مزا
ابھی سے ہو دلمیں خیالِ سفر | کرے نیک خالق مآلِ سفر
نہ کعبہ کے جانیں تاخیر ہو | بہت جلد چلنے کی تدبیر ہو
جو سید علی نے یہہ تحریر کی | مرے دلپہ لکھنے نے تاثیر کی
کسیوقت کی شاد ہوکر دعا | کسیوقت کی دلسے روکر دعا
رہا جب یہی حال شام و سحر | کہا رو کے اے خالقِ بحر و بر
جو ہووے حرم کی زیارت مجھے | نہو حاجیوں میں حقارت سے مجھے
نہ محروم رکھ اپنے در سے مجھے | یہ حاصل ہو پہلے سفر سے مجھے
لکھوں کوئی قصہ برائے ثواب | نہیں میرا مطلب سوائے ثواب
خدایا طفیلِ شہِ کائنات | جو لکھوں وہ ہو جائے خطِ نجات
وہ مضموں نہ قصہ میں موزوں بنیں | جواں جنکو سن سنکے مجنوں بنیں

نہ ایسی ہی دل لے کہانی کہیں
جسے سنکے اہلِ دول سُور ہیں

کوئی شعر ایسا نہ تصنیف ہو
جو عشقِ مجازی کی تعریف ہو

سخن وہ نہ تاثیر حاصل کرے
نگہ پر جو خلقت کو مائل کرے

نہو ذکر کوئی سوائے خدا
زباں پر ہو ہر دم ثنائے خدا

چلے توسنِ کلک تو راہ سے
نہ رستہ میں غافل ہو اللہ سے

جھکیں حبّ خدائے جہاں کیطرف
جھکے یہہ بیانِ بتاں کیطرف

زبانِ قلم ہو بیانِ بتاں
ثنائے خدا ہو زبانِ بتاں

اگر حبّ خدا کی نہ طاعت کرے
تو خامہ اُسکی مذمّت کرے

جو بھاگا کوئی جادۂ خیر سے
خدا کے سوا عشق جسے غیر سے

قلم پھر کسیکی نہ پروا کرے
مذمت کرے اسکو رسوا کرے

نہ ہو جز خدا کے کسیکی ثنا
کرے اور کچھ بھی تو ذکرِ فنا

ہر اک ڈھنگ پر ہو خیالِ سخن
فنا پر ہو آخر مآلِ سخن

کسیکی نہ الفت کی ترغیب ہو
خدا کی محبّت کی ترغیب ہو

جو کعبہ سے آکر رہا نیر رہوں
کوئی جھوٹھہ کب حرف منہ سے کہوں

کسیکی کروں کب ثنا و صفت
لکھوں حمد یا نعت یا منقبت

خدا نے مری عرض منظور کی
سجھائی کہانی مجھے دور کی

ہوئی طبع فیضِ دعا سے قوی
لکھی تھوڑے روزوں میں یہ مثنوی

فقیروں سے تحسین کا طالب نہیں | صلہ شہ سے لوں وہ قانع نہیں
نہ فردوسی و ناسخ و میر ہوں | کروں فخر استاد ہوں پیر ہوں
نہیں یاد طرزِ انیس و دبیر | سنیں جمع ہو کر صغیر و کبیر
سخن میں نہ خوبی نہ مجھہ میں کمال | کریگا کوئی اسطرف کیا خیال
خلافِ زمانہ ہے سارا بیاں | سنیگا کوئی کیا ہمارا بیاں
زباں پر جو آئیگا ذکرِ خدا | بتوں کو نہ بہائیگا ذکرِ خدا
فنا کا بیاں جب کریگا فقیر | کرینگے ادہر کان کیونکر اسیر
سنائی اگر داستانِ اجل | جواں کب سنینگے بیانِ اجل
جو ہیں بادہ حسن خوبی سے مست | کہاتے ہیں عاشق جو شہوت پرست
ہوئی جب نہ مست بیاں عشق کی | سنیں ہیچ مجھہ سے کہاں عشق کی
ضعیفی و پیری کے مارے ہوئے | جو دنیائی دوں سے کنارے ہوئے
کہاں درد و بلغم سے مہلت انہیں | یہ قصے سنیں کب ہے فرصت انہیں
ہوا لاکہہ میں کوئی مردِ خدا | اگر وہ سنے بات ہے یہہ جدا
کہے نیک کوئی مجھے بد کہے | کرے کچھ مذمت کہ چپکا رہے
مجھے ہے بیانِ فنا سے غرض | کسیکی نہیں کچھ ثنا سے غرض
نہ خلعت سے مطلب نہ انعام سے | غرض کچھ نہیں شہرت و نام سے
خدا سے ہے امید فردوس کی | وہی اجر دے جسنے توفیق دی

بتونکا نہیں کچہ ہنر سے بیاں
کہ معشوق یہاں ایسے ایسے ہوئے
صفائی میں تھے گوہرِ آبدار
بنے حُسن سے آفتابِ جہاں
جیے جب تلک قابلِ دید تھے
ملے خاک میں خال و خط کیطرح
سمائے نہ مہ رُو بہی افلاک میں
بیانِ محبت سے ہے یہہ غرض
لکھی اِس لئے عشق کی داستاں
جہکے یہاں نہ اِنساں بتونکی کیطرف
بتوں سے نہ یاں کوئی الفت کرے
کسینے کسی پر جو یاں دل دیا
نہ جانا کہ جو عشق مشہور ہے
ہوائے جوانی کا یہہ شور ہے
نہ بہولے کوئی بُت کی تقریر پر
نہ مجنوں بنے اور نہ فرہاد ہو
جو کیفیّتِ محفلِ حور ہے
سراپا کیئے اِس نظر سے بیاں
جفا کار بُت کیسے کیسے مُوئے
چہپے مثلِ قطرہ میانِ غُبار
ہوئے مثلِ ذرّہ لحد میں نہاں
سوئے جب نہ دُر تھے نہ خورشید تھے
مٹے صاف حرفِ غلط کیطرح
ملے آخرش دامنِ خاک میں
کہ سمجہیں تعشق کو اِنساں مرض
کہ عبرت کریں سُنکے اہلِ جہاں
نہ سمجہے کوئی عشق کا کچہ شرف
خدائے جہاں کی محبّت کرے
بُرا فخر اُسکا جہاں نے کیا
یہ اک خواہشِ نفس کا زور ہے
فقط نانِ گندم کا اک دور ہے
نہ ہو خاک مٹی کی تصویر پر
الگ ہو تعلّق سے آزاد ہو
جو افسانۂ منزلِ حور ہے

سنا اُسکو دل سے لکھا غور سے | کیا نثر کو نظم ہر طور سے

لکھا وہ جو شاعر کا معمول ہے | کہیں مختصر ہے کہیں طول ہے

ہر اک بات ہے اپنی منزل پہ ختم | یہ قصے ہیں کل پانچ محفل پہ ختم

جو سب مثنوی دیکھ جائے کوئی | مطالب کو طالب نے پائے کوئی

یہ ہے عرض ستار و غفار سے | جو ہووے خطا اس گنہگار سے

کہ ہو اصل سے دور شاخ سخن | بتا یہ نہ ہو ٹھیک کاخ سخن

ترقی ہو نقل و حکایات میں | کہیں جھوٹ شامل ہو سچ بات میں

کوئی بات ہو مثنوی میں خلاف | تو توبہ مری ہو تو کرنا معاف

آغاز داستان شہزادی والا شان کہ جو حسن و خوبی میں جمع رہتی اپنی نام سے نزدیک و دور مشہور تھی

خدایا تجھی سے مجھے کام ہے | تو ہی مالک ساقی و جام ہے

تو ہے صانع جان و دل اے خدا | تو ہے خالق آب و گل اے خدا

جو تیرا کرم ہو ہر اک شے ملے | ملے جام ساقی ملے مے ملے

مجھے چاہیئے اب شراب طہور | ملے تیری رحمت سے آب طہور

پلا وہ رہے نشۂ محشر تلک | اُسی نشہ میں جاؤں کوثر تلک

نہ پیر مغاں اپنا ساقی بنے | امام زماں اپنا ساقی بنے

یدِ قدرتِ کبریا ہے دراز
مدد ہو میانِ نشیب و فراز

پکاروں تجھے اونچ اور نیچ میں
وسیلہ ہو ساقی فقط بیچ میں

جو مردہ ہے دل جلائے مجھے
وہ لے جام تجھ سے پلائے مجھے

جو ساقی سے مانگوں سناؤں تجھے
مددگار ہر وقت پاؤں تجھے

سنا ایک شہزادیِ نیک بخت
گرکین میں تھی مالکِ تاج و تخت

سراسر بدن آئینہ نور کا
تنِ صاف میں عکس ہے حور کا

جو وہ خوبیِ حسن ہے حور سے
اُسی نام سے سب میں مشہور ہے

سوارِ سرِ کشتیِ نوحؑ ہے
تنِ حُسن خوبی کی اِک روح ہے

جہاں پر ہے ظاہر نشانِ وطن
کہ جنت سے بہتر ہے شانِ وطن

وطن کی جو ہو دید کا اِشتیاق
نہیں عکس سے دور شہرِ بلاق

جو تاتار سے آئے دیکھے مکاں
کہ ہے ہند و تاتار کے درمیاں

ہوئی چھہ برس کی جو تقدیر سے
لگی پڑھنے مکتب میں تدبیر سے

بڑھی اور بھی کچھہ جو ماہِ منیر
عقیلہ نفیسہ ہوئیں دو مشیر

رہیں تینوں مدت تلک ہم سبق
بہت سی کتابوں کے اُلٹے ورق

پڑھا علم کچھہ آدمیت ہوئی
ہر اک کام میں نیک نیت ہوئی

برابر ہی تینوں کی تحصیل تھی
عقیلہ کو دونو پہ تفضیل تھی

ملی کچھہ تو ذہن و ذکا سے مدد
ہوئی بڑھ کے بختِ رسا سے مدد

فصاحت بلاغت تھی ہر بات میں — خدا نے دیا تھا اثر بات میں

عقیلہ تو نعمائے عقبےٰ پہ غش — **نفیسہ** تماشائے دنیا پہ غش

مگر **حور** تربت سے آگاہ تھی — خیالوں میں دونوں کی اک راہ تھی

یہ سمجھے نہ کچھ انسے پردہ رہا — **عقیلہ نفیسہ** سے اکدن کہا

سمجھتی ہو نوکر کو جسے چیز کیا — یہ جو ہے گوش و چشم و لب دست و پا

جو آقا کے بدلے سخن سن لیا — تو پھر کان کا کام اسنے دیا

جو آقا کے بدلے کہیں کی نگاہ — ٹھہرتا ہے پھر آنکھہ وہ خیر خواہ

جو آقا کے کہنے سے کی گفتگو — تو لب کی جگہ پر ہے وہ نیکخو

جو آقا کے بدلے لیا یا دیا — تو سب ہاتھہ کا کام اسنے کیا

جو دیکھا کسی شے کو جا کر کہیں — تو پھر پائے آقا سے وہ کم نہیں

جو آقا سے نوکر کو پھر راہ ہے — ضرر ایک دونوں کا واللہ ہے

یہ نسبت ہے پھر ملازم غلام — تمہارا ہے نوکر سے بڑھکر مقام

عقیلہ خیال اپنا عیارہ تھا — **نفیسہ** مرا نفس امارہ تھا

مددگار وقت ضرورت رہو — کہ ہمدرد اعضا کی صورت رہو

نہ دنیا ہی میں کچھ حمایت کرو — ملے جس سے عقبےٰ ہدایت کرو

جو ہو فعل حکم خدا کے خلاف — کرو منع مجکو کہو صاف صاف

نہ ہو فیض سے علم کے بدخیال — رہی ہر گھڑی دل پہ فکر مآل

اگر دل ہو مایل کسی کام پر ‎ رہے پھر نظر اسکے انجام پر

کرو عمر کی قدر پہچان کر ‎ نہ ضایع کرو مفت میں جان کر

یہی تو ہیں واللہ محنت کے دن ‎ گزر جائیں یونہیں نہ طاعت کے دن

عبادت کرو گر میانِ شباب ‎ نہیں اس عبادت کا پھر کچھ حساب

عبادت بہی ہے تمہاری قبول ‎ جوانی کی طاعت ہے ساری قبول

کسی سے نہ یاں دل لگاؤ کبھی ‎ بُرے راستہ پر نجاؤ کبھی

جو ہو نیک رستہ مجھے ساتھ لو ‎ نچھوڑو مرا ہاتھ میں ہاتھ لو

عقیلہ نے سنکر کیا یہ بیاں ‎ تجھے اجر بخشے خدائے جہاں

ہمارے دل و جانسے کب دور ہو ‎ ہمیں روح ہو اور کو حور ہو

برابر ہمیں دھوپ اور چھاؤں ہے ‎ ہر اک ہم میں بے دل ہے دنیاؤں سے

قدم پر تمہارے مرے ہاتھ ہیں ‎ کہ جیتے ہیں جبتک ترے ساتھ ہیں

بلائوں ابہی روئے پُر نور کی ‎ لکھی بات تمنے بہت دور کی

مرے دلمیں تہا جو کہا آپنے ‎ جو کہنا تھا مجکو کہا آپ نے

لعابِ دہن میں بہی مغموم لوں ‎ یہ دل چاہتا ہے کہ منہ چوم لوں

جب آپسمیں یہ ہو چکی قال و قیل ‎ نکالی عبادت کی نئے سبیل

لگایا نہ دلکو کسی بات پر ‎ نمازیں لگیں پڑھنے اوقات پر

ہنسی بھی نکرنا کسی اور سے ‎ جو آپسمیں ہنسنا تو اک طور سے

نفیسہ تو باطن میں تہی کب درست
مگر اسنا ظاہر کیا سب درست

ہوئی ایکدن شاہزادی اُداس
نفیسہ نے کی اسطرح التماس

گلہ ہے کسے آج افلاک کا
کرم سب طرح ہے خدا پاک کا

نہیں کونسا علم حاصل نہیں
کرو شکر عالم ہو جاہل نہیں

ازل سے ملا ملک تاج و سر پر
لٹا نیکو موجود گنج کثیر

عبادت سے عشق اس جاہ پر
صنم ہے خدا پاک کی راہ پر

جہاں میں کوئی آج دشمن نہیں
نہیں ملک میں دزد و رہزن نہیں

نہ ہوگی حاسد بھی دشمن کبھی کو
جو سمجھو گی دشمن تو ابلیس کو

خدا نے دیا ہے وہ حسن و جمال
فدا بت ہیں صدقے ہیں اہل کمال

نگاہوں میں کب صورت غیر ہے
ادہر اور اودہر کلمۂ خیر ہے

قدم سے مکاں آج گلزار ہے
جو گل ہے چمن میں تو بیخار ہے

کسینے نہ دیکھا ہو رخسار کو
بجا ہے جو تڑپے وہ دیدار کو

جسے روز جلوے ہیں رخسار کے
نہ دیدے رہے وہ بھی دیدار کے

خواصوں کی اب ہے یہی آرزو
کہ دیکھا کریں راتدن آپ کو

کوئی غیر صورت پہ عاشق نہیں
چنبیلی کہیں غش ہے چنپا کہیں

جو سنبل ہے غش زلف خمدار پر
تو نرگس فدا چشم بیمار پر

دہن کے ہیں مداح غنچہ دہاں
زباں پر ہے سوسن کے وصف زباں

کہاں کوئی اُلفت سے آزاد ہے
فدا سرو سے قد پہ شمشاد ہے

دو عارض پہ ہے نسترن کی نظر
بس اک پھول پر ہے چمن کی نظر

کسیکی نظر چشم تر کی طرف
کوئی دیکھتی ہے نظر کیطرف

کہو باغ میں کونسا گل نہیں
تمہاری خوشی سے ہی بلبل نہیں

بنے عیش کے آج ساماں سبھی
سبھی تم پہ شیدا ہیں قرباں سبھی

الم کا نشاں آج مفقود ہے
خوشی جاں نثاریں موجود ہے

ملی آج سب بن و دنیا تمہیں
بتاؤ ہوس اور ہے کیا تمہیں

ابھی لاؤں جس چیز کا ہے خیال
بتاؤ تو کس چیز کا ہے خیال

بظاہر ہے تم رات سے ہو اداس
بتاؤ تو کس بات سے ہو اداس

کہو بات جو کچھ کہو رات کو
چھپاؤ نہ مجھ سے کسی بات کو

جو دل گوشۂ قصر سے تنگ ہو
اسی بات سے رنگ بے رنگ ہو

لب بام پھر کر ہوا کھائیے
ذرا سیر سے دل کو بہلائیے

شگفتہ طبیعت ہو گلفام کی
برنگ صبا ہے ہوا شام کی

گلستاں ہے موجود زیر محل
تر و تازہ گلزار ہے آجکل

اٹھو سیر کر لو ذرا باغ کی
کھلاتی ہے گل کو ہوا باغ کی

مرے جاں یہ ٹھنڈی ہوا ہے ابھی
تمہارے مرض کی دوا ہے ابھی

گھڑی میں یہ ساعت میسر کہاں
کہاں پھر ہوا اور گل تر پھر کہاں

بدلتا ہے ساعت میں رنگ جہاں
چمن کی ہوا ہے جو اب پھر کہاں

نظر ہر گھڑی یہاں اجل پر رہے
نہ یہ آج کی سیر کل پر رہے

ٹھہرنے کا حاصل محل ہے کسے
جو ہے آج یہ چین کل ہے کسے

ہمیشہ ہے کسکو جہاں میں قرار
جو گل چار دن ہے تو دم بھر بہار

اگر دم ہوا کا ہے جھونکا کوئی
جوانی صبا کا ہے جھونکا کوئی

کوئی دم کی خاطر ہے یہ آب تاب
کہلو صورتِ گل بیانِ شباب

اگر جان دم بھر ہے انسان کی
حفاظت مگر فرض ہے جان کی

گزر گو ہوا چار دن کے لیئے
نہ دم بھر بھی کیا شاد ہو کر جیئے

کسی ور صورت سے آرام ہو
تو سو جیو وہ بھی لبِ بام ہو

بندی ہے ہوا اِس سے اِنسان کی
خوشامد تو کچھ چاہیئے جان کی

جو پردہ کا بھی تمکو ہے کچھ خیال
پھرائے ادھر آنکھہ کس کی مجال

لگا ہو سے ہیں درستِ ہوس
بڑھائے ادھر کون دستِ ہوس

کسی پر نہیں آپکا جب خیال
کرے مس جو دامن کسیکی مجال

کوئی سامنے بھی سبب سے چلے
صبا بھی جو آئے ادب سے چلے

کرے مس نہ بیگم رخسار کو
نہ چھیڑے کبھی زلفِ خمدار کو

نہیں ایک صورت پہ خلقت تمام
بشر دو طرح کے ہیں خاص عوام

نظر خاص کرتے نہیں عام پر
توجہ ہو بی بی کی کس عام پر

صنم جب کسیکی نہ پروا کرے ‎ ‎ خوشی سے کوئی شکل دیکھا کرے
کسی پر نہو جب تمہاری نگاہ ‎ ‎ کرے شوق سے خلق ساری نگاہ
تمہیں لاکھ دیکھے ہنر سے کوئی ‎ ‎ نہ کھنچے گا تارِ نظر سے کوئی
تمہارا تو ظاہر ہے شرم و حجاب ‎ ‎ نہ دیکھو جو تیرہ یہ ہو آفتاب
کہاں دیکھنا چاند کا ہے گناہ ‎ ‎ کبھی آپ کرتے ہیں اسیر نگاہ
جو ہے آنکھ دریا دلی سے فراخ ‎ ‎ جو چاہو تو پانی بہے شاخ شاخ
جو تم نشۂ حسن سے چور ہو ‎ ‎ شراب جوانی سے مخمور ہو
کرے لاکھ نشہ اثر آنکھ میں ‎ ‎ نہ ہے اشک ہی مے اگر آنکھ میں
جو پھر طالب گوہر اشک ہو ‎ ‎ جو آنسو گرے آنکھ سے رشک ہو
یہ ممکن ہے قطرہ بھی اے نیکنام ‎ ‎ نظر سے گرا دو سمجھکر حرام
جو خنجر کسی پر پھرے آنکھ سے ‎ ‎ یہ ممکن ہے قطرہ گرے آنکھ سے
کہاں دلکو یہ آنکھ ٹھنڈا کرے ‎ ‎ نہ بسمل کو یہ آنکھ ٹھنڈا کرے
اگر آنکھ پر ہو بھی اشتباہ ‎ ‎ کہ شاید کرے یہ کسی پر نگاہ
اگر دید بھی اسکو منظور ہو ‎ ‎ تو وہ زہد اور علم سے دور ہو
سنا **شاہزادی** نے جب یہ سخن ‎ ‎ پکاری **نفیسہ** کو غنچہ دہن
نہیں آج کو راستی پر مزاج ‎ ‎ کریں کونسی زندگی پر علاج
نہیں یہ کہ دو روز میں دم نہیں ‎ ‎ خدا جانے کسوقت میں ہم نہیں

بگولے سے خاکِ بدن کم نہیں
گرہ ہے ہوا کی کوئی دم نہیں

بندھی ساتھہ دم کی ہوا خاک کی
گرہ جب کھلی قدر کیا خاک کی

یہاں لگ رہا ہے یہی سلسلہ
اگر آج ٹھہرا کوئی کل چلا

اُٹھائے عبث کیوں طبیعت کے ناز
کریں کونسے دم پہ ناز و نیاز

گزریاں پہ رنگِ گلِ تر ہوا
مگر پھر بھی کانٹوں پہ بستر ہوا

جو بے خار پھولوں کی ڈالی نہیں
خلش سے مرا دل بھی خالی نہیں

جوانی میں پیری کا ہے انتظار
خزاں پر نظر ہے میانِ بہار

بڑھاپا کسے شکر کا ہے مقام
جوانی بھی اپنی جو ہووے تمام

خزاں ساتھ دم کے ہے جائیں جہاں
پھریں پھول سے جی کو لیکر کہاں

اگر دو گھڑی دلکو لیکر پھرے
خدا جانے کس محل پر گرے

قضا ہر جگہہ ہے جہاں جایئے
کہاں بیٹھیئے اور کہاں جایئے

بنے آہ بحرِ فنا میں حباب
کوئی دم کی خاطر ہے یہ آب و تاب

ملا گھر تو آبِ رواں پر مجھے
ٹھہرنا ہے کس مکاں پر مجھے

کبھو کھائیں کیونکر ہوا اوج کی
گلے میں پڑی ہے رسن موج کی

کسے شوق ہو پستی و اوج کا
الم کو بنچ کا ہے تو غم موج کا

جو ٹھہرے تو چلنے سے رغبت ہوئی
چلے جب ٹھہرنے کی حسرت ہوئی

قضا کے مقابل دوا کیا کرے
جو دم بھی رکے پھر ہوا کیا کرے

کھا پھر عقیلہ سے اے گلبدن — سنے ہیں نفیسہ کے تونے سخن

ڈری کچھ نفیسہ رُخِ زرد سے — کہیں اتنی باتیں فقط درد سے

نفیسہ بھی بچ لسے ہواخواہ ہے — طبیعت یہ میری تمہیں راہ ہے

ابھی عمر تھوڑی میں اے ہوشمند — زمانہ کے دیکھے ہیں پست و بلند

یہ باتیں ہی سنکر نہ چپکی رہو — مناسب کوئی بات تم بھی کہو

جو سچی نفیسہ ہے تقریر میں — بُرائی نہیں اسکی تدبیر میں

ہوس پھر کسے یاں نہیں سیر کی — حرم کی چلو راہ یاد میر کی

بیانِ عقیلہ

خدانے ہے ساقی دکھایا تجھے — بڑی آرزؤں سے پایا تجھے

کہاں آبِ طاہر سیہ و کہاں — عجب کیا ہے تیرا کرم ہو جہاں

پلا پاک ہاتھوں سے اطہر شراب — پیوں مثلِ سلمانؓ و بوذرؓ شراب

ملے مے جو مقدادؓ و عمارؓ کو — وہی مے پلا اس گنہگار کو

نظر تیری علم خدا داد پر — بیاں مہر اسے تیری امداد پر

عقیلہ نے کی عرض یہ گہات سے — تسلّی ہے بی بی تری ذات سے

جو ہے آج بی بی تمہارا خیال — یہی ہر گھڑی ہے ہمارا خیال

تمہاری تو عادت ہے کب خوف ہے — نفیسہ کی صحبت سے اب خوف ہے

کوئی آپ سے مجھکو پیارا نہیں — بگڑنا تمہارا گوارا نہیں ہو

یہ سب دولت و علم و زہد و جمال — نہیں دیکھکر یہ ہوئے خیال

زمانہ میں جو لوگ مشہور ہیں — انہیں چاہیے وان مغرور ہیں

میسر ہیں نخوت کے ساماں تمہیں — بگاڑے تکبر تہ ایجاں تمہیں

تکبر تو تنکا تو مشہور ہے — تینوں سے الگ نخوت حور ہے

خدا کو ہی زیبا ہے مار و منی — کہ ہے ذات اسکی قدیم و غنی

تکبر نہ دنیا میں پیار ہی کرے — جو ہو خاک سے خاک ری کرے

تکبر جسے مال پر آج ہے — یہ سمجھو کہ کل کو ہی محتاج ہے

جسے علم پر اپنے نخوت ہوئی — اُسے بات کہنے میں ذلت ہوئی

اگر آج طاعت پہ مغرور ہے — تو قرب الٰہی سے کل دور ہے

جو ہے آج خوبی سے افلاک پر — گریگا وہ ذلت سے کل خاک پر

کرے بھی تکبر تو کس چیز پر — کسیکا نہ قابو ہو جس چیز پر

پڑا آہ پالا جو افلاس سے — گئے دولت و ملک سب پاس سے

کسی مہ جبیں نے جو افسوں کیا — تو بانو تمیں عالم کو مجنوں کیا

جو دم بھر کو شیطاں سے صحبت ہوئی — ہمیشہ کو طاعت سے نفرت ہوئی

بگاڑے مرض آنکھ اور ناک کو — نہ دیکھے کوئی صورت پاک کو

دم و جسم کا کیا بھلا اعتبار — ہوا خاک پر ہے ہوا میں غبار

کہ آخر کو ہے جانِ تن میں فراق / کہاں تک ہوا خاک کا اتفاق
بنی ایک دم پر بنائے حیات / تو پھر کس ہوا پر ہوائے حیات
گھڑی میں کرے کوچ دم میں کرے / تو دنیا میں پھر کس ہوا پر مرے
یہ دنیا ہی اِک عالمِ خواب ہے / جو دم ہے بدنمیں دمِ خواب ہے
نہیں ہستیِ خلق کا اَور حال / اُسی عالمِ خواب کا ہے خیال
یہ حُسن و جوانی ہے شانِ خیال / جما کوئی نقشہ میانِ خیال
ابھی غش ہو دنیا کے اسباب سے / ملیگا نہ کچھ جب اُٹھے خواب سے
جو آنکھیں کھلیں پھر کہو خواب تھا / یہ دنیا نہ تھی نقش بر آب تھا
کہو زندگانی نے پھل کیا دیا / دیا دم نے دم دل نے دھوکا دیا
گدائی سے شاہی سے ہر راہ سے / گزر ہر طرح ہو گزرگاہ سے
قدم کے نہ پاؤں کے یہہ ہاتھ ہے / سفر جان کا سانس کے ساتھ ہے
جو دنیا میں آئے کہے ہم چلے / تو پھر خاک ٹھہرے جہاں دم چلے
ہوائی لبِ بام سیرِ چمن ہو / تکلّف کی باتیں ہیں اے گلبدن
جو دامن ہلا کر بھی آرام ہو / تو پھر کیا ہوائے لبِ بام ہو
بنا جسطرح سے گزر کر لیا / نہ ہو شہر جنگل میں گھر کر لیا
کوئی بات ہے چار دن کا مقام / نہ ہو گھر تو زیرِ شجر ہو قیام
جو ہے خشک روٹی نہ قلیہ سہی / پلاؤ نہ ہو دال دلیہ سہی

گزر ہر طریقہ سے اوقات ہو
نہو دال لیہ نبا نات ہو

چلے جیت گہوڑا ہو پیدل ہی
دوشالہ نہو سر پہ کمّل سہی

نہو پاس کمّل کا ہی جب لباس
تو پہر لپیٹ ضرما کہ رخت پلاس

جو تکیہ نہو ہاتہہ پر سر سہی
بچھونا نہو خاک بستر سہی

نہو مال کس چیز کا سول ہو
نہ تاج مرصّع ہو کچکول ہو

نہیں ہے جو کچکول پہر کیا گناہ
تو پہر موئے سر سر پہ ہے کلاہ

جہاں میں ہی ہر خشک و تر کا بدل
نہیں ہے تو عمر بشر کا بدل

نہ باتوں ہی میں عمر برباد ہو
جو ہو اسمیں اللہ کی یاد ہو

جہاں ایکدم کی برابر نہیں
کرے سول جسکا یہ گوہر نہیں

نہ دنیا میں کی قدر جس جان کی
ہوئے پر کرو قدر اس جان کی

جو سمجہو کرو کچہہ ہمیں نیک ہے
وہاں قدر کی یا نہ کی ایک ہے

نہیں مفت ڈیرہ فلک کے تلے
نہ آئے تھے یوں ہی نہ یوں ہی چلے

کوئی یاں نہیں کارخانہ عبث
نہ آنا عبث تہا نہ جانا عبث

یہ دنیا ہے اک مزرعۂ آخرت
اٹہاتے ہیں دانا یہاں منفعت

خدا کو عبادت کی پروا نہیں
ہمیں کچہہ سوا اسکے زیبا نہیں

ہمیں رزق دے وہ عبادت کریں
کریں فائدہ اپنا طاعت کریں

کیا وعدۂ رزق اللہ نے
بہروسہ دیا ہے شہنشاہ نے

تردد ہے دنیا میں کس چیز کا — کہ اللہ ضامن ہے جس چیز کا
جو کچھ کام ذمّہ ہمارے ہوئے — اُسی سے دل و جاں کنارہ ہوئے
ہوا ہے یہہ منظور اللہ کو — چلے خلق سب شرع کی راہ کو
اگر کوئی ماہر ہوا اس راہ سے — کرم اسکا ظاہر ہوا اس راہ سے
جو اللہ کی کوئی طاعت کرے — سبب سے مسبّب بھی رحمت کرے
بہت ہے جو تھوڑا بھی جینا ہوا — عبادت کو حاصل قرینہ ہوا
نہ اس تھوڑے جینے کی خاطر مرے — کہ آیا ہے جس کام کو وہ کرے
مگر کس کو فکرِ عبادت رہی — رہی بھی تو طاعت سے نفرت رہی
جو کچھ پھر تلافیِ غفلت ہوئی — تو رہنے کی دنیا میں حسرت ہوئی
ہمیشہ زمانہ کا ماتم کیا — نہ مرنے کا اپنے ذرا غم کیا
ہوئی عمر باتوں میں ناحق تلف — نہ دیکھا کبھی مڑکے دیں کیطرف
عبادت کو ہستی ہے انسان کی — نہ کی قدر افسوس اس جان کی
ہر اک سانس یوں ہی بدن سے گئی — صبا مفت میں اس چمن سے گئی
گئے ہاتھ سے گوہرِ بے بہا — خبر یہ نہیں کیا گیا کیا رہا
کھلے کب گلِ آخرت سانس سے — اٹھائی نہ کچھ منفعت سانس سے
رہے شاد دم اور آتے رہے — نہ سمجھے کہ مفت جاتے رہے
نہیں آپکے رنج سے کچھ ملال — نقیصہ نہیں اور ہو و خیال

الگ رنج سے نسلِ آدم نہیں | جو انساں نہیں ہے اُسے غم نہیں
مُیسّر ہے دنیا میں راحت کسے | نبی صاف کہتے ہیں ونرنج اسے
جو دنیا میں دیندار خُرّم رہیں | تو پھر کیوں اسے قیدخانہ کہیں
جو دنیا میں گھر ہی ملا رنج کا | جہنم میں کس کو گلہ رنج کا
یہ دنیا ہے آہ و فغاں کی جگہ | جگہ رنج کی امتحاں کی جگہ
مصیبت میں دُکھ میں غم و فکر میں | رہے دل خدا پاک کے ذکر میں
کرم ہو گناہ ہو نہ یا قہر ہو | جو مرہم ہو زخموں پہ یا زہر ہو
جو ہو سختی و جبر ہر حال میں | کرے شکر اور صبر ہر حال میں
یہ دنیا جہنم ہے اے دادرس | جہنم میں رہنے کی کس کو ہوس
گلہ کیا جو دنیا میں تھوڑا جیئے | جنہوں نے جہنم کو چھوڑا جیئے
ہے یاں تو لوٹی بہارِ بہشت | کرے اس جہنم میں کارِ بہشت
مرے سو برس میں گھڑی میں مرے | جو دم بھر جیئے یاد اوسکی کرے
نظر آئے بحرِ جہاں کی طرح | رواں سب ہیں آبِ رواں کی طرح
کریں کس طرح سے گلہ سانس کا | جتاتا ہے یہ سلسلہ سانس کا
نہ کھاؤ زیادہ چمن میں ہوا | بھری ہے تمہارے بدن میں ہوا
جو دم ہے نکلنے کو موجود ہے | ہوا یہ بھی چلنے کو موجود ہے
عبادت ہے پابند ہو جسم کی | بگڑتی ہے دیکھو ہوا جسم کی

جو تجھے دم بدم یونہی جانے لگی
کوئی سانس تجھ اب اٹھکانے لگے

خدا پاک کا ہر گھڑی دم بھرو
ہر اک سانس میں ذکر اُسکا کرو

ہوئے جو گل کی طرح سے قیام
نہیں شاہزادی عظیم کا مقام

رہے یاں نہ اللہ کو بھول کر
الگ جلد کانٹو تسے ہو بھول کر

جو آئے یہاں آپ گریاں ہوئے
مگر اور سب لوگ خنداں ہوئے

چلو جب یہ تو حقتعالے کرے
ہنسے آپ مخلوق نالہ کرے

نہ یاں سے گرانبار ہو کر چلو
چلو جب سُبکسار ہو کر چلو

الگ آہ جب ہو بدن جان سے
سُبک تن سے ہو جان تن جان سے

یہ ہلکے چلو موت کے ہاتھ میں
بدن بھی اُٹھے جان کے ساتھ میں

لحد کیطرف آپ ہوں جب رواں
کہیں دیکھکر سب خورد و کلاں

جو صاف تھے بے کدورت چلے
رہے پھول سے بُو کی صورت چلے

سُبک تھے نہ پاؤں اجل کا چلا
جنازہ صبا سے بھی ہلکا چلا

نہیں طول کچھ ماجرائے حیات
ہنسی پھول کی انتہائے حیات

صبا کی ہی پیچھے ہے بادِ خزاں
ہنسی پر ہے گل کی فسادِ خزاں

رہا چپ نہ پیر و جواں نے لیا
ہنسا گل تو بادِ خزاں نے لیا

کرو ترک خوفِ قضا سے ہنسی
ہوا اس چمن میں صبا سے ہنسی

عبث تم کو کانٹو نسے وسواس ہے
کہ اچھوں کے ہر دم ہرا پاس ہے

مکدّر سینہ خط سے رخسار ہے | قذرہ مردم چشم کو خار ہے
رہے میل لباس کو خاک سے | نہو صاف گل خار و خاشاک سے
صدف کے ہے پہلو میں جائے گہر | جو باہر ہو سینہ چہدائے گہر
یہ سب گلشن دہر ہے خار زار | اگر ایک گل ہے تو کانٹے ہزار
جگہہ سے ہوا گر ہلائے اوسے | تو کانٹا ہی چہاتی لگائے اوسے
صنم سے نہیں دو دست ہوس | یہ جانو قدم پر ہے دست ہوس
رہے گل نہ بے آڑ کانٹا رہے | الگ پہول سے جہاڑ کانٹا رہے
رہو تم گلو نہیں نہ اب جہاڑ میں | چہپو پردۂ شرع کی آڑ میں
جو عمر رواں ہے مثال حباب | تو پہر سوچ سے کیا ملال حباب
سہارا یہ تہوڑا ملا سوچ کا | کہ چلنے کو گہوڑا ملا سوچ کا
نہ ہے بلبلے آب یا گل سے بنے | جو دنیا سے بگڑے تو بالکل بنے
کہوں کیا **نفیسہ** بہت دور ہے | اسے اور کچہہ شکل منظور ہے
جو کہتی ہے ہر دم تمہیں سیر کو | دکہائی گی حیلہ سے منہ غیر کو
نفیسہ کی ہو بات کیونکر قبول | خلاف خدا ہے خلاف رسول
یہ ہے صاف حکم خدائے کریم | رہیں عورتیں سب گہر میں مقیم
نہ کہیں سرو کار کچہہ سیر سے | بچائیں نظر مردم غیر سے
نہ آنکہیں ملائیں کسی غیر سے | بچیں شہر سے گہر میں ہیں خیر سے

جو نامحرموں پر نگاہیں کریں
جہنم میں سب اپنی راہیں کریں

یہ ارشاد حکمت سے خالی نہیں
تو پردہ بھی غیرت سے خالی نہیں

رہے منہ پہ ہر دم نقاب سیاہ
لگے تا نہ چہرہ کو بد کی نگاہ

دکھائے جو منہ شاخ پر گل کبھی
کبھی گر دگلچیں ہو بلبل کبھی

بجائیں کبھی شاخ پر چھوڑ کر
رہیں چین سے ہر طرح توڑ کر

اماں جب نہیں پھول کو شاخ پہ
تمہیں چھوڑتا ہے کوئی کاخ پہ

بچا جو گلِ تر رہا آڑ میں
ہلا جب جگہ سے پھنسا جھاڑ میں

کوئی چیز پردہ ہے فانوس کا
نمونہ ہے گھر کا کہ ملبوس کا

نہ ہو گر کبھی شمع فانوس میں
پتنگے سمائیں نہ ملبوس میں

جو دیکھیں نہ پھر خوف بالکل کریں
جلیں آپ یا شمع کو گل کریں

نہ جب روئے روشن پہ ہووے نقاب
رہے پھر پتنگوں کو کسکا حجاب

نہ چھوڑیں اُسے ڈھنگ پر جو شریر
جو لیں شمع کو بھی تو آغوش میں

نمائش کو باہر بھی ہو دیں اگر
تو الماس و گوہر چھیدائیں جگر

نہ دلکی نہ کچھ دل لگی کی خطا
یہ ساری ہے بے پردگی کی خطا

ادھر اور ادھر ہے خطا آنکھ کی
خرابی نگاہوں کی یا آنکھ کی

اگر آپ معشوق پردہ کرے
نہ دیکھے کسیکو نہ کوئی مرے

رہیں منہ بتوں کے بھی زیرِ نقاب
کہ ذاتِ خدا ہے میانِ حجاب

اگر کوئی طالب ہو دیدار کا
زباں پر ہے حرفِ انکار کا

اگر کوئی رویت کا دعوے کرے
صنم بھی دمِ لن ترانی بھرے

جگہ ہو نہ دلمیں برائے غرور
مگر لن ترانی ہو جائے غرور

رہے ماہ جبتک میانِ محاق
سبھی کو رہے دید کا اشتیاق

کرے ماہ جب آسماں پر طلوع
خلایق ہو پھر دیکھنے کو رجوع

تمہارا جدا مہر سے حال ہے
نہ یہ منہ ہے اسکا نہ یہ گال ہے

فقط اسپہ عاشق ہے کبکِ دری
فدا تم پہ انساں ہیں غش ہے پری

تمہارا کرے سامنا رو نہیں
یہ آنکھیں نہیں ہیں یہ ابرو نہیں

رہے اسطرح آپ زیرِ نقاب
کہ ہو جسطرح ابر میں آفتاب

نہ دیکھا کسی نے رخِ گلعذار
جہاں شہرتِ حسن سے ہے نثار

بدن گرچہ دیکھا نہیں حور کا
دلوں پر تو ہے پرتوہ نور کا

نہاں سب سے جلوہ ہے رخسار کا
زمانہ ہے مشتاق دیدار کا

جواں آجکل شہر و بازار کے
عبث تو نہیں گرد دیوار کے

یہی چاہتے ہیں صغیر و کبیر
کہ ہووے بلندی پہ بدرِ منیر

چڑھے سیر کو آپ جب بام پر
قیامت ہوئی خاص اور عام پر

جنہیں عشق پردہ میں ہے حور سے
پھرائیں نہ منہ روئے پرنور سے

ہوا بام سے آپ کہا کر پھرے
نہ گھر کوئی مشتاق جا کر پھرے

مکاں سے ہو الفت نہ گلزار سے ‌ ‌ محبت ہے کوئے دلدار سے

جو آیا ہی جنت کے اندر کوئی ‌ ‌ نکلتا ہے پھر واں سے باہر کوئی

نہ گھر میں ہیں اور نہ باہر رہیں ‌ ‌ محبت سکے بیمار در پر رہیں گو

جئیں دیکھکر حسن رخسار کا ‌ ‌ دوا ایک شربت ہو دیدار کا

جو پھر منہ دکھایا خدا سے پھرے ‌ ‌ چھپایا تو راہ وفا سے پھرے

رہے روئے زیبا میان نقاب ‌ ‌ جو باطن میں عصمت تو ظاہر حجاب

جو پردہ اٹھا روئے پر نور سے ‌ ‌ بچے کون شیطان کے زور سے

ہوا حسن پھر دام ابلیس کا ‌ ‌ بنے حسن سے کام ابلیس کا

تھو عام پر بھی تمہاری نگاہ ‌ ‌ کریں خاص بھی گو نہ پیاری نگاہ

اسی بات پر ہے ہماری نظر ‌ ‌ رکے گی نہ تمسے تمہاری نظر

یقیں ہے کہ دیکھو تمہیں خاص کو ‌ ‌ پڑھو سورۂ حمد اخلاص کو

عجب کیا نکل جائے دل ہاتھ سے ‌ ‌ بلاؤ اسے پاس تم سوگھات سے

عقیلہ نے جب کی نصیحت تمام ‌ ‌ کیا پھر یہہ حور النسا نے کلام

عقیلہ کدھر ہے گماں آپکا ‌ ‌ کیا ہے فقط امتحاں آپ کا

عقیلہ جو مرنے کو آئے یہاں ‌ ‌ ہماری نظر سیر پر پھر کہاں

یہ دنیا ہے واللہ مہماں سرا ‌ ‌ سفر میں ہے ہر روز ای مہ لقا

نہ دیکھو قیام و مکاں کیطرف ‌ ‌ کرو غور عمر رواں کیطرف

ہمارے بھی سر پر ہے سارا سفر | سفر عمر کا ہے ہمارا سفر
جو تارِ نفس ہو گئے تار ہوں | قضا سے نہ کیونکر خبردار ہوں
رہے منتظر دمبدم موت کا | کرے ساتھ دم کے قدم ہو گا
گھٹے دم قدم جب تھے ہو گئے | تو ہم گھاٹ پر آپ چڑھے ہو گئے
مناسب یہی ہے نہ سستی کریں | کھڑا ہے سفر سر پہ چستی کریں
چلا چل یہی ہے تو گوشہ کریں | سفر میں ہیں تیار توشہ کریں
کسے ہے ہوائے چمن کا خیال | ہمیں ہے تمہارے سخن کا خیال
نصیحت دل و جاں سے منظور کی | ہوائے چمن کی ہوس دور کی
محل میں ہی رہنا گوارا کیا | لبِ بام سے بھی کنارہ کیا
کیا جس طرح صاف تم نے بیاں | کسے اور کوئی یہ طاقت کہاں
مری سب کنیز و خواص و غلام | بڑھاتی ہیں تعریف میں دل مدام
بناتی ہیں باتیں یہ ترکیب سے | ادب سے خوشامد سے تہذیب سے
جو آداب سے بات ہر دم کہیں | مرا عیب منہ پر نہ ہمدم کہیں
رہے دور میری نظر عیب سے | تو کیونکر مجھے ہو خبر عیب سے
سنا ہے ہزاروں نے میں نے یہاں | خوشامد سے بگڑے ہیں شاہ زماں
چھپایا مشیروں نے ہر عیب کو | جتایا بدی سے ہنر عیب کو
جو دانا ہیں گھٹتے ہیں تعریف سے | مگر اور بڑھتے ہیں توصیف سے

کسے اُنسے ایسے خیر کی — سُنئے اپنی نیکی بدی غیر کی
جو ناراض ہوں کلمۂ صاف سے — اُنہیں کیا تعلق ہے انصاف سے

کنیزوں سے شاہزادی کا متنفر ہونا اور نفیسہ کا دو ثقلین بیان کرکے سمجھانا

جو ساقی ہو مولائے خم غدیر — لبوں تک ہو صہبائے خم غدیر
یہ ہو نشۂ اُلفت بوتراب — نگاہوں میں ہو ہیچ دیر خراب
محبت سے حیدر کی ہو وہ سبیل — لبوں تک ٹپکے کوثر و سلسبیل
جو سچ بات کہنے پہ ماریں مجھے — تو مرقد پہ حیدر پکاریں مجھے
جو سوئیں تہ خاک ہم صبر سے — اُٹھائیں مسیح زماں قبر سے
عقیلہ نے جب صاف تقریر کی — دل شاہزادی پہ تاثیر کی
فنا کا سنا ذکر وحشت ہوی — کنیزوں کی صحبت سے دہشت ہوی
ہوا یہہ خواصوں سے دلمیں خیال — کہیں مجھکو وہ کہدیں بد خصال
نہ گمراہ لائیں بُری راہ پر — گرائیں اُڑا کر مجھے چاہ پر
لگایا جو دھبہ صفا ہوگئی — بہانہ کیا کچھہ خفا ہوگئی
سبھی سے الگ وہ رہنے لگی — بُرا اور بھلا سب کو کہنے لگی
ڈری پھر نفیسہ کہ یہہ کیا ہوا — کہیں شاہزادی کو سودا ہوا

ہمیں بھی کہیں یہ نہ رسوا کرے | بناوٹ سے بگڑے نہ بیروا کرے
کہا آپ مالک ہیں جیسا کریں | یہ کہتی ہے لونڈی نہ ایسا کریں
غلام و کنیزک سے مت ہوں جدا | انہیں میں ہیں ہیں مردان راہ خدا
کسیکو بھی سمجھے نہ انساں حقیر | خدا کے ہیں بندے صغیر و کبیر
کنیزوں کی بی بی تمہیں کیا خبر | انہیں سے ہو خوش خالق بحر و بر
کنارہ نہوں لونڈیوں سے حضور | ادب سے ہی رہتے ہیں یہ دور دور
طریقہ سے اپنے یہ بڑھتے نہیں | قدم جب لگے سر یہ چڑھتے نہیں
جو تم ہو ویسی یہ بھی انسان ہیں | یہ خدمت کو شل بہی جان ہیں
اشارہ یہ بجلی سے آتے ہیں یہہ | ہوا کیطرح لوٹ جاتے ہیں یہہ
نہ مایل کبھی عیش و آرام پر | نظر تو ہے خدمت یہ دل کام پر
دلونکو ہیں اپنے سنبھالے ہوئے | جوانی یہ ہیں خاک ڈالے ہوئے
نہیں کچھ کنیزونکا اب تک بگاڑ | بتاؤ کسی سے ہوئی چھیڑ چھاڑ
کبھی غیر کو منہ دکھایا کہیں | گلی میں کسیکو پھرایا کہیں
جو انکو آنکھوں نے تاڑا کہیں | بسا گھر کسیکا اوجاڑا کہیں
بنی عشق میں کس جوان کے کنیز | سوا آپکے کسکو سمجھا عزیز
کوئی تمنے دیکھا برا کام بھی | کہ یوں ہیں ہی غصہ بھی الزام بھی
محل سے سزا و جزا چاہیئے | نہ پہلے خطا سے سزا چاہیئے

یونہیں گر کنیزوں سے ناراض ہیں
مجھے بخشدیں آپ فیاض ہیں

نہیں تو یہ خدمت سے آزاد ہوں
کئی گھر غلاموں کے آباد ہوں

جو پوچھو رعایت کی قابل ہیں یہ
کرم کی عنایت کی قابل ہیں یہ

یہ چھوڑا کر نصیبوں نے ماں باپ سے
ملایا ہے تقدیر نے آپ سے

تمہیں ان کی ماں ہو تمہیں باپ ہو
مُربّی سبھی کی جگہ آپ ہو

نہ بی بی اگر مہربانی کریں
بسر کسطرح زندگانی کریں

غلام و کنیزک پہ شفقت کرو
جو تیدی ہو بندو نسے الفت کرو

جو تیدسے کا بندو نپہ ہو اختیار
خدا کا کرے شکر وہ بار بار

خدا سے دو عالم سے ہر دم ڈرے
وہ چاہے تو بی بی کو لونڈی کرے

غلام و کنیزک کو سمجھو عزیز
کہ آخر ہو تم بھی کسیکی کنیز

یہ لرزہ میں ہیں تہا منا ہے ضرور
کہ آقا کا کل سامنا ہے ضرور

نہیں ہے یہ لفظِ غلام و کنیز
کسیکی نہ محشر میں ہو کچھ تمیز

نہ اُس جا ہو حسب و نسب پر نگاہ
خدا کی برابر ہے سب پر نگاہ

غلاموں پہ آقا کو سبقت نہ ہو
کنیزو نپہ بی بی کو عزت نہ ہو

خدا کو ہے یکساں گدا بادشاہ
وہاں ایک کچکول تاج و کلاہ

حسینو نکی صورت پہ کب ہو نظر
نہیں ہاں ہے انصاف منہ دیکھکر

ہوا کیا جو دنیا میں بی بی ستے
مزا کیا جو دو دن کو بگڑے ستے

نہ دو دن کو دنیا میں بی بی بنو — کرو وہ کہ عقبےٰ میں بی بی بنو
کنیزوں سے سیکھو طریقِ ادب — تمہاری ہدایت کا ہیں یہ سبب
مناسب یہی ہے انہیں دیکھکر — اطاعت پہ آقا کی رکھو نظر
کنیزیں جو بی بی کی خدمت کریں — تو آقا کی بی بی اطاعت کریں
اطاعت پہ آقا کی جب دل رہے — نہ لونڈی سے آقا بھی غافل رہے
جو لونڈی ہوئی تم نہ پروا کرے — کہیں آپ جو کچھ وہ آقا کرے
چلو اپنے آقا کے احکام پر — نہ دو جان دنیا کے تم نام پر
رہو جب تلک یاں نکوئی کرو — محبت میں آقا کے بی بی مرو
جو آقا پہ تم جانفشانی کرو — تو لونڈی کی بھی قدردانی کرو
کہوں آپ سے بات یہہ راہ کی — اطاعت ہے مولا کی اللہ کی
اطاعت سے آقا کی لونڈی بنو — قیامت میں جنت میں بی بی بنو
نہ سمجھو کہ سب لونڈیاں یک ہیں — جو کچھ ان میں بد ہیں تو کچھ نیک ہیں
خیال وہ نہیں رکھتی ہیں انصاف کا — جو موقع ہو کہتی ہیں یہہ صاف کا
جو چاہیں انہیں آپ آسدم کہیں — کریں عیب جب آپ چپکے رہیں
خلیفہ ہوئے تھے ابوبکر جب — ہزاروں تھے موجود عالی نسب
نہ بولا کوئی کچھ خطا ہو معاف — کہا ایک لونڈی نے بس صاف صاف
سناتی ہوں اسکی حکایت تمہیں — کہ ہو لونڈیوں کی رعایت تمہیں

نقل ایک عورت فروہ نامی کی کہ یہ مومنہ پارسا دیندار صاحب ایمان تھی

فریقیں میں نقل مشہور ہے — بہت سی کتابوں میں مسطور ہے
کروں وصف فروہ وفادار کے — کہ تھی یہ قبیلہ میں انصار کے
یہ عورت تھی دیوان خوبی میں فرد — ہوئی الفت شاہ مرداں میں مرد
رہی اہلبیت نبیؐ پر فدا — فدا فاطمہؑ پر وصیؑ پر فدا
خدیجہ کی خدمت میں تھی سرفراز — در مصطفےٰؐ پہ تھا روئے نیاز
رسول خدا کی جو رحلت ہوئی — ابوبکر کو پھر خلافت ہوئی
صحابہ میں دیکھا جو کچھ اختلاف — تو لوگوں سے کہنے لگی صاف صاف
دلوں سے کرو بیعت مرتضیٰؑ — یہ ہیں وارث مسند مصطفےٰؐ
نبیؐ کیطرف سے یہ مختار ہیں — یہ حاکم ہیں مولا ہیں سردار ہیں
سنی جب خلیفہ نے یہ گفتگو — ہٹاتی ہے بیعت سے مخلوق کو
بلایا اسے جلد پاکر پتا — جو آئی کہا جاریہ سچ بتا
تو کہتی ہے کیا خاص اور عام میں — نکر تفرقہ اہل اسلام میں
جو میری خلافت میں ہو گفتگو — جو کہنا ہے کہہ سامنے دوبدو
تو بولی سنو صاف صاحب کلام — خدا کیطرف سے نہیں تم امام

نبیؐ و علیؐ نے نہ اللہ نے
خلیفہ کیا دو ہواخواہ نے

بنایا ہے سردار دو چار نے
طمع سے مدد کی ہے ہر یار نے

نہ دلمیں سمجھتے ہیں ظالم تمہیں
نہ کہتے ہیں کچھ منہ پہ عالم تمہیں

خبر ہو جو یارو تمکو انجام کی
تمہیں دینی تکلیف اسکام کی

جو انصاف حضرت گوارا کریں
خلافت سے پہلے کنارہ کریں

خلافت پہ جسکی ہے نصِّ جلی
نہیں اور کوئی سوائے علیؐ

جہانمیں ہو علمِ لدنّی جسے
علیؐ کے سوا ہے یہ منصب کسے

علیؐ کو ہے جنّ و بشر کی خبر
زمانہ کے ہے خیر و شر کی خبر

کیا بت کو سجدہ نہ جسنے یہاں
جو پوچھو وہی ہے امامِ جہاں

پکارا خلیفہ خبر کیا تجھے؛
مرے حال پر ہے نظر کیا تجھے

رعیّت کی مجھپر رعایت ہوئی
خدائی جہاں کی عنایت ہوئی

پکاری کہ صاحبؐ ایسا لکھو
کہ جیسے خلیفہ ہو ویسا لکھو

بنایا رفیقوں نے حاکم تمہیں
کیا ہے شفیقوں نے حاکم تمہیں

جو نائب ہو پیغمبر پاک کے
بتاؤ ہیں کیا نام افلاک کے

ابو بکر بولے بہت سوچ کر
جہانمیں کسے غیب کی ہے خبر

نہ جانوں کہوں بات ہے عیب کی
خدائی جہانکو خبر غیب کی؛

پکاری ادب سے زنِ پارسا
کرے کیا یہہ لونڈی ادب کے سوا

نہیں فرق مرد و نہ عورات کو ۔ وگرنہ بتاتی ہر اک بات کو

خلیفہ نے بڑھکر سخن یہہ کیا ۔ جو کہنا ہے کہہ دشمن کبریا

وہ بولی جو چاہو کرو گفتگو ۔ علیؑ کا عدو ہے خدا کا عدو

کہا نام بھی اب سناؤں تمہیں ۔ علیؑ سے تو سیکہا بتاؤں تمہیں

جو کچھہ ذکر شاہِ زماں کا کیا ۔ بیاں نام ہر آسماں کا کیا

جو افلاک کے نام ظاہر کیئے ۔ کہا پھر بتاؤ خدا کے لیئے

عبادت فرشتوں کی کس طور ہے ۔ یہی ہے عبادت کہ کچھہ اور ہے

خلیفہ نے سنکر تامل کیا ۔ بیاں حال فروہ نے بالکل کیا

جو حاضر تھے مجلس میں حیراں ہوئے ۔ فصاحت پہ فروہ کی قرباں ہوئے

خلیفہ پکارے کہ اے نیک نام ۔ سمجھہ کیا ہے حق علیؑ میں کلام

کہا حاکمِ دیں ہے مولا علیؑ ۔ نبیؐ کا وصی ہے خدا کا ولی

نہ حقِ علیؑ میں ہے جائے کلام ۔ خدا و نبیؐ نے کیا ہے امام

وہ قبلہ ہے کعبہ ہے ایمان ہے ۔ دو عالم کی نفسِ نبی جان ہے

خلیفہ نے فروہ کا سنکر کلام ۔ کہا اُسنے موجود تھا اک غلام

جو فروہ یہاں سے اُٹھا کر اُسے ۔ کرو قتل جنگل میں جا کر اُسے

اُسے قتل کرکے ادہر آئیو ۔ لبِ گور پہنچے تو گھر آئیو

دکہایا جو جلاد نے زور کو ۔ چلی فروہ پاؤں سے پھر گور کو

نہ تاثیر کی آہ و فریاد نے کیا قتل فروہ کو جلاد نے
ہوئی جب خبر قوم انصار کو تو گھیرا خلیفہ کے دربار کو
خلیفہ محل میں نظر بند تھے کھلے تھے دہن سب کے دربند تھے
بشر کے لیئے روک تھی ٹوک تھی زبانوں کی خاطر نہ کچھ روک تھی
خلیفہ خفا بات سنکر ہوئے ہوئے خوش تو صلوات سنکر ہوئے
جو آئے تھے در پر نہ کچھ سود تھا کیا بند عدالت تو مسدود تھا
مدینے سے کچھ دور تھے مرتضیٰ وطن میں نہ تھے نائب مصطفیٰ
جو رہتے تھے اس کی فزا میں جناب زراعت میں مصروف تھے بوتراب
مدینہ میں داخل جو حیدر ہوئے سنا حال فروہ کا مضطر ہوئے
گئے قبر پر جب مسیح زماں تو دیکھا کہ ہیں چار طائر وہاں
سپید و سیہ ہر پر و بال ہے مگر چونچ ہر ایک کی لال ہے
دو لب بند دانوں سے منقار کے وہ دانے بھی جنت کے انار کے
پھرے گرد طائر ثنا خواں ہوئے ہمائے ہدایت پہ قرباں ہوئے
جو کہنے لگے کچھ امام زمن کیئے زیر انہیں کی زبانیں سخن
اوڑھی بات سنکر فلک کیطرف دعا میں ہوئے محو شاہ نجف
سبھی کچھ خدا سے دعا میں کہا جو چاہا حضور خدا میں کہا
ندا دی یہ ہاتف نے اک شور سے اٹھائے تو جبکو علیؑ گور سے

اُٹھے وہ ابھی تیری فرمان پر
ترا حکم جاری ھی بے جان پر

یہ سنکر پکارے علیؑ گور پر
کہ اے مؤمنہ صادقہ آ اِدہر

وہ سنکر نکل آئی یوں قبر سے
کہ جیسے برآمد ہو مَہ اَبر سے

ہناں چادرِ سبز میں مُنہ تمام
کہا السّلامُ علیک اے امام

عدو چاہتے تہے یہی سب مدام
بجہائیں تری نور کو یا امام

بجہانے کا سب نے ارادہ کیا
تو روشن خدانے زیادہ کیا

اُسے گہر میں لائی شہِ بحر و بر
ہُوا اسکا چرچا اِدہر اُور اُدہر

خلیفہ نے سلمانؓ سی پوچہا وہیں
کہا پہر کہ یہ کچہہ تعجب نہیں

کریں گر دعا صاحبِ ذوالفقار
تو زندہ ہوں سب اُمّتیں یکبار

علیؑ نے نصیحت کی اِصرار سے
کیا عقد فروہ کا دینار سے

ہوئی اُسسے پیدا غرض دو پسر
ہوئی عمر حبِّ علیؑ میں بسر

گیا خلد کو جب نبیؐ کا حبیب
تو زندہ رہی چہہ مہینے غریب

سُنا تمنے لونڈی کا قصّہ تمام
سنو اب کنیز کسے حالِ غلام

جیا لونمیں بی بی ہوا خواہ کے
جو ایسے ہیں بندہ ہیں اللہ کے

ذکرِ غلامِ عالی مقام بندۂ خاصِ ربُّ الانام

ہوئی غیب سے جب بشارت مجہے
تو ایک یاد آئی روایت مجہے

نہ مکہ میں بارش ہوئی ایکسال — خلایق ہوئی قحط سے پائمال
رہی جان باقی نہ کچھہ جان میں — گئے لوگ مکہ کے میدان میں
دعا کی خلایق نے شام و سحر — درختِ اجابت نہ لایا ثمر
نہ دو چار آفت کے مارے پھرے — مکانونکو مایوس سارے پھرے
کئی روز کے بعد خورد و کلاں — گئے پھر بھی میدان کے درمیاں
دعائیں تو کیں خاص اور عام نے — مگر ایک مردِ سیہ فام نے
نکلکر جماعت سے باصد نیاز — ادا کی ادب سے دو رکعت نماز
وہ عبدِ خدا پڑھ چکا جب نماز — کیا پھر تو دستِ دعا کو دراز
فراغت دعا سے بھی جب پا چکا — تو دیندار سجدہ کی خاطر جھکا
خدائے جہاں سے سخن یہہ کیا — قسم تیری عزت کی اے کبریا
نہ برسے گا مینہہ جبتک افلاک سے — نہ اُٹھے گا سر بسترِ خاک سے
سرِ پاک یاں بر سرِ خاک تہا — اودہر ابر چترِ سرِ پاک تہا
ادہر جب خدا سے گزارش ہوئی — اودہر لب ہلے اور بارش ہوئی
اُٹہایا سرِ پاک پھر خاک سے — ہوئی حمد جاری لبِ پاک سے
جو سیراب مینہہ سے زمانہ ہوا — جواں سوئے مکہ روانہ ہوا
بیاں ہے یہ راوی کا احباب سے — پیادہ چلا میں بھی آداب سے
مکیں جسجگہہ پر تہا بردہ فروش — گیا اُسجگہہ پہ یہہ حلقہ بگوش

وہیں چہوڑ کر اُس جوانکو غرض ۔ پہر آئیں بھی اپنے مکانکو غرض

ہوا دوسرا روز جب آشکار ۔ چلا لیکے دِرہم میانِ کنار

جہاں دیکھہ لی تھی محل کی جگہہ ۔ گیا آج پہر وہ ہی کَل کی جگہہ

جُواں کی محبت کا تہا ایک جوش ۔ پکارا یہہ جاکر کہ بردہ فروش

غلام ایک بندہ کو مطلوب ہے ۔ اُسے لائیو سب میں جو خوب ہے

غلامونکو جو بیچتا تہا مدام ۔ کیئے ساتہہ موجود اُسنے غلام

نہ تھا اُن غلاموں میں وہ نیکذات ۔ کہ جسکی ہو خدمت سے میری نجات

کہا کوئی ہے اور بھی اب غلام ۔ کہا یہہ ہی ہمقبل ہیں سب غلام

مگر اک غلامِ سیہ فام ہے ۔ وہ شومی و سستی سے بدنام ہے

کسی سے ملاقات کرتا نہیں ۔ بشر سے کبھی بات کرتا نہیں

کہا مینے اُسکو بھی لے آیئے ۔ ذرا شکل مجہکو بھی دکہلایئے

وہ لے آیا مردِ سیہ فام کو ۔ مشرف کیا خاص نے عام کو

کہا مینے قیمت بھی بتلایئے ۔ لیا مول کتنے کو فرمایئے

پکارا لیا سات دینار کو ۔ مگر پہر بھی مہنگا خریدار کو

دیا مول مختار کے ہات میں ۔ خریدا لیا بات کی بات میں

پکارا خریدا مجھے کس لیئے ۔ بُری چیز کے مُفت درہم دیئے

کوئی میرا دنیا میں شائق نہیں ۔ یہ بندہ تو خدمت کے لائق نہیں

یہ کی عرض میں نے کہ اے نیکخو ‏ ‏ نہیں تم سے خدمت کی کچھ آرزو

مجھی کو تمنا ہے خدمت کروں ‏ ‏ محبت کروں تم سے اُلفت کرو

کہا میری خدمت ہے یہ کس لیے ‏ ‏ بتاؤ محبت یہ ہے کس لیے

جو دیکھا تھا میں نے دوبارہ کہا ‏ ‏ جو گزرا تھا احوال سارا کہا

زبانی مری حال سُنکر شتاب ‏ ‏ کہا مجھکو آزاد کیجے جناب

یہ ارشاد جب آپ نے مجھکو کیا ‏ ‏ کہا میں نے آزاد تجھہ کو کیا

یہ سنتے ہی پھر بات کے آہ کی ‏ ‏ ادا حمد کی اسنے اللہ کی

وضو کر کے اسنے پڑھی پھر نماز ‏ ‏ خدا سے کہا رو کے ای کارساز

تجھے جب ہے جانا گنہگار نے ‏ ‏ کسیکو نہ مانا گنہگار نے

خلایق کی خدمت سے باہر ہوا ‏ ‏ نہ تیری طاعت سے باہر ہوا

سبھی تجھہ پہ روشن ہے ای ذوالجلال ‏ ‏ یہی میرا درگاہ میں تھا سوال

کوئی حال سے میرے ماہر نہو ‏ ‏ مرا حال خلقت پہ ظاہر نہو

کیا حال اب تو نے افشا مرا ‏ ‏ بس اب تیری خواہاں ہے یہ دعا

قضا آئے اسوقت میری طرف ‏ ‏ روانہ ہو بندہ یہ تیری طرف

یہ کہنا ہی اسکا اثر کر گیا ‏ ‏ رہا لب پہ حرفِ دعا مر گیا

دیا صاف پانی سے غسل بدن ‏ ‏ دیا پر نہ غفلت سے اچھا کفن

غرض میں نے میت کی پڑھکر نماز ‏ ‏ کیا دفن اسکو بصد امتیاز

جو پھر رات نے منہ پہ ڈالی نقاب — نظر خواب میں آئی دو ماہتاب
نہیں دو نو مثلِ گل و بو الگ — دل و جاں الگ ہے نہ پہلو الگ
ستو نمیں عجب پیرہن ہیں سفید — جو رخ چاند سے ہیں بدن ہیں سفید
نہ آگاہ پہلے کیا نام سے — نظر کی نہ اعزاز و اکرام سے
کہا اسطرح مجھکو اکراہ سے — نہ کی شرم مجھ سے نہ اللہ سے
کہا مینے بتلاؤ اسمِ جلیل — کہا میں محمد ہوں اور یہ خلیلؑ
کیا عرض مینے رسولِ انام — کریں شرم تمسے نہ کیونکر غلام
ہر اک وقت انسے بادشاہِ انام — درود آپ پہ بھیجتا ہوں مدام
پیمبر کا ارشاد پھر یہہ ہوا — کہ اک دوستانِ خدا سے سوا
نہ تو نے کفن اسکو اچھا دیا — خیال اپنے دلمیں نہ اتنا کیا
نہ جانا کہ جنت میں ہوگا عقیل — رفیقِ محمد رفیقِ خلیلؑ
نہ فخرِ حسب اور نسب خوب ہے — اسیکا ہو بندہ تو جب خوب ہے
یہی بندۂ خاص انسان یہی — یہی اہلِ دیں اہلِ ایماں یہی
نفیسہ مخاطب ہوئی راہ سے — کہا اسطرح دخترِ شاہ سے
سنا بندگانِ خدا کا بیاں — ہوی آپ پر سب حقیقت عیاں
کہا شاہزادی نے اے سیمبر — بیاں آپکا راست ہے سر بسر
لکھے تمنے قصے سنے خلق نے — مضامیں تمہارے چنے خلق نے

اسی بات کا سلسلہ ہے شروع | دل و جاں خدا کیطرف ہو رجوع
مرا دل کہیں اَور مائل نہ ہو | جو رہزن ہو رستہ میں حائل نہ ہو
کنیزوں کا ابتک نہیں کچھ قصور | جواں ہیں تو شاید کریں پھر فتور
کنیزیں ہیں پاس آٹھوں پہر | سنبھلنا ہے اپنا نہیں کچھ خطر
مناسب ہے ہوں پاس لیل و نہار | ضعیفہ بھی دو چار [illegible]
جو اچھی رہیں پاس شام و سحر | کریں ہم عبادت انہیں دیکھ کر
کہا پھر نفیسہ نے رشکِ قمر | کسی کے نہ ظاہر یہ کرنا نظر
نہو جبتلک امتحاں شخص کا | کریں کچھ نہ منہ سے بیاں شخص کا
سنا تمنے موسیٰ نبی کا بیاں | کئے منتخب آپ نے کچھ جواں
بظاہر نبیؑ سے موافق بھی | ہوئے امتحاں پر منافق بھی
دلوں سے ہے آگاہ ربِّ جہاں | کسیکی کسیکو خبر ہے کہاں
جوانی میں جو نیک ہو نیک ہے | ضعیفی میں تو نیک ہر ایک ہے
جو دنیا میں ہے کوئی صالح جواں | زیادہ ہے خوش اُس سے ربِّ جہاں
جوانی و پیری پہ کیا منحصر | جدا حال سب کا ہے ہر وقت پر
نہ اُس ماہ پیسا کیطرح مہ جبیں | ضعیفہ سے دھوکا نہ کھانا کہیں
ضعیفہ کا لب پر جو آیا بیاں | کروں آپ سے حال اُسکا عیاں

نقلِ پیرزالِ بد خصال

لکھا ہے کہ یکدن خلیفہ عمرؓ | گئے گھر سے مسجد میں وقتِ سحر
یہ دیکھا کوئی سو رہا ہے وہاں | بدن صاف چادر کے اندر نہاں
کئی بار آواز دی زور سے | جو مردہ ہوا وہ جگے کہاں شور سے
دو شانہ پکڑ کر ہلایا اوسے | نہ چونکا بہت سا جگایا اُسے
جو کچھ سخت پایا تو توڑا اوسے | نہ ویسی ہی مسجد میں چھوڑا اوسے
خلیفہ نے مسجد میں کھینچا شتاب | کیا اُسکا مسجد میں مُردہ خراب
جو غصہ میں چادر کو کھینچا ادہر | تو پھر یہہ خلیفہ کو آیا نظر
جواں ایک ڈاڑھی منڈائی ہوئے | حِنا دست و پا کو لگائے ہوئے
لباس عورتوں کا سجائے ہوئے | پڑا ہے وہاں سر کٹائے ہوئے
عمر دیکھکر اُسکو حیراں ہوئے | کھلا کچھ نہ مطلب پریشاں ہوئے
یہی دلمیں ہر وقت سونچا کیا | کہ ہے کون قاتل گنہہ کیا کیا
مُوا کیوں پڑا کس سے پالا اسے | سبب کیا جو مسجد میں ڈالا اسے
عمرؓ کو نہ ظاہر ہوا جب سبب | کیا پھر وصیِّ نبیؐ کو طلب
جو آئے بیاں حال سارا کیا | جو پوچھا سبب یہہ اشارہ کیا
کرو دفن پوچھو نہ فی الحال کچھ | جو ہوں نو مہینے کھلے حال کچھ
خلیفہ تہا اِس بات سے بے قرار | کیا نو مہینے تلک انتظار
ہوئے نو مہینے تو وقتِ سحر | پسر ایک مسجد میں آیا نظر

قرینہ سے پائی علامات یہہ — کہ پیدا ہوا آج کی رات یہہ
وہیں جستجو رہنما کی ہوئی — غرض یاد مشکل کشا کی ہوئی
جو مسجد میں آئے امیر عرب — دکھایا پسر کو تو پوچھا سبب
علیؑ نے کہا اب نہ تشویش کر — سبھی حال کھلجائیگا اے عمر
کرو دایہ کے اب حوالہ اسے — پلائیو اسے دودھ پالے اسے
وہ دایہ مگر قوم انصار ہو — ملے ماہیانہ جو اقرار ہو
کی تعمیل جو کچھہ ہدایت ہوئی — ہدایت کی پوری رعایت ہوئی
محرم میں پیدا ہوا وہ پسر — شب عید جب ہوگئی جلوہ گر
علیؑ نے کیا دایہ کو پھر طلب — کہا صبح پہناؤ پوشاک سب
چلو عیدگہہ میں سجا کر اسے — ملے کوئی عورت جو آکر اسے
پسر کو کرے پیار جب چاہ سے — پکڑ لائیو اسکو پھر راہ سے
کہا حکم جو ہے مجھے یاد ہے — کرے جو وہ ہی لونڈی جو ارشاد ہے
ہوئی صبح کپڑے پہنا کر اوسے — چلی لیکے دایہ بنا کر اوسے
ہوا عین بازار میں جب گزر — تو پیچھے سے آواز آئی ٹھہر
مڑی دیکھنے کو تو گھبرا گئی — کوئی چند قدم پیچھے ہٹ آگئی
جو دایہ سے آ سنے پہ کر لیا — کیا پیار پہلے تو پھر رو دیا
وہیں دایہ نے ہاتھہ پکڑا شتاب — کہا آؤ مسجد میں ہیں بوترابؑ

بلاتے ہیں تجھکو امیرِ عرب — وہیں پاس بیٹھے ہیں اصحاب

ہوا زرد چہرہ کیا یہہ سخن — گئی واں تو رسوا ہوئی بہن

مقابل نہ غیرت کے مارے ہوئی — دیا دایہ کو کچھہ کنارے ہوئی

ڈری دایہ پھر پاس جاتی ہوئی — گئی حکم سے خوف کہاتی ہوئی

علیؑ نے کہا دایہ کو دیکھکر — ہوئی تیری آخر طمع پر نظر

کہا خیر اسوقت بخشا قصور — نہ برپا کبھی کرنا پھر یہ فتور

جو دن عیدِ اضحیٰ کا آیا قریب — پڑا فکر میں مصطفےٰ کا حبیب

درم دایہ کو کچھہ بلا کر دیئے — کہا ہے یہہ زر پیرہن کے لیئے

اسے زر کی پوشاک بنوائیو — اسے عید گہہ میں بہی لیجائیو

جو اب بہی اسے چہوڑ کر آئیگی — سمجھنا یہ دل میں کہ پچتائیگی

سنا حکم لی راہ گہر بار کی — گئی گہر میں پوشاک تیار کی

گئی دایہ گہر سے گزرگاہ میں — ملی عید کے دن اوسی راہ میں

غرض دایہ نے جب ملاقات کی — وہیں ہاتھہ پکڑا نہ کچھہ بات کی

خوشامد سے حاضر ہوئی حال سے — نہ دایہ نے چھوڑا کسی چال سے

جو مسجد میں تہا اشرف الاوصیا — اسے سامنے مرتضےٰ کے کیا

حضورِ علیؑ تہا گروہِ کثیر — ہوا پہر یہہ عورت کو حکمِ امیرؑ

بیاں میں کروں کچھہ تری داستاں — کہ کرتی ہے تو آپ ہی سے بیاں

وہ بولی کہ اے سرو زیبا مرے
مرا حال روشن ہے سب آپ پر

کنیزک کرے عرض حضار سے
کہ عورت ہوں میں قوم انصار سے

محلہ میں انصار کے ہے مکاں
مکیں کیا مکاں کی فقط پاسباں

کہیں اور میرا ٹھکانا نہیں
اکیلی ہوں کوئی یگانہ نہیں

کبھی گھر میں تنہا جو گھبرا گئی
تو دوڑی ہی یہ دم کے لیئے آگئی

جو ڈیوڑہی پہ بیٹھی تھی یہ بدخصال
یہ دیکھا کہ آتی ہے اک پیرزال

اٹھاتی ہے پاؤں عصا ٹیک کے
کہ ہے ہاتھ میں سبحۂ سلک گوہر

جبیں پر عبادت کا گٹہ سیاہ
زباں پر ہے ہر وقت ذکر الٰہ

مری پاس آئی تو رونے لگی
رخ صاف اشکوں سے دھونے لگی

کہا پھر یہ بیٹے کہو سچ تو ا
سبب کیا ہے روتی ہو کیوں کیا ہوا

وہ بولی اگر پوچھتے ہو سبب
تو صدقہ ہو یاد ہے تو حال سب

مری ان دنوں ایک دختر ہوئی
موئی وہ تو کیا گویا یادر موئی

تمہارے ہی قد پر مری جان تھی
یہی حسن و صورت یہی شان تھی

کسی عضو میں فرق مو بھر نہیں
دکھاتی تمہیں یہ وہ دختر نہیں

ملی آج وہ ڈھونڈتی تھی جسے
تمہارے سوا دیکھا ہے کسے

یہ دل چاہتا ہے کہ ٹہروں نہیں
جو آگے چلوں پاؤں اٹھتے نہیں

جو فرماؤ بی بی قدم پر مروں
تمہیں غم کے سانس یہ پورے کروں

بجیٔے دیکھکر جانِ مادر تمہیں — تو سمجھے ؤ می اپنی دختر تمہیں
اکیلی ہو عورت یہاں چاہیٔے — جواں ہو کوئی پاسباں چاہیئے
نہ دربان ہو اور یہہ در پر رہے — بلا آپ کی میرے سر پر رہے
کہا میں نے سمجھو جو دختر مجھے — تو واسطے ہے کیا اور بہتر مجھے
مجھے ایسے شخصوں کی صحبت کہاں — رہو پاس تم میری قسمت کہاں
یہ کہکر ضعیفہ کے چومے قدم — رکھا سر پہ اسنے بھی دست کرم
بڑی ایک توقیر سے اسجناب — اُسی گھر میں لائی یہ خانہ خراب
جو بیٹھی مکاں میں لیا گھر جدا — مصلا بچھایا کیا گھر جدا
سبو پاس رکھی وضو کے لیئے — یہ ساماں کیئے آبرو کے لیئے
ضعیفہ عبادت میں مشغول تھی — کنیزک یہ خدمت میں مشغول تھی
جو کہانا پکا کر کیا رو برو — تو لونڈی سے کی اسطرح گفتگو
جو دو وقت کہاؤں طاقت کہاں — حساب قیامت ہے بار گراں
دنوں کو تو رکھتی ہوں روزے مدام — ہمیشہ سے کہاتی ہوں شب کو طعام
ہوئی شام لونڈی نے شربت دیا — ضعیفہ نے افطار روزہ کیا
تکلف سے تیار کہانے کیئے — ضعیفہ نے دو چار لقمہ لیئے
کہا کچھ تو آپ کہایئے اسجناب — کہا مجھکو ہے یاد روز حساب
ہمیشہ پکانا اسیطور سے — اوسے روز کہا اسیطور سے

یہ کہنے لگی ایک دن پیرزن
جو چہوٹی ہے دختر تمہاری بہن

کئی روز سے اسکو دیکہا نہیں
کہو دیکہکر جلد آؤں یہیں

کہا مینے بہتر ہے جاؤ ابھی
ابھی جاؤ تم دیکہہ آؤ ابھی

ضعیفہ یہ کہنے لگی سُو چکر
ٹہرنا ہے باہر مجہے رات بہر

کہ جانا ہے اک بیاہ میں بہی کہیں
جو چہوڑوں اکیلی نہ یہ بیا نہیں

تمہاری بہن ہے جو دختر مری
کہ ہی عابدہ وہ برابر مری

جو مرضی تمہاری ہو لاؤں اسے
نہ تنہا رہو چہوڑ جاؤں اسے

یہ ہے شرط پہلی جو منظور ہو
کہ ہمسایہ بہی سایہ سے دور ہو

اکیلی ہی دونو رہو رات کو
نہ عورت بہی آئے ملاقات کو

کہا خیر ایسا ہی ہوگا ہوا
کہا تمنے پہلے ہی اچہا ہوا

رضامند ہوں تیری تدبیر سے
کہ ہوگی ملاقات ہمشیر سے

یہ سُنکر گئی اور آئی شتاب
کسی پردہ والی کو لائی شتاب

بٹہاکر کہا ساتہ آؤ ابھی
کہ جاتی ہوں کنڈی لگاؤ ابھی

گئی ساتہ پہر بند در کو کیا
روانہ ادہر سے ادہر کو روانہ کیا

بہت تو بناوٹ سے خاموش تہی
کہ تہی رات گہر میں بہی پوش تہی

یہ جانا کہ دو روز کی ہے دولہن
حیا کے سبب شرمگیں ہے بہن

ہنسی میں کہا دور کر دو حجاب
یہ کہنا جو منہ سے اُٹہائی نقاب

شرابی کوئی مرد بدحال ہے
حنا سے ہر اک دست وپا لال ہے

یہ چاہا کہ اک چیخ ماروں ابہی
محلّہ میں سب کو پکاروں ابہی

اسیمیں جو پہر سوا وہ آیا خیال
جہاں کی طرف سے یہ آیا خیال

اگر غل مچاؤں نہ پروا کرے
کرے مجھکو بدنام رسوا کرے

یہ دیکھا کہیں بہاگنے کا محل
تو نیّت میں فاسق کی آیا خلل

بڑہا اسطرف دست بالا کیا
سیہ رو نے منہ اپنا کالا کیا

اُٹھا نشّہ میں وہ ست ویا مار کر
چلا دو قدم جب گرا ہار کر

فلک نے بتایا وہ پہلو مجھے
کمر میں نظر آیا چاقو مجھے

وہیں پہر نکالی کمر سے چھری
چلی پہر تو گردن میں سے سر چھری

بلا کیطرح جلد ٹالا اوسے
کیا ذبح مسجد میں ڈالا اوسے

یہ سمجھی خلیفہ کا ہے انتظام
جو چاہے کرے اسکے حق میں امام

اُسیدم جواں سے ہوئی بارور
ہوا بعد نو ماہ کے یہہ پسر

جو ڈالا پسر کو پدر کی جگہہ
یہ مطلب کہ پالیں پسر کی جگہہ

کہا پہر کہ اے سرور نیک ذات
یہ قصہ ہے لونڈی کا یہ واردات

مخاطب ہوئے شاہ سب کیطرف
یہ کہنے لگے بادشاہ نجف

جو وعدہ کیا تہا علیؑ نے کبہی
تو ظاہر ہوا خلق پر وہ ابہی

خلیفہ یہ بولے خدا ہے گواہ
کہ ہے یاد حکم رسول الہ

یہ کہتے تھے اکثر رسالت مآب | کہ ہم علم کے شہر در بوترابؑ
کریں حکم اس مسئلہ میں حضور | کرے بو گنہ کون کسکا قصور
ہوا پھر یہہ حکمِ امامِ زماں | گیا آپ عورت کے گھر میں جواں
کیا جبر سے مرد نے جب حرام | تو عورت پہ اُسکا نہیں انتقام
علیؑ نے جو عورت کو رخصت کیا | وہ لڑکا اُسی پارسا کو دیا
کہا اسکو رکھیو تو آرام سے | کرو یاد مظلوم کے نام سے
ضعیفہ کو لاؤ اگر ڈھونڈ کر | تو جاری ہو حدِ زنا سر بسر
پڑھی گھر میں عورت نے جا کر نماز | دُعا کی خدا سے کہ اے کارساز
جہاں ہو ضعیفہ ملا دے مجھے | ابھی اُسکی صورت دکھا دے مجھے
دُعا کی مکاں سے ہوئی پھر رواں | ضعیفہ ملی راہ میں ناگہاں
جو پکڑا نہ چھوڑا خطاوار کو | وہ مسجد میں لائی گنہگار کو
اُسے دیکھکر اشرف الاوصیا | یہہ بولے کہ اے دشمنِ کبریا
نہ جانا کمال علیؑ ولیؑ | کہ علمِ محمدؐ ہے علمِ علیؑ
بتا دے ابھی راستی سے مجھے | یہہ عورت پکڑ کر جو لائی ہے تجھے
کہ اسکے مکاں پر بھی آئی کبھی | کسی مرد کو ساتھ لائی کبھی
وہ بولی کہ دیکھو میرا ابن جناب | بُرے کام کرنیکے یہہ دن جناب
نہیں جانتی کچھ بھی نام و نشاں | کہ یہہ ان کی کس طرف ہے مکاں

کہا جب ضعیفہ نے یہ بے خطر — کہا آپ نے تو ہے سچی اگر
نہیں دور قبرِ رسولؐ امم — تو کہا قبر پر ہاتھ رکھکر قسم
یہ عورت کہ تو دیکھتی ہے جسے — یہہ کہہ میں نہیں جانتی ہوں اسے
یہ عورت جو کچھہ کہہ رہی ہے ابھی — یہ بت کہہ نہ مجھسے ہوا ہے کبھی
نہ کی روضۂ مصطفےؐ پر نظر — ضعیفہ نے کہائی قسم قبر پر
جو جھوٹھی قسم کہائی گمراہ نے — کیا منہ سیہ اسکا اللہ نے
جو منہ آئینہ میں دکھایا اُسے — سیہ رو وڈری خوف آیا اوسے
جماعت نے اللہ اکبر کہا — ضعیفہ نے کلمہ پڑھکر کہا
کریگی خطا اب نہ یہ رو سیاہ — جری لا کہہ توبہ ہے شیر اللہ
علیؑ نے کہا خالقِ بحر و بر — دلو میں ہے جو کچھہ تجھے ہے خبر
ضعیفہ کا ہووے جو سچا سخن — کہ توبہ میں ثابت رہے پیرزن
ضعیفہ کا روئے سیہ صاف کر — جو پھر بھی کرے جرم نصاف کی
ہوئی اوسکی توبہ نہ منظور کچھہ — نہ منہ سے سیاہی ہوئی دور کچھہ
یہ کہنے لگے ضیغم ذو الجلال — یہ کیسی تھی توبہ تری بدخصال
علیؑ نے کہا کھود کر ایک غار — کریں اس ضعیفہ کو سنگسار
یہانتک کہ مرجائے یہ پیرزال — کہ باعث ہوئی قتل کا بدخصال
زنا سے جو نطفے نے پایا قرار — ہوئی اسکا باعث بھی بد شعار

ہر اِک حد کو جاری کیا آپ نے ۔ جو عورت کو لڑکا دیا آپ نے
بلا حب کیا اُس نے کارِ سعید ۔ ہوا جنگِ صفین میں وہ شہید
بیاں ہے ضعیفہ کا ای حور تن ۔ نہیں ہے مخصوص کچھ مرد و زن
یہ دُنیا سبھی کچھ ہی جن کے لیئے ۔ جو چاہیں کریں چار دن جی لیئے
کوئی دِن ہے شوقِ شراب کباب ۔ کسی روز ہو خوب مٹی خراب
گدا کی صفت نیک اَوصاف سے ۔ مگر شاہ کا وصف اِنصاف سے
یہ ہی عرض لُطف و عطا دیکھکر ۔ کنیزونکو مارو خطا دیکھکر
کسی کی خطا کچھ نہیں ہے حضور ۔ عدالت سے کچھ تو بتائیں قصور
یہی سب ہیں موجود خاص و عوام ۔ کنیزوں نے کسکو بنایا غلام
کوئی اِنمیں گُل ہے تو گلشن کوئی ۔ کوئی یاسمن ہی تو سوسن کوئی
یہ گُل ہیں جہاں بلبلیں وان ہزار ۔ چھپائے ہوئے ہیں سب اپنی بہار
دلونکو ہیں اپنے سنبھالے ہوئے ۔ جوانی یہ ہیں خاک ڈالے ہوئے
تمہاری تو صحبت کا ہے یہ اثر ۔ کہ ہر دم ہے سب کو فنا پر نظر
جو اس پر بھی ناراض ہوویں حضور ۔ کہیں کیا مقدر کا ہے پھر قصور
یہ اچھا نہ رسوائی تہمت کرو ۔ بشادل کنیزونکو رخصت کرو
کہا شاہزادی نے سنکر سخن ۔ سمجھ کر کہو بات منہ سے بہن
سخن یہ مرے کب تجھے غور ہے ۔ اری یہ نہیں بات کچھ اور ہے

خدا کا نہیں خوف ہر ایک کو — اگر ہے تو سو میں کسی نیک کو
اگر نیک ڈرتا ہے اللہ سے — تو ڈرتا ہے بد غصۂ شاہ سے
یہ غصہ نہیں کچھہ خطا دیکھکر — جو بھولی ہیں لطف و عطا دیکھکر
تو پردہ سے ہے کچھہ سمجھانا نہیں — مناسب ہے آنکھیں دکھانا نہیں
گنہ کو ہی لطف و عطا پر نہ ہو — جو ہووی کرم بھی خطا پر نہو
نہیں کچھہ کنیز و نکا ابتک قصور — خطا سے بھی پہلے ہے توبہ ضرور
خدا کی ہی شان کریمی جدا — جو توبہ کرے کوئی بخشے خدا
کیا جب گنہ پارسائی کہاں — جو پھر داغ کہا یا صفائی کہاں
کہیں پارسا ہے یہ انصاف کب — جو دہبہ لگا پھر رہیں صاف کب
زنا کے ارادہ سے ہر دم ڈرے — خیال گنہ سے بھی توبہ کرے
برے کام کا کوئی حیلہ نہو — گناہونکا توبہ وسیلہ نہو
ارادہ سے بھی اب ہٹائیں نہیں — بگڑنے سے پہلے بتائیں نہیں
نفیسہ یہہ بولی کہ ای گلعذار — جو ہو جمعہ توبہ کریں لاکھہ بار
کہا جمعہ میں چار دن ہیں کہیں — قضا سے اماں یکدم کی نہیں
اجل تو ہی ہر وقت سر پر کھڑی — کرو جلد توبہ یہی ہے گھڑی
سناؤں گدا کی تمہیں داستان — کہ ملتی ہی توبہ کی مہلت کہاں

بیان دو مشتاق مبتلائے دردو فراق یعنی اوّل ذکرِ گدائے جہان گرد دوسرے اُوسی کرنیں کر دختر قزاق

نہ یوں ہی ہے ساقی خیالِ شراب / گدا کے ہے خاطر سوالِ شراب

ملے ساغرِ مے بھی بھیک سے / محل پر جو موزوں ہو وہ بھیک ہے

ہمیں مے کہانی سُنیں دور کی / ہمیں کان ہوں بات سے حور کی

اسے دیکھہ سکتے نہ تھے دور سے / یہ قسمت کہ باتیں سُنیں حور سے

سُنیں حور سے جب بیانِ گدا / زباں حور کی ہو زبانِ گدا

کوئی شخص دیوانہ و بیقرار / زمانہ میں پھرتا تھا لیل و نہار

کہیں سے تو آیا کہیں چل دیا / لگا دل تو ٹھہرا نہیں چل دیا

کسی سے نہ اُسکو محبّت رہی / رہی بھی تو ٹوٹی نیسے الفت رہی

جنوں نے پھرایا اُسے دہر میں / نہ دو روز ٹھہرا کسی شہر میں

لگی بھوکھ مانگا اِدھر اور اُدھر / جو کچھہ مل گیا کھا لیا بیٹھہ کر

دو رنگی سے قسمت کی مجبور تھا / ہر اک در پہ اُسکا یہہ دستور تھا

ملی بھیک خاموش ہو کر پھرا / نہ پایا اگر کچھہ تو رو کر پھرا

نہ رونے پہ خاموش ہنستا گدا / سکانسے جو پھرتا یہہ کہتا گدا

کہ اے نفس کیا خاک جی کر لیا / فراخون اپنا ہی پی کر لیا

کہانتک بچائیگا جی موت سے — کہ اک روز جائیگا جی موت سے
نہ تیری بُرائی کا ہے یہہ ثمر — دلا بیوفائی کا ہے یہہ ثمر
گھڑی بہر نہ جیتا جو ہوتا وقوف — ارے بے وفا تیری جلنے پہ تُف
بس اے جان کہونے سے کیا فائدہ — بہلا ایسے رُونے سے کیا فائدہ
نہ وہاں چاہیے تہا کنارہ تجھے — تری بے وفائی نے مارا مجھے
پہرے دَر بدر گر چُھٹے ساتہہ سے — ملا کب گیا وقت جب ہاتہہ سے
گدا کا بھی دَربدر طور تہا — کہ تھا لب پہ نالہ نہ کچھہ اور تہا
رہا بس گدا جب اسیطور سے — تو لوگوں نے دیکھا اُسے غور سے
کئی روز تک جب یہ نقشہ رہا — تو آپسمیں دو چار نے یہہ کہا
ہلا کچھہ تو خاموش رہنا اُسے — ولے کچھہ نہ کچھہ مُنہ سے کہتا اسے
گدا کا یہاں جسطرح حال ہے — فقیرونکا کب اِسطرح حال ہے
فقیرونکے لب پر ہے ہر دم ثنا — کوئی دے نہ دے ہر جگہہ ہے دعا
گدا کا جُدا سب سے انداز ہے — کرو غور اسمیں کوئی راز ہے
کرو ایسی تدبیر کچھہ سوچ کر — گدا کی حقیقت سے ہو کچھہ خبر
کہا ایک نے بس یہی ڈہنگ ہو — نہ کہنے سے یہ حال کے تنگ ہو
گدا کی گدائی چھوڑاؤ ابھی — ہمارے مکاں پر بٹہاؤ ابھی
گدائی کو گھر گھر نہ جایا کرے — جو موجود ہو گھر میں کہایا کرے

کوئی بات ایسی نہ پہلے کہو ٭ طبیعت گدا کی جو بہلے کہو

مددگار نے جب برابر کہا کہا سب نے ملکر کہ بہتر کہا

ہوئی مشورے سے جب تقدیر سے گدا کو بھی لے آئے تدبیر سے

کہا اسطرح پھر کہ اے دردمند خدا کے لیئے بات کر یہہ پسند

مکاں ہے یہ موجود بہر قیام رہو رات دن آپ اسمیں مدام

گدائی کو گھر گھر نہ جایا کرو میسر ہو جو کچھہ وہ کھایا کرو ٭

گدا نے یہ سنکر سبھی کچھہ کہا خدا کا دیا واسطہ جب ہا

سمجھکر کہا کسکو انکار ہے ٭ فقط بیٹھ بھرنے یاں کار ہے

غذائیں تہی موجود شام و سحر وہی کھالیا جو ملا وقت پر

لگا رہنے ہر دم مکانمیں گدا غنی ہو گیا پھر جہانمیں گدا

گدا کا جو گھر میں ٹھکانا ہوا تو پھر دوستونکو بہانا ہوا

لگے رہنے ہر دم گدا کے قریب سنایا کیئے روز قصے عجیب

جو کرتے کبھی یار کچھہ گفتگو گدا سے بھی کہتے کہ اے نیکخو

پھرا ہے زمانہ میں شام و سحر لگا ہوتے دیکھے ہیں خشک و تر

جو دیکھا ہو تمنے سناؤ ہمیں کوئی بات اچھی بتاؤ ہمیں ٭

گدا نے کہا سب سے ہوں بیخبر نہیں ہے مجھے اپنے تن پر نظر

جو جی جسم بھولا ہوا ہوں اپنے جہاں کے بھلا یاد قصے کسے

نہیں یاد یہ بھی جہاں ہم چلے | کہ آئے کہاں سے کہاں ہم چلے
جسے اپنا سودا ہی ہر دم رہے | کسی کی کہانی وہ کیونکر کہے
گدا راز اپنا چھپایا کیا | بہانہ سے باتیں بنایا کیا
ملا دن کو موقع و یا رات کو | نہ چھوڑا رفیقوں نے پر بات کو
ہوا تنگ ہر بات سے جب گدا | رفیقوں سے کہنے لگا تب گدا
مرے آہ مخلوق کیوں گرد ہے | ہمیشہ اسی بات کا ورد ہے
ستاتی ہیں کس واسطے سب ہمیں | بتائیں تو کچھ اپنا مطلب ہمیں
کہا ہمنشینوں نے سن اے غریب | حقیقت ہے تیری عجیب غریب
ہنسی کا نہیں آہ لب پہ نشاں | ہمیشہ زباں پر ہے آہ و فغاں
گدا کیا زمانہ میں ہوتا نہیں | مگر اسطرح کوئی روتا نہیں
سنا یہ گدا نے تو اک آہ کی | وہیں آہ نے چرخ پر راہ کی
کہا حال ظاہر ہے دن رات کا | کریں ذکر ہم کون سی بات کا
گئے دار فانی سے مادر پدر | کریں ختم اسکا کہو تم اگر
کئے دفن بھائی بزیر زمیں | بھلا شاد کیا خاک ہوں میں حزیں
لحد میں ہوا ایک ہمدم نہاں | ہو اسکے ماتم میں ہوں شادماں
ہوا دوست اک جان کھو کر الگ | کریں محفل جشن ہو کر الگ
بدن صورت کاہ ہے سوکھ کر | تو اس پر بھی ہے دشمنوں کی نظر

دہن اسپہ کھولے ہوئی سب جدا ‌ ‌ درندے جدا مار و عقرب جدا

خوشی کا بھی دنیا میں ہے کچھہ محل ‌ ‌ مرض ہے بدتمیں ہیں سر پر اجل

نہیں ہمکو معلوم کیا ہیہ کلام ‌ ‌ کہ اک شخص آیا حضور یا امام

نہ واقف تھا افلاک کی گھات سے ‌ ‌ ہنسی تھی لبوں پہ کسی بات سے

پڑی اسپہ جب ہنما کی نظر ‌ ‌ کہا آپنے اسطرح سوچکر

بتا ہیہ ہمیں جلد اے نیک ذات ‌ ‌ بلا ہائے دنیا سے پائی نجات

جہاں میں تجھے ہو چکا اختیار ‌ ‌ کہ جیتے سے تو آج خوش بارہا

کہ چھوٹا کہیں موت کے جبر سے ‌ ‌ اماں پا چکا ضغطۂ قبر سے

سخن ہو چکا کچھ نکیرین سے ‌ ‌ کہیں سو چکا قبر میں چین سے

کہیں ہو چکا تجھ پہ روز حساب ‌ ‌ صراط قیامت سے گزرا شتاب

کہیں تو نے دوزخ سے پائی اماں ‌ ‌ گزر ہے ترا اب میان جناں

کہا اُسنے اے سرور نیک ذات ‌ ‌ کہیں ہے بھی اب تک نہ پائی نجات

کہا آپنے یہہ کہو بیشتر ‌ ‌ کہ پھر ہیہ ہنسی کونسی بات پر

پڑی آہ جب گھاٹیاں راہ میں ‌ ‌ تو بھولا نہیں خلق کی چاہ میں

سنا جب کلام شہ بحر و بر ‌ ‌ ہنسا پھر نہ وہ خلق میں عمر بھر

گدا نے کیا جب یہ رو کر کلام ‌ ‌ جو تھے پاس رونے لگے وہ تمام

نہ پھر کچھہ کسی آشنا نے کہا ‌ ‌ ہوئے سب تو ساکت گدا نے کہا

چلا اب یہاں پر ٹھہرتا نہیں
مگر تمکو ناراض کرتا نہیں

سُناتا ہوں اب میں تمہیں واردات
نہیں دل لگی کی جگہہ کائنات

یہاں کی خوشی و الم خواب ہے
ہر اک رنگ دنیا کا بے آب ہے

گدا نے حقیقت کہی سر بسر
کہ ایسا نہ تہا یہ گدا پیشتر

مرے پاس ہی تہی فوج کثیر
غنی تھا متاع جہاں سے فقیر

ہماری دلیری میں توقیر تہی
گدا کا ہر اک ملک جاگیر تہی

مرے زور کا شور تہا جا بجا
کہ تہا رہزنوں میں گدا رہنما

ہزاروں مرے صف شکن تھے غلام
زمانہ میں سب راہزن تھے غلام

کوئی پاس تہا مجہہ سے یا دور تہا
ندے کوئی جزیہ یہ مقدور تہا

کہیں سے مرے پاس پہنچی خبر
کہ اک قافلہ ہے میانِ سفر

ہزاروں ہیں ہمراہ اسپ و شتر
ہوا اُسکا راہِ نجف میں گزر

لیئے میں نے ہمراہ کل سو سوار
اوڑا اُسطرف کو برنگِ غبار

گیا قافلہ وہ میانِ نجف
پہرالوں ہی مایوس گہر کیطرف

ملا ایک رستہ میں ہمکو سوار
کہ آنکہوں میں کچہہ نیند کا ہی خمار

غرض تیرہ ۱۳ چودہ ۱۴ برس کا جواں
جوانی کا منہ پر نہ نام و نشاں

نہیں موچہہ ڈاڑہی کہیں اتلک
مسیں بھی تو بہیگی نہیں تلک

ادہر اور ادہر جب پہرائی نظر
ہوئے سارے بسمل اُسے دیکہکر

کہ ہے اسلیئے خالِ رُخسار پر　　نہ مُنہ کو لگے چشمِ بد کی نظر
مرے ساتھہ میں جسقدر تھے رفیق　　وہ دریائے اُلفت میں تھے سب غریق
مری اُس پری پر جو آئی نگاہ　　سبھوں نے اُدھر سے پھرائی نگاہ
کہا عجز سے مینے رشکِ قمر　　لکھو کسپہ باندھی ھے تیغ و سپر
تری پاس قدرت سے ہتیار ہیں　　جو باندھی ہیں ہتیار بیکار ہیں
تمہاری بھویں تیغ سے کم نہیں　　کمندوں سے کم زلفِ پُر خم نہیں
لڑائی کو ساماں ہیں تقدیر سے　　نہیں کم ہے قد نیزہ و تیر سے
یہ سُنتے ھی کہنے لگا جوش میں　　کہ مجنوں ہے آ ذرا ہوش میں
غضب سے وہ پیاسا لہو کا ہوا　　بنا آگ شعلہ بھبوکا ہوا
بہت جلد مہمیز گھوڑا کیا　　غرض ہر طرح تیز گھوڑا کیا
گیا پھر تو وہ اِک طرف سے گیا　　جواں صاف ہر ایک سمت سے گیا
گدا کا غرض ڈھنگ بے طور تھا　　نہ سمجھا کہ نقشہ وہاں اَور تھا
مگر کوئی اُلفت میں جو ار سے　　اُنہیں نیک و بد کی خبر کیا رہے
کہا جوش میں رہزنوں کو کہ ہاں　　کرو اسکا پیچھا یہ جائے جہاں
بس آگے ھی گھوڑوں کے دسر لوائے　　بنے جس طرح قید کر لوا سے
وہ بولا کہ بھاگو تمہیں قید سے　　نہیں خوف صیاد کو صید سے
ہوئے گرد لڑکا مجھے جانکر　　نہ جانا ابھی تک بھی پہچان کر

صفوں میں گہر احبث روکا مجھے — جماعت کے اندر نہ ٹوکا مجھے
کوئی روک سکتا تہو اسدم مجھے — سمجھلو زمانہ میں رستم مجھے
جو تڑپہا تو سب یار خنداں ہوئے — مگر پہر دلو نمیں پشیماں ہوئے
کہا میں نے یاروں سے کیا دیر ہے — یہ لڑکا ہے دیکہو نہیں شیر ہے
اُٹھے زین سے اب یہہ اسطور پر — کہ لیں شاخ سے پہول جسطور پر
لگا وٹ نہ تہ تدبیر سے — ڈرا او اسے تیر و شمشیر سے
جو مارا کوئی تیر اب جانکر — تو مجہکو کیا قتل پہچان کر
سواروں کو میں نے اشارہ کیا — تو اُسنے سمجہہ کر کنارہ کیا
کہا آشتی کیا جو لڑنا ہوا — بناوٹ ہے کیا جب بگڑنا ہوا
سواروں نے یہہ ڈہنگ پہر دیکہکر — کئی تیر مارے اِدہر سے اُدہر
اُٹہا کر طرحدار شمشیر کو — ادا سے لگا کاٹنے تیر کو
بچانے لگا چشم کو چال سے — پکڑنے لگا تیر رومال سے
یہ دیکہا تو مجہہ کو بہی حیرت ہوئی — اُدہر کو نہ بڑہنے کی جرأت ہوئی
مجہی کو نہ لڑنے کا یارا ہوا — کہ اسکا تہا پہلی ہی مارا ہوا
کہا دوستوں نے قیامت ہوئی — دلیرو تمہیں تمکو ندامت ہوئی
تمہیں کچہہ بہی یہہ حال بہاتا نہیں — بدن پر کوئی تیر کہاتا نہیں
جو پہر تیر ملکر لگے مارنے — بچایا ہر اک وار دلدار نے

ہنر اُسکو ایسا خدا نے دیا | بدن تک نہ اک تیر آنے دیا

کمانیں رہیں پھر نہ ترکش رہا | جھکا نیکو سر یہہ ہی سرکش رہا

کسیکا رہا یار کو کب خطر | لگانے لگا تیر وہ بھی ادہر

نہ تمئیز کی کچھہ بد و نیک میں | نکالا کیا تیر اک ایک میں

بہت یار اپنے نشانہ ہوئے | رہے کچھہ جو باقی روانہ ہوئے

رہا بھی تو مردہ پڑا رہ گیا | گئے سب تو میں بھی کہبرا گیا

نہ بہاگا طرحدار کو چھوڑ کر | پڑا پاؤں میں ہاتھہ کو جوڑ کر

کہا چھوڑ دے اب خدا کے لیئے | نبی کے لیئے مرتضےٰ کے لیئے

وہیں ہاتھہ سے اپنی رکھہ دی کمان | کنایہ سے تب سکر کہا ایجوان

دکہاتا تہا منظور کوڑا سے تجھے | خدا کے لیئے ہمنے چھوڑا تجھے

مگر خوف سے میرے تو ڈر گیا | اٹھاتا کہاں ہاتھہ یوں مر گیا

کہا مینے رو کر کہ اے ماہرو | کسے زندگی کی ہے یاں آرزو

مرا تو نے ہر یار ٹکرے کیا | جو میں ایک تنہا میں جیا کیا جیا

اماں تم سے مانگی ہے اس راہ سے | کہ دیکہوں تمہیں اتنی چاہ سے

اگر دید تجھکو نہ منظور ہو | تو کر ذبح یہ بھی ہوس دور ہو

مجھے ساتھہ یونکا کہاں ساتھہ پھر | لگا دا دہر کو بھی اک ہاتھہ پھر

اگر یوں ہی چھوڑیگا بسمل مجھے | تو کیا زندگانی سے حاصل مجھے

سخن یہہ طرحدار کو بہا گیا ‏ ‏ مری باتپر کچھہ ترس آگیا

کہا پاس رکھنا گوارہ نہیں ‏ ‏ مگر تیری باتو نسے چارہ نہیں

اگر دیکھنے پر ہے تجھکو نظر ‏ ‏ رہا کر مرے ساتھہ شام و سحر

جو گھوڑا تھا اچھا ہر اک چن لیا ‏ ‏ ہوا پیچھے وہ مجھکو آگے کیا

حوالے کئے میرے گھوڑی کئی ‏ ‏ یہ چلے کچھہ نظر آئی بستی نئی

نظر آئی مجھکو عمارت عجیب ‏ ‏ وہی تھا حقیقت میں قصرِ حبیب

نظر آیا پیشِ مکاں ایک پیر ‏ ‏ کہا یار کو یہہ کہ ماہِ منیر

یہ ہی کون جو ساتھہ آیا یہاں ‏ ‏ اِسے کس لئے ساتھہ لایا یہاں

طرحدار نے عرض کی اے پدر ‏ ‏ کئے قتل مینے بہت سے بشر

اِسے قتل کرنا نہ دشوار تھا ‏ ‏ یہ خود زندگانی سے بیزار تھا

جو پایا بہت دل کا تھوڑا اسے ‏ ‏ خدا کے لئے ہمنے چھوڑا اسے

نہ ڈہونڈا ہے جوڑی کی خاطر اسے ‏ ‏ لیا ساتھہ گھوڑے کی خاطر اسے

دلیر و نمیں یہہ تھا بڑا نیکنام ‏ ‏ شجاعت سے میری ہوا ہے غلام

یہ سنتے ہی بولا نہ پھر پیر کچھہ ‏ ‏ نہ غصہ کیا کچھہ نہ تقریر کچھہ

گدا نے تردد یہہ دلمیں کیا ‏ ‏ کہ کیوں نام جوڑے کا اسنے لیا

یہ سمجھا عبث یہہ نہ تقریر ہے ‏ ‏ یہ لڑکا نہیں دختر پیر ہے

زیادہ ہوئی پھر تو غیرت مجھے ‏ ‏ خوشی تھی کبھی گاہ حیرت مجھے

تعشق صنم کا اثر کر گیا — جو پہلے تہا بسمل تو اب مر گیا

گیا ایکدن پہر گہر سے کہیں — محل میں اکیلی رہی مہ جبیں

مجہے تہا طرحدار کا انتظار — نظر تھی در یار پہ بار بار

وہ آیا مرے پاس اک ناز سے — مگر رنج ظاہر تہا انداز سے

عیاں صورتِ فکر رخسار سے — رواں اشک چشمِ طرحدار سے

مری پاس بیٹھی عجب طور سے — کوئی بات سوچی مگر غور سے

گدا نے کہا حال کیوں غیر ہے — کوئی شر تو ظاہر نہیں خیر ہے

پکاری کہ اعمال پر ہے نظر — زمانہ کے کچھ حال پہ ہے نظر

ہزاروں جواں جسنے بیجاں کئے — کہاں خیر دنیا میں اسکے لئے

جو کی ہے اسنے ستم پر نظر — ہوا خوف دلمیں اسے دیکھکر

غرض ظلم سے میری جو جو ہوئے — مری خواب میں وہ وہ سب ہو گئے

کیا ہے جو دل نے کسیکا برا — یہ سمجھو ہوا اس سیکا برا

نہ جانو مری بات کو تم ہنسی — یہ جانو کہ میں بھی بلا میں پھنسی

برادر پدر کا نہیں کچھ الم — کئے ہیں انہوں نے ہزاروں ستم

عیاں مجھپہ ہے ماجرائی ستم — ملیگی ہمیں پر سزا انکے ستم

نظر سے زمانہ کے اب رنگ ہے — رہا کون یاں ایک ہی ڈہنگ پر

سناتا ہو حق عدالت یہی — رہیگی ہماری نہ حالت یہی

زیادہ مجھے ہے تمہارا خیال　　ہوئی واسطے میرے تم پائمال
مری ہر گھڑی ہے اسی پر نظر　　نہووے یہاں اب کسی پر نظر
نچھوڑوں تمہیں یاں اسطور سے　　کروں شاد تمکو کس طور سے
رعایت تمہاری تو منظور ہے　　مگر دل زمانہ سے مجبور ہے
ہمیں آہ ہے جستجوئے وصال　　یہ ظالم ہے ہردم عدوئے وصال
سوا ہجر کے اور پیارا نہیں　　ملیں دو یہ ہرگز گوارا نہیں
گزر ہے کہاں کوہ دلدار میں　　کبھی کوہ پر ہے کبھی غار میں
کوئی قیس ہے یاں کہ فرہاد ہے　　ہر اک اسکے ہاتھوں سے برباد ہے
یہ رکھتا ہی ہردم یوہیں گشت میں　　ہوا کوہ پر خاک یا دشت میں
کسے آہ رکھتا ہی آرام سے　　یہ جلتا ہی راحت کے بھی نام سے
جو معشوق عاشق کی ہو کچھ حیات　　نہیں جیتے جی ہجر سے پھر نجات
یہ باتیں ہیں ساری کہاں پر وصال　　کہ مرنا ہے پیارے یہاں پر وصال
گدا نے سنا اسطرح جب سخن　　زیادہ ہوا دلیہ رنج و محن
فصیح زباں تھا نہ چپکا رہا　　تسلی کو معشوق کی یہہ کہا
مری جاں کدہر ہی تمہارا خیال　　ہوا ہے تو ہم ہی سارا خیال
ہزاروں ہیں دنیا میں صاحب نصیب　　ہوا ہے جنہیں یاں وصال حبیب
صنم نے کہا کوئی ہوگا کہیں　　مگر ایسے ہم آپ دونو نہیں

عیاں آج کی رات ہے کچھ بات — کہ کل اور باقی ہے روزِ حیات
سبب مجھے خواب صورت دکھاتی نہیں — یہ ہے خوف اب نیند آتی نہیں
ذرا دیکھ لو گردشِ دورِ تم — چلو اب یہاں سے کہیں اور تم
یہ دم جب تلک ہے ترے ساتھ ہے — تمہارا بھی دامن مرا ہاتھ ہے
کریں ترک دنیا کو ہمت کریں — کسی جا پہ جا کر عبادت کریں
گدا نے کہا سن کے اے ماہرو — تمہاری بھی معقول یہ گفتگو
مگر ایک تو دخترِ پیر ہے — جہاں میں عیاں تیری شمشیر ہے
رکا ہاتھ ستو سے نہ پیاری ترا — ہزاروں پہ بھی باپ بھاری ترا
زیادہ کہیں اور کیا آپ سے — اماں کسطرح ہو ترے باپ سے
صنم نے کہا یہ نہیں بات کچھ — قضا ہے کہیں پیر کے ہاتھ کچھ
بچائے جسے خالقِ بحر و بر — اسے مار سکتا ہے کوئی بشر
جو ایسے ارادہ پہ آئے قضا — تو ہم شوق سے ہوں فدائے قضا
یہ کہکر سواری کے گھوڑے لیے — زر و لعل و گوہر کے توڑے لیے
کہیں کسطرح یہ کدھر ہم چلے — بتایا قضا نے جدھر ہم چلے
دو فرسنگ پہنچے پری و گدا — سمِ اسپ کی جو سنی اک ندا
کہا نازنیں نے کہ بھی کچھ خبر — وہ آتا ہے بابا مرا اسپ پر
خبر دو کہا میں نے اس بات سے — کہ بابا تمہارا ہے کس بات سے

پری نے کہا ہیں یہ ایسے قدم — اُسی کے ہوں گھوڑے کے جیسے قدم
کہا پھر خبردار آئی قضا — ہمارے لیئے اِسکو لائی قضا
یہ کہتے ہی گھوڑے سے اُتری شتاب — حوالے کیا پھر اَپنا عقاب
کہا اَب نہ کچھہ بات فرمائیو — اسطور گھوڑے کو لے جائیو
کہا منہ سے اتنا غضب کر گئی — کہ گھوڑے سے شاخِ شجر پر گئی
گدا سے کہا پھر کہ اَے بیقرار — جو آگے بڑہو کیجیو انتظار
لیئے دو ہی تیر و کماں ہاتھہ میں — کہ شاخوں میں چھپکر لگی گھات میں
بڑھا ایک فرسنگ آگے گدا — سُمِ اسپ کی کچھہ نہ آئی صدا
گدانے نہ آگے قدم پھر ہرا — جو کھٹکا مٹا کچھہ تو ٹھہرا ذرا
برادر کا اُسکے کروں کیا بیاں — ادہر کو برنگِ صبا تھا رواں
کہاں دیکھتا تھا ادہر اور اُدہر — نظر تھی نشانِ سُمِ اسپ پر
وہ چلنے میں گو حد سے باہر ہوا — نہ کچھہ تیر کی زد سے باہر ہوا
نہ کچھہ بھی ہوا رحم ہمشیر سے — گرایا برادر کو اک تیر سے
گدا ابھی نہ موقع سے کچھہ دور تھا — یہ سب دیکھکر حال مسرور تھا
ہٹا پیچھے دیکھا رخِ یار کو — خوشی سے کیا پیش رہوار کو
چڑھایا تو گھوڑے پہ سو ناز سے — بڑہے دونو رستہ پہ انداز سے
چلے تھے زیادہ نہ دونو سوار — سُنی پھر صدائے سُمِ راہوار

کہا سن کے آواز ٹھہرو ذرا ۔ کہ آتا ہے بھائی مرا دوسرا

یہ سنکر صنم نے وُہی ڈھب کیا ۔ جو پہلے کیا تھا وہی اب کیا

الگ ہوگیا اسپ سے دلربا ۔ حوالہ کیا میرے پھر باد پا

چڑھی وہ پکڑتے ہی شاخِ شجر ۔ اُڑا لیکے گھوڑے کو مثلِ شرر

جو آیا نظر بھائی ہمشیر کو ۔ تو چھوڑا کماں سے وہیں تیر کو

جو گوشہ سے گوشہ ذرا ملگیا ۔ تو پہلے سے جھٹ دوسرا ملگیا

مقدّر سے یہ بھی تڑت نہ ہوا ۔ نہ ٹھہرا عدم کو روانہ ہوا

غرض لاش کو جھاڑ میں ڈالکر ۔ بڑھے آگے نشتر سے بلا ٹال کر

نہ پہنچے تھے منزل تلک ہم غریب ۔ بلا ایک کھانے کو پہونچی قریب

کہا ماہرو نے خبردار ہو ۔ پدر میرا آیا ہے ہوشیار ہو

ہوئی اسگھڑی وہ تو دونو ہلاک ۔ ہمارا کریگا جگر چاک چاک

تن و جانکو اب نہیں ہو اماں ۔ میں سہراب یہ رستمِ داستاں

کریگا تو کیا اُس سے اے نیکذات ۔ بتاتی ہوں تجکو مگر ایک بات

سرِ راہ ہے وہ جو قبرِ کہن ۔ چھپاتی ہوں اپنا اسیمیں بدن

چھپا جلد مٹی کو اس طور پر ۔ تیار اک لحد ہووے جسطور پر

حفاظت سے خالی نہ مدفن رہے ۔ نظر کے لیئے ایک روزن رہے

پری نے گزر قبر میں جب کیا ۔ گدا کو ہوا حکم جو سب کیا

چھپا قبر میں جب تن مہ لقا　　بہت جلد گھوڑے کو لیکر اڑا

کہاں دیکھتا تھا کہیں سُرخ و سیاہ　　سُم اسپ پر بھی ہر اک دم نگاہ

لحد کو ادھر پیٹھ دیکر چلا　　نہ پھر قبر سے جان لیکر چلا

اُٹھی قبر سے جلد رشکِ قمر　　لگایا وہیں تیر اک پشت پر

لگا پُشت پر تیر اس زور سے　　کہ رستم نے کی آفریں گور سے

گرا پھر تو رہوار سے خاک پر　　ہوا ٹکڑے تلوار سے خاک پر

صدا دی گدا کو کہ اے دلفگار　　بہت جلد لا اس طرف راہوار

اشارہ کو سنکے گدا آ گیا　　فقط حکم کی دیر تھی آگیا

غرض باہرو کو گرا کر سوار　　ہوا اپنے گھوڑے پہ آکر سوار

روانہ ہوئی جب وہ رشکِ قمر　　لگی دل سے کہنے گیا اب خطر

یہ کہتے ہی دلدار رونے لگا　　لگا پیٹنے جان کھونے لگا

کہا تیئے پہلے ہوئی شادماں　　سبب کیا ہے رونے کا اے میری جاں

لگا کہنے غصہ سے اے بے خبر　　کئے قتل تیئے برادر پدر

تو کیا محفلِ جشن برپا کروں　　انہیں میں نہ رووں تو پھر کیا کروں

اسی بات پر آج کر لے تمیز　　نہ تھا ان سوا دنیا میں کوئی عزیز

سمجھا تھا انہیں قتل کرنا بُرا　　سُنا سب تھا دنیا میں مرنا بُرا

ہوئے جب وہ دشمن مرے جان کے　　کیا قتل تیئے انہیں جان کے

پدر دُخت کے ہاتھہ سے جب مرے — کہو کوئی امید کس سے کرے
برادر پدر میرے لیل و نہار — جو کھیلا کیئے آدمی کا شکار
اُنہیں بھی تو ملتی کہیں سے سزا — دلائی خدا نے ہمیں سے سزا
گراتا ھی غیرونکو جو تیر سے وہ — وہ کٹتا ہے خود اپنی شمشیر سے
کریگا کسی پر اگر ایک وار — تو یاں چار ہوینگے اُسپر سوار
زیادہ تھے اِنکے خطا و گناہ — مرے ہاتھہ سے جو ہوئے ہیں تباہ
ہوئے مجھہ سے ظلم و ستم جو یہاں — مجھے بھی اماں موت سے اب کہاں
مجھے بھی ہے اپنے ستم کی ہراس — نہیں اتبک میرے قایم حواس
کیئے ظلم میں نے جو مخلوق پر — مجھے سربسر آرہے ہیں نظر
جو ظالم ہو اوسے کنارہ کرو — ہماری جدائی گوارا کرو
یہی ہے نصیحت تمہارے لیئے — ثروست بلا میں ہمارے لیئے
یہی آرزو ہے نہ یوہیں مروں — کہ بستی میں پہنچوں تو توبہ کروں
چلے راہ میں جان کھوتے ہوئے — گئے ایک منزل یہ روتے ہوئے
پکارا یہہ منزل پہ مجھہ سے صنم — کہ آگے تو بڑھتے نہیں اب قدم
گدا نے کہا پیار سے اَی حبیب — وہاں پر چلو شہر ہے جو قریب
کہا یار نے مجھہ سے با صد فغاں — ٹھہرنے کو جی چاہتا ہے یہاں
ملے موت سے ہمکو فرصت اگر — تو بستی میں پہونچینگے وقت سحر

جو دل سے ہو موقوف غم باپ کا
تو مقصود حاصل ہو پھر آپکا

یہی ہے جہاں میں ہماری مراد
کریں آپ سے عقد ہم شاد شاد

ہوا یہہ جو منہ سے صنم کے عیاں
خوشی کا کروں اپنی کیونکر بیاں

ہوا مست ایسا سخن سے گدا
کہ باہر ہوا پیرہن سے گدا

زیادہ مجھے شادماں دیکھکر
لگی اسطرح کہنے رشکِ قمر

جو ہو شاد دنیا میں عاقل نہیں
زیادہ کوئی تم سے غافل نہیں

خوشی کا یہاں کونسا ہے محل
بہت دور ہے آج کے دن سے کل

کہ شاید یہہ بیمار اچھا نہو
خدا جانے کل مجھکو ہویا نہو

کوئی بات ہمسے نہ بل کی کہو
کہو آج کی تم نہ کل کی کہو

گدا نے سنے پاس کے جب سخن
گیا بھول دو بات میں سب سخن

گیا روز باتوں میں یوہیں گزر
گیا پھر تو بستر بزیرِ شجر

ہوئی شب تو بولی نہ غافل رہو
کہ پہرا یہاں کون دیگا کہو

کہا مینے آرام میں آپ ہوں
فدا آپ پر میرے ماں باپ ہوں

کرو خواب کیا فکر کا ہے مقام
تمہاری کریگا حفاظت غلام

سلا کر غرض یار کو پیشتر
لگا گشت کرنے ادہر اور ادہر

گدا گرد پھر کر ہوا باغ باغ
نظر آئے روشن مجھے دو چراغ

کہا دل سے رستم ہو یا گیو ہو
کوئی ہو غرض جن ہو یا دیو ہو

کہاں ڈال سکتا ہے سایہ کوئی ‏ سمجھ لونگا گر پاس آیا کوئی
اُٹھانے نہ پایا تھا تیر و کماں ‏ کیا اتنے میں کھولے ہوئے وہ دہاں
قدم تک مرے یار کے آگیا ‏ بڑھا کچھہ تو پھر پاؤنکو کھا گیا
کھلی آنکھہ اِتنے میں دِلدار کی ‏ کہا اے خبر یار اب یار کی
نظر آیا وہ ہی جو ہمنے کہا ‏ مجھے کھانے آیا ہے یہ اژدہا
بچانا ہو میرا جو مدِّ نظر ‏ اِسے دم کی جانب سے تو قتل کر
ہوا اِسطرح مجھکو خوف و خطر ‏ پڑا تھا میرا نہ شمشیر پر
یہ دیکھا تو دِلدار نے یہہ کہا ‏ نہ تونے کیا کچھہ بھی چپکا رہا
مجھے دے بہت جلد شمشیر کو ‏ ذرا دیکھہ لے میری تدبیر کو
جو ہو تیغ چھاتی یہ تدبیر سے ‏ کٹے حلق اژدر کا شمشیر سے
نہ میں سانس بھی لے سکا خوف سے ‏ نہ تلوار بھی دے سکا خوف سے
کہا یار نے کیا تمہاری خطا ‏ گناہوں کی اپنے ہے ساری خطا
مری حال کو دیکھکر غور سے ‏ حذر کیجیو ظلم اور جور سے
یہ دم ہے بھروسہ کسیکا نہیں ‏ زمانہ میں کوئی کسیکا نہیں
یہ کہکر زباں اُسکی تتلا گئی ‏ شکم تک سے اژدہا کھا گئی
بیابانیں ویسے ہی بس چھوڑکر ‏ چلا آیا بستی میں منہ موڑکر
گدا نے یہانتک کہی داستاں ‏ یہ کہکر ہوا سوئے صحرا رواں

کہی آپ یہہ داستاں حور نے
کیا اسطرح سے بیاں حور نے

نہیں جھوٹ کہنی کا مجھکو مرض
یہی ہے مری اس بیانسے غرض

جو ہو کام اچّھا نہ وقفہ کرے
جو کرنا ہو کل آج توبہ کرے

ہوئی اُس بیاں سے سبھی بیقرار
کنیزیں بھی تائب ہوئیں ایکبار

بند ہا دخترِ راہزن کا خیال
خزاں میں ہے اجڑی چمن کا خیال

اثر ہو گیا کچھہ دلِ زار پر
کہی لعن دنیائے غدّار پر

بیانِ گدا سے ہوی اشکبار
گرے آنکھہ سے گوہرِ آبدار

شاہزادی کا طریقہ محبّت و یادِ خدا کو دریافت فرمانا عقیلہ کا اہلِ دنیا کی غفلت و ملک و مال کی بُرائی عیال و اطفال کی بیوفائی تن پروری کی مذمّت چند نقلوں میں بیاں کرکے سمجھانا

نصیبوں سے غمخوار ساقی ہوا
سبب یہہ بھی اک اتفاقی ہوا

خدا کے کرم پر سے یہہ اعتقاد
ملے ساغرِ آب حسبِ مراد

نہ ہو نشّہ میں بات کوئی فضول
سخن ترکِ دنیا کا ہو وے وصول

سخن صاف ہو مگر کی جڑ نہ ہو
بہکنے کو مجذوب کی بڑ نہ ہو

زمانہ سنے حقہ بات کا ‏ سخن پر گماں ہو کرامات کا
عقیلہ سے کہنے لگی حور یہ ‏ مرے دلکو ہے آج منظور یہ
جہانکی ہوا و ہوس دور ہو ‏ ریاضِ عبادت ہو اور حور ہو
رہونگی ہمیشہ نہیں اَوج پہ ‏ کہ دریائے فانی ہے اک موج یہ
نہیں ہم کسی روز سیلاب میں ‏ کنارہ یہ دریا کے ہیں خواب میں
کہ جائے یونہیں جان ایسا نہو ‏ گناہونسے سامان ایسا نہو
بسر ہو عبث زندگانی مری ‏ گداکا ہو قصہ کہانی مری
کوئی بات ایسی کہو راہ کی ‏ محبت بڑہے جس سے اللہ کی
گھٹے سلسلہ اور عبرت بڑہے ‏ خدائے جہاں کی محبت بڑہے
کسیکی نہ دلمیں محبت رہے ‏ تماشائی دنیا سے نفرت رہے
بڑہے ہر گھڑی روز حیرت مجھے ‏ کہ آئی یگانوں سے غیرت مجھے
عقیلہ نے سنکر کیا یہہ بیاں ‏ تجھے شاد رکھے خدائے جہاں
بڑی کی عنایت ہوا خواہ پر ‏ خدا یونہیں رکھے تمہیں راہ پر
جواں کوئی رستہ سے چلتا نہیں ‏ جو گرتا بھی ہے پہر سنبھلتا نہیں
جوانی میں عیش و طرب ہے پسند ‏ نصیحت جوانونکو کب ہے پسند
جوانونکو کب ہے اجل کی خبر ‏ کہاں آج رکھتے ہیں کل کی خبر
خدا جلد لایا تمہیں راہ پر ‏ جوانی میں پایا تمہیں راہ پر

سنیں آج جب آپ انصاف سے — کہیں ہم نہ کیوں سینہ صاف سے
ملا ہے محل آج فریاد کا — یہی وقت ہے داد بیداد کا
کہا پھر **عقیلہ** نے اک طور سے — سنو عرض بی بی مری غور سے
یہی عرض لونڈی کی ہے صاف صاف — جو ترکِ ادب ہو خطا ہو معاف
خدا پاک کا عشق آساں نہیں — کرو غور دانا ہو ناداں نہیں
خدا کی محبّت کہیں کھیل ہے — یہ لڑکوں کا پیاری نہیں کھیل ہے
اگر کوئی مرنے سے پہلے مرے — خدا پاک کی پھر محبّت کرے
کرے دور سب کچھ خدا سے ملے — اُسیکا ہو جب کچھ خدا سے ملے
ہمیشہ ہیں آنکھیں اُدھر اور اُدھر — گھڑی میں ہے سو پر ہماری نظر
کرے کب کسی سے کنارہ خیال — رہے سو جگھہ پر ہمارا خیال
تصوّر کہیں چشم تر ہے کہیں — کہیں رُخ کہیں دل نظر ہے کہیں
خیال و دل و چشم یکسو نہیں — کریں منہ خدا کیطرف رُو نہیں
ہو جب تعشق ہمیں غیر کا — بڑھا شر گھٹا سلسلہ خیر کا
خدا تک کہاں پھر رسائی ہوئی — دوئی تو ہے دلمیں سمائی ہوئی
سمجھنے کی ہے بات مشکل نہیں — کہیں ایک سینہ میں دو دل نہیں
کہیں ایک رخ پر دہاں دو نہوں — کہیں ایک منہ میں زباں دو نہوں
جدا ایک سے ایک گو رنگ ہو — قرینہ یہ ہو ایک جو رنگ ہو

یہ ممکن نہیں ہے اگر فرد ہو — وہی ایکدم شمع ہو زرد ہو
کروں دل کے دو دل یہ چھاتی نہیں — دو رنگی محبت میں بھاتی نہیں
صنم کی جسے اب محبت ہوئی — خدا کی اُسے کب محبت ہوئی
بنے ہیں جو ابلیس کے کاب گرگ — وہ سمجھیں گے آدم کو کیونکر بزرگ
جسے آج فرعون سی جاہ ہے — اُسے کوئی موسیٰ میں کب راہ ہے
کوئی بولہب کا اگر یار ہو — محمد کا کیونکر مددگار ہو
محبت جسے کفر و اصنام کی — اُسے کیا خبر دین و اسلام کی
جھکا ہے جو دیرِ صنم کیطرف — کہاں آنکھ اُسکی حرم کیطرف
ہوئی جسکی دنیا کے اوپر نگاہ — کہاں اُسکی عقبیٰ کے اوپر نگاہ
ہوا جو شریکِ یزیدِ پلید — ہوا کب رفیقِ حسینِ شہید
اگر حاکمِ شام کا دم بھرے — شہِ کربلا کا کہاں غم کرے
نگاہ و رخ و چشم و وہم و خیال — جو ہوں ایکدم دو طرف یہ محال
چلے ایک پاؤں نہ دو راہ پر — رہے ایک کب تہہ دو جاہ پر
بشر لاکھ ساعت میں صنعت کرے — نہ یہ ایک دل دو کی الفت کرے
کسی چیز کی جب نہ الفت کرے — تو اللہ کی پھر محبت کرے
کسیکو خدا سے نہ پیارا کرے — سبھی خشک و تر سے کنارہ کرے
نہ ایسا کبھی مرد و زن سے ہوا — ہوا بھی تو اک پنجتن سے ہوا

زمین و زن و مال و جان و پسر
انہیں پانچ چیزو پہ غش ہیں بشر

خدا کی محبت کا جب دم بھرے
کہ ان سب کو خالق پہ صدقہ کرے

کسی اور نے اسطرح کب کیا
کیا بھی تو شبیرؑ نے سب کیا

سمجھکر اُسے ایک طاعت کرے
عبادت ہے عشق و محبت کرے

خدا کی نہ طاعت سے آزاد ہو
بجا لائے جو کچھ کہ ارشاد ہو

ہدایت یہہ ہے سبکو غفار کی
محبت کرو آلِ اطہار کی

نہ پروا کرے دولت و مال کی
دل و جاں سے الفت کرے آل کی

کہا شاہزادی نے اے ماہرو
بجا ہے یہ سب آپ کی گفتگو

حقیقت ہے سب پر عیاں آل کی
محبت نہیں کسکو یاں آل کی

محبت ہے ان کی الگ کون سے
جو ہے کوئی ایسا وہ فرعون ہے

کہا پھر **عقیلہ** نے اے خوش نژاد
محبت ہے ہے آپ کی کیا مراد

جو صدقہ کرو جان و دل نہیں
کرو اب جو خدمت یہ ممکن نہیں

کہو گر کہ فرزندِ احمد ہیں یہہ
تو وہ شبہ آلِ محمد ہیں یہہ

نہ اسکا کسیکو بھی انکار ہے
جو کافر ہیں انکو بھی اقرار ہے

مسلماں ہی افضل سمجھا انہیں
کہ کافر بھی کہتا ہے اچھا انہیں

زبانی نہ الفت کا اظہار ہو
نہ یوں ہی محبت کا اقرار ہو

اطاعت کی خاطر ہو حکمِ رسولؐ
کرو آل کے حکم سارے قبول

عمل آپ یہ ہر ایک ساعت کرو
چلا جو کوئی آل کی راہ سے
نہ منزل پہ پہونچیں کسی راہ سے
جو کوئی شہِ کربلا سے پھرا
علیؑ سے پھرا مصطفٰےؐ سے پھرا
ملے لوگ دنیائے غدّار سے
یہ دھوکے کی ٹٹی ہے دنیا نہیں
یہ دنیا بھی ہے اک متاعِ غرور
رسولِ خدا جس پہ لعنت کرے
کرے کوئی دنیا سے کیا اتفاق
زمین و زن و زر پہ جو غش رہے
زمین و زن و زر کے مارے ہوئے
ہوا یاں جو تن پروری کا خیال
جو سامانِ اولاد پر کی نگاہ
زمانہ کی چیزوں سے نفرت کرو
ہٹا دل جو دنیا کی ہر چیز سے
بتوں سے اگر آپ نفرت کریں

محبت یہی ہے اطاعت یہی
ملا وہ محمدؐ سے اللہ سے
خدا کو ملیں سب اسی راہ سے
حسنؑ سے پھرا مرتضٰےؑ سے پھرا
پھرا جو نبیؐ سے خدا سے پھرا
الگ ہو گئے آلِ اطہار سے
یہاں اچھے سامان اصلا نہیں
کرو اس سے نفرت رہو دور دور
جو دانا ہو کب اس سے رغبت کرے
رسولِ خدا نے اسے دی طلاق
وہی آلِ احمدؐ سے سرکش رہے
رہِ دیں سے اکثر کنارے ہوئے
رہا کب خیالِ حرام و حلال
ہوئے ایک دن تو سپید و سیاہ
سنو حال لوگوں کا عبرت کرو
تو عقبیٰ کو جاؤ گے تمیز سے
تو جی سے خدا کی محبت کریں

مُوے واسطے جنکے اہلِ جہاں
سُنو بیوفائی کا اُنکے بیاں

اسیواسطے ہے یہ سُب استاں
حقیقت ہو دُنیا کی تمہیر عیاں

بشر کا ہوا حال معلوم یہہ
ہوا آرزو سے جو محروم یہہ

بجز رَبّ کرے جو کسیکو پیار
تو وہ ہی کرے اُسسے آخر کنار

مذمت اہلِ سلطنت

پلادے اگر ساقیا کچھہ شراب
کروں ایک ظالم کی ہستی خراب

نہ ایسی ہی چھوڑوں خرابا تمیں
کہ پہنچاؤں دوزخ تلک باتمیں

ہمیں چین ہووے اُسے درد ہو
چلے وہ جہنم میں دل سرد ہو

جہنم میں ہووے ستمگر کباب
مجھے اجر سولا کہہ تجھکو ثواب

یہ ہے دشمنِ حق عدو آل کا
حقیقت میں شیطاں کا ھی بالکا

کرے جسکو رَبِّ جہاں بادشاہ
رہے اُسکی حکمِ خدا پر نگاہ

شراب حکومت سے بالائی تخت
سنبھلتا ہے تسپر کوئی نیک بخت

کرے کون رحم و کرم تخت پہ
سماتے ہیں دلمیں ستم تخت پہ

کہاں تخت پر صاحبِ داد ہو
اگر ہو تو فرعون و شداد ہو

کہاں تخت پر کام اچھا کرے
کرے جب خدائی کا دعوی کرے

جو انساں ہو غولِ بیاباں بنے
بنے دیو جن بھوت شیطان بنے

جفا کار مکار غدار ہو — شرابی ہو زانی ہو خونخوار ہو

درندہ بنے ہو بہو تخت پر — سپیدئے نیک و بد کا ہو تخت پر

ہوئی شاہ کو جب ہوائے شکار — تو پھر آدمی ہو بجائے شکار

جو ظلم و ستم سے بھی فرصت ہوئی — بتوں سے وہیں گرم صحبت ہوئی

کسی کا نہ درد و مصیبت سنے — سنے بھی تو نیکوں کی غیبت سنے

خوشی سے جہاں کی مذمت سنے — بڑے شوق سے اپنی مدحت سنے

اگر کچھ بتوں سے فراغت ہوئی — نہ پھر گرم بزم عدالت ہوئی

کبھی گنجفہ گاہ شطرنج ہے — جو کچھ ہے سر سے اسمیں شش و پنج ہے

بلا ملک و دولت تمہیں تخت سے — مجھے خوف ہی تاج اور تخت سے

تجھے کوئی دیکھے دعا یہ کرے — رہے خیر سے تو خدا یہ کرے

یہی دل ہی چشم و نیت رہے — تجھے تخت پر آدمیت رہے

سر تخت بیٹھو عدالت کرو — زمیں پر رہو جب عبادت کرو

نہ اتنا ہی کہکر کنارا کروں — بیاں حال ظالم کا سارا کروں

سنیں حال جب آپ عبرت کریں — کہ تخت و حکومت سے نفرت کریں

ہوئے ذبح جس دن حسین شہید — ہوا شاد دلمیں نہایت یزید

ہوا خوش تباہی سے سادات کی — قساوت بڑھی اور بدذات کی

گناہوں سے دل ہو گیا سب سیاہ — کری روز کیونکر نہ بڑھکر گناہ

پھرا جب ستمگار اللہ سے — تو پھیرا اسے ظلم نے راہ سے

زنا، سود و اغلام جایز کیئے | بُرے جتنے تھے کام جایز کیئے
ڈرا کچھ نہ خالق سے خانہ خراب | دیا عہد میں اپنے حکم شراب
بنے آہ پیرِ مغاں جب یزید | کریں مَے پرستی نہ کیونکر مُرید
بنا شامیوں کا جو ظالم امام | برابر ہوئے پھر حلال و حرام
کرے جب یہہ باتیں خلیفہ حلال | ہوئی پھر تو دُنیائے جیفہ حلال
نکالا یہ سب سے عجائب نکاح | کیا عقد بھائی بہن کا مُباح
نہ چھوڑا کوئی کام بے پیر سے | کیا عقد بھائی کا ہمشیر سے
پھری پھر نظر کچھ جو مقہور کی | تباہی مدینہ کی منظور کی
ستمگر کی ہر دم یہی تھی نگاہ | کہ اہلِ مدینہ کو کیجے تباہ
روانہ کیا جب گروہِ کثیر | مدینہ میں پہنچی جو فوجِ شریر
زن و مرد پر ظلم بے حد کیا | کیا قتل لوٹا مقیّد کیا
زیادہ یہ خلقت کو صدمہ دیا | زنا فوج نے عورتوں سے کیا
کیا کچھ نہ پاسِ رسولِ انام | کہ گھر امِّ سلمہ کا لوٹا تمام
فرشتے جہاں آئیں آداب سے | بھرا وہ مکاں لید و پیشاب سے
نبی کی جو مسجد میں بدعت ہوئی | کئی دن تلک کب جماعت ہوئی
ہوئی پھر نہ واں تین دن تک نماز | جھکایا کسی نے نہ فرقِ نیاز
رہا تین دن تک غرض قتلِ عام | مدینہ کو لوٹا کیئے اہلِ شام

قلم کو نہیں آہ تاب و تواں
کرے ظلم جو شامیونکے بیاں

یہہ شہرِ نبیؐ کی سنتی داستاں
سنو خانۂ کبریا کا بیاں

گئی پہر جو مکّہ میں فوجِ یزیدِ لعیں
دکہائے زمانہ کو اوجِ یزیدِ لعیں

جو تہا کعبہ پاک رشکِ بہشت
وہاں پر گرائے بہت سنگ و خشت

ہوا آہ کعبہ پہ ظلم و ستم
گئے ٹوٹ بالکل ستونِ حرم

تسلّی ہوئی فوج کی جب ذرا
جو صحنِ حرم پتہروں سے بہرا

جلایا لباسِ حرم بہی تمام
لباسِ حرم سے پکایا طعام

گئی رہ نہ کعبہ رہا بے لباس
رہے اہلِ مکہ میانِ ہراس

ستم جب یہ حکمِ لعیں سے ہوا
اسی دن یزیدِ لعیں بہی موا

پڑا جلد اللہ کے قہر میں
سوا شام کے وہ کسی شہر میں

رہا آہ تختِ خلافت کہاں
رہا لشکر و ملک و دولت کہاں

سوارونکا کب ساتہہ دیتا لیا
اکیلے جہنّم کا رستہ لیا

جہنّم میں سفیاں کا پوتا گیا
جوانی میں پیری کو روتا گیا

ہوا خواہ جتنے تہے سب ساتہہ ہیں
جو تہے ساتہہ دنیا میں سب ساتہہ ہیں

جو لشکر ہے حکمِ خلافت نہیں
جہنم میں گہر کی حکومت نہیں

جفا کار تہوڑے دنوں تک جیا
ستم اس زمانہ میں کیا کیا کیا

نہ دیکہی تہی منزل کڑی موت کی
کہ آخر تہی اک دن گہڑی موت کی

ہزاروں ہی سرکش زمیں پر ہوئے | زمیں پہ مُوئے غش زمیں پر ہوئے
کسی نے کیا دل سے کارِ زمیں | الگ کر دیئے خار زارِ زمیں
کوئی عیش میں عمر کاٹا کیا | صفا کی زمیں دور کانٹا کیا
بنایا زمیں کو ہر اک راہ سے | کیے کھیت سرسبز ستو چاہ سے
کسینے زمیں دل سے آباد کی | اسمیں فقط عُمر برباد کی
کسی نے زمیں پر چمن کر دیا | بیاباں کو رشکِ ختن کر دیا
کسی نے زمیں پر رواں نہر کی | کسی شہ نے ڈالی بنا شہر کی
کسی نے زمیں پر بنائے مکاں | دکھائے تماشائے قصرِ جناں
کسی نے زمیں پر فدا زر کیا | کسی نے تصدق تن و سر کیا
کسی نے فرشتونکو حیراں کیا | زمیں پر فدا دین و ایماں کیا
ہوئی سبز گلشن زمیں آنکھ میں | سمایا نہ ماہِ مبیں آنکھ میں
اسی سے حسینونکی شیدا ہوئے | کہ خاکِ زمیں سے یہ پیدا ہوئے
زمیں سے نہ تھا اور بہتر انہیں | بتِ چیں زمیں کے تھے ٹھہرا انہیں
نہ کی آہ دنیا میں دیں کی ہوس | دمِ مرگ تک تھی زمیں کی ہوس
زمیں پر نظر آئی جب سبز کشت | تو جانا یہی ہے بہارِ بہشت
نظر میں زمیں کے ہیں نہر و چمن | چمن خلد ہے نہر نہرِ لبن
وہ آبِ بقا ہے جو یاں آب ہے | نہ کم حوضِ کوثر سے تالاب ہے

خدا و نبیؐ سے کنارہ کیا
زمیں سے نہ کچھہ اور پیارا کیا

سمائی نہ افسوس پیاری زمیں
جو رکھتے کلیجہ میں ساری زمیں

نہ کی جنگ دنیا میں دیں کے لیئے
لڑے آہ باہم زمیں کے لیئے

خدا پر موئے اور نہ دیں پر موئے
زمیں کے تھے عاشق زمیں پر موئے

زمیں پر بنائے مکانِ خوبتر
مکانوں میں لگائے چمن سبز سبز

زمیں پر کیا دخل شو راہ سے
کیا نہر سے سبز یا چاہ سے

مگر یہہ زمیں آہ کس کی ہوئی
اُسی کو لیا مُنہ میں جسکی ہوئی

زمیں کو سبھی اپنا کرتے رہے
زمیں پر دل و جاں سے مرتے رہے

زمیں نے نہ چھوڑا یہاں ایک کو
لیا آج بد کو تو کل نیک کو

زمیں سے نہ بس ساتھہ کچھہ لیگئے
زمیں کو ہی خاکِ بدن دیگئے

زمیں سے نہ ٹکرا قدم بھر لیا
زمیں نے بھی اپنا شکم بھر لیا

نہ صحنِ مکان و چمن میں رہا
بدن بھی زمیں کے دہن میں رہا

بس اُن ساتھہ اُنکے تھیں یہی زمیں
یہیں ملک ہے اور یہیں ہے زمیں

خدا کو خبر ہی کہاں چھپ گئے
چھپے پہلو وہ پھر نشاں چھپ گئے

زمیں نے نہ اُنکے بتائے نشاں
بدن کیطرح سب چھپائے نشاں

بتائے نہ قصر و چمن کی طرح
نشاں بھی چھپائے بدن کیطرح

ہمیشہ سے چرخِ جفا کار یہہ
ہے نام و نشاں سے ہی بیزار یہہ

مٹاتا ہی پاتا ہے جسکا نشاں — یہاں نام کسکا ہی کسکا نشاں

تہ خاک قیصر ہے فغفور ہے — اسی میں ہی جو شخص مشہور ہے

کہیں ہی سکندر سلیماں کہیں — کہیں زال و رستم ہی لقماں کہیں

یہ جہیلا کہہ اہل نشاں کے نشاں — دلا ڈہونڈتا ہی کہاں کی نشاں

یہ ہی نقل اک گوہر بے بہا — کسی نے یہ عبد الملک سے کہا

کہ مجہکو ہوا ہے عجب اتفاق — کروں تجہسے ظاہر یہ ہی اشتیاق

جو کوفہ میں دار الامارت ہے یہ — کہ جسکی طرف اب اشارت ہے یہ

اسی میں تہا موجود ابن زیادؔ — ستم سے تہا خوشنود ابن زیاد

اسی گہر میں ظالم کے پیش نظر — سر شہر دین تہا اک ڈہال پر

تفاوت بیانمیں نہیں ہی ذرا — یہیں پر نظر آیا یہہ ماجرا

سر ابن مرجانہ اک طشت پر — نظر میں تہا مختار کے سر بہر

پہری جسگہڑی پہر ہوا جہاں — تو دیکہا ہے مختار کا سر یہاں

لب فرش مصعب کے ہی سامنے — طلسم جہاں سب کے ہی سامنے

بس آگے یہ مصعب کی ہی گفتگو — کہ سر اسکا دیکہا ترے روبرو

سنا جب یہ عبد الملک نے بیاں — کہا خوف سے یہ کہ رب جہاں

نہ سر پانچواں یاں دکہائے تجہے — نظر پچہلی صورت نہ آئے تجہے

نہ پہر کچہہ خیال عمارت کیا — کہ مسمار دار الامارت کیا

سبھی اہلِ دنیا کی یہہ چال ہے
مگر اہلِ دیں کا جدا حال ہے

ہمیشہ کوئی چیز قایم نہیں
جہاں ایک صورت پہ دایم نہیں

ہزاروں ملک مالک تخت و تاج
ہزاروں طرحدار نازک مزاج

ہزاروں بہادر یلِ صف شکن
ہزاروں جواں زینتِ انجمن

ہزاروں ہنرمند صاحب کمال
ہوئے گردشِ چرخ سے پایمال

رہے وہ نہ اُنکے نشاں گھر رہے
فقط ٹھوکروں کیلیئے سر رہے

نہیں یہہ کہ بگڑے مکاں کیطرح
مٹے نام سبکے نشاں کیطرح

ذکرِ بے وفائی عورات بدذات

جو ساقی زیارت تھی مشکل تری
ملی ہے نصیبوں سے محفل تری

پھرانا نہ محروم در سے مجھے
ملے جام پہلے سفر سے مجھے

نہ ہم نشہ میں کچھ برائی کریں
بتوں کی بیاں بیوفائی کریں

چڑھے ہیں یہ مدحت سے افلاک پر
گرائیں مذمت سے اب خاک پر

زمانہ سنے ہجو نفرت کرے
نہ کوئی بتوں کی محبت کرے

کریں کام اُلٹا یہہ ہٹ پر رہیں
کریں جب بھلے کو برا یہہ کہیں

چلیں کب زمانہ میں یہہ راہ سے
اگر چاہ آئے گریں چاہ سے

سلیماں کو چھوڑیں ملیں دیو سے
فلک سے زمیں پر گریں دور سے

چلیں راہ بیناے دل توڑ کر　　پڑیں غار میں تخت کو چھوڑ کر

نہ لیں پھول کو ہاتھ میں پیار سے　　چھدائیں جگر نشترِ خار سے

نہ ڈالیں نظر بلبلِ باغ پر　　کریں آنکھ ہر دم رخِ زاغ پر

نہو خوانِ نعمت کی انکو ہوس　　بنیں آپ بیت الخلا کی مگس

جسے چاہیں تا زو ادا سے ملیں　　جدا شاہ سے ہوں گدا سے ملیں

نہ چھوئیں صنم کو جو سونا سنے　　نہ کھیلیں اگر بت کھلونہ بنے

نہ جاگیں جو کاکل شبِ قدر ہو　　جبیں کو نہ دیکھیں اگر بدر ہو

جو ابرو ہلال مہ عید ہو　　وہ ہوں کور آنکھیں جنھیں دید ہو

جو سیدھا ہو قد + دار سمجھیں اسے　　جو عارض ہو گل + خار سمجھیں اسے

کسی عضو کو ہم نہ بہتر کہیں　　جو لبتہ بھی لب ہو تو پتھر کہیں

جو کعبہ سے آئیں نہ لیں پاؤں نکو　　قدم پر جو رکھیں ملیں پاؤں کو

جو ہو سنگِ اسود بھی مس ہاتھ سے　　نہ لیں آبِ زمزم کو بس ہاتھ سے

زمانہ میں اک نقل مشہور ہے　　سناؤں تجھے اب یہ منظور ہے

کسی نے برہمن کو بخشا ثمر　　کہا اس ثمر کا یہی ہے اثر

جو کھائی کوئی از رہِ اعتقاد　　تو ہو عمر اس کی جہاں میں زیاد

یہہ کاہیکو پہل میں کرامات تھی　　مگر امتحاں کے لئے بات تھی

برہمن نے پایا ثمر چلدیا　　کہا دیوتا نے عجب پہل دیا

کہا اپنی زوجہ سے وصفِ ثمر ‏ کہا نصف کہاتا ہوں تمیں بیشتر
جو باقی رہی نصف تو کہا یُو ‏ نہ دلمیں کوئی اور رشک لائیو
دلوں میں ہیگی نہ کوئی ہوس ‏ جئیں گے جہا میں ہزاروں برس
یہ سُنکر پُکاری زنِ پارسا ‏ بھلا ایسے جینے سے کیا فائدا
نہ ہووے مرض سے افاقہ کبھی ‏ کبھی گھر میں کہانا بھی فاقہ کبھی
کبھی تو بھی فاقہ سے رُخسار زرد ‏ غذا سے کبھو قت سینہ میں درد
کبھی تو دلوں میں بھی فکرِ معاش ‏ کبھی ہے مرض میں دوا کی تلاش
پھرے مانگتے بھیک بنکر گدا ‏ کرینگے بھلا کیا یہہ جی کر شدا
یہاں پر ہے راجہ بڑا نیکنام ‏ کرینتے ہیں جسّے خلایق کی کام
جو راجہ کو ہووے جہا میں ثبات ‏ تو بھی زیست اُسکی جہاں کی حیات
نہ دلمیں تردُّد کم و بیش کر ‏ یہ راجہ کو تحفہ ابھی پیش کر
وہ دے زر کہ بخشے معافی تجھے ‏ وہی عمر بھر کو بھی کافی سمجھے
برہمن نے جسدم سُنا یہہ سخن ‏ کہا خوب کہتی ہے اے نیک زن
یہ سُنکر برہمن نہ ٹھہرا ذرا ‏ گیا پاس راجہ کے مثلِ صبا
یہ کی عرض راجہ سے اے نامور ‏ مرے ہاتھ میں بھی عجب اک ثمر
ہوا سبز یہہ آبِ ظلمات سے ‏ یہ جانو ملا خضر کے ہاتھ سے
عجب اک ثمر ہے یہہ بندہ نواز ‏ جو کہاوے اسے عمر ہووے دراز

کہاں اس ثمر کے ہو لائق غریب
یہ پہل خود بدولت کو ہووے نصیب

پناہِ خلایق تری ذات ہے
جیئے تو ہمیشہ تو اک بات ہے

کہا جب برہمن نے اک راہ سے
لیا پہل وہ راجہ نے سو چاہ سے

بڑی اُسکو جاگیر دی زر دیا
تونگر اُسے آن میں کر دیا

ملی جسکو گہڑی دولتِ بیحساب
گیا پاس رانی کی راجہ شتاب

دل وجاں سے رانی کا مشتاق تہا
گہڑی کا اُسے ہجر بہی شاق تہا

یہ راجہ کو رانی سے تہا اعتقاد
کہ عاشق ہے مجہپر یہ مجہہ سے زیاد

کہا اپنی رانی سے حالِ ثمر
سُنایا سراسر کمالِ ثمر

کہا وہ نہ تیرا اجل کہائیگا
جیئے گا ہمیشہ جو پہل کہائیگا

کہو تو دلونمیں چہپائیں اسے
ابہی آپ ہم دونو کہائیں اسے

پکاری یہ رانی کہ جانِ جہاں
جیئے تو ہے جبتک ہے شانِ جہاں

خدا جانے دل اوڑ گیا ہے کہیں
مرا آج جی کچہہ ٹہکانے نہیں

مرض کیطرف سے میں مجبور ہوں
لہذا اطاعت سے معذور ہوں

یہ سُنکر کہا پہل کو رکہو کہیں
اسیوقت پر مُنحصر کچہہ نہیں

خوشی جب تمہاری ہو پہل کہائیو
جو دل آج ہیکل ہے کل کہائیو

یہ رانی سے کہکر بڑی پیار میں
گیا آہ راجہ تو دربار میں

نہ پہر چین رانی کو دم بہر رہا
بُلا کر وہیں محتسب کو کہا

یہ راجہ تو لونڈی پہ قربان ہے — فدا محتسب پہ مری جان ہے
یہہ راجہ سے تیرے لیئے پھل لیا — چھلاوا تھی بات میں چھل لیا
سنا وصف پھل کا مزا آگیا — نہ تھے پاس تم دل یہہ گھبرا گیا
تمہیں خاک ہو اشتیاقِ ثمر — مجھی پر ہے ظاہر مذاقِ ثمر
لگی گو کہ اسکو ہوا سوت کی — مگر یہہ ثمر ہے دوا سوت کی
کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر — شکم میں مرے درد ہے اسقدر
نہیں میرے موجود ہوش و حواس — مجھے اپنے مرنے کا ہے اب ہراس
غلام آپ کا آج مجبور ہے — جو زندہ رہا کل نہیں دور ہے
کہا خیر رہنے دو کل کھائیں گے — اگر ہے مقدر میں پھل کھائیں گے
یہیں چھوڑے جاتی ہوں دیکھو ثمر — اسے پاس رکھیو مثالِ جگر
گئی آہ رانی بچا کر نگاہ — اُدھر محتسب بھی چھپا کر نگاہ
سنو محتسب کا بیاں غور سے — تعشق تھا اُسکو کسی اَور سے
یہاں بات کرنا اُسے شاق تھا — کہ وہ ایک رنڈی کا مشتاق تھا
گیا آہ رانی سے لیکر ثمر — ہوا استاد رنڈی کو دیکر ثمر
کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر — شکم میں مرے درد ہے اسقدر
نہیں چاہتی تو ہی جانی مجھے — بہت پیار کرتی ہے رانی مجھے
مجھے پھل عنایت کیا اسلیئے — کہ کھائے ثمر کو ہمیشہ جیئے

نہ اب انتظاری دکہاؤ مجھے — یہ پہل آپ کہاؤ کہلاؤ مجھے

پکاری یہہ رنڈی کہ ای خیرخواہ — مبارک ہے تجہکو لونڈی کی چاہ

نہ یہ آپ کہنا کہ کچھ ناز سے — طبیعت مری آج ناساز ہے

رہا چین دلکو اگر رات بھر — تو پہل کہائینگے دونو وقت سحر

نہ سمجھا کہ رنڈی بہت دور ہے — کہا سادہ پن سے کہ منظور ہے

الگ جگہ رہی ہوگیا کوتوال — ہوا اور رنڈی کے دلمیں خیال

زبانہ سے رنڈی کو عبرت ہوئی — سنا حال رانی کا حیرت ہوئی

نہ پہر گہر ہیں ٹہری کسی راہ سے — گئی پاس راجہ کے سو چاہ سے

کھڑی ہوگئی پہر ادب سے الگ — کہا عرض کرنی ہے سب سے الگ

جو راجہ نے رنڈی کو پایا الگ — تو کچھہ سوچکر پہر بلایا الگ

کہا پہر یہہ راجہ نے مطلب کہو — جو کہنا ہے تمکو ابھی سب کہو

کہا کیا کرے عرض لونڈی ذلیل — خلاف ادب ہے مری قال و قیل

یہ ناچار کہتی ہے یہہ بدنصیب — مرے پاس پہل ہے عجیب و غریب

کروں عرض کیا اور ای نیک ذات — بڑہاتا ہے یہہ پہل جانمیں حیات

تم گو کہ یہہ تحفۂ غیب ہے — جو بدکار کہائے اسے عیب ہے

جو کہایا اسے عیب پیشہ رہی — جہنم میں گویا ہمیشہ رہی

جیئے کچھہ وہی جو کہ مر کر جیئے — جیئے خاک جو عیب کر کر جیئے

گنہگار ہیں پہل کی شایق نہیں
یہ نعمت تو لونڈی کی لایق نہیں

بلائیں جہاں آپ سے دور ہو
یہ نذرانہ لونڈی کا منظور ہو

نہیں گو ہمیشہ ثباتِ جہاں
تری زندگی ہو حیاتِ جہاں

ہمیشہ رہے تو میانِ جہاں
نہو تجھہ سے خالی مکانِ جہاں

ترے فیض سے خلق دل شاد ہو
رعیت خوشی ملک آباد ہو

اماں خلق پائے دعا یہ کرے
یہ جیئے تو ہمیشہ خدا یہ کرے

سنی آہ رنڈی کی جب گفتگو
بہت خوش ہوا راجہ نیک خو

لیا پھر تو لونڈی سے پہل بھولکر
کیا یاد رزّاق کو بھول کر

دیا تال رنڈی کو زیور دیا
دیا ملک جاگیر میں زر دیا

محل میں گیا راجہ نامور
کہا اپنی رانی سے اے ہمبر

ہوئی آج کل دل ترا شاد ہے
ثمر کی بھی کچھ آپکو یاد ہے

جو منظور تھے پہل کہلاؤ ہمیں
کہاں وہ ثمر ہے دکھاؤ ہمیں

پکاری یہ رانی ہوا ہے قصور
وہ لونڈی نے پہل کہا لیا ہے حضور

پکارا یہ راجہ نہ اچھا کیا
کیا خاک گر نوش تنہا کیا

غرض یہ تمہاری ہی ہم تو مریں
کسی اور سے آپ عشرت کریں

وہ پہل آپنے محتسب کو دیا
وہ پہل نذر رنڈی کو آسنے کیا

کیا نفس نے تجھکو خوار و ذلیل
کہ رنڈی ہی تجھہ سے تو نکلی بخیل

دغا آہ کی مجھہ سی اس وصل پر
تبرا ہی تجھہ پر تری اصل پر

کہا دیکھہ لے تو بھی ای بد سیر
کہ رنڈی نی بخشا ہی مجھکو ثمر

کبھی بار جب آپ سکو د کھلا لیا
اسی جا یہ راجہ نے پہل کھا لیا

وہیں کر دیا ترک تاج و سریر
ہوا چھوڑ کر راج راجہ فقیر

سنائی ہی رانی کی یہ داستاں
سپاہی کی زوجہ کا ہی اب بیاں

نقل بے وفائی زوجہ برہمن

عقیلہ یہہ بولی بصد انکسار
کہ ای شاہزادی والا تبار

کیا میں نے جب عورتوں کا بیاں
کہی پہلی پہلے پہل داستاں

اسیوقت ہر بات کا ہی محل
سناتی ہوں گزری ہے جو آجکل

جو آگاہ اوروں کی ہو چال سے
تو تصدیق ناصح کی ہو چال سے

برہمن چلا کوئی لاہور سے
جو دیکھا اسے چور نے غور سے

یہ سمجھا کہ اسباب میں مال ہے
کہا ہم ہیں مالک یہ جنجال ہے

بنا پھر مسافر چلا ساتھہ یہہ
یہ مطلب کہ مارے کہیں ہاتھہ یہہ

یہ ہرچند عیار و مکار تھا
برہمن بھی رستہ میں ہشیار تھا

رہا گھات میں ساتھہ یہہ گھر تلک
مگر ہاتھہ پہنچا نہ تھا زر تلک

برہمن نے در پر کیا کچھہ قیام
کہا چور نے ہے یہ رخصت غلام

وہ بولا مرے ساتہہ آئیں جناب ۔ جو کچھہ نوش کرلیں تو جائیں جناب
برہمن مکاں کے جو اندر گیا ۔ تو پہر چور گہر میں برابر گیا
حفاظت سے اسباب کہا تمام ۔ جو بیٹہا تو زوجہ سے مانگا طعام
مگر پہلے زوجہ نے صدقہ دیا ۔ قدم دہوئے شوہر کے پانی پلا
تعجب ہوا چور کو دیکہہ کر ۔ کہا دل میں ایسی بہی ہیں بشر
تکلف سے کہانا دیا چور کو ۔ کہ پہر آئی رحنی کیا چور کو
گیا چور گہر سے تو باہر چہپا ۔ ہوئی شام ڈہوڑہی کے اندر چہپا
گیا تہا نہ ڈہوڑ میں روشن چراغ ۔ کہ ہے دزد دوزانی کا دشمن چراغ
تہکا تہا برہمن ادہر سو گیا ۔ ادہر دزد بہی مطمئن ہو گیا
ابہی در کہلا تہا کوئی ناگہاں ۔ جہاں دزد بیٹہا تہا آیا وہاں
مگر چور اسکو نہ آیا نظر ۔ مکانمیں ادہر اور ادہر دیکہکر
برہمن کی عورت کہڑی تہی جہاں ۔ تو اک سنگریزہ کو پہینکا وہاں
اشارہ کو پاکر وہ خانہ خراب ۔ جہاں مرد بیٹہا تہا آئی شتاب
کہا آج آیا ہے شوہر مرا ۔ بسا ایک مدت میں اب گہر مرا
زیادہ نہ لوگومیں بدنام کر ۔ کہیں اور تو آج آرام کر
اسے کل زیادہ پلاکر شراب ۔ میں ہونگی ترے پاس آکر شتاب
کہا یار نے یوں نہ لے پار کر ۔ کہ شوہر کو اپنے ابہی مار کر

تسلی سے آکر ملاقات کر
کرے قول پورا تو کچھہ بات کر

اگر قتل کرنیسے انکار ہے
نہ پھر آپسے کچھہ سرو کار ہے

زیادہ نہیں آپسے پھر کلام
کروں عشق کو تیرے جھک کر سلام

یہ سُنتے ھی کہنے لگی نابکار
کروں تجھہ پہ قرباں شوہر ہزار

جو راضی ہے اسمیں یہہ اقرار کر
تو آتی ہوں دم میں اُسے مار کر

کہا یار نے ہاں رضامند ہوں
یہ خدمت کریں آپ خورسند ہوں

یہ کہکر گئی وہ میانِ مکاں
ہوا خوف سے مرد گھر کو رواں

کہا دلمیں اب غار تیار کر
اُسی میں دبا دے اُسے مار کر

گئے کھودنے غار کو بدشعار
تو پھر چور رونے لگا زار زار

یہ سوچا بچانے کی کچھہ راہ کر
جگاکر برہمن کو آگاہ کر

اسے پھر رھی تاب طاقت کہاں
گیا تھا برہمن کا بستر جہاں

جگایا اُسے چور نے خواب سے
جو اُٹھا تو بولا یہہ آداب سے

مسافر نہ تھا چور تھا یہہ غریب
رہا مال سے آپکے بے نصیب

سرِ شام ڈھوسی میں آکر چھپا
کہ حاصل کروں گوہرِ مدعا

غرض تھی مجھے آپکے مال سے
کہ لوں مال شب کو کسی چال سے

تمھیں ہوا ودھر عیش و عشرت نصیب
ادھر ہو مجھے مال و دولت نصیب

ڈرا تیری عورت کی میں چال سے
کنارہ ہوا اسلیئے مال سے

کیا اُسنے اقرار یہہ یار سے — کہ مارے تجھے آج تلوار سے
سُنا جب برہمن نی یہہ ماجرا — کیا پہلے کچھ چور سے مشورا
اُسے پہر چھپر کھٹ کی نیچے کیا — دوپٹہ کے دامن کو مُنہ پر لیا
اُسیوقت عورت وہاں آگئی — جو لی ہاتھ میں تیغ گھبرا گئی
سنبھل کر جو چاہا کرے وار کو — لیا چھین شوہر نی تلوار کو
کیا دو اُسے ایک تلوار میں — چھپایا بدن کو اُسی غار میں
اُسیوقت حاکم نے پاکر خبر — برہمن کی لی جلد آکر خبر
لیا ہاتھہ سی چھین تلوار کو — کیا قید دم میں خطاوار کو
برہمن نے جب کچھ اشارہ کیا — بیاں چور نے حال سارا کیا
جو حاکم نے کچھ اور دیکھا حساب — برہمن کو شفقت سے چھوڑا شتاب
کروں ذکر رنڈیکا اب آپ سے — جو دیکھا ھی کہتی ہوں سب آپ سے

حکایت ایک رنڈی کی کہ جسنے ایک یار کو چھوڑا اور دوسرے سے سلسلہ جوڑا

حکایت سناتی ہوں اک یار سے — سُنا ھی جو کچھ میں نے اخبار سے
سُنا ھی یہی اک جوانِ حسین — ہوا ایک رنڈی پہ عاشق کہیں
سو اُنکی تہا ہر کار تقدیر سے — لیا عقد میں اُسکو تدبیر سے

رہی چار دن یہی نہ اک طور پر — کہ رنڈی وہ عاشق ہوئی اور پر
خیالِ محبت زیادہ ہوا — نکلنے کا گھر سے ارادہ ہوا
یہی سوچ کرتی تھی ہر گھڑی — کہ شوہر کو ہے مجھ سے الفت بڑی
مجھے یار لیکر جہاں جائیگا — ہر اک ڈھب سے یہہ بھی وہاں جائیگا
بچیگا نہ پھر کوئی تدبیر سے — خبر لیگا دونو کی شمشیر سے
چلیں جیتے جی ہی کہ مر کر چلیں — تسلی ہی شوہر کی کر کر چلیں
مرض تھا نہ رنڈی کو تقدیر سے — ہوئی آپ بیمار تدبیر سے
پکاری یہ شوہر کو اے دل حزیں — نہیں زندگی کا مجھے اب یقیں
ترقی پہ ہر دم ہے میرا مرض — رفاقت میں دو چار دن ہیں غرض
فقط دلمیں باقی ہے یہہ آرزو — بنے قبر پختہ مرے روبرو
جو ہو سنگِ مرمر سے لوحِ مزار — تو روزن ہوں تعویذ میں تین چار
اوسی کے ذریعہ سے شام و سحر — کرے قطرۂ آبِ رحمت گزر
کفن اور لحد جب کہ تیار ہو — اُسی دم تسلیِ بیمار ہو
کہا جب یہ رنڈی نے رو کر سخن — ہوا جلد تیار قبر و کفن
جو ملنے کا پایا محل یار سے — کہا جلد کچھہ کان میں پیار سے
دوا اک سرِ شام وہ سونگھکر — ہوئی آہ بیہوش شب تک مگر
اثر آہ اپنا دوا کر گئی ٭ — کہا سب نے رو کر قضا کر گئی

نہ آئی طرحدار جب ہوش میں — لگا رونے شوہر بھی اک جوش میں

دیا جلد خلقت نے غسل و کفن — اٹھا کر چھپایا لحد میں بدن

جو دفن و کفن سے فراغت ہوئی — روانہ سوئے شہر خلقت ہوئی

محبت تھی رنڈی کو جس مرد سے — سر قبر پہونچا عجب درد سے

اکھاڑا وہ تعویذ اک زور سے — نکالا طرحدار کو گور سے

سنگھائی دوا ہوش کی جس گھڑی — کھلی آنکھ رنڈی کی جب نبض ٹہری

وہیں قبر کو خاک سے بھر دیا — اسیطور تعویذ کو کر دیا

لیا ساتھ اس فتنۂ دہر کو — گیا یار رنڈی کا اک شہر کو

کیا گھر میں شوہر نے ماتم بپا — رہی مدتوں لب پہ آہ و بکا

کئی ماہ کے بعد پھر نیک خو — ہوا گھر سے باہر کسی کام کو

مقدر پھرا کر اسے دہر میں — غرض لیگیا پھر اسی شہر میں

ہوا ایک کوچہ میں ناگہہ گزر — پڑی آہ رنڈی پہ اس کی نظر

وہ باتیں کیا کی کسی اور سے — یہ حیرت سے دیکھا کیا غور سے

غرض اپنی زوجہ کو پہچانکر — الگ ہو گیا اس گھڑی جانکر

کیا جمع مخلوق کو پیشتر — کہا حال زوجہ کا سب سر بسر

نہ چھوڑا انہیں شہر و بازار میں — غرض لیگیا اونکو دربار میں

کہا حاکم وقت سے حال سب — کیئے عرض عورت کے افعال سب

جو زوجہ نے شوہر کی تائید کی / تو پہر یار نے بھی نہ تردید کی

جو حاکم نے پوچھا سزا کے لیئے / کہا اسنے چھوڑا خدا کے لیئے

یہی تہا فقط مجھہ کو مدِ نظر / عیاں مکر رنڈی کا ہوا آپ پر

کہا اسنے پہر ساتھہ لیجائیئے / کہا اس نے ایسا نہ فرمایئے

کہاں مجھکو رنڈی کی اب چاہ ہے / خدا کا ہوں میں میرا اللہ ہے

زنِ بیوفا سے جو عبرت ہوئی / اُسے ساری خلقت سے نفرت ہوئی

عزیزوں سے اپنے کنارا کیا / بیابانمیں رہ کر گزارا کیا

لکھی ایک رنڈی کی یہہ داستاں / کروں اور کا آپ سے اب بیاں

نقل ایک رنڈی کی کہ جسنے یار کی داڑھی جلائی دوسرے یار کی نصیحت سنکر ندامت اُٹھائی

کوئی شخص رنڈی پہ شیدا ہوا / تو رنڈی کو بھی عشق پیدا ہوا

محبت کو دونو طرف راہ تھی / کہیں لب پہ نالہ کہیں آہ تھی

لبوں پر تہی دونو کے آہ و فغاں / کوئی نیم بسمل کوئی نیم جاں

محبّت کا دونو طرف ہے خیال / یہاں اور وہاں آرزوئے وصال

شب و روز حیراں کیا عشق نے / مہینوں پریشاں کیا عشق نے

ملاقات کا رات دن اشتیاق / دلوں سے نہیں دور دردِ فراق

رفیقوں نے باہم ملایا انہیں — سوا چاہتی تھی چلایا انہیں
پڑھا عقد رنڈی سے پھر مرد کا — مقدر سے چارہ ہوا درد کا
برابر ملے لب بانیں ملیں — ملے دل ملے جسم و جانیں ملیں
رہی رات دن گرم بزم وصال — زیادہ تھا ہر دم دلونکا خیال
نہ دلکو تھی تسکین ملاقات سے — زبانکو نہ آرام تھا بات سے
یہی تھا عزیزونکا ہر دم خیال — ہوا پہلے گر ایک کا انتقال
چلے ایک جب دوسرا ساتھ ہو — نہ مر کر جدا ہاتھ سے ہاتھ ہو
رہا مدتوں عیش پھر یہ ہوا — کہ رنڈی سے پہلے ہی شوہر موا
موا پیشتر جب جوانِ غریب — تو رنڈی کی حالت ہوئی پھر عجیب
نصیحت سبنے کون عورات کی — کہ رنڈی کو طاقت نہیں بات کی
کہا سبنے مانا نہ دلدار نے — سنبھالا جنازہ کو غمخوار نے
وہ روتی ہوئی پھر لحد تک گئی — لحد کیا کہ دنیا کی حد تک گئی
سر خاک چکر میں آکر گری — نہ اٹھی جو مرقد پہ جا کر گری
ہوا تھا نہ دفن و کفن سے فراغ — کہ رنڈی نے ڈوا نہ پھر جلایا چراغ
اٹھایا اسے خلق نے زور سے — کیا غش نہ رنڈی اٹھی گور سے
گئے لوگ رنڈی ڈری خوف سے — اوڑھی کسطرف ایک ہی خوف سے
جو نزدیک تھا قبر کے اک مکاں — تو پھانسی کسیکو دیا تھا وہاں

اوتاریں نہ مصلوب کو دار سے ‌ ‌ مقرر تہا پہرا بھی سرکار سے

کھڑا تہا جو پہرہ پہ کوئی جواں ‌ ‌ نظر آئی رنڈی اُسے ناگہاں

لحد پر چراغِ شب فروز تہا ‌ ‌ مگر حسنِ رنڈی کا جاں سوز تہا

جواں نے وہاں سے اُسے دیکھکر ‌ ‌ کہا آکے رنڈی سے رشکِ قمر

پڑو خاک پر تم یہ اندھیر ہے ‌ ‌ یہ مٹی نہ اکسیر کا ڈھیر ہے

ابھی سے نہ گھر تم بناؤ یہیں ‌ ‌ قضا تمکو لائی تو آؤ یہیں

کسی کے کوئی ساتھ جاتا نہیں ‌ ‌ یہاں بے طلب کوئی آتا نہیں

اُسے تو اسی بات کی تھی تلاش ‌ ‌ کہ ملجائے شب کو کوئی بدمعاش

نصیحت سُنی بند نالہ کیا ‌ ‌ اُسی قبر پر منہ کو کالا کیا

چڑھا بیچ تو محبوب کی گھات پر ‌ ‌ برادر تھے مصلوب کے گھات پر

سپاہی کے بدلے وہ تھی گشت میں ‌ ‌ اُتارا اُسے لیگئے دشت میں

اُسے دفن جاکر کہیں کردیا ‌ ‌ یہاں جسم زیرِ زمیں کردیا

سپاہی کا پہرہ تھا قایم جہاں ‌ ‌ تو رنڈی کو لیکر وہ آیا وہاں

نہ سولی پہ مُردہ وہ آیا نظر ‌ ‌ پریشاں ہوا حال کو دیکھکر

پکاری یہ رنڈی کہ دلکو سنبھال ‌ ‌ مری یار کو قبر سے تو نکال

تو مجرم کے بدلے چڑھا دار پر ‌ ‌ اُٹھا ہل اُسے نخلِ ثمردار پر

یہ کہکر یہ رنڈی رہی منتظر ‌ ‌ کہ باہر کیا یار کو قبر سے

سپاھی نے چہرہ پہ جب کی نظر
تو کی آہ اک شکل کو دیکھکر

کہا پھر یہ رنڈی نے کیوں غم کیا
رقیب سیہ رو کا ماتم کیا

پکارا یہی رنج ہے مہ لقا
کہ ڈاڑھی سے اسکی وہ بدرنگ تھا

کہا پھر یہہ رنڈی نے اک لاگ سے
یہ ڈاڑھی جلا دیں یہی آگ سے

کیا کام رنڈی کے اصرار پر
کہ ڈاڑھی جلا ہی کیا دار پر

ہوا تہا جو رنڈی کا ایسا رہیہ
ہوا پہر مرض میں گرفتار یہ

مرض میں ہوا مرد جب بے قرار
تو رنڈی بھی رونے لگی زار زار

کہا یار نے ہے نصیحت مری
زیادہ نہ کرنا فضیحت مری

یہ صورت بچانا مری آگ سے
نہ ڈاڑھی جلانا مری آگ سے

سنے عورتوں کے بیاں آپ نے
یہ دیکھے تھی قصے کہاں آپ نے

سنو مالداروں کا جب حال تم
کہ انکو بھی سمجھو نہ کچھہ مال تم

حال اُن لوگوں کا کہ جنہوں نے دل و جان دین و ایمان کھو کر مالِ حرام جمع کیا نہ آپ کہایا نہ کھلایا نہ ساتھ لیا جنہوں نے سوئے پر پایا زنا میں لٹایا

نہیں گو کہ فرصت تجھے دور سے
ذرا دیکھہ لے ساقیا غور سے

نہ یاں چاہیئے ساغرِ زر نگار پلا بھر کے چلّو مجھے بار بار

نہ رِندونکی باتیں نہ مستونکا ذکر فقط لب پہ ہو زر پرستونکا ذکر

یہی محنتِ خوش بیانی سے ملے گلا خشک ہووے تو پانی ملے

کروں اَب جو ہمت کہاں فکر ہے حمایت پہ تیری فقط ذکر ہے

سیاںِ سفر تھے جنابِ مسیحؑ کوئی شخص تھا ہمرکابِ مسیحؑ

نہ وہ عیش و راحت سے مسرور تھا مسیحا کی خدمت میں مسرور تھا

کئی کوس رستہ جو طے کر لیا لبِ نہر پھر سانس دم بھر لیا

کیا آپنے اِس نظر سے قیام کریں تھیہ کر نوش آبِ طعام

تصدّق پیمبر کے افعال پر تھیں روٹیاں تین تو وال پر

جو دو روٹیوں کے دو حصہ کیئے رھی ایک روٹی سحر کے لیئے

پیمبر نے جب نوش کہانا کیا گئے نہر پر آپ پانی پیا

جہاں سے گئے پھر جو آئے وہیں تو دیکھا کہ وہ ایک روٹی نہیں

کہا ہمنشیں سے کہ اے مہربان مری روٹی کا مجھکو دو تم نشان

کہو صاف ہم سے خطر کچھہ نہیں کہا اُسنے مجھکو خبر کچھہ نہیں

چلے پھر جو آگے رسولِ زمن نظر راہ میں تین آئے ہرن

تبھی نے کیا ایک کو جب طلب ہرن آیا خدمت میں باصد ادب

کیا ذبح پہلے ہرن کو وہیں لیا کچھہ تو چھوڑا بدن کو وہیں

مسیحا نے اسکے لگائی کباب
کیا پھر ہرن کیطرف یہہ خطاب
دُعا کی مسیحا نے اللہ سے
یہ ظاہر ہوا جبکہ تھی معجزا
کہ اے شخص بہرِ خدائے جہاں
اُسی کی قسم ہے تجھے سچ بتا
یہ بولا نہ کچھ پھر گئے نہر پر
پکاری یہ اُس شخص ہے شاہِ دیں
وہ روٹی اٹھائی ہے کس شخص نے
وہاں سے بڑھے جنگل دو سرا
تھی نے اکٹھا کیا خاک کو
ابھی قدرتِ خالقِ پاک سے
ہوا پارۂ خاک دم میں طلا
مگر ایک حصہ لیا آپ نے
کہا ایک حصہ ہے اسکا یہاں
یہ بولا کہ مجھہ سے ہوا ہے قصور
مسیحا نے اسکا کیا امتحاں

تو پھر ساتھ دونوں کہائی کباب
کہ حکمِ خدا سے ہو زندہ شتاب
ہوا زندہ آہو چلا راہ سے
مسیحا نے اس شخص سے یہ کہا
ہرن کو کیا جسنے زندہ یہاں
کہی کس نے روٹی ذرا دے بتا
کیا آپ پر معجزہ سے گزر
کہ اے شخص بہرِ خدائے زمیں
کہا کیا خبر لی ہے جس شخص نے
بیاباں میں پہنچے تو بیٹھے ذرا
یہی حکم اس دم دیا خاک کو
طلا جلد ہو پارۂ خاک سے
کیئے تین حصے اُسے اک ملا
رہا اک نہ اسکو دیا آپ نے
کہ جسنے اٹھائی ہے روٹی وہاں
وہ میں نے اٹھائی ہے روٹی حضور
اُسے تینوں حصے دیے پھر وہاں

غرض اس سیہ کار کو چھوڑ کر
گئے وہاں سے پیغمبرؑ نامور

رہا بیچ بیابانمیں تنہا جہاں
تو پہر اور دو شخص آئے وہاں

کیا مشورہ مار ڈالیں اسے
یہ تھی سانپ دولت یہ پالیں اسے

اسے بہی ندامت ہوئی پہر بڑی
کہا تین حصہ کرو اسگھڑی

پسند آئی یہہ بات ہر ایک کو
کیا پہر رواں اسلیئے ایک کو

کہ قریہ میں جا کر کہانا کرے
بہت جلد تیار کہانا کرے

جو لی ایک نے راہ پہر شہر کی
تو تجویز کہانے میں کی زہر کی

اُنہوں نی بہی سوچا کہ ٹالو اسے
جو آئی تو پہر مار ڈالو اسے

غرض زہر آلودہ کہانا کیا
بیابان کا ظالم نے رستہ لیا

اُدہر ایک نے پیش کہانا کیا
ادہر دو نے ٹکڑے اسے کر دیا

جو دونوں نی پہر نوش کہانا کیا
گئے جی سے عقبیٰ کا رستہ لیا

بیابانمیں وہ مال و زر سب رہا
تو پہر آئے وہاں رہبر دوسرا

کہا حال سب نے احباب سے
بیاں کی حکایت وہ اصحاب سے

کہا مینے لکہا ہوا دیکہہ کر
یہ کہتی ہی اب اک ہوا دیکہہ کر

ہوا ہوگا قصہ یہہ پہلے کہیں
مگر ہمنے آنکہوں سے دیکہا نہیں

کوئی شخص درہم چہپا کر چلا
فقیرانہ صورت بنا کر چلا

کہیں سے کئی راہزن آ گئے
ٹٹولا بدن مال کو پا گئے

ہوئے پہلے آپسمیں اقرار کچھہ — بڑھی پھر تو حصّونمیں تکرار کچھہ
گلے دولت و زر کے پڑ کر موئے — وہ چاروں ہی آپسمیں لڑ کر موئے
کسیکو بھی حبّہ نہ دیکر گیا — امانت سبھی مال لیکر گیا
دیا مال مالک کو ایمان سے — ادا کی امانت دل و جان سے
کہا اتنا لعنت ہے اِس مال پر — موئے راہزن چار جس مال پر
نہ ٹھہرا گھڑی بھر غریب اسیر — کہیں چلدیا وہانسے نیک فقیر
کسیکی تو لیتا ہے زر جان کو — کسیکے یہہ کھوتا ہے ایمان کو
کروں عرض بی بی سنو غور سے — یہ لیتا ہے ایمان کس طور سے

نقل دیگر

کوئی صاحبِ علم بہرِ معاش — جو کرنے لگے نوکری کی تلاش
کیا ایک حاکم نے اُمیدوار — کہ آخر ہوا ایک دن روزگار
مقرر ہوا ماہیانہ قلیل — ترقّی کی بھی کچھہ نکالی سبیل
یہہ کہتے تھے احباب سے بار بار — کہ میں نے کیا اِسلیئے روزگار
گزارہ کے لایق اگر ہو معاش — کروں مال و زر کی نہیں پھر تلاش
جو ساماں ہے ترکِ دُنیا کروں — عبادت کروں فکرِ عقبےٰ کروں
نہ کفّار کی پھر اِطاعت کروں — ملے بھی جو تھوڑا قناعت کرلوں

موافق ہوا جسکے ہی روزگار
ترقی بھی ہونے لگی بار بار

سکا نہیں ادہر اور اودہر مال ہے
کہیں گھر میں قاقم کہیں شال ہے

خوشامد کو موجود دو چار ہیں
جو اغیار تھے آجکل یار ہیں

ہٹاتا نہیں اب کوئی بات کو
خوشامد سے کہتے ہیں دن راتکو

کسے اب خیال خدا و رسولؐ
کہ پابندی دیں کو سمجھا فضول

جو آزادی دیں کے ہوں مجتہد
تو پھر رند و بدکار سو معتقد

ہوا علم کچھ پاس کچھ زر ہوا
تو پھر ہیضہ عقل بڑھکر ہوا

ہوئی فکر کچھ ڈہنگ ڈالے جدا
کوئی اپنا مذہب نکالے جدا

یہ مطلب جنہیں گرد خلقت رہے
مرید جبھی نام شہرت رہے

مقلد ہر اک دہ میں دس بیس ہوں
رہے ذکر ہرچند ابلیس ہوں

بد و نیکو سے اُس رستہ کا خیال
نہو جسمیں قید حرام و حلال

ہوئے گرد پھر دشمن دیں ہزار
جو شیطاں بنے پھر شیاطیں ہزار

نبیؐ سے جدا اپنا رستہ کیا
الگ دفتر دیں سے بستہ کیا

کہا اہل دیں نے اُسے ای جناب
نہیں آپکو یاد روز حساب

ہوا گو کہ دنیا کا تمکو شعور
یہ دیں میں کیا کس لیے پھر فتور

ترے گرد گو اہل دنیا ہوئے
کہو تم سوا خاک کے کیا ہوئے

یہ بحر فنا صبح کی اوس ہے
ہوئے غرق آمیں تو افسوس ہے

روان بحر فانی کی ہو موج پر
ہوئے آپ فرعون کس اوج پر
یہاں پر تو کچھ اور ہی جوش ہے
کسے بات سننے کا اب ہوش ہے
وہ دے یار کی بات پر دل کہاں
کروں اور اک بوالہوس کا بیاں

نقل ایک عورت کی

کوئی تھا برہمن تونگر کہیں
مکاں تھا کہیں اسکا تو گھر کہیں
زمانہ میں ہرچند خوشحال تھا
دکانیں تھیں جاگیر تھی مال تھا
نہ تقدیر سے ہاتھ آیا پسر
کسی کے پسر کو بنایا پسر
جواں جب ہوا گھر حوالہ کیا
جو کم ظرف تھا ہم پیالہ کیا
ہر اک چیز جب آگئی ہاتھ میں
برہمن سے بگڑا کسی بات میں
قدم اپنا چوکے کے اندر رکھا
برہمن کو جوتی سنا باہر کیا
نکل کر مکاں کے نہ اندر گیا
مکاں کیا وطن سے بھی باہر گیا
کسی جا پہ جاکر کیا روزگار
تو پانے لگا ماہیانہ ہزار
ہوا شاد آزاد پھر قید پر
کیا عقد لڑکے کی امید پر
امیروں سے لیتا تھا رشوت مدام
مکانیں کیا جمع مال حرام
یہ مطلب اکٹھا اگر مال ہو
پسر ہو کہ زوجہ ہو خوشحال ہو
نہ پوری ہوئی آرزوئے پسر
گیا یوں ہی دیکھی نہ روئے پسر

سراپا ہے عورت کا یہہ مختصر — کہ ہو دیونی کو بھی جس سے خطر
نہ منہ تھا نہ کچھ آنکھہ اور ناک تھی — نہ عورت تھی اک تودۂ خاک تھی
ہوئے مرد اسکو پرے دیکھکر — وہ صورت کہ رنگی ڈرے دیکھکر
اسے دیکھکر روز بہاگے جواں — جو تھے پیچھے تھی وہ اور آگے جواں
کسی نے نہ رنڈی کی جیب چاہ کی — مقرر جوانوں کی تنخواہ کی
جوانوں پہ کرنے لگی زر نثار — لٹانے لگی مال لیل و نہار
جو چاہا ہر اک بوالہوس لیگیا — اگر پانچ مانگے تو دس لیگیا
دیا مال مائل ہوے سب جواں — جو آگے تھے پیچھے ہوئے اب جواں
جواں جاں دیتے ہیں چھپاؤں پر — جو سر پر چڑھے تھے پڑے پاؤں پر
کوئی صحن میں گھر کے اندر کوئی — کوئی شخص ڈیوڑھی پہ باہر کوئی
جواں پاس رہتے ہیں آٹھوں پہر — وہ آیا بلایا جسے دیکھہ کر
جماعت تھی اک ہاتھہ باندھے کھڑی — اطاعت میں مصروف تھی ہر گھڑی
نہ کوئی بندھا زلف کے بال سے — بندھے مالزادی کے سب مال سے
ہلا مال جب مالزادی ہوئی — بڑھی رنڈیوں کی بھی دادی ہوئی
بلا سے جو عورت کو مال حرام — اسی سے ہوا پھر خیال حرام

نقل راجہ عاشق مال و فرزند بد اعمال

یہیں ایک راجہ ہوا تھا ابھی — ہماری نظر میں ہوا ہے ابھی

سناؤں جفاکار کا حال کچھ / اکھٹا کیا ظلم سے مال کچھ
خوشامد سے دھوکہ سے تدبیر سے / لیا ملک سے مال جاگیر سے
رہا جبتلک خلق میں تہا امیر / نکالا قضا نے بنا کر فقیر
خزانہ کا مالک ہوا اک پسر / لگا خرچ کرنے ادھر اور ادھر
اوڑانے لگا مال کو بے حساب / ہوئی گرم بزم شراب و کباب
غرض روز سنتا ہے بین و ستار / جو رقاص سو ہیں تو مطرب ہزار
حسینوں سے ہے ہر گھڑی اختلاط / فقط رنڈیوں سے ہے عیش و نشاط
نہیں بولتی ہے کوئی بے سبب / کوئی با ادب ہے کوئی بے ادب
کیا مال جب خرچ گمراہ نے / ادب سے کہا اک ہوا خواہ نے
تمہیں باپ دادا کا ہے کچھ خیال / اکھٹا کیا کس مشقت سے مال
لیا جان دیکر جسے باپ نے / اوڑایا اسے مفت میں آپ نے
وہ بولا نہیں فکر کا کچھ مقام / زنا میں ہی جاتا ہے مال حرام
اسے روک سکتا ہوں کس راہ سے / یہ جاتا ہے آتا ہے جس راہ سے
بلا میں پھنسایا مجھے مال نے / برا دن دکھایا مجھے مال نے
خبر کیا تجھے مال کے حال سے / جہنم لیا مول میں مال سے
ہوا ہے نہ مجھ سے ہی کار گناہ / پدر کے بھی سر پر ہے بار گناہ
جو وہ جمع کرتے نہ مال حرام / مجھے بھی نہ ہوتا خیال حرام

دیا اُسنے اِلزام سب باپ کو — سُناتا ہوں کچھہ اَور بھی آپ کو

نقل

کہ تھا ایک افغاں میانِ سپاہ — اُسے لوٹ پر تھی ہمیشہ نگاہ
وُہ کہتا ہے دیکھا ہوا ماجرا — سُنیں غور سے آپ اسکو ذرا
لڑائی پہ تھی فوج اپنی تمام — نہ تھا ایک منزل پہ اسکو قیام
ہوا سامنے جو نشاں وُہ لیا — لیا آج یہہ وہ مکاں کل لیا
لڑائی میں اک روز زخمی ہوا — یقیں تھا یہہ سب کو کہ دم میں مُوا
نہ طب سے نہ حکمت سے اچھا ہوا — بہر ازخم قدرت سے اچھا ہوا
نہ تیر و تبر سے نہ شمشیر سے — پھٹا ایک دن زخم تقدیر سے
کیا جمع افغاں نے احباب کو — بیاں سب سے کرنے لگا خواب کو
کیا اِسطرح پہلے رُو کر کلام — کہ گھر میں نے سیّد کا لوٹا تمام
ملا اور اسباب سب بے شمار — روپے ہاتھ آئے مرے چھہ ہزار
غرض میں نے جس روز لوٹا مکاں — تو بولا کوئی خواب کے درمیاں
کرو اپنے دلمیں خطر لوٹ کا — کہ دو پھیر اسباب و زر لوٹ کا
ہوا خواب میں حکم اکثر یہی — کہ لوٹا ہُوا مال دو پھیر ابھی
رہا چار دن تک یہی بس سوال — کیا خواب کا کچھہ نہ میں نے خیال

کہا پانچویں دن مجھے خواب میں ۔ تیری جان بھی مال و اسباب میں
اگر دیر کی تونے اب بھی پلید ۔ لگیگا تجھے آج زخم شدید
ہوئی صبح کچھ تھا نہ مجھ کو ملال ۔ یہ سمجھا کہ ہے بات خواب خیال
اسی دم عدو کے مقابل ہوا ۔ لگا زخم مرنے کے قابل ہوا
اسی کی خرابی سے پہنچا یہ حال ۔ ہوا خواب کا کچھ نہ مجھکو خیال
نہ مینے کسی بات پر دل دیا ۔ خدا نے مرا زخم اچھا کیا
نظر آئی پھر خواب میں وہ جناب ۔ کہا مان کہنا نہ ہو تو خراب
کھلی جس گھڑی آنکھ وقت سحر ۔ نہ تھا خواب کا مجھکو خوف و خطر
پھٹا جس گھڑی زخم حیران ہوا ۔ یہ سمجھا قضا کا یہ سامان ہوا
کہا سب نے مجھکو تو بدبخت ہے ۔ ترا دل تو حارث سے بھی سخت ہے
سنے کب کہو لاکھ بدکار کو ۔ اشارہ ہی کافی ہے دیندار کو
کہا سب نے سن کر اسی دور دور ۔ نہ دکھلائے منہ تیرا رب غفور
سنا حال خلقت میں حیرت ہوئی ۔ اسے سب نے جھڑکا تو غیرت ہوئی
لیا مال و اسباب لوٹا ہوا ۔ کہ چھوڑا نہ ثابت نہ ٹوٹا ہوا
لہو تھا رواں جسم سے بار بار ۔ چلا جلد ڈولی پہ ہو کر سوار
حوالہ جو اسباب سارا کیا ۔ تو سید کو بھی یہ اشارہ کیا
مجھے خواب میں جب ہدایت ہوئی ۔ اسی کی سبب یہ رعایت ہوئی

یہہ درہم تمہاری مکانسے لیئے | تو لایا وہیں میں جہاں سے لیئے
اشارہ ہوا خواب میں جب مجھے | تو فرما دیا یہہ بھی مطلب مجھے
نہیں مال سیّد کا درہم تمام | بلا اسمیں مال حلال و حرام
یہہ سنتے ہی سیّد نے پھر رو دیا | کہا یہہ طمع نے مجھے کہو دیا
رہی آہ رشوت سے نفرت مجھے | نہ تھی مال و زر کی محبت مجھے
مقدّر سے میں مفتیِ شہر تھا | مجھے پانی پینا کہیں زہر تھا
سخن تھا یہہ زوجہ کا لیل و نہار | رہیگا ہمیشہ نہ یہ روزگار
تمہیں چاہیئے کچھ ہمارا خیال | کرو مال و زر جمع بہرِ عیال
کہا میری زوجہ نے جب بار بار | لیئے میںنے رشوت درہم دو ہزار
لیا جس سے رشوت میں مالِ حرام | کیا موت نے اسکا قصّہ تمام
نہ وارث رہا باقی میانِ جہاں | یہ زر دیجیئے آہ کسکو یہاں
فقیروں کو بخشے درہم دو ہزار | دعا کی خدا سے کہ پروردگار
مری عفو جرم و خطا کیجیو | ثواب اسکا اسکو عطا کیجیو
دیا مال و اسباب اطفال کو | کیا غور دنیا کے سب حال کو
نہ زن پر نظر کی نہ اطفال پر | نہ گھر پر نظر کی نہ پھر مال پر
اٹھا دل زمانہ کے سامان سے | گیا کربلا کو دل و جان سے

نقل ایک حافظ کی

سناؤں تمہیں ایک دن کا بیاں — بہت لوگ بیٹھے تھے زیر مکاں
جو آپسمیں باتیں ہوئیں زور سے — لڑا کوئی سمجھی یہی شور سے
گئی ہیں بہی غرفہ میں اک طور سے — سنا کی سخن خلق کے غور سے
نظر کی جو مینے ادہر اور ادہر — جواں ایک مرد وہیں آیا نظر
اُسے پوچھتے ہیں صغار و کبار — کہ کیوں اُنگلیاں ہیں تری اغدار
جو انکو بتانہیں انکار ہے — مگر دمبدم سب کو اصرار ہے
ہوئے گرد سب تنگ ہو کر کہا — خوشی سے کہا کس نے رو کر کہا
بس اک آہ کہینچی عجب راہ سے — اثر ہوگیا سب پہ اک آہ سے
کیا آخرش یہ جواں نے کلام — مجھے ایک شب میں ہوا احتلام
رہا پھر نہ بستر پہ آرام میں — گیا غسل کرنے کو حمام میں
ملی مجھکو ہمسائیاں دو وہاں — پھرا لیکے بے غسل سوئے مکاں
اُنہیں گھر میں کہکر گیا آپ پہ — بدنکو کیا صاف تالاب پر
نہا کر غرض جلد تالاب میں — جھکا جاکے سجدہ کو محراب میں
نمازِ سحر باجماعت ہوئی — جماعت سے جبدم فراغت ہوئی
نگہہ کی جو مینے ادہر اور ادہر — تو مُلائے مسجد نہ آیا نظر
جو پوچھا کہا سب نے بیمار ہے — ابھی اپنی منزل کو تیار ہے
جو دیکھا تو سمجھا کہ کچھ درد ہے — کہ جاری ہیں اسہال منہ زرد ہے

کیا چار دن تک دوا اور علاج — نہ آیا مگر راستی پر مزاج

تو جانا اسی شخص کا مال ہے — اسی کے سبب سے بُرا حال ہے

نہ ہیضہ نہ اِسہال کا درد ہے — اسی تو فقط مال کا درد ہے

مجھے ہو چکا ہر طرح جب یقیں — ڈرا پھر نہ مرجائے مُلّا کہیں

کہی کان میں بات اِس ڈھنگ سے — یہ ہوتا ہے ظاہر ترے رنگ سے

تلف مال تیرا ہوا ہے کہیں — اسی سے ذرا چین تجھکو نہیں

مفصّل اگر حال ظاہر کرے — نہ پھر مال کے رنج میں تو مرے

اکٹھا کروں مال ہر طور سے — کہ دُوں اور دلاؤں تجھے اور سے

یہہ سنتے ہی مُلّا نہ چپکا رہا — بس اِک آہ کی اسطرح سے کہا

نہیں مال اُس سے گیا بیش و کم — کہ ہمیانیاں دو ہیں دو سو درم

دیا جب یہہ مُلّا نے مجھکو نشاں — تو جانا کہ ہے واقعی یہہ بیاں

یہہ سوچا درم سب جو آگے دھرے — نہ مارے خوشی کے یہہ مُلّا مرے

غرض اپنے دلمیں ششش و پنج کر — کہا مینے مُلّا سے سن رنج کر

جو کچھہ مجھکو دینا ہے دوں آجکل — کہ اَوروں سے بھی مال لوں آجکل

یہ سُنکر اُسے آگیا کچھہ قرار — دیے مینے درہم نہ سب ایکبار

دیا اِک کبھی گاہ جوڑا دیا — غرض مال سب تھوڑا تھوڑا دیا

مگر جس گھڑی مال سب دے دیا — تو پھر حال بھی اُسنے ظاہر کیا

کئی سال کے بعد ملّا غریب
اُسے زندگی سے ہوئی یاس جب
یہ آہستہ کہنے لگا کان میں
مری پاس جو کچھ ہے اب مال و زر
حوالہ مرے مال سارا کیا
کسیکے حوالہ نہ زر کیجئے
کہا مینے اے یار ایسا نہ کر
نہ دنیا میں آیا تری کام یہ
خدا کے لیئے یار آ، راہ پر
پکارا کہ تن نے حقیقت میں ہی
الگ اس سے رہتا نہیں دل مرا
عمل اسپہ تم غور سے کیجیو
غرض دوسری روز مُلّا موا
اُسے جب لحد میں اُٹھا کر دھرا
سنو جس برس میں یہ مُلّا موا
ہوا سال فاقوں سے میرا تباہ
کبھی جب گھری رات آدھی گزر
مرض سے ہلاکت کو پہنچا قریب
خوشی سے بلایا مجھے پاس پھر
نہ طاقت رہی اب دل و جان میں
تجھے ہی خبر یا مجھے ہے خبر
یہ آہستہ مجھکو اشارہ کیا
لحد میں مری پاس دھر دیجیے
لحد میں بھی اب جمع بیٹھے کر
لحد میں تو کیا دیگا آرام یہ
دیا جسنے اُسکی لٹا راہ پر
یہی عمر بھر کی ہے محنت مری
لٹانے کو کہتا نہیں دل مرا
کہا مینے جس طور سے کیجیو
جو غسل و کفن تہا یہی کچھ ہوا
تو زر ساتھ مینے چھپا کر دھرا
اُسی سال میں قحط بھاری ہوا
نہ آیا نظر کچھ سفید و سیاہ
تو پہونچا خوشی سے سرِ قبر پہ

نہ دی راہ دلمیں ذرا صبر کو | کیا کھود کر صاف سب قبر کو

لحد کی صفائی سے پایا فراغ | کیا میں نے روشن لحد میں چراغ

سنو دِرہمونکا ہے یہہ ماجرا | جنہیں دیکھکر میں نہایت ڈرا

ملے کب ہری تھی جہاں گور میں | نظر آئے چھپیاں تنِ گور میں

ہوا میری دلمیں جو خوف خدا | یہ چاہا کروں تن سے درہم جدا

لگاؤں نہ اپنی کبھی کام پر | ابھی دوں خدا پاک کے نام پر

پڑا ہاتھ درہم پہ تن جلگیا | جلیں انگلیاں کیا بدن جل گیا

ہوئی یہہ حرارت کہ غش آگیا | مری انگلیونکو درم کہا گیا

جو دیکھا یہہ مُلّا یہ میں نے عذاب | بھری میں نے مٹی لحد میں شتاب

کیا تہا جو درہم کو مَس انگلیاں | ہوئیں انگلیاں اسلیئے داغدار

ہوا ختم یاں اہلِ زر کا بیاں | لکھوں تن پرستونکی اب داستاں

ذکر تن پرستونکا کہ جنہوں نے بدنکی آرایش دل و جان کی آسایش میں زندگانی کے دن برباد کیئے

کسینے ارم بنایا کسینے ہزار شہر آباد کیئے نہ شہر و تعمیر

جگہہ نہ ارم میں جا نا ملا آخر گور میں ٹھکانا ملا

رہا ساقیا انس اس جان سے | نہ دیں سے غرض تہی نہ ایمان سے

یہاں جبتلک آہ ہستی رہی | رہی بھی تو پھر تن پرستی رہی
جو کی غور ہمنے یہہ سمجھے وہیں | دل و جان تو بھی اپنی نہیں
اگر ہو عبادت میں مشغول یہہ | تو گو خار ہو تب بھی ہی پھول ہے
جنہیں ہی رعایت دل و جان کی | وہ کب بات سنتے ہیں ایمان کی
اشارہ سے اُٹھتے ہیں ہر آن یہ | تصدّق ہیں حکم دل و جان پہ
جو مجھہ سے ذرا ہو قائمی شئیں | دل و جان کی کب وہ ہائی سنیں
مذمت کروں کیونکہ انسان کی | حقیقت نہ سمجھو دل و جان کی
سبھی کام دنیا کے ایسے لیئے | نہ کچھہ کام عقبے کے اِن سے لیئے
خلایق ہوئی اور ہی کام کو | نہ پیدا ہوئی عیش و آرام کو
خدا کی گھڑی پھر نہ طاعت ہوئی | دل و جان کی ہر دم اطاعت ہوئی
نبی و خدا سے تو سرکش رہے | ہمیشہ دل و جان پہ غش رہے
اسی میں کٹی عمر انسان کی | کبھی دل کی خاطر کبھی جان کی
کسی روز ہر دم تہ بنکا سنگار | کسی روز دن بھر ہوئی شکار
ادھر دولت و زر کی آمد رہی | اُدھر جان و دل کی خوشامد رہی
نئے روز کپڑے ہیں کھانے نئے | نئے شب کو بت عیش خانے نئے
نئی روز شادی نئے ناچ و راگ | دولہن کے لیئے روز عطر سہاگ
نئی چاندنی چادر گل نئی | نیا جام ساقی نیا مل نئی

مکاں مشکِ نافوں سے رشکِ ختن | بنا صحن بو بوں سے صحنِ چمن
دل و جاں کی خاطر یہ ساماں ہوئے | ہوئے ملک آباد و ویراں ہوئے
اسی کی خوشی پہ یہہ ساماں کیئے | ہزاروں ہی دیندار بیجاں کیئے
اسی میں سے خوش جو پایا کبھی | تو لوٹا کبھی گھر جلایا کبھی
خوشامد سے چوکے نہ ہم جور سے | کیا خوش دل و جاں کو ہر طور سے
جو یہہ طائرِ جاں سے امید کی | اُڑی شکل یہہ دیکھا کر زید کی
کہا جان نے یہہ گوارہ کیا | بدن سے ہی یہہ لے کنارہ کیا
مآلِ سخن سے یہہ ہے مدعا | کہ دنیا میں تھا ایک فرماں روا
نہ کچھ آرزو تھی سوائے پسر | رہی لب پہ ہر دم دعائے پسر
مقدر سے اِک زوجۂ شہریار | بڑھاپے میں شہ سے ہوئی باردار
خوشی کا کریں شاہ کی کیا بیاں | نہایت تھا خوشنود شاہِ جہاں
ہوا جب کہ وقتِ تولد قریب | گئی جاں ہوا دیکھا کیا نصیب
ہوئی ایک کو ملک کی جب ہوس | لڑا اپنے دشمن سے نو دس برس
لڑا مدتوں اپنی تدبیر سے | عدو پر ہوئی فتح تقدیر سے
ادہر فوج کشور کے اندر ہوئی | ادہر جسم سے جان باہر ہوئی
عیاں حال سب پر ہے شداد کا | بیاں سب کے لب پر ہے شداد کا
اِرم کی ہوس میں بنایا اِرم | گئی سو برس میں بنایا ارم

عمارت ارم میں بھی ہر طور کی
حقیقت سنو گردش دور کی

جو آمادہ سیر کا فر ہوا
تو ملک عدم کا مسافر ہوا

کہاں سب بیان ارم دم گیا
رہے در سے باہر قدم دم گیا

جہنم میں باغ ارم سے گیا
گیا بھی تو بس ایکدم سے گیا

کہاں ساتھ باغ ارم لیگیا
جہنم میں داغ ارم لے گیا

نہ کچھ ملک و دولت نے یارا کیا
قضا نے بدن پارہ پارہ کیا

اسی کے لیے کام سارا کیا
مگر جان نے بھی کنارہ کیا

نہ کچھ رحم تن پر کیا جان نے
کہاں آکے ڈبو کہا دیا جان نے

یہ الزام کچھ جان کے اوپر نہیں
کہ حکم خدا سے وہ باہر نہیں

جو پیارا ہوا حق سے قصر عجیب
تو کافر کو کیوں ہو بہشت نصیب

جو راضی کرے اپنے اللہ کو
تو اللہ پوری کرے آرزو

جو بندہ خدائی کا دعوی کرے
تو کیونکر نہ وہ خستہ تر ہو مرے

اٹھاتی ہیں ہم نار جس جان کے
کھلے آپ پر ننگ اس جان کے

زن و مرد کا حال جا تو ڈرو
نہ تم ہو جاہی یہ ان کی غرو

حضرت داؤدؑ کا کوہ پر پاس حضرت خرقیلؑ کے جانا اور اونکا ایک لوح دکھانا

جو گھر تہا پہاڑ و نبیہ خرقیلؑ کا گزر تھا پہاڑ و نبیہ خرقیلؑ کا

ہوئی بیکلی غنچۂ شہر سے کنارہ کیا گلشنِ دہر سے

کسی روز داؤدِ عالی مقام ملے آپ سے جب کیا احترام

جو کرلی ملاقات داؤدؑ نے کہی پہر یہی بات داؤدؑ نے

کہ اے خاصۂ خالقِ ذوالجلال کبھی تمکو دنیا کا آیا خیال

کہا ہاں جو دنیا کا آیا خیال تو اک لوح نے سب مٹایا خیال

اگر دیکھنی کی تجھے چاہ ہو دکھاؤں تجھے سیر ہمراہ ہو

چلے جب کنارے ہو شیر و گرگ گئے جوف میں کوہ کی دو بزرگ

نظر آئی واں ایک لوحِ مزار لکھا تھا جو اسمیں پڑہا بار بار

لکھا تھا کہ تھا بادشاہِ کلاں مقدر سے زیرِ نگیں تھا جہاں

بہت تابعِ حکم تھے تاجدار نظر میں رہی رات دن شہریار

مصیبت الگ تھی مرض دور تھا سدا بادۂ عیش سے چور تھا

کئے عیش دنیا میں لیل و نہار کوئی غم نہ دیکھا کبھی ایکبار

بہت دلبروں کو بغل میں لیا کیا عقد جب باکرہ سے کیا

زنانِ حسین تہیں محل میں ہزار رہی دلربا اک بغل میں ہزار

کسی رنج و غم سے نہ کچھ کام تھا خوشی تھی زمانہ میں آرام تھا

کئے شہر آباد مینے ہزار ملا نہ ٹھکانہ بیانِ مزار

سبھی زیر تھے خسروانِ جہاں مقابل اجل ہوگئی ناگہاں

گرایا سبھی سلسلہ توڑ کر پڑا ہوں بچارو نیں سب چھوڑ کر

جو آنکھوں سے دیکھا فقط خواب تھا فسانہ تھا جھوٹا غلط خواب تھا

اگر عمر دنیا کی پائے کوئی نہ دھوکہ میں دنیا کے آئے کوئی

جو اِن تن پرستونکا یہہ حال ہے جو عاشق ہے دنیا کا پامال ہے

بیاں تن پرستونکی روداد کی سناؤں حقیقت بھی اولاد کی

ذکر اُن دنیا داروں کا کہ جنہوں نے اولاد کے لیئے دین و ایمان برباد کیا خدا کو بھلایا اہل عالم کو ستایا یگانوں سے برائی کی اولاد نے بھی بے وفائی کی

یہ ہے ساقیا وقت امداد کا کروں نشہ میں ذکر اولاد کا

کہوں کیوں نہ اسکو بنائے فساد نہ فتنہ سے ہو کچھہ سوائے فساد

بھلے ہوں مقدر جو انسان کے نہ لختِ جگر ہوں عدو جان کے

خیالِ ترقی اولاد ہو شد نہ اتنا کہ ایماں بھی برباد ہو

ملا تھا جنہیں آہ گھر آنکھہ میں تو کھٹکے وہ نورِ نظر آنکھہ میں

نظر ہو اگر میری فریاد پہ نہ برباد ایماں ہو اولاد پہ

تونگر کوئی ہو کہ شاہِ زمیں عدو اُنکا بیٹوں سے بڑھکر نہیں
جو ہو باپ کے ہاتھ میں ملک و مال تو سمجھو باپ کی زندگانی وبال
یہی چاہتے ہیں قضا یہ کرے جئیں اُسگھڑی باپ جلدی مرے
جو تقسیم زر باپنے کر دیا تو پھر بھی خوشی سے نہ دم بھر جیا
پدر کیطرف سے رعایت ہوئی رعایت سے بڑھکر شکایت ہوئی
زباں پر جو ہے اسگھڑی گفتگو ہوئی ہیں یہ باتیں مرے روبرو
اسی شہر میں ایک صاحب بزرگ کہ صورت میں انساں ہیں سیرت میں گرگ
نہیں کچھ نہیں ہے خیالِ معاد سمجھتے ہیں اپنا ہی حقِ عباد
سمجھتے ہیں غارِ زمیں کو سریر بگاڑے عزیز و یتیم و فقیر
نہ ایماں کے عاشق نہ دیں پہ فدا فدا باغ پر یا زمیں پر فدا
دغا سے خوشامد سے یا جور سے زمیں کو لیا چاہیں ہر طور سے
کیا زندگانی میں یہ انتظام زمیں اپنے بیٹوں کو بخشیں تمام
جو تھے پاس تقسیم سب کر دیے زمیں باغ ایواں برابر دیے
جو مجھ سے تونگر کے بیٹے ملے کیے باپ کے جان و دل سے گلے
کہا ایک نے پہلے مجھ سے بیاں کہ چھوٹے کو اچھے دیے دو مکاں
یہ چھوٹا پکارا سنا آپ نے بڑے کو زمیں خوب دی باپ نے
ہمارے لیے دین و ایماں دیے زمین و مکاں پر نہ یکساں دیے

جو خلق خدا سے بُرائی کرے
تو بیٹیوں سے کیونکر بھلائی کرے

کہا جو تمہیں پھر یہہ ہوکر خفا
پدر کی ہی طینت میں ظلم و جفا

برابر ہو کیونکر ہمارا حساب
کہ رکھتے ہیں عادت دُعا کی جناب

سُنی بیٹے بیٹیوں کی جب گفتگو
تو جانا پدر کے ہیں دل سے عدو

نقل بیٹیوں کی جنہوں نے باپکو زہر دیا لمبخت اور وہ پھر بھی جیا

کیا باپ پر قہر فرزند نے
پدر کو دیا زہر فرزند نے

کھلا جب گھڑی حال حاکم پہ سب
طلب کر کے بیٹیوں نکو پوچھا سبب

پسر نے کہا کیا کہیں آپ کو
دیا زہر زر کے لیئے باپکو

غرض یہہ خطا تیں باری ہوئی
پدر کی مقدر سے یاری ہوئی

ہوئی ہم قریب لحد رنج سے
ٹلی پر نہ یہ اژدہا گنج سے

زمانہ کے ہم بھی اُٹھاتی مزے
جو یہہ مار ملتا اوڑاتے مزے

سر راہ بیٹھا تھا کوئی جواں
نظر آیا اوسکو پسر ناگہاں

ہوا باپ بیٹے کو خوش دیکھکر
کہا یار سے اپنے دیکھو ادہر

شجر ہے ہمارا تمیں اک جناب
دُعا اسکے سایہ میں ہے مستجاب

پسر کے لیئے مینے زیر شجر
دُعا کی تو پیدا ہوا یہہ پسر

پسر نے سنا جب کلام پدر
تو لڑکونسے کہنے لگا یوں پسر

مجھے کاش ملتا نشانِ شجر تو کرتا ابھی امتحانِ شجر
جہاں کی پدر نے پسر کی دعا تو کرتا قضائے پدر کی دعا
جو مرتا دعا سے ہماری پدر تو قبضہ میں ہوتا سبھی مال و زر
دو نقلیں ہیں ایسی ہی بس مختصر سنیں آپ رغبت سے جانِ پدر

نقل دیگر

سنا ہے کوئی شخص تھا مالدار محبت تھی دولت سے لیل و نہار
اکھٹا کیا مال ہر راہ سے ملا جسطرح سے لیا جاہ سے
تونگر کے نورِ نظر چار تھے غرض وارثِ مال و زر چار تھے
سناتے تھے ہر دم پدر کو پسر کہ تقسیم کر دیجئے مال و زر
کسی روز برہم انہیں دیکھکر تونگر کے دل میں ہوا کچھ خطر
یہ سوچا نہ یہ مار ڈالیں مجھے بلا کیطرح سر سے ٹالیں مجھے
درم پاس موجود تھی دس ہزار دیئے بانٹ سب رکھ لیئے بس ہزار
لیئے جو درم کب جتا کر لیئے نگاہوں سے سب کی بچا کر لیئے
پدر نے کیا مال دیکر الگ پسر بھی ہوئے زر کو لیکر الگ
پسر لے چکے مال جب باپ سے ملاتے تھے کب آنکھ اب باپ سے
بس اب باپ کی لی خبر کون ہے سمجھتے نہیں اب پدر کون ہے

پسر تو کہیں ہیں پدر ہی کہیں
مرض میں کوئی پوچھتا اب نہیں

کسی نے سُوجھایا اگر طور سے
کہ خدمت کرو باپ کی غور سے

تو کہتا ہے ہر ایک چُپ کے رہو
نہیں ہے نہ خدمت کی خاطر کبھو

سدا جس پہ مرتے تھے وُہ بے خبر
جسے پیار کرتے تھے وہ بے خبر

پدر کا تو ہر ایک پر پیار تھا
سوا پرورش کے نہ کچھہ کار تھا

کسے پیار کا آج اقرار ہے
بہانہ ہے خدمت سے انکار ہے

پدر نے یہ نقشہ غرض دیکھکر
ملامت کیا دلکو آٹھوں پہر

کہا پھر یہہ دلکو کہ اَے رُوسیاہ
کیا دین و ایماں کہاں پر تباہ

لیا دیکھہ بیٹوںکو تو نے یقین
یہ دنیا ہی ہیں آج تیری نہیں

مکاں میں غرض جلد لایا پلنگ
جہاں دفن زر تھا بچھایا پلنگ

ہُوا پھر مکاں سے نہ باہر کبھی
کسیکو بلایا نہ اندر کبھی

تقاضائے حاجت کبھی گر ہُوا
مکاں کو دیا قفل باہر ہوا

پدر کا جو یہہ حال آیا نظر
تو بیٹوں نے دلمیں کہا سوچکر

پدر کے جو پھر یکا یہہ حال سے
تو بے شبہہ اس گھر میں کچھہ مال ہے

سمجھکر ہوئی گرد سب باپ کے
اُٹھانے لگے ناز اب باپ کے

پدر نے بُلایا الگ ایک کو
وہ زر سب دکھایا الگ ایک کو

کہا یہہ نہ کرنا خبر اور سے
مروں میں تو لو مال ہر طور سے

غرض دوسرے کو بلا کر کہا | سبھی مال اپنا دکھا کر کہا
کسیکو نہ دینا مرے مال کو | مروں جب تو لینا مرے مال کو
وہ زر تیسرے کو بھی دکھلا دیا | جو سمجھایا اُوروں کو سمجھا دیا
تو چوتھے پہ بھی مال ظاہر کیا | کہا کچھ جو اوروں سے وہ کہہ دیا
چھپا کر کہا ایک سے ایک کو | تو پردہ رہا ایک سے ایک کو
کرم پر جو دیکھی نظر باپ کی | لگے کرنے خدمت پسر باپ کی
نہ وہ زر پدر نے دکھا کر دیا | خدا کے لئے سب چھپا کر دیا
لٹا کر سبھو صاف سب کر دئیے | جگہہ برہموں کی خذف بھر دئیے
قضا سے مُوا جب گھڑی ہو پدر | لگے دیکھنے زر کو چاروں پسر
پڑے جب گھڑی سنگریزے نظر | پشیماں ہوئے پھر تو چاروں پسر
کوئی یاں نہ بیٹوں کی خاطر دھرے | نہ ایمان و دیں اِن پہ صدقہ کرے

تنبیہ و ہدایت شاہزادی حور کو شاہزادہ جہان شعور کو

عقیلہ نے کی یاں تلک گفتگو | کہا پھر کہ شہزادیِ ماہرو
سُنایا جو نقل و حکایات کو | جتایا ہے بی بی پہ ہر بات کو
بُرا ہے جتانا بُری بات کا | نہ تھا کچھ محل اِن حکایات کا
یہ مطلب کہ بی بی خبردار ہوں | سبھی اہلِ دنیا سے بیزار ہوں

جو سوچیں گے پہلے سر انجام کو
نہ ہرگز کرینگے برے کام کو

یہ قصے فسانے بھی ہر قسم کے
نمونے بھی دانے تھے ہر قسم کے

سبھی اہلِ دنیا کا یہہ ڈھنگ ہے
کروڑ ہمیں سنو کا جدا رنگ ہے

نہو جسمیں اللہ کا کچھ خیال
تو وہ سلطنت بھی ہی آخر وبال

خدا سے صنم کو جو پیارا کرے
صنم بھی اسی سے کنارہ کرے

خدا کے لئے جو لٹاتا نہیں
تو کچھ مال سے ہاتھ آتا نہیں

خدا کی نہو یاد جس جان سے
وہ بھی خاک کہتے ہیں ایمان سے

خدا سے اگر بے وفائی کرے
وفا اس سے بیٹیا نہ بھائی کرے

جو قصوں سے دنیا کی یکسو ہوئے
تو بی بی خدا کیطرف تو ہوئے

ہر اک بات سے ہے یہی مدعا
کسی سے نہو عشق اسکے سوا

خدا کی بھی ہر چند الفت محال
وہی عشق ہے ہو جو اسکا خیال

خدا فرض جنکی محبت کرے
تو واجب ہے انسے بھی الفت کرے

ہیئے عاشقِ عاشقانِ خدا
رہے الفتِ دوستانِ خدا

قریبوں سے ہو دور گر ہو تمیز
خدا کے بھی پیاروں کو سمجھے عزیز

محبت وہی ہے اطاعت کرے
یہ بھی عشقِ عشقِ عبادت کرے

جو ہو عاشقِ مصطفےٰ و علیؑ
اسے دین و دنیا میں سمجھو ولی

مگر دوستیِ نبیؐ و وصیؑ
اسی بھی نہ کچھ سہل سمجھو اجی

جو ثابت قدم امتحاں پر رہے / وہی دوست ہے بات پر مر رہے
شرف دوستی کا کروں کچھ بیاں / فضیلت ہوئی جب ہوا امتحاں

نقل ایک پارسا کی جسنے محبّت نبیؐ و علیؑ میں اپنے آپکو آگ میں ڈالا اور خدا نے بہ طفیل محبّت نور سے سالم نکالا

پلا جام ساقی خدا کے لیئے / نبیؐ کے لیئے مرتضےٰؑ کے لیئے
شراب تولاّئے مولا ملے / جو افضل ہو مئے جام اولےٰ ملے
ملے ایک ساغر وہ ہو آج مست / کہیں لوگ یہ بھی ہے مستِ الست
پلا دے محبّت سے جام شراب / کہ ذرّہ بھی دیکھے رخِ آفتاب
مرے نشّہ سے آگ سب گرد ہو / جہنّم بھی آگے مرے سرد ہو
لکھا ہے مدینہ میں تھا ایک مرد / ملا نیک عورت کو بھی نیکمرد
جو تھی نیک عورت کنیز رسولؐ / محبّ نبیؐ و علیؑ و بتولؑ
کوئی کام کرتی نہ تھی پیشتر / زیارتکو آتی تھی وقت سحر
رخ مصطفےٰ اور علیؑ و بتولؑ / اگر دیکھتی پھر نہ رہتی ملول
کہا زوج نے حال یہ دیکھکر / کہاں روز جاتی ہے وقتِ سحر
کہا روز جاتی ہوں دربار میں / گزر ہے پیمبرؐ کی سرکار میں
نبیؐ و علیؑ کو سدا دیکھکر / کوئی کام کرتی ہوں وقتِ سحر

زیارت کو جاتی ہوں گھر یار سے — مری زندگانی ہے دیدار سے
کہا خیر یہہ راہ ہے خیر کی — پڑیگی جو تیر نظر غیر کی
تو باہر ہوئی عقد اور مہر سے — جو شیریں ہے پہر تلخ ہے زہر سے
کہا کوئی دیکھے اگر غور سے — تو ہوگا یہ ساماں اسیطور سے
چلی جب یہہ دیدار کی چاہ میں — ملا اک یہودی اسے راہ میں
کہا عزم بی بی کہاں کا کیا — بتا و ارادہ جہاں کا کیا
یہودی نے پوچھا یہ جب راہ میں — کہا حال عورت نے سب راہ میں
کہلا حال بولا یہی مدحصال — اگر دوستی میں ہے تجھکو کمال
اسی دوستی کی قسم ہے تجھے — ذرا اپنا چہرہ دکھادے مجھے
یہ کی عرض عورت نے غفار سے — تو واقف ہے نیت سے اقرار سے
یہودی قسم دیچکا ہے ابھی — کروں ترک آ سکو نہ ہو یہ کبھی
رخِ صاف سے پہر اُٹھائی نقاب — قسم کی سبب ہوگئی بے حجاب
ذرا دیکھیے قدرتِ کردگار — جو چہرہ پہ ڈالی نظر ایکبار
نہ عورت کسیطور آئی نظر — اسے شکل کچھ اور ہی آئی نظر
بُری شکل دیکھی بُرا منتہ کیا — ہنسا دل تو گھر کیطرف چلدیا
ہوا پہر جو دولتسرا میں گزر — بزرگوں سے کوئی نہ آیا نظر
نہ دیکھا نبیؐ و علیؑ کا جمال — زیادہ اسی بات کا تہا ملال

کیا گہر میں جاتی ہی روشن تنور گل شمع یہ تہی تو گلشن تنور

کیا گرم جب آب تنور پر ہوئی آب کچہہ روئی پر نور پر

دہلاتی تہی بچونکا سر یہہ ادہر کہ باہر سے شوہر بہی آیا نظر

اُسے دیکہکر مُنہ چہپایا شتاب جو پوچہا سبب بتایا شتاب

کہا عقد سے تیرے باہر ہوئی طبیعت وہیں آگ سنکر ہوئی

وہیں پہر غضبناک ہوکر کہا یہ عورت سے بیباک ہوکر کہا

جو ہے دوستدارِ نبیؐ و علیؑ بنی جان نثارِ نبیؐ و علیؑ

اُنہیں کی تجہے دوستی کی قسم محبت سے تنور میں رکہہ قدم

یہ سنکر اُٹہی وہ بصد امتیاز وضو کر پڑہی جان و دل سے نماز

اُٹہی بادۂ عشق سے جہوم کر چلی اپنے بچونکا مُنہ چوم کر

گئی متصل جب یہ تنور کے تو اطفال اس غیرتِ حور کے

پکڑ کر دوپٹہ کو رونے لگے گری پاؤں پر جان کہونے لگے

چہوڑایا دوپٹہ کو اطفال سے بڑہی آگے اپنی اُسی چال سے

لیا نام اللہ کا جب چلی گری آگ میں جب کہا یا علیؑ

زمیں کی گئی آہ گردوں تلک دہواں بن گیا اک ستونِ فلک

دہوئیں کا تو جانا وہ افلاک پر وہ اطفال کا لوٹنا خاک پر

دلونپر ہوا ایک صدمہ تیا پدر سے نہ لڑکوں کے دیکہا گیا

پدر نے لیا ساتھ اطفال کو — گیا پھر نبیؐ ست کہا حال کو
نبیؐ نے سنا جب قصہ تمام — ہوئی آبدیدہ جو خیر الانام
تو اصحاب سارے ہوئے اشکبار — سنا جس نے قصہ ہوا بیقرار
چلے واں ہو پھر بادشاہ عرب — گئے آپکے ساتھ اصحاب سب
نبیؐ کو جو آیا نظر دور سے — دھواں آسماں تک ہے تنور سے
گئی جب مکاں میں بھی کی دعا — بچا نار سے آگ سے اے خدا
یہ کلمہ رسول مبیں نے کہا — تو آئے وہیں روح الامیں نے کہا
ترے دوستونکو کہاں آنچ ہے — جہاں تیرے دشمن وہاں آنچ ہے
بلالو زن پارسا کو جناب — کہ ہوتی ہے خدمت میں حاضر شتاب
یہ کہنے لگے مرتضےؑ سے نبیؐ — پکارو زن پارسا کو ابھی
وصی نبیؐ نے جو آواز دی — صدا آئی لبیک لبیک کی
زباں پر تھا وصف علیؑ بار بار — نکل آئی تنور سے بیقرار
ہوئی پھر نبیؐ و وصیؐ پر فدا — پھری گرد دونو کے وہ پارسا
کہا آپنے کچھ بیاں حال کر — یہ کہنے لگی اے شہ نامور
رہی سامنے جبتلک نار تھی — گئی اسمیں لونڈی تو گلزار تھی
نظر آیا وہ شخص تنور میں — زیادہ کہیں بدر سے نور میں
نہ چھوڑا ہے مجھے اسجگہ غار میں — وہی لیگئی ایک گلزار میں

گئیں باغ میں جب کنیزیں ہزار / زیارت کو آئیں بصد افتخار
بڑی میری تعظیم و توقیر کی / خوشی سے یہ آپس میں تقریر کی
یہ ہے عاشق اہل بیت نبیؐ / محبّ جناب نبیؐ و وصیؑ
یہ لونڈی تو حوروں سے تھی ہم سخن / ندا آئی مجھکو میان چمن
وُہی پھر نظر آئے گلزار میں / مجھے کھینچ لائی ہیں دربار میں
کہا اُسکو پہچانتی ہے یہاں / کہا پارسا نے ادب سے کہ ہاں
علیؑ ہیں وُہ مشکل کشائی جہاں / امیر عرب رہنمائی جہاں
نبیؐ بات سُنکر یہ خوشدل ہوئے / کہ اتنے میں جبریل نازل ہوئے
نبیؐ سے یہ کہتے تھے رُوح الامیں / یہودی نے عورت کو دیکھا نہیں
جو قایم یہ راہِ وفا میں رہی / تو صورت بھی حفظِ خدا میں رہی
رہا دُور دُونوں سے دردِ فراق / نہ عورت پہ واقع ہُوئی تھی طلاق
زن و مرد سُنکر ثنا خواں ہوئے / ملے ماں سے بچے تو شاداں ہوئے
گئے وہاں سے دولتسرا کو نبیؐ / ہنسے دوست سنکر جلے مدعی
بیان عقیلہ تھا یہ ہو بہو / بس آگے نفیسہ کی ہے گفتگو

بیانِ نفیسہ اُن شخصوں کے بیان میں کہ جنہوں نے رضائے خدا کے لیئے ملک دُنیا سے ہاتھ اُٹھایا بتوں سے مُنہ پھرایا

مال ہاتھہ سے دیا جان فدا کی اولاد کا غم نہ کیا

فسانے کئی ساقیا یاد ہیں — سنے گر کوئی قابلِ داد ہیں

یہیں سے ابھی کچھہ ابھی کچھہ کہیں — لبِ خشک تر ہوں یہی کچھہ کہیں

نظر جام پر ہے قدم راہ پر — مسافر ہیں بیٹھے ہیں ہم راہ پر

اُدہر جام سے التجا ہے اِدہر — اُدہر دیر خوفِ قضا ہے اِدہر

گیا دن بہروسہ کسے رات کا — یہی وقت ہے ساقیا بات کا

بہلا کسکو امید یاں شام کی — کہوں کچھہ تو امید پھر جام کی

جو دیکھا رخِ حور کو غور سے — نفیسہ نے جانا یہہ ہر طور سے

عقیلہ کی باتیں اثر کر گئیں — تو بی بی الگ لونڈیاں ڈر گئیں

عقیلہ نے اپنے کیا ڈہنگ سے — نہیں شاہزادی مرے رنگ سے

نہ یہ دُور خدمت سے اپنی کرے — پرے سے پرے یونہی ہو تم پرے

نہ رکہو قدم ہر گہڑی چاہ میں — چلو شاہزادی کی تم راہ پر

وہ باتیں کرو یہ رضامند ہو — ہر اک بات سے اپنی خورسند ہو

اگر یاد اسکے رہے بات یہہ — جو بگڑے بنا کر سکے بات یہہ

کہ اہلِ جہاں کی یہی چال ہے — جو ہے حال سب کا مرا حال ہے

جو دلمیں یہ سوچی کہا حور سے — یہی عرض لونڈی کی ہے دور سے

بُروں کی عقیلہ نے باتیں کہیں — بُرے بھی زمانہ میں سارے نہیں
جہاں کے سبھی لوگ یکساں نہیں — کہیں نیک انساں ہیں بد ہیں کہیں
سبھی کب زمانہ میں بدکار ہیں — جہاں ہیں بُرے سو بھلے چار ہیں
عقیلہ نے جو کچھہ کہا ایجاب — مری بات میں ہر بات کا ہے جواب
سُنا ہے یزیدِ لعیں کا بیاں — کہوں اُسکی بیٹے کی اب داستاں
پسر ہے الگ باپ کی راہ سے — نہ رکھی غرض حشمت و جاہ سے

ذکر معاویہ رحمتہ ابن یزید لعنۃ

نہیں یہ ادہر اور اُدہر سے سُنا — بہت سی کتابوں سے مضموں چُنا
معاویہ ابنِ یزیدِ پلید — ازل سے غلامِ حسینؑ شہید
پدر کی جگہہ جب خلیفہ ہُوا — تو مثلِ پدر کب خلیفہ ہُوا
خلیفہ تو چالیس دن تک رہا — خلافت میں اپنی اسے ننگ رہا
خدا کی طرف سے ہدایت ہُوی — تو حکمِ نبیؐ کی رعایت ہوی
یہ جانا خلافت ہے امرِ عظیم — نہیں منصبِ ہر شقی و لئیم
نہیں یہ کسی اجنبی کے لیئے — یہ منصب ہے آلِ نبیؐ کے لیئے
ہُوا جمعہ ممبر کے اوپر چڑھا — بڑی اک فصاحت سے خطبہ پڑھا
خُدا پاک کی جب ثنا کر چکا — تو وصفِ پیمبرؐ کی جانب کہا

جو نعمت نبیؐ سے فراغت ہوئی — دل و جان کی اُنکو رحالت ہوئی

ستم باپ دادا کا ظاہر ہوا — حقیقت سے دنیا کی باہر ہوا

کہا پھر کہ اے قوم آگاہ ہو — نہ ٹیڑھے چلو اور نہ گمراہ ہو

خلافت کے قابل جہاں سب نہیں — ہر اک آدمی کا یہ منصب نہیں

مرا دادا ناحق بلا میں پڑا — خلافت کی خاطر علیؑ سے لڑا

فضیلت میں سب سے تھے اولیٰ علیؑ — خلافت کے لایق تھے مولیٰ علیؑ

پدر کی جگہ اپنے میرا پدر — جو بیٹھا بڑی چاہ سے تخت پر

خلافت کی اسکو لیاقت نہ تھی — کہ حقِ پدر بھی خلافت نہ تھی

لڑا آلِ احمدؐ سے اس بات پر — کہ بیعت کریں سب مرے ہاتھ پر

مٹایا محمدؐ کی تصویر کو — کیا قتل بے جرم شبیرؑ کو

ہوئی جب خلافت کے اوپر نگاہ — جبھی تو کیا گھر نبیؐ کا تباہ

ستم کیا کیا اس عمر میں کر گیا — پھر آخر کو ظالم جواں مر گیا

ہمیشہ کو سر پر لیا اک عذاب — کیا مفت میں عاقبت کو خراب

خلافت کے مارے غضب میں پڑا — نہ چھوٹا گنہ اس سے چھوٹا بڑا

ہوئی عہد میں اسکے جایز شراب — کیا ہو مدینہ کو اسنے خراب

مدینہ کو لوٹا نہ آیا قرار — کیا کعبہ پاک کو سنگسار

نہیں اس خلافت سے مطلب مرا — نہ میں اسکے لایق نہ منصب مرا

مرے سامنے سلطنت کچھ نہیں | یہ دو روز کی منزلت کچھ نہیں
عدالت سے اپنی بتاؤں اُسے | پہنچتا ہے حقّ خلافت جسے
وُہ سجّاد ہے جانشینِ حسینؑ | جو ہے عابد و زاہدِ مشرقین
اُسیکو خلافت سزاوار ہے | کہ وُہ اُسکے لائق ہے حقدار ہے
جو سجّادۂ دین پہ سجّاد ہو | بڑہے دین دُنیا بھی آباد ہو
مگر جانتا ہوں کہ جانِ رسولؐ | کریگا نہ امرِ خلافت قبول
مری ہر مسلماں سے ہے التجا | نہ سمجھے مجھے کوئی فرمانروا
نہیں کوئی عقبیٰ سے پیارا مجھے | مناسب ہے سب سے کنارا مجھے
مسلماں جو غمگیں ہے یا شاد ہے | ہر اِک میری بیعت سے آزاد ہے
یہ کہتے ہی منبر سے اُترا شتاب | غرض اپنی منزل میں پہنچا شتاب
خوشی سے نہ گھر میں بھی آکر رہا | عبادت کے گوشہ میں جاکر رہا
محل سے جو حجرے کے اندر گیا | نہ حجرے سے نکلا وہیں مر گیا
جنہیں کچھ تعلّق ہی انصاف سے | نہوں خوش خوشامد و اوصاف سے
جو کچھ عیب دیکھیں تو چپکے رہیں | برا باپ دادا کو اپنے کہیں
کسی کی نہ دلمیں حمایت کریں | کریں بھی تو حق کی رعایت کریں
جو پوچھو تو بے عیب بشر ہیں یہی | وہی آدمی ہیں بشر ہیں وہی
کوئی شخص کرتا ہے یہ بھی بیاں | کہ اوترا جو منبر سے وُہ نوجواں

وہیں باپ دادا پہ بھی طعن کی
یزید و پدر اُسکے پر لعن کی
سُنا ہی یہہ بی بی نے جیسا بیان
یہ بندی کرے اور ایسا بیاں

ذکرِ پسرِ ہارون رشید

خلیفہ جو ہارون تھا بغداد کا
کروں ذکر کچھہ اُسکی اولاد کا
دلوں پر تھا سب کے غبار غرور
شراب حکومت سے تھے چُور چُور
پسر مست غفلت سے ہر ایک تھا
مگر ایک دو چار میں نیک تھا
نہ تھی دولت و ملک سے کچھہ خبر
فقیری پہ تھی سلطنت میں نظر
کیا سر الگ تاج کی چھاؤں سے
علیحدہ کیا تخت کو پاؤں سے
بتوں کو نظر سے گرائے ہوئے
حسینوں سے آنکھیں پھرائے ہوئے
ہر اک کام دنیا کا چھوڑے ہوئے
ہر اک راہ سے باگ موڑے ہوئے
کیا ترک دنیا کا سب کاروبار
رہا حق کی طاعت میں لیل و نہار
امیروں سے دم بھر نہ تھا اختلاط
فقیروں سے تھا رات دن ارتباط
نہ مسند پہ تکیہ نہ رخت حریر
گزی کا تو کپڑا تھا فرش حصیر
محبت نہ تھی تخت اور تاج سے
نہ خوش باج سے تھا نہ تاراج سے
فقیری سے ہر دم سروکار تھا
پدر کے طریقہ سے بیزار تھا
سدا تھا فقیروں میں اسکا گزر
وہ حسرت سے کرتا تھا ان پر نظر

جو جاتا کسی قبر پر دلفگار
تو روتا وہیں بیٹھکر زار زار

کسی دن وہ شہزادہ حق شناس
فقیرانہ پہنے ہوئے سب لباس

جو پہنچا خلیفہ کے دربار میں
تو چرچا ہوا سارے حضار میں

کہ یہ وضع لڑکے کی اچھی نہیں
نہ رہتے ہیں یوں شاہزادے کہیں

فقیروں میں رہتا ہے یہ نیک خو
ملا دی ہے سب خاک میں آبرو

کہا شاہزادے کی جو شان ہیں
وہ پہنچا خلیفہ کے سب کان میں

پسر کو بلاکر وہیں روبرو
نہایت محبت سے کی گفتگو

خلیفہ کے الطاف کو دیکھکر
کہا اس پسر نے کہ سن اے پدر

کہ دنیا کو دیکھا بہت غور سے
اٹھائی ہے لذت ہر اک طور سے

سمائی نظر میں نہ کچھ کائنات
زمانہ کی ہر چیز ہے بے ثبات

نہ کر غور کچھ میرے افعال پر
مجھے چھوڑ دے بس اسی حال پر

اٹھائی ہے دنیا کی لذت سدا
مگر کچھ تو عقبیٰ کا دیکھوں ذرا

رہے گی سدا نعمت آخرت
کہ ہے دائما لذت آخرت

نہیں آنکھ دار فنا کیطرف
نگاہیں ہیں ملک بقا کیطرف

نچھوڑا خلیفہ نے فرزند کو
کہا یہہ وزیر خردمند کو

یہ لڑکا بھی آخر کرے کوئی کام
حکومت لکھو مصر کی اسکے نام

پسر نے کہا - بازرہ قہر سے
نہیں بھاگ جاؤنگا اس شہر سے

پدر نے یہہ سنکر کہا اے پسر
جو ایسا کرے کیا ہو حال پدر

یہہ کی عرض بیٹے نے ای تاجور
جو بہاگا یہہ فرزند کیا ہے خطر

تسلی کو بیٹے ترے اور ہیں
نہیں ہیں برادر مرے اور ہیں

خدا سے جدا ہو جو تیرا پسر
خدا کا نہیں ہے بدل ای پدر

خدا اور ہے دہیاں جسکا کرو
اسے بہول کر ذکر کس کا کروں

جو ہاروں سے اسنے کنارا کیا
تو بصرہ میں جاکر گزارہ کیا

وطن سے نہ کچھہ ساتھہ ساماں لیا
بہی چہوڑ کر ایک قرآں لیا

نہ لیتا تہا کچھہ غلبہ و قہر سے
شکم بہرتا مزدوری شہر سے

زیادہ لیا اور نہ کچھہ کم لیا
کیا کام جب ایک درہم لیا

کفایت سے چہہ روز کہانا اسے
تو پہر اور کہانیکو لانا اسے

ہو شنبہ کے دن کام کرتا غریب
تو چہہ روز آرام کرتا غریب

جو بصرہ میں تہے عامر نیکنام
ہے انکا بیاں اس طرح کلام

مری گہر کی دیوار تہی اک خراب
کہ اسکے لیے تہا مجہے اضطراب

ہوئی مجہکو مزدور کی جستجو
گیا گہر سے باہر پہرا کو بکو

ملا ایک مجہکو جوان حسین
شرافت سے اسکی تہی روشن جبیں

تلاوت میں قرآں کی مشغول تہا
عبادت میں یزداں کی مشغول تہا

جو فارغ ہوا عرض کی میں نے واں
کوئی کام کرتے ہو تم ایجواں

وہ بولا بتاؤ کسی کام کو
بتاؤ تو کیا کام کا طور ہے
سنا یہہ تو کہنے لگا وہ پسر
فقط ایک درہم تو اجرت ملے
غرض مان کر شرط لایا اُسے
جو پھر کام دیکھا سرِ شام کو
کیا کام دو شخص کا ایک نے
جو میں نے دو درہم دیئے اسکو اور
گیا دوسرے دن بلانے اُسے
لگا کہنے مجھہ سے کہ اے دوستدار
تو جمعہ روز کہاتا ہوں آرام سے
کیا کام اُس روز پر منحصر ہے
یہ دیکھا کسی سے نہیں گفتگو
کیا پہلے دستِ ادب سے سلام
تلاوت سے فارغ ہوا جب پسر
مرے ساتھہ پھر ہولیا شوق سے
سرِ شام کی کام پر جب نظر
کہ پیدا ہوا ہوں اسی کام کو
کہاں کارِ گِل ہے نہ کچھہ اور ہے
کروں آپکا کام اک شرط پر
نمازوں کے موقع پہ مہلت ملے
بتانا تہا جو کچھہ بتایا اُسے
کیا اُس نے دہ چند اُسکام کو
مگر مزد دو کا لیا ایک نے
تو کہنے لگا یہ نہیں میرا طور
دیا صبر ایسا خدا نے اُسے
جو کرتا ہوں شنبہ کے دن کاروبار
تعلق ہے شنبہ کے دن کام سے
گیا روز شنبہ کو پیش پسر
تلاوت میں قرآں کی ہے مشغول وہ
لیئے مصلحت پھر کیا کچھہ قیام
کہا میں نے مطلب مگر مختصر
اُسی طور سب کچھہ کیا شوق سے
تو ظاہر ہوا یہ مجھے دیکھہ کر

حمایت فرشتوں نے لاریب کی — یسیر کے لیئے تھی مدد غیب کی
گیا تیسرے دن جو دستور سے — ملائیں محل پر نہ مزدور سے
جو پوچھا کسی سے یہ پایا جواب — خرابہ میں ہے تین دن سے خراب
دیا مزد کچھ ساتھ رہبر لیا — چلا پیچھے آگے اُسے دھر لیا
محل پر جو پہونچا یہ آیا نظر — پڑا ہے خرابہ کے اندر یسیر
اکیلا بیاباں میں خاموش ہے — یسیر جاں بلب ہے نہ کچھ ہوش ہے
جو کی میں نے تسلیم کچھ جان کر — رہا ویسے ہی چپ نہ پہچان کر
بڑی دیر کے بعد جانا مجھے — کہا ہے وصیت برادر تجھے
مرا وقت نزدیک ہے اے جواں — کہ جب جان تن سے ہو میری رواں
یہ کہنا کہ اے خالق بحر و بر — مُوا ہے خرابہ میں جو یہ یسیر
جو بھاگا یہ دنیائے جانکاہ سے — تعلق کیا تیری درگاہ سے
اسے اپنی رحمت سے مت دور کر — گنہ بخش بندہ ونیں منظور کر
جو پھر دفن کرنا ہے مجھے خاک میں — محبت سے دھرنا مجھے خاک میں
یہ انگشتری ہے یہ قرآن ہے — یہی دین و دنیا کا سامان ہے
یہ ہاروں کو دینا نشانی مری — تو پھر عرض کرنا زبانی مری
حوالہ جو کی ہے امانت تجھے — یسیر نے یہ دی ہے امانت تجھے
جو دیکھا ترا کام اس شخص نے — دیا ہے یہ پیغام اس شخص نے

مناسب نہیں ہے جو ایسا کرو — نہ ایسی ہے غفلت کے اندر مرو
جسے آپ پیتے تھے تاج و سریر — کھلے سر یونہیں چلدیا وہ فقیر
وصیت یہ کر کے روانہ ہوا — غرض وہ قضا کا نشانہ ہوا
قریبوں سے پہلے ہی وہ دور تھا — مکاں سی الگ اپنے مزدور تھا
قضا نے نہ کچھ کام کرنے دیا — جہانمیں نہ دم بھر ٹھہرنے دیا
مکاں سی نکالا اسے موت نے — بیابانمیں ڈالا اسے موت نے
سرہانے خضر ہے نہ الیاس ہے — کیا جسنے پیدا وہی پاس ہے
ہزاروں ہی دنیا میں ویسے مرے — مرے بھی جہانمیں تو ایسے مرے
نہ کہنا کہ پہلے ہوئے یہہ بشر — بیاں کیا ہے انکا ہوئے یہ بشر
کہو آج کی بات آئی یقیں — کہ دی ہاتھ سے کس نے گز بھر زمیں
نہ عرصہ ہوا کچھہ نہ مدت ہوئی — کہ دو سال گزری یہ نوبت ہوئی
ہٹایا جو دل باج و تاراج سے — نہ راجہ نے رکھی غرض راج سے

نقل ایک راجہ کی کہ جسنے ملک و دولت سے منہ موڑا

یہہ راجہ رئیسوںمیں ممتاز تھا — غرض ہمسروں میں سرفراز تھا
کسی سے نہ کم تھا کسی بات میں — خزانے تھے قابو میں زر ہات میں
ہوئی پہلے سیر کتب پر نظر — تو کی پیچھے دنیا میں سب پر نظر

شجر اور ثمر میں نہ پائی ثبات — کسی خشک و تر میں نہ پائی ثبات
جو دیکھا کہ دنیا کا یہہ ڈھنگ ہے — تو جانا کہ ہر رنگ بیرنگ ہے
ہٹا دل ہر اک دین و آئین سے — محبت نبی کے ہوئی دین سے
اٹھایا دل و جاں کو اصنام سے — تعلق کیا دین و اسلام سے
کنارہ کیا مال و زر چھوڑ کر — گیا پہلے کعبہ کو گھر چھوڑ کر
در کعبہ سے کربلا کو گیا — ٹھہر رہا واں سے دار البقا کو گیا
رکھے جو کہ ملک بقا پر نظر — کرے خاک دار فنا پر نظر
نہ سمر و ہمسر ہے شہنشاہ سے — کروں نقل اک غیرت ماہ سے

نقل دیگر

ہوا سدّ یاجوج سے جب فراغ — سکندر وطن کو پھرا باغ باغ
وہاں آپ پہنچا بقصد امتیاز — جہاں پیر اک بیٹھ رہا تھا نماز
ٹھہر کر کوئی دم کیا انتظار — جو فارغ ہوا یہ کہا ایکبار
بھری فوج و ساماں کو دیکھکر — کیا آپنے کچھ نہ دلمیں خطر
کہا خوف کرتا میں کس راہ سے — مناجات کرتا تھا اُس شاہ سے
جو ہے آپ سے اُس سے برادر بڑا — بڑا ملک اُسکا ہے لشکر بڑا
وہاں آپ کی کچھ حقیقت نہیں — ترے ملک و لشکر کو نسبت نہیں

دکھاتا ہے تو زور کیا اسکا ہی — بڑی اسکی قوت ہے طاقت بڑی
اگر دیکھتا ہیں تہیں چاہ سے — نہ حاجت کو پاتا کسی راہ سے
پکارا یہ اسکندر نامور — رضامند ہوتے ہو ار شاہ پر
رکھیں گر قدم آپ سن ایک بار — تو شادی ہوں ہم آپ پر تن نثار
مری ملک میں آپ ہوں گر شریک — تو ہو انتظام جہاں ٹہیک ٹہیک
ہر اک امر میں ہو مدد آپ سے — کہ پوچھوں ہر اک نیک و بد آپ سے
یہ بولا جو ضامن ہو نیک فال — تو ہی چار خصلت کا تجھ سے سوال
نہ وہ چار چیزیں اگر دور ہوں — تو ہم تیری خدمت سے مسرور ہوں
وہ صحت کہ جسمیں مرض کچھ نہو — جئیں اور قضا سے غرض کچھ نہو
جوانی میں پیری نہو آشکار — ہر اک بات انمیں ہو اختیار
سکندر پکارا کہ اے ہوشیار — کوئی اسپہ قادر نہیں زینہار
کہا یاں اسی سے مناجات ہے — کہ قبضہ میں جسکے ہر اک بات ہے
اسی کے ہی تو سایۂ لطف میں — یہ ہے آبرو سایۂ لطف میں
سنی پیر زاہد کی یہہ گفتگو — گئے واں سے اسکندر نیکخو
جسے ہے یہاں آخرت کا خیال — اسے کب ہے پھر سلطنت کا خیال
جو ہو عشق اللہ کی ذات سے — تو کیا ہو خبر دوسری بات سے

نقل زاہد صحرانشین

کسی زاہد پاک کا ہے بیاں ‌ ‌ بنایا تھا جنگل میں اسنے مکاں

کوئی دشت میں راہ کو بھولکر ‌ ‌ مکاں جب یہ دیکھا تو آیا ادہر

یہ دیکھا کہ ہیں بند دونو کواڑ ‌ ‌ عبادت کی خاطر یہ کی ایک آڑ

کہا زاہدا رحم للہ کر ‌ ‌ جو بھولا ہوں رستہ کو آگاہ کر

سنی اسنے آواز در کہولکر ‌ ‌ کہا وہ ہے رستہ یہ چلا جا ادہر

مسافر نے رستہ کا پایا پتا ‌ ‌ کہا۔ مجھکو نام و نشاں بھی بتا

کہا، نام مت پوچھ گمنام کا ‌ ‌ بھلا نام سے ہے تجھے کام کیا

نشاں دیدیا ہے تجھے راہ کا ‌ ‌ مجھے ذکر کرنے دے اللہ کا

زیادہ نہ دے طول اب باتکو ‌ ‌ نہ کھو مفت اب میرے اوقات کو

عبث بات کرنیسے بیزار تھا ‌ ‌ سوائے عبادت نہ کچھ کار تھا

بتانا یہاں نام کا تھا محال ‌ ‌ سنو ایک صاحب کی تم قیل و قال

کہیں جمع بیٹھا میں تھے لوگ عام ‌ ‌ پھر کرنے لگے ایک صاحب کلام

کرو اہل یورپ کے اوپر نظر ‌ ‌ کہ دنیا میں کیں صنعتیں کسقدر

نہیں غور اونکو کسی بات پہ ‌ ‌ ہمیشہ نظر ہے اسی بات پہ

کوئی چیز دنیا میں ایجاد ہو ‌ ‌ جو ایجاد ہو قابل داد ہو

یہ کیا بات ہے اہل اسلام میں ‌ ‌ لگاتے نہیں دل کسی کام میں

نہ کرتے ہیں دنیا میں ایجاد کچھ ‌ ‌ نہیں چھوڑتے قابل یاد کچھ

کہا ایک نے اہل اسلام سے — لگائیں وہ دل کون سے کام سے
جو دنیا کی سمجھیں نہ بنیاد کچھ — کریں کس بھروسہ پہ ایجاد کچھ
مکاں اور ہی اہل اسلام کا — جو دنیا میں گھر ہی سو ہی نام کا
نہ دنیا کی صنعت پہ مرتے ہیں یہ — وہیں کے لیے کام کرتے ہیں یہ
جنہیں خاص دنیا سے ہی کام کچھ — وہ صنعت دکھائیں کریں نام کچھ
نہیں اہل دنیا کو دیں سے غرض — نہ دنیا کا ہی اہل دیں کو مرض
وہ جانے کا دین کے نہ ماتم کریں — یہ دنیا کے جانے کا کیوں غم کریں
جو عقبے پہ دیندار کا ہاتھ ہے — تو دنیا بھی پھر پاؤں کے ساتھ ہے
مقرر جو ہے رزق تقدیر سے — وہ بڑھتا نہیں اپنی تدبیر سے
کیا پھر نہ صاحب نے جوش و خروش — جو تھی بات سچی ہوئے وہ خموش
کہیں گے جنہیں یاں ہی تمیز کچھ — حقیقت میں دنیا نہیں چیز کچھ
نہ خالی ہیں قصے یہ تاثیر سے — یہ بھی خوف بی بی کی تقریر سے
جو فرماؤ سب کچھ گوارا کیا — مگر بت سے کس نے کنارا کیا
کہوں یہ کہ ایسے بہت مرد ہیں — جو الفت میں اللہ کی فرد ہیں
جو دیکھیں بتوں کو رکیں دیکھ کر — انہیں بت بھی پیارے ہی جھکیں دیکھ کر
انہیں تم نے دیکھا کہاں غور سے — سنیں آپ انکا بیاں غور سے

قصہ اُن شخصوں کا کہ اپنے آپ کو بچایا بھی

مرد نے عورت کو اور کیسی عورت نے مرد کو ستایا

جو ساقی یہ سمجھے کرو ان پیالہ — شروع یہ ہے تو نم کا بیاں
کوئی مرد ہو تو کوئی گر تم ہو — کہیں بے حیائی کہیں شرم ہو
کہیں نشہ میں اس طرح ڈولتا — بیٹھے ہیں مت بھاگتے ہیں جوال
دکھاؤں کبھی پیارے پیارے صنم — جواں گرد ہیں اور کتارے عنم
خبر ساقیا وقت پر لیجیے — شروع بیاں ہے نظر کیجیے
نظر تھی کتابوں پہ شام و سحر — ورق تھے ہزاروں ہی پیش نظر
روایت یہ دیکھی بیانِ کتاب — جواں ایک تھا غیرتِ آفتاب
نہ راغب سوئے بوستانِ جہاں — چمن میں تھا آزاد سرو رواں
نہ کچھ باعث تھی اوقات کو — کیا ترک دنیا کی لذات کو
جگر میں نہ حرص و ہوا کی جگہ — دلِ پاک خوفِ خدا کی جگہ
فقیرانہ دنیا میں آزاد تھا — ریاضِ قناعت میں شمشاد تھا
یہ تھی خیمہ چشم کی واردات — توکل کی جو ہیں قناعت قنات
فقط ٹوکری وہ بناتا عزیز — اسی راہ سے رزق پاتا عزیز
مگر ٹوکری بھی وہ نازک مزاج — بناتا تھا بہر گل احتیاج
نہ کچھ عیش و عشرت کا دل میں خیال — گل خوبیِ حسن کا تھا نہال

طبیعت نہایت ہی آزاد تھی
وہ صورت سے سیرت خداداد تھی

کبھی روزہ عاشق کبریا
کہیں ٹوکری بیچنے چلدیا

پھرایا فلک نے ادہر اور ادہر
ہوا ایک کوچہ میں اسکا گزر

زن مہ لقا ملگئی راہ میں
ہوئی غرق دیندار کی چاہ میں

بری راہ پر اسکو لایا خیال
گیا دل بناوٹ کا آیا خیال

کبھی منہ دکہانیکو الٹی نقاب
کبھی شرم کہا کر کیا کچھہ حجاب

دوپٹہ کو اولٹا کبھی دوش پہ
ادا سے کہا ہاتھہ آغوش پر

کبھی سادہ پن سے دکہایا شکم
کبھی مسکرا کر چھپایا شکم

کبھی سر پہ سودای سر چڑہی
ہٹی پیچھے اور گاہ آگے بڑہی

بڑہی کچھہ تو پھر دیکھنے کو پھری
جو ٹھہرا نہ دل ٹوکری پر گری

جواں پہ دل وجان سے مایل ہوئی
جو کرتی تھی بسمل وہ گھایل ہوئی

پکاری کہ ہم بھی خریدار ہیں
یہ چیزیں سبھی مجھکو درکار ہیں

ہوا خواہش نفس سے کچھہ جنوں
کیا دل سے منظور فعل زبوں

بہانہ سے سودے کے گھر لیگئی
بغل میں مثال جگر لیگئی

مقفل در خانہ اول کیا
ستمگر نے زنداں کو مقفل کیا

اُدہر وہ ہوا بند یاں لب کہلے
جو کہلنے کے قابل تہے وہ سب کہلے

خوشی اسطرح دل کے اندر ہوئی
کلی پھول جامہ سے باہر ہوئی

ہوئی پھر نقابِ معطر الگ
دوپٹہ الگ ہے سر چادر الگ

رخ و چشم سے جلد پردہ اٹھا
ہوا آئینہ صاف گرد اٹھا

الگ آہ کرتی کی محرم الگ
ہوئی جسم نازک سے سب غم الگ

صفائی بدن کی یہ کی سانپ نے
الگ کینچلی ڈالدی سانپ نے

مقدر سے تھا پر چلا آئینہ
جواں کرنہ رخ سے ملا آئینہ

جواں نے نہ اوپر اٹھائی نگاہ
نہ آئینہ رو سے ملائی نگاہ

زنِ نازنیں کو کہاں ہوش تھا
کہ دیگ محبت کا اک جوش تھا

کیا پھر تو دستِ ہوس کو دراز
لگی کرنے ظاہر وہ ناز و نیاز

کبھی بھوں چڑھائی اتاری کبھی
کبھی نخرا اور چالسازی کبھی

کہا رنج سے شاد ہو کر کہا
ہنسی سے کہا، گاہ رو کر کہا

ہنسی تھی کبھی آہ و زاری کبھی
کبھی منہ پہ کچھ بیقراری کبھی

اشارے کئی شوخیانہ کئے
جو شیطاں نے افسوں بتائے کئے

یہ دیندار تھا عاشقِ کبریا
اثر جادوئے حسن نے کب کیا

طمع دی بہت دولت و جاہ کی
نہ اسنے کسی چیز کی چاہ کی

چلا دل نہ مطلق کسی چال پر
نظر کی نہ صورت پہ نے مال پر

جو انکو بھی ہر گھڑی تھا خیال
نکلنا تھی دام صنم سے محال

چلا جب نہ کچھ کام انکار سے
کہا سوچ کر یار رخسار سے

ہوا ہے تقاضائے حاجت مجھے — کوئی دم کی ہووے اجازت مجھے

سمجھا کہ دم بھر میں آیا یہیں — جدا اصل سے کب ہوسایہ کہیں

یہ سمجھی کہ جاتا ہے یہ اب کہاں — کہیں جائے - پر دل ہے اسکا یہاں

کہا شاد ہوکر ابھی جائیے — مگر جلد تشریف لے آئیے

پری سے جو انکو اجازت ملی — بہانہ سے جانیکی رخصت ملی

گیا گوشۂ باغچہ کی طرف — یہ چاہا کرے جان اپنی تلف

غرض یاد اس دم کیا موت کو — گنہ پر مقدم کیا موت کو

گناہِ خدا کب گوارا کیا — بجز مرگ کے کچھ نہ چارہ کیا

چڑھا اسطرف جلد دیوار پر — گرا اس طرف دشتِ پُر خار پر

کیا مرگ خوفِ خدا سے پسند — کرم سے خدا کے نہ پہنچا گزند

خدا کی طرف سے عنایت ہوئی — جو بھاگا صنم سے حمایت ہوئی

فریبِ بتِ بیوفا سے بچا — پری رو کی جور و جفا سے بچا

نہ اس روز کچھ قوت حاصل ہوا — خوشی سے مگر گھر میں داخل ہوا

کہا اپنی زوجہ سے اے نازنین — نہ گھبراؤ مالک ہے ربّ زمین

نہ فاقہ کے صدمات سے تم ڈرو — بہت جلد مطبخ کو روشن کرو

جلے آگ مطبخ میں شام و سحر — نہ فاقہ کی ہووے کسیکو خبر

کہا، یہ قریبوں سے رخصت ہوا — پیا آب محوِ عبادت ہوا

غذا کی جگہ پیٹ پہ سنگ و تنہا | زیاں یہ فقط بندگی کا ہوا
محلہ کی عورت کوئی ناگہاں | غرض آگ لینے کو آئی وہاں
جو دیکھی آگ کو جب میان تنور | کہا اہل خانہ سے اُس ذی شعور
الگ آپ بیٹھے ہو کیوں بے خبر | تری روٹیاں جل گئی ہیں ادہر
وہ آئی تو دیکھی یہ شان تنور | لگی رہ گئیاں ہیں میانِ تنور
ہوا غیب سے جب یہ کار عظیم | کیا پھر تو شکر خدائے کریم
سخن یہ زن پارسا نے کیا | یہ سامان سب اتقا نے کیا
سنا تھا جو پایا بہت کچھ ہوا | یہ پرہیزگاری سے سب کچھ ہوا
تعجب ہے یہ بات کہکر شتاب | کیا شاہزادی نے پھر یہ خطاب
کہیں مرد یوں آپ چاہیں جسے | جواں مرد کہتے ہیں بی بی اسے
اگر ہو مری بات پہ غور آپ | تو ویسا ہی قصہ کہوں اور اب

قصہ زاہد و عورت زناکار

سرائیلیوں میں زن مہ لقا | جلاتی تھی آتش سے دلکو سدا
پڑے وہ بھی جب حسن کی آگ میں | جلیں کیوں نہ مشتاق بھی لاگ میں
جنہیں خانۂ یار میں بار تھا | جہنم انہیں خانۂ یار تھا
نظر میں کبھی زلف ابرو کبھی | کبھی سانپ کھاتی تھی بچھو کبھی

وہ بت بھی جوانوں سے مشغول تھا | جھکا مکھ بلبلوں پر عجب پھول تھا
نہ تھی حسن و خوبی پہ کچھ احتیاط | جوانوں سے رکھتی تھی عیش و نشاط
وہ بت بھی کوئی رہبر ناز تھا | بلندی پہ جتنے سہر ناز تھا
کوئی دو برس میں سائی کرے | یہ ساعت میں حاجت روائی کرے
سہر ایلیو میں تھے جتنے جواں | کسی نے نہ عورت سے پائی اماں
موافق تھی ساعت میں پل میں جدا | غرض ڈھنگ تھا ہر محل میں جدا
کبھی ہم بغل اور کنارے کبھی | کبھی کچھ تغافل اشارے کبھی
کہیں عشق اور پیار کیاری کہیں | کہیں وصل اور کارسازی کہیں
کسی سے تھا انکار وعدہ کہیں | گھڑی میں جو ہاں تھی تو دم میں نہیں
عدو دین کی دشمن تھی ایمان کی | خرابی دلوں کی بلا جان کی
وہ قاتل ہی جیب لکھو بسمل کرے | لگائے جو سو زخم خوشدل کرے
مریں آپ جیسے وہ جلا دے ہے | جسے حیند ڈھونڈھے وہ جیتا دھے
اوڑائے جیسے بے پروں کے اوڑے | یہاں ہوش بازیگروں کے اوڑے
کہ جیسا صنم کا ہے حسن و جمال | تو ویسے ہے زاہد کا زہد و کمال
یہ کہتے ہیں ہر چند ہر روز و شب | ہوئی جمع اک وزد دل سوز سب
یہ آپس میں بولے اسے دیکھکر | جسے روز ہم تم ہیں سے دیکھکر
جو زاہد یہ بت کی عیاں چال ہو | ہماری طرح وہ بھی پامال ہو

کیا جان نثار وے جب یہ سخن
تو کہنے لگی فخر سے گلبدن

قسم ہے یہہ کہتی ہوں للکار کر
کہ جاؤنگی گھر میں آسی مار کر

جہاں تھی وہاں سے نہ گھر پر گئی
ہوئی رات زاہد کے در پر گئی

جو دیکھا در مدعا بند ہے
غلط نیت وصل و پیوند ہے

پری رو نے زاہد سے کی چھیڑ چھاڑ
یہ دی در پہ دستک کہ کھولو کواڑ

اٹھا یوں نہ زاہد کہ ہے زور کچھہ
یہ بولی کہ بندی ہے مجبور کچھہ

جوانوں نے روکا ہے راہ میں
اماں چاہتی ہے یہہ درگاہ میں

محل خرابی کی ہے یہہ بنا
کیا چاہتے ہیں جواں اب زنا

ہوئی بات سنکر جگر میں جگہہ
تو دی جلد عابد نے گھر میں جگہہ

نگاہوں سے عابد کو تاڑا وہیں
بناوٹ سے تن کو گرایا وہیں

دوپٹہ سے سارا بدن ڈھانپ کے
گری پاس عابد کے کچھہ کانپ کے

اشارہ سے کہتی رہی بار بار
رہو مجھسے غافل نہ اے ہوشیار

جوانوں نے جب سے لتاڑا مجھے
جبھی سے چڑھا خوب جاڑا مجھے

دبائے بدن کوئی محرم نہیں
چلی جان افسوس ہمدم نہیں

پھرا دو جو دست شفا جسم پر
رہے پھر نہ لرزہ ذرا جسم پر

ہوا جب نہ زاہد کو کچھہ بھی خیال
تو سوچی کہ چلئے کوئی اور چال

کہا ہائے گرمی نے مارا مجھے
دم سرد ہے اک شرارہ مجھے

قضا چھوڑتی ہی بہلا کب مجہے
جو جاڑا گیا تپ چڑھی تب مجہے

کبھی ہاتھہ رکھا رگ نبض پر
کبھی سر کو دہنتی تھی اُٹھہ ٹھہر

کبھی کچھہ تسلّی سی مضطر کبھی
کبھی ہاتھہ ہاتھی پہ دل پر کبھی

ہلاتی تھی چہرہ پہ آنچل کبھی
کبھی چین سے دل تہا بیکل کبھی

ہوئی تنگ وہ جب دل تنگ سے
تو رونے لگی اور ہی ڈہنگ سے

ہوا کے لیے پہر یہ پہرتی ہوئی
جدا تن سی شلوار و کرتی ہوئی

دوپٹہ تو پہلے ہی سی دور تھا
اُسے ڈہنگ کچھہ اور منظور تھا

نکل آیا مہ پردۂ ابر سے
تو زاہد ہی کس طرح صبر سے

تنِ نازنین سی ہوا دل گداز
کیا ہاتھہ بیساختہ جب دراز

اُسیوقت خوفِ خدا آ گیا
قیامت کی آتش سی گہبرا گیا

اُسی گہر میں تہی آگ روشن کہیں
تو پکڑے ہوی ہاتھہ پہنچا وہیں

نہ کچھہ خوف جان و بدن کا کیا
خطر خالقِ ذو المنن کا کیا

کہا پہر تو عورت نے اے نیکخو
تو رکہتا ہی کیوں آگ پر ہاتھہ کو

کہا اُسنے اس سی ہوئی ہے خطا
تو اس ہاتھہ کی بس یہی ہے سزا

ہوئی جب وہ آگاہ اس راز سی
پکاری جو انکو آواز سے

کہ دیکھو تماشا ابھی رات کو
جلاتا ہی زاہد ہراک ہاتھہ کو

وہ داخل ودہر ہاتھہ ملکر ہوئے
ادہر ہاتھہ بھی خاک جلکر ہوئے

جنہیں یاد ہے آج روز قیام — زناکب وہ کرتے ہیں اُنکے نیکنام
نہ کہنا پرانی حکایات ہیں — جہانمیں تو باتیں یہ دن رات ہیں

نقل ایک نواب کی

اسی عہد میں ایک نواب تھا — حکومت پہ بھی نیک نواب تھا
عوض ماہ رویونمیں خورشید تھا — جوان حسین قابل دید تھا
کسی روز اٹھا جو دربار سے — سوار ہمیں نکلا وہ بازار سے
لب بام تھی دختر جوہری — پری زاد کیا خود وہ تھی اک پری
لگی عشق کی چوٹ اسکو یہاں — تو منہ موڑ کہا اور یہ پاس کسکو دیا
جو نواب کا ایک مختار تھا — اسے اسکے دربار میں بار رہتا
رہے ہوش قایم نہ دلدار کے — گئی رات کو پاس مختار کے
یہی باندہ کر ہاتھ تقریر کی — نہ دولت کی خواہاں نہ جاگیر کی
صفائی ہی سب سے بڑائی نہیں — جنا سے بھی لب ہاتھا پائی نہیں
کسی کی زباں پر شکایت نہیں — رعیت میں ہے شوق رعایت نہیں
مرض ایک بیمار کے ساتھ ہے — دوائی مرض آپکے ہاتھ ہے
کہوں حال جب ہاں کریں آپ کچھ — بچے جان جب تم بھریں آپ کچھ
وہ مختار بولا کہ جان جہاں — کہیں عشق سے آپ ذرد یہاں

بتاؤ جو لائق مرے کام ہو / خدا کی عنایت سے انجام ہو

کہا عرض کرتی ہوں آداب سے / محبت ہے لونڈی کو نواب سے

ستاتا ہے ہر روز دردِ فراق / سبب مجھے ہے ملاقات کا اشتیاق

یہ سنکر کہا خیر گھر سے گئے / جو گئے ملک سے مال و زر سے گئے

نہیں غم جو ہوں دور دربار سے / یہ پھرتے نہیں اپنے اقرار سے

کہا خیر مانا تری بات کو / ملاقات ٹھیریگی کل رات کو

اُدھر رات کو سب کھلے در رہیں / اِدھر منتظر دیدۂ تر رہیں

یہ سنکر قدم پر گری چاہ سے / ہوئی شاد گھر کو پھری چاہ سے

تہ شب کو کیا خواب مختار نے / کیا دور اسباب مختار نے

کیا جب الگ مال و اسباب کو / تو دمیں سنایا یہہ نواب کو

کہ مینے سنی ہے عجب ایک بات / کسی گھر میں زانی گھسینگے آج رات

وہ بولا زناکار کیا چیز ہیں / جو ظاہر میں ہیں مردِ پرہیز ہیں

مکاں سے بہت جلد آگاہ ہو / جو ہو رات تم میرے ہمراہ ہو

ہوئی رات عورت کے گھر پر گئے / جو ڈیوڑھی سے گزرے تو در پر گئے

پکارا یہہ مختار دیکھو حضور / جہاں شمع روشن ہے واں ہے فتور

لڑائی کا ہو اس محل پر گماں / کہ ہے ایک عورت کئی ہیں جواں

یہ سنکر تو نواب گھر میں گھسے / تو مختار ڈیوڑھی کے در میں گھسے

کنیزک نے اُسکو تو باہر کیا ۔ شتابی سے پہر بند وہ دَر کیا
یہاں تو وہ نواب اندر گئے ۔ وہاں گہر سے مختار باہر گئے
جو دیکہا محل میں عجب رنگ ہے ۔ نہ زانی کوئی ہے نہ کچہ جہنگ ہے
کوئی دوست ہے اور نہ دشمن کہیں ۔ اکیلا صنم ہے برہمن نہیں
گزر ہے محل میں طرحدار کا ۔ یہہ جوبن یہ ہے حسن رخسار کا
کہ گل شمع بہی سامنے زرد ہے ۔ رخ صاف سے آئینہ گرد ہے
جو سو بن نہ پائے صنم پر جہکا ۔ تو موہن کے بت بہی قدم پر جہکے
جو نواب سمجہا کہ یہہ حال ہے ۔ نواب پارسائی بہی پامال ہے
جو دُہوری کی جانب پہرائی نظر ۔ نہ مختار کی شکل آئی نظر
کہا ہائے مارا ہمیں یار نے ۔ کنوئیں میں گرایا مددگار نے
صنم سے کہا خوف کی رات ہے ۔ مجہے کیوں بلایا ہے کیا بات ہے
پکاری یہ عورت کہ سن لیجو اب ۔ مری عشق کا مختصر ہے بیان
سواری میں جس روز دیکہا تجہے ۔ اُسی روز سے ہے محبت مجہے
ہوئی آنکہہ جب سے میان نظر ۔ جبہی سے ہوئی اور شان نظر
محل میں بلایا ہے تدبیر سے ۔ یہ امید رکہتی ہوں تقدیر سے
کہ ہو آپ کی شکل کا اک بسر ۔ رہوں شاد ہر دم اُسے دیکہکر
پکارا یہہ نواب نے نیک خو ۔ تعجب ہے رزو ہے عجب گفتگو

جہاں میں ہے نام و نشاں پر نظر — نہیں آہ رنگ جہاں پر نظر
کبھی روز ہے دیدۂ روسیاہ — پہ چھپینگے زمیں میں میان نگاہ
ہوئے آپ حیران انہیں دیکھکر — یہ خیرہ ہوئی ہیں جنہیں دیکھکر
وہ خورشید رو بھی نہ گھر میں چھپے — تہ خاک اپنی نظر میں چھپے
حسینوں سے بڑھکر ہزاروں حسین — تہ خاک سوتے ہیں اے نازنین
وہ گلرو جوانی پہ جب آ گئے — جو کھلنے پہ آئے تو مرجھا گئے
جو لڑکے گل شمع بالکل ہوئے — سر شام روشن ہوئے گل ہوئے
کہیں اپنی کوشش سے اولاد ہے — پسر ہو کہ دختر خداداد ہے
تمہیں میری قربت سے آیا قرار — شکم میں نہ نطفہ نے پایا قرار
جو نطفہ بھی ٹھہرا تو دختر ہوئی — نہ وہ بات پھر بھی میسر ہوئی
جو لڑکا بھی ہووے یہ صورت نہو — کہیں پھر زیادہ کدورت نہو
کیا فرض اسمیں ہر اک ڈھنگ ہو — یہی صورت و قد یہی ڈھنگ ہو
خبر کیا کہ آتے ہی ہووے رواں — جو لڑکا بھی ہووے نہو پھر جواں
اگر وہ نگاہوں سے بھی گم نہو — جیئے وہ اگر کچھ مگر تم نہ ہو
کسی دن رہو تم نہ لڑکا رہے — عذاب جہنم کا دھڑکا رہے
پھلے وہ جو نخل عمل نیک ہو — یہاں بدی کا نہ پھل نیک ہو
زنا سے رہیگی نہ قایم بنا — رہی بھی تو ہے سر پہ عذاب زنا

نہیں کام کرتے ہیں وہ ہوشیار
کہ جس کام میں ہوں بکھیڑے ہزار

یہ کہتے ہی پستاں کو منہ میں لیا
کہا تمکو بیٹا خدا نے دیا

مقدر سے پالا ہوا ہے پسر
ملیگا نہ ایسا بھی نورِ نظر

خبر ہے کہ کیسا پسر اور ہو
جو جیا ہو نہ ایسا پسر اور ہو

جو دیکھا یہہ نقشہ پریشاں ہوئی
ندامت ہوئی کچھہ پشیماں ہوئی

جوانِ حسیں جب محل سے گیا
تو گویا کہ لڑکا بغل سے گیا

پری زاد سے ہاتھہ دہو کر گیا
جو تھا پاک آپ صاف ہو کر گیا

ہزاروں جہاں میں ہیں یوں تو جواں
جواں مرد ہوتے ہیں ایسے کہاں

قفیسہ نے کی عرض جانشا نہیں
گزارش یہ بندی کی بیجا نہیں

کہیں یہہ فریاد سنکر نہیں
کہوں مرد ایسے یہ عورت نہیں

جو عورات پہلی تہیں اُنکی یہ خو
کروں آج اونکی اگر گفتگو

یقیں ہے کہ فریاد سنکر وہیں
کہ پہلے ہوئی ہوں مگر اب نہیں

سناؤں ابھی آجکل کا بیاں
یہہ ہے آپکے عہد کی داستاں

قصّہ ایک تارکِ دنیا کا جو سب کو چھوڑ کر محوِ عبادت ہوئی

سنا ہے کسی جا تھی دختِ امیر
ہوئی حسن و خوبی میں بدرِ منیر

ابھی سن برس کی نہ تھی گلعذار
زمانہ ہوا عقد کا خواستگار

یہی ذکر کرتے تھے چھوٹے بڑے
خدا جانے کس کا نصیبہ لڑے

یہی باپ کو فکر تھی صبح و شام
کہ ہے حسن یہہ باعث اتہام

غرض بات یہہ جبکہ دور کی
جدائی پری رو سے منظور کی

زیادہ نہ جوش محبت کیا
شروع جوانی میں رخصت کیا

مددگار جس کا مقدر ہوا
وہی اس پری رو کا شوہر ہوا

کوئی خاک دنیا میں پائی مذاق
کہ ہمیں تو تھے وصل دم میں فراق

برے وقت میں عقد اسکا ہوا
کہ دو چار روز کے بعد شوہر موا

جنہیں تہا کبھی ماہرو کا خیال
انہیں پھر ہوئی جستجوئے وصال

وہی سب تمنائے دیدار میں
لگے پھرنے پھر کوچہ و بازار میں

جو انونکو جو عشق غالب ہوا
ہر اک شخص دلبر کا طالب ہوا

گئی وہ کسی کے نہ گھر پر کبھی
نہ دیکھا اُسے بام و در پر کبھی

ہوا دیکھنا جب صنم کا محال
کیا عقد ثانی کا سب نے خیال

ہوئی جب وہ آگاہ پیغام سے
کہا ،، یوں ہی جئنے دو آرام سے

یہاں اور حصہ ہمارا نہیں
ہمیں عقد ثانی گوارا نہیں

تباہی کا گھر کی ہمیں غم نہیں
کہ اک وزیاں پر یہی دم نہیں

ہوئی فکر اب عاقبت کی ہمیں
محبت ہے کچھہ آخرت کی ہمیں

ہوئے ہیں جو دنیا میں برباد ہم
تو ہونگے عقبی میں آباد ہم

جواں ایک تھا عشق سے پائمال
زیادہ تھا اُسکو صنم کا خیال

محبت سے دل پہ نہ قابو رہا
یہی عالمِ دین سے جا کر کہا

مقدّر [illegible] کچھ بھی پر نہیں
کہ وہ [illegible] راستی پہ نہیں

جو [illegible] ہوا ایک شکِ تمر
اُسے راہ پر لائیے راہبر

جہاں تک ہو ممکن نصیحت کرو
اگر وہ نمانے فضیحت کرو

تمہیں چاہیئے دھیان اللہ کا
یہ ہے کام اللہ کی راہ کا

زمانہ کو ہے آپ سے اعتقاد
سُناؤ اُسے وعظ جب مرد

جو حکم خدا سے خبردار ہو
نہ پھر عقدِ ثانی سے انکار ہو

سُنا عالمِ دین نے جب یہ کلام
کیا جا کے بیت الصنم میں قیام

کیا اہلِ خانہ کو یہ وعظ و پند
ہوا ہر طرف شور و نالہ بلند

جو پھر عقدِ ثانی میں گفتار کی
تو سب خوبیِ عقد اظہار کی

کیا پھر زنِ پارسا سے خطاب
کہ ہے عقدِ ثانی میں کارِ ثواب

جہاں اُس سے راضی ہے سب ہی خوش
خدا اُس سے راضی پیمبر ہے خوش

پکاری یہ عورت کہ اے راہبر
کروں عقدِ ثانی میں کس بنت پر

قضا نے کوئی دن جو وقفہ کیا
اگر کوئی ستّر برس تک جیا

زمانہ میں پھر تین آسکے جناب
سرِ طفلی و پیری و عہدِ شباب

نہیں کچھ بھی گنتی میں طفلی کے سن
تماشے کے اور کھیل کے ہیں یہ دن

جو مشہور ہیں پہر جوانی کے دن — یہی ہیں فقط زندگانی کے دن
یہی ہیں حسینوں سے رغبت کے دن — محبت کے دن ہیں یہ عشرت کے دن
ضعیفی کا جب زور تن پر ہوا — ہر اک عضو قابو سے باہر ہوا
کبھی سر پہ عشہ کا اک زور ہے — کبھی ضعف سے تن لب گور ہے
رہی پہر قضا کے سوا کون پاس — کنارہ کریں پہلے ہوش و حواس
کبھی سانس آئی رکا دم کبھی — لہو ھی کبھی منہ میں بلغم کبھی
بدن ایک ہے اور ہزاروں مرض — نہیں سانس لینے کی مہلت غرض
جو رکھتے تھے شہر و چمن کی خبر — نہو جانکو پہر بدن کی خبر
عبادت کی خاطر تھی خلق بشر — وہ طاعت کرے کونسے وقت پر
مری عرض پر غور فرمائیے — کوئی وقت طاعت کا بتلائیے
مکاں تو بھی عقبیٰ میں آرام کا — یہ دنیا کا سب عیش ہے نام کا
گھڑی کو بھی جوش محبت یہاں — کوئی دم کو ہے عیش عشرت یہاں
کوئی دم میں یہ زندگانی کہاں — ہر اک وقت عیش جوانی کہاں
جئے کچھ برا یا ہوا آشکار — جوانی بھی ہے چار دن کی بہار
قضا سے کسی وقت مہلت نہیں — کوئی موت کی آہ ساعت نہیں
کہ پیری ہو طفلی ہو یا ہو شباب — قضا کا برابر ہے سب سے حساب
بشر کو جو حاصل ہو وقت تمیز — خدا کی عبادت کو سمجھے عزیز

یہ ملک و دولت یہ شان و مکاں یہیں چھوڑ جائینگے اہلِ جہاں
ملا ہاتھ جب بخت کے ہاتھ سے الگ ہونگے پیارے بھی ساتھ سے
بقا و فنا میں جو تمیز ہو نظر میں نہ دنیا کی اک چیز ہو
عبادت سے ہر دم سروکار ہو سوا اسکے کوئی نہ پھر کار ہو
بشر ترک عیشِ جوانی کرے عبادت میں یہ زندگانی کرے
نہ مطلب رہے یاں کسی کام سے رہے دھیان اللہ کے نام سے
اُسیکا رہے دھیان آٹھوں پہر کٹے یاد میں اُسکی شام و سحر
کروں عرض کیا جانتے ہیں سبھی نہوں جمع دنیا و عقبےٰ کبھی
جو دنیا کو لے ترک عقبےٰ کرے جو عقبےٰ کو لے ترک دنیا کرے
مرا عیش و راحت سے دل دور ہے مجھے ترک دنیا ہی منظور ہے
نہیں میری دنیا کے اوپر نظر ہمیشہ ہے عقبےٰ کے اوپر نظر
نہیں حال شوہر کا مجھ پر عیاں کہ دوزخ میں ہے یا میانِ جناں
کروں اُسکی خاطر دعائے نجات کوئی راہ ڈھونڈوں برائے نجات
جو عالم سے عورت نے تقریر کی وہ خاموش تھا شکل تصویر کی
کہا سوچکر راہ یہہ خوب ہے کریں آپ وہ ہی جو مرغوب ہے
کہ عورت کو اُس راہ پر چھوڑ کر گیا عالمِ دیں بھی منہ موڑ کر

نقل

زنِ قحبہ ایک مشہور تھی ٭ مے حسن و خوبی سے مخمور تھی

قضیہ یہ ہوا اور تھی اوج پر ٭ تولد ہوئی دخترِ رشکِ قمر

ہر اک دید میں اسکی مشغول تھا ٭ وہ اک گلشنِ حسن کا پھول تھا

کہا دایہ نے دیکھکر غور سے ٭ یہ ہوتا ہے ظاہر ہر اک طور سے

جیا گر یہہ صیاد لاکھوں شکار ٭ بنے گا یہ گھر مثلِ روزگار

جہاں یہ کہاں چین پائے جہاں ٭ کہ تھی زیست اسکی قضائے جہاں

کوئی نام رکھے خوشی سے ہزار ٭ کہو پر اسے فتنۂ روزگار

ہوا آج فتنہ یہاں کل ہوا ٭ ابھی سے مگر گھر یہہ مقتل ہوا

پڑے دایہ کے تھی سبھی سے نصیب ٭ ہوا جسکو بوسہ بھی سے نصیب

نہ فتنہ ہوئی جبتلک ہوش میں ٭ رہی بیچ دایہ کے آغوش میں

کبھی صحن میں تھی محل میں کبھی ٭ کبھی ہاتھ پر تھی بغل میں کبھی

ہوئی چین نوں عمر دو سال کی ٭ بڑھی مشق فتنہ کو پھر چال کی

ہوئی چاک ہاتھوں سے داماں بھی ٭ محل سے ہٹیں گے گریباں کبھی

بلندی پہ جب ور قامت ہوا ٭ وہ بوٹا سا قد بھی قیامت ہوا

جو کچھ روز گزرے یہہ سب نے کہا ٭ الٰہی رہے خیر، فتنہ بڑھا

جو ماہ جوانی چڑھے خیر ہو ٭ جو کچھ اور فتنہ بڑھے خیر ہو

گئے خیر سے تو برس جب گزر ٭ لگے ہونے چرچے ادہر اور ادہر

ہوا تھا نہ ماہ جوانی طلوع
کیا خلق نے دیکھنا جو شروع

محبت سے پیر و جواں شہر کے
ہوئے گرد اس فتنۂ دہر کے

عزیزوں کے طعنے بھی سہنے لگے
مگر کوچۂ دلبر میں رہنے لگے

خریدار ابتک نہ رنڈی ہوئی
گلی سرفروشوں کی منڈی ہوئی

ہوا جس جگہ پر یہ فتنہ عیاں
اسی شہر میں تھا امیر کلاں

پسر ایک کہتا تھا اہل دول
حسینوں میں تھا وقت کے بے بدل

ہوا کوئی فتنہ میں اسکا گزر
تصدق ہوا شکل کو دیکھ کر

برا تھا نہ مشتاق کا طور کچھ
مگر حسن فتنہ کا تھا اور کچھ

رہا کچھ نہ اوج پدر کا خیال
گلی میں ہی ہونے لگا پائمال

نہ آرام گھر میں نہ بازار میں
مگر چین تھا کوئے دلدار میں

اسے عشق جب آہ پیدا ہوا
اسی کے سبب نام شیدا ہوا

کسی دن گلی میں رہا سلسلہ
جو کچھ روز گزرے تو بڑھا سلسلہ

گلی سے بڑھا در پہ جانے لگا
محبت کی باتیں سنانے لگا

ملی رفتہ رفتہ جگہ فرش پہ
یہ سمجھے کہ پہنچا قدم عرش پہ

فقط پاس رہنے سے تھی اک حیات
ہر اک بات کو جانتا تھا نبات

اشارہ جو اٹھنے کا پایا اٹھا
اشارہ سے بیٹھا اٹھایا اٹھا

نہ کی گفتگو اشک پی کر اٹھا
کہا تم ہنسی میں تو جی کر اٹھا

کیئے جسنے قربان جان وجگر
بھلا اسکے نزدیک کیا مال و زر

جو تھا مال گھر میں سبھی کچھہ دیا
ابھی کچھہ دیا اور کبھی کچھہ دیا

برابر تھے دونو کے جوبن و سال
تو فتنہ کو بھی ہوگیا کچھہ خیال

محبت کا دونو کے تھا اک محل
کہ دونو طرحدار تھے بے بدل

جو پوری ہوئی اسیہ بارہ برس
بڑھی پھر جوانکی زیادہ ہوس

سحر فتنہ چہاتی اٹھانے لگے
جوانونکو آنکھیں دکہانے لگے

بگڑنے میں عاشق کے کیا گفتگو
بتانے لگا آپ کو ماہ رو

کیا ایک دن گلبدنی سنگار
زیادہ ہوئی پھر حسین کی بہار

وہیں دیکھکر سرخ پوشاک کو
جوانوں کی آنکھوں سے ٹپکا لہو

پڑی آہ فتنہ پہ جسکی نظر
کیئے نذر الفت سے جان وجگر

تماشا دکھا کر یہ حسن کا
چھپر کھٹ پہ اپنے گئی مہ لقا

بہانہ سے شیدا کے کام کے
گیا پاس خلوت میں گلفام کے

لب فرش آداب سے بیٹھکر
بڑی دیر تک کی پری پر نظر

کہا پھر یہ اسسے کہ خانہ خراب
کہاں تک توجی کر سہیگا عذاب

جو منظور ہے آج مرنا تجھے
تو پھر چاہیئے کس سے ڈرنا تجھے

لگا ہاتھہ زلف گرہ دار کو
خوشی سے پکڑ لے سحر مار کو نہ

بہو تو نے جگر آج مجروح کر
فدا آج تیغو نیہ تو روح کر

دکہاتی ہے اک تہہ اپیل تیغ کا
دکہایا نہ پیلے الف تیغ پہل تیغ کا

کہیں ڈر جانے نہ تیر نظر
کلیجہ کو کر دے ابہی تو سپر

اگر تمکو چہتا ہے مد نظر
کہ دیکہو جوبان کے سینہ خشک و تر

یہ سب پہول پہل ہیں تمہارے لیئے
گل روئے دلبر کی بو سونگہیئے

دل آداانت سکتے ہیں جسپر سبہی
میسر ہے وہ پستہ لب بہی

یہاں جسپہ کہوئے ہوئے ہے دہن
یہاں تو وہ موجود سیب ذقن

یہ چہاتی پہ رکتے ہوئے ہیں ثمر
نہیں آج تم شاد ہو توڑ کر

یہ دیکہا جو جلوہ کسی پہول پر
کر دو پہل لگے ہیں ہی پہول پر

جہتا ہیں پہل پہول سارے یہاں
سے کچھ اگر ہاتھ مارے یہاں

یہ کہتے ہی شیدا ہوا جوش میں
رہا بیخودی سے نہ پہر ہوش میں

اسی بیخودی میں بصد اضطراب
گیا پاس فتنہ کے اٹہکر شتاب

جہپٹ کر پہ پہونچا نہ دل رہ سکا
فقط ہاتھ پکڑا نہ کچھ کہہ سکا

وہیں تب عجب تہرتہرانے لگا
ہوا زرد آنسو بہانے لگا

جو فتنہ نے دیکہا یہ عاشق کا حال
قرینہ سے پایا خیال وصال

غضب میں ہوئی یہ ادا دیکہکر
کہا بیحیا اس طرف ہے نظر

یہی ہے اقرار تہا انسے شہر پر
کہ ہوتا ہے تو زبان سے اب مشیر

فقط دید سے منہ چڑہا یہاں تلک
لب میں پہنچا بڑہا یاں تلک

کیا تہا نہ کیا یہ ہی مجہہ سی سوال | بسوا دیکہنے کی نہیں کچہہ خیال
کسی کی نہ تہی یوں رسائی پسند | تمہاری سبہی مجہے بات آئی پسند
خوشی سی کہا میں نے تم مت ڈرو | اگر دیکہنا ہے تو دیکہا کرو
جو آنے کی تمکو اجازت ہوئی | اُسی کی سبب تب جرأت ہوئی
وہی ہی دہن یہ وہی ہی زباں | تمہاری وہ باتیں ہیں اب شدم کہاں
ندیکہا مرے پاس جب غیر کو | تو کی تمنے جرأت یہ تہی نیک خو
نہ تہا پیشتر پائے بوسی کو بار | لگے ہونے اب آپ دن کی ہار
گذر تہا نہ دستِ حنائی تلک | ترا ہاتہ پہنچا کلائی تلک
ہر اک بات کہنی تو معیوب ہے | یہ گستاخ ہونا ہی کیا خوب ہے
گلِ حسن کی آج ہے یہ بہار | اگر دستِ ہمت بڑہا وے ہزار
عدو باغ کو لوٹ سکتا نہیں | کوئی پہول بہی ٹوٹ سکتا نہیں
گلستاں میں پہل پہول کیا کیا نہیں | بڑہانا ادہر ہاتہ اچہا نہیں
کہ ہوں باغباں اپنے گلزار کے | محافظ ہوں نخلِ ثمر دار کے
یہہ کی عرض شیدائی نے مہ لقا | ہوئی خواہشِ نفس سے یہ خطا
لبِ فرش ہر روز بیٹہا کیا | بڑہا اپنی حد سے نہ اچہا کیا
مجہے ایسی جرأت سے کیا کار تہا | یہ شیدا تو اک کفش بردار تہا
تہو پہر کبہی حکم کے برخلاف | خدا کے لیئے یہ خطا ہو معاف

کہا فتنہ دہرنے اے جوان
تمہارا ہی گھر ہے تمہارا مکان

مگر کوئی یوں تم سے لڑتا نہیں
جو دیکھا کرو کچھ بگڑتا نہیں

ہوس اور دل میں نہ کچھ لائیے
خوشی سے یہاں آئیے جائیے

زیادہ کبھی اس سے جرأت نہو
کہیں یہ محبت عداوت نہو

مقدر کا آگے ہی بہرا ختیار
گھٹے یا بڑھے سلسلہ ایکبار

بڑہائی گھٹائے خدائے زمیں
تمہارے مرے ہاتھ کچھ بھی نہیں

کیا عرض شیدے نے ای نازنیں
بجز دید کے آرزو کچھ نہیں

تمنا یہی ہے کہ جبتک مروں
فقط روئے روشن کو دیکھا کروں

جو دیکھے یہ انداز محبوب کے
ہوئی آپ نوکر بہت خوب کے

کیا کام اچھا کہ بدتر کیا
یہی انکو کہنا کہ بہتر کیا

ہر اک وقت فتنہ سے ڈرتا رہا
ادب سے ہر اک کام کرتا رہا

میسر ہے ایسی کہاں زندگی
کہ مرنے کو کہتے ہیں یاں زندگی

محبت میں شیدا ہوا پائمال
اسے پاس ہجر کا تھا اک خیال

نہ تھا ماہرو کو کسیکا خیال
ہوا بھی کبھی تو اسیکا خیال

جو شیدا و فتنہ میں الفت ہوئی
اسی سے جوانوں کو حسرت ہوئی

جوانوں کو دل پر نہ قابو رہا
سبھوں نے یہ فتنہ سے اکدن کہا

برابر ہیں یوسف کی سب چاہ میں
جگہہ سب کی ہے دامن ماہ میں

ہماری نظر ھی تمہاری طرف | نہیں دیکھتے تم ہماری طرف
ہماری کہاں آپکو چاہ ہے | اگر ھی تو شیدا اسی اِک راہ ہے
ہُوئی جبکہ مُشتاق گھر کو رواں | کہا نائکہ نے سُنو میری جاں
زمانہ میں ہیں آپ مہرِ مُنیر | تمہیں دیکھتے ہیں صغیر و کبیر
نظر آپکو صَف بصَف چاہیئے | تمہیں دیکھنا ہر طرف چاہیئے
یہی ھی مجھے خوف اُسے مہ لقا | نہ کوئی جوانی ہی تمہیں بددعا
جلائی ترے عشق نے سو جگر | کہ ھی دل جلوں کی دُعا میں اثر
سُنی بات جب فتنہ پرداز نے | کہا رو کے یہ نائکہ ناز نے
نہیں منہ بُرا یہ بُرا سن نہیں | بُری بات کہنے کے یہہ دن نہیں
یہ باتیں نہیں کچھ کرامات سے | خبردار ہیں کان ہر بات سے
سُناتی ہوں قصہ تمہیں بیشتر | نہیں تمکو اُس مہ لقا کی خبر
کہ تھی شکل میں صورتِ آفتاب | قمر کو بھی رہتا تھا اُس سے حجاب
جو کچھ دیکھتی ہو ہماری طرح | یہی اُس پری کی تھی ساری طرح
عجب پھول تھا اور عجب تھی بہار | جہاں گرد رہتا تھا بلبل وہار
ہمیں تو ھی یاں ایک کا بھی خیال | اُسے تھا نہ واں ایک کا بھی خیال
کسیکی طرف تھی نہ رغبت اُسے | فقط تھی خدا کی محبت اُسے
جوانی میں یہ حال اُسنے کیا | کسیکو بدن بھی نہ چھونے دیا

جہاں کی تھی عارض سے اوپر نظر
نہ تھا گل تلک بلبلوں کا گذر

چھپاتی تھی زلف گرہ گیر کو
دکھاتی نہ تھی دام نخچیر کو

جو کچھ نائکہ جانتی تھی ہنر
بتاتی رہی اسکو شام و سحر

سناتی رہی وہ یہی ہر گھڑی
برے کام میں ہے قباحت بڑی

نصیحت کرے کوئی مجھکو ہزار
کسی کی سنونگی نہ میں زینہار

تو پہلے مرا جسنے دامن چھوا
اسی سے مرا عقد سمجھو ہوا

ذرا نائکہ نے نہ تمیز کی
خیالو میں یہ بات تجویز کی

اسی کو یہاں لائیے ڈھونڈکر
کہ ہو دیو صورت میں پیر حجر

مزا اسکی ہٹ کا دکھاؤں اسے
اسی کی بغل میں سلاؤں اسے

اسے آزما کر ذرا دیکھ توں
پچھوڑے سے آتے ہی بہلا دیکھ لوں

وہ سنگارہ تیلی تھی اک ورکی
کہی بات کچھ سوچکر دور کی

کیا کارگر اپنی تدبیر کو
وہ لائی بری شکل کے پیر کو

کہا ”اپنی لونڈی سے اے پارسا
یہ کہہ دیا ہے مدت سے تم پر فدا

تمہیں بھی نہ ہووے سے انکار ہے
تمہیں چاہیئے وہ جو زر دار ہے

جنوبر نے رو کر کہا انسے ہوا
برا کام مجھ سے بھلا کب ہوا

کہا ”نائکہ نے یہی پیر کو
سنو اب زیادہ نہ تقریر کو

پکاری اشارہ سے دیکھو ادھر
سجایا گیا ہے وہ خلوت کا گھر

توقف یہاں اب نہ فرمایئے
بہت جلد خلوت میں لیجایئے

نہ بلبل کے دل پر بہلا داغ ہو
جگہہ پہول کی پہلوئے زاغ ہو

سنا پیر نے پہر نہ انکار کو
لیا ہاتہہ میں دامن یار کو

نہ تہا کچہہ طرحدار کا اختیار
یہ دیکہا تو پہر رو دیا ایکبار

ہوا کام جب کچہہ نہ تدبیر سے
صنوبر نے رو کر کہا پیر سے

زیادہ نہ اب تنگ فرمایئے
جہاں چاہئے مجہکو لیجایئے

نہ کی پیر نے کچہہ بہی شرم و حیا
اسے گوشۂ قصر میں لیگیا

ہوئی آہ جب دو زن آڑ میں
کہا سب نے الجہا یہہ گل جہاڑ میں

بغل میں جو غنچہ دہاں ہو گیا
تو فرحت سے بوڈہا جواں ہو گیا

نہ فریاد اس کی سنی غور سے
ہوا اگر دبڈہا بڑے طور سے

ہوا مستعد زشت افعال پر
دہرا ہاتہہ چہاتی پہ منہ گال پر

رخ و لب کو چوما کیا پیار سے
بڑہا کچہہ زیادہ نہ تکرار سے

پکاری صنوبر کہ ای پیر ست
ضعیفی میں اتنا ہو تیر دست

زمانہ میں جتنے زبردست ہیں
قضا کے مقابل میں پست ہیں

کبہی سہہ نہ دست قضا دور ہے
موئی پر نہ روز جزا دور ہے

یہاں آپ بہولے ہیں کس زور میں
کہ اکدن پہنچنا بہی ہی گور میں

بلندی سے دیکہو گے پستی وہاں
رہیگی نہ یہ زور و مستی وہاں

نہ کر عشق زلفِ گرہ دار کا — بنا اپ لحد میں نہ گہر مار کا

بہنوؤں نکو نہ دے چشم تر میں جگہ — نہ کر بیچہوؤں کی جگر میں جگہ

نہ پستہ لبِ تر کو اخروٹ سمجھہ — اسے آگ کا لال تہر سمجھہ

نہیں خُرد پستان بڑے ہاتہہ میں — سمجہنا یہ ہیچ پڑنے ہاتہہ میں

ستایا ہمیں آہ کیا لاگ میں — سمجہ لوٹیرے آج ہو آگ میں

تمہاری نظر ہے کدہر اس گہڑی — کہ دیکہو قضا بہی ہے سر پہ کہڑی

بہروسہ نہیں کچہہ سیان شباب — تو پیری میں کیا زندگی کا حساب

ہوا ہے تمہیں چاہئے اب حذر — گلِ شمع ہو آب وقتِ سحر

نہ ہوئی آج پیری میں پاگل ہوئے — نہ تم اب تلک بہی خدا کے ہوئے

یہ ظاہر ہیں داڑہی میں مُوئے سفید — سیہ مت کرو آج روئے سفید

عیاں چشم پر ہے نشانِ قضا — مقابل میں ہے پہلوانِ قضا

زمیں پر تو گرنے کا اب طور ہے — سنبھلنے کی ساعت کوئی اور ہے

مری باتکو تم نہ سمجہو کڑی — جو سمجہو سمجہنے کی ہے یہ گہڑی

عبادت کی خاطر تو پیدا ہوئے — ہوس کے مگر آپ شیدا ہوئے

ہوئی تم ہوا و ہوس میں خراب — تمہیں کیا نہیں یادِ روزِ حساب

عبادت کی ساعت گئی اب گزر — کرو گے اسے یاد اب مرگ پر

یہانتک یہ جرأت خدا سے ڈرو — اگر ہو سکے اب بہی توبہ کرو

سنا جب صنوبر کی تقریر کو ادب آ گیا خوف سے پیر کو

اسی وقت خوفِ خدا ہو گیا صنوبر سے جھٹ پٹ جدا ہو گیا

طرحدار کو جب یہ آیا نظر کہ دل پر ہوا پیر کے اک اثر

زیادہ کیا اپنی تقریر کو کہا اسطرح رو کے پھر پیر کو

بتاؤ ہمیں بات اک راہ سے تعلق رہا ہے کبھی شاہ سے

رہے حاکمِ وقت کے بھی حضور و یا سب سے رہتے ہو تم دور دور

خوشی سے کہا پیر نے اے حبیب رہا ہوں سدا حاکموں کے قریب

صنوبر نے کی عرض اے دستگیر بہت تم نے دیکھے امیر و وزیر

ہوا حکمِ حاکم سے جب صاف صاف کیا ہے کبھی حکم کے بھی خلاف

کہا پیر نے پھر بروئے نیاز کہ خدمت پہ ہوں آجتک سرفراز

ہر اک وقت حاکم سے ڈرتا رہا ہوا حکم جو کچھ وہ کرتا رہا

صنوبر نے پھر عرض کی یا جناب بتاؤ ہمیں بات یہ بھی شتاب

کہ آقا و خادم کے بھی روبرو ہنسی کی کبھی بت سے کی گفتگو

کہا پیر نے ہنسکے اے نازنیں شریفوں سے ہوتا ہے ایسا کہیں

جسے عقل ہو وہ ادب کچھ کرے نہو شرم جسکو وہ سب کچھ کرے

صنوبر پکاری کہ اے بوالہوس ذرا سوچ اپنا بھی کچھ پیش و پس

بہت اسطرح نام کو ہیں شریف بتا تو بری کام کو ہیں شریف

نسب کو نہ کچھ صورت و مال کو ۔ خدا تیرے دیکھے گا اعمال کو
خدا کو سمجھتے ہو کچھ یا نہیں ۔ کہو صاف دل سے تو آئے یقیں
یہہ بولا نہ ایسی سناؤ ہمیں ۔ جو نوبت ہو نہ اُسکے پھر او ہمیں
خدا کو نہ جانے تو جانے کسے ۔ اُسیکو نہ مانے تو مانے کسے
صنوبر نے سنکر وہیں رو دیا ۔ سخن پھر سے اسطرح پھر کیا
کوئی جانتا ہو گا حضرت اُسے ۔ نہیں جانتے خود بدولت اُسے
جسے منع کرتا ہے رب غیور ۔ وہی کام کرتے ہو اُسکے حضور
برا کام کرنا دہ کہا تا اُسے ۔ بتاؤ تو کیا تمنے جانا اُسے
تمہیں ہوگی خورد و کلاں سے حیا ۔ نہیں ہے خدائے جہاں سے حیا
یہ سُنتے ہی بڈھا قدم پر گرا ۔ کہا ہر طرف سے مراد ان پھرا
تمہاری طرف سے ہدایت ہوئی ۔ رعایت ہوئی یہ عنایت ہوئی
جواں گفتگو اسطرح جب کرے ۔ تو غیرت سے کیونکر نہ بڈھا مرے
ہوا خوف آنسو بہانے لگا ۔ عبادت کو جنگل میں جانے لگا
صنوبر نے دامن پکڑ کر شتاب ۔ کہا اور کہتی ہوں میں بیحجاب
مجھے جستجو تھی اسی راہ کی ۔ کروں بیٹھکر یاد اللہ کی
یہ دل چاہتا تھا نہ یوں ہی مروں ۔ کہ آئی ہوں جسکام کو وہ کروں
مگر نائکہ کو نہ تھا یہہ پسند ۔ سطالب کی کرتی رہی وعظ و پند

مری جب عبادت پہ پائی نظر
کہیں سے وہ لائی تمہیں ڈھونڈ کر

بڑا مجھکو اسباب کا غم ہوا
کہ تو ظلم سے میرا محرم ہوا

اشارہ کیا نائکہ نے ادھر
ادھر تمنے کھینچا مجھے بے خطر

کہاں تک میں اسبابکا غم کروں
یہ زیبا ہے تمکو ہی محرم کروں

ستم سے اگر آپ محرم ہوئے
خوشی سے تمہارے ہی ہم ہوئے

کیا تمکو اسواسطے بھی قبول
کہ شادی کی خاطر ہے حکمِ رسول

یہاں سے مجھے ساتھ لیجایئے
سحر ہو تو پھر عقد فرمایئے

الگ دونو سوتے رہے رات بھر
ہوئے دونو پھر ساتھ وقتِ سحر

کیا نائکہ نے بہت سا فتور
صنوبر کے آگے چلا کچھ نہ زور

کیا عقد دونو نے پھر نام کو
کیا ترک دنیا کے آرام کو

رہی ایک کی ایک کو کب خبر
عبادت میں کٹتی تھی شام و سحر

بہم کون رہتا ہے زیرِ سما
بہت جلد بوڑھے کی آئی قضا

صنوبر نے وعدہ وفا کر دیا
قضا نے ملا کر جدا کر دیا

وہیں پھر صنوبر قضا کر گئی
عبادت میں اللہ کی مر گئی

صنوبر کا جب ختم قصہ ہوا
کہا فتنہ نے نائکہ سے بوا

کریں ہر طرف آنکھ کیونکر بھلا
نظر سامنے آ رہی ہے قضا

برائی ہوس گردِ آفاق ہے
زیادہ یہی سب میں مشتاق ہے

نظر میں کوئی اب سماتا نہیں
تمنا کے سوا اور بھاتا نہیں

یہی آپ کہتی ہیں شام و پگاہ
کہ اک شخص پر ہے تمہاری نگاہ

تمہارا یہ کہنا ہے سارا غلط
مجھے اس جگہ امتحاں ہے فقط

ہمیشہ یہ ہے وصل کی گھات میں
محبت جتاتا ہے ہر بات میں

محبت بھی اک بات مشہور ہے
جسے عشق کہتے ہیں وہ زور ہے

اسے دیکھنے کا فقط ہے خیال
حقیقت میں یہ بھی غلط ہے خیال

نہ جب بیاں اپنے خدا کا کیا
نمونہ جو دیکھا تو پھر کیا کیا

سنیں آپ شیدا کا مجھ سے حال
رہا ناز تو دیکھنے کا خیال

رہی رات دن یوں ہی ہر دم نظر
کبھی زلف پر گاہ رخسار پر

کیا حج نہ ورد و وظائف کیا
کیا بھی تو طوف طوائف کیا

ہوئی جا بجا کے سبب خیال
کبھی ہے جدائی کبھی ہے وصال

مریض محبت نے دلدار کی
تکلف سے پوشاک تیار کی

جو کی عید کو نذر جانباز نے
کہا یہ کیا فتنہ پرداز نے

کہا ہنس کے اے عاشق جاں نثار
تمہاری جو زوجہ ہے عالی وقار

اگر آج پہنے وہ یہ پیرہن
بنی آج زینت سے مثل دلہن

مری عرض منظور فرمائیے
اسی کو یہ پوشاک پہنائیے

یہ مشتاق کا ہر گھڑی تھا سخن
اسے کیجئے آپ زیب بدن

کنائے تجھے ہر چند لیل و نہار
مگر آج ٹپر ہکر کہا بار بار

نہ تھی مجھ خبر آن کی آن میں
ہوا اور بہرتی ہے انسان میں

بگڑتا ہے نقشہ بد و نیک کا
نہیں یکسا حال یاں ایک کا

کنایہ سے شیدا کو تھا اک ملال
ہوا اور سیہ اور دم میں خیال

سنبھالا ذرا جانِ غمناک کو
کیا اپنے نزدیک پوشاک کو

مگر راستی سے کیا یہ سخن
کہ تو راست کہتی ہے غنچہ دہن

اگر چاہتا ہے خدائے جہاں
تو کرتا ہے حق بات دلمیں عیاں

کہا تمنے انصاف سے یہ سخن
کہ زوجہ کے لایق ہے یہ پیرہن

حقیقت میں مینے برا یہ کیا
جو زوجہ کا حق تھا تمہیں دیا

سمجھتا تھا ہر دم ہیولا اوسے
جسے یاد کرنا تھا بھولا اسے

جو زوجہ کی جانب سے غفلت ہوئی
تو غفلت سے تیری محبت ہوئی

سمجھتی تھی فتنہ ہنسی کی سخن
لگی کھینچنے ہاتھ سے پیرہن

کہا۔ عاشقِ زار نے گھات سے
نہ چھونا اسے اب مجھ ہاتھ سے

نہیں دخل دیتی ہو تمئیز کو
کہ چھوتی ہو تم غیر کی چیز کو

بنائی بہت بات دلدار نے
بگاڑی مگر عاشقِ زار نے

نہیں یک شام و سحر کی ہوا
ادھر کی ہوا ہے ادھر کی ہوا

قدم پر جو عاشق گرا یار سے
تو دکھتے تھے پاؤں سہر یار سے

کبھی بات کرتے ہی ڈرتا رہا — نگاہوں سے غصہ کی مرتا رہا

کبھی ہٹ نہ تھی اسقدر باتمیں — اشارہ یہ چلتا تھا ہر بات میں

عیاں روز غصہ تھا تقریر سے — کبھی مہربانی تھی تقدیر سے

نہ تھا پیشتر پائے بوسی کو بار — چڑھا سر پہ اب عاشقِ بیقرار

گلے کا اگر گلبدن ہار ہو — تو وہ بھی دلِ صاف پر بار ہو

کیا پہلے جو عاشقِ زار نے — کیا وہ بھی آج دلدار نے

کبھی منتیں پائے بوسی کبھی — کبھی آشتی چاپلوسی کبھی

کہا کیا نہ معشوق نے گھات سے — مگر وہ نہ سمجھا کسی بات سے

نظر آیا مشتاق کا اور حال — ہوا اور معشوق کو بھی خیال

کہا نائکہ سے کہ اے پیرزن — سنے آج شیدا کے تو نے سخن

یہی ہے اگر عشق کا سلسلہ — تو اُن کا عبث ہے جہاں میں گلہ

کشش نے اگر توڑ ڈالا اسے — کہو سلسلہ یا کہ جہالا اسے

یہی گر محبت کا انجام ہے — مرا عاشقوں پر یہ الزام ہے

وہ کیا شے ہے جو ہیں جس چیز پر — لگائے ہوئے دل ہیں کس چیز پر

وہی آج قامت ہے کاکل وہی — وہی سرو سا قد ہے سنبل وہی

چمن کا تو نقشہ ہے بالکل وہی — وہی باغ میں گل ہے بلبل وہی

وہی آنکھ خال سویدا وہی — وہی آج فتنہ ہے شیدا وہی

وہی بلبل و گل کا اک طور ہے | چمن میں ہوا اسکی گہری اور ہے
نہ پہلا سا مشتاق کا دل رہا | نہ بسمل رہا وہ نہ قاتل رہا
بشر کی محبت کا ہے یہ مآل | گہڑی میں ہے فرقت گہڑی میں وصال
خدا کی ہی الفت کو الفت کہو | کہو عشق اسکو محبت کہو
نہ تھی اسپہ میں جان و دل سے نثار | وہی آپ مرتا تھا لیل و نہار
یہ باتو نسے میری ہوا دلمیں تنگ | کہ اتنا کیا مجھکو محفل میں تنگ
مجھے دیکھتا تھا جو آٹھوں پہر | ہوئی آج زوجہ پہ اس کی نظر
مری شکل سے اسکو نفرت ہوئی | ہوئی ہی تو گھر کی محبت ہوئی
جھکا وہ تو اک پارسا کیطرف | کہ جھکتی ہوں میں اب خدا کیطرف
مرا چھوڑ دے آج تو ہی خیال | یہ سب زیور و مال اپنا سنبھال
کسی سی نہیں آج الفت مجھے | ہوئی ہے خدا کی محبت مجھے
بہت نائکہ نے کیا شور و شر | نہ مطلق ہوا اسکے دل پر اثر
سنا کچھہ نہ پھر نائکہ کا کلام | اوتارا اسیوقت زیور تمام
گزی کا بنا کر فقط پیرہن | خوشی سے کیا اپنے زیب بدن
ہوا بات میں اسکو عشق خدا | وہیں ہوگئی نائکہ سے جدا
وہ کندہ تھے اشعار تعویذ پر | عیاں جسنے تعریف تھی سر بسر
لگی کہنے دل سے کرے رو سیاہ | زمانہ سے بڑہکر ہیں تیری گناہ

گنہگار دنیا میں تو ایک ہے
برے کام کرکے بھی پہ نیک ہے

خبر کیا نہیں عالم الغیب سے
وہ واقف ہے ہر ایک کے عیب سے

دلوں کی جو رکھتا ہے ہر دم خبر
اسے لوح مرقد پہ کب ہے نظر

یہ کہکر زیادہ ہوا کچھ ہراس
گئی لیکے تعویذ سیّد کی پاس

نہ عاشق کی جانب اٹھائی نظر
نظر تھی صنم کی کسی اور پر

زمیں کو تو دیکھا کیا یہ بیاں
یہ تعویذ تھا آجتک جز جاں

کیئے جسنے دنیا میں فسق و فجور
نہیں اسکے لائق ہے لونڈی حضور

مجھے کیا ہے اسسے بھلا فائدہ
لکھا نیک بد کو تو کیا فائدہ

نہیں میری خاطر یہ اچھا لکھا
برے کو جو اچھا لکھا کیا لکھا

وہ پوشاک کی جسنے زیب بدن
اسکو سزاوار تھا پیرہن

ہمیشہ سے اچھا ہے جنکا شعار
اسی کے یہ لائق ہے لوح مزار

وہ تعویذ سید کو اسنے دیا
وہیں سے بیابانکا رستہ لیا

ہوئی اور بھی شکل دلخواہ کی
محبت ہوئی اسکو اللہ کی

کنارہ کیا اسنے انسان سے
لگی رہنے گوشہ میں اک آن سے

ہوئی اتقا سے جوانی بسر
عبادت میں کی زندگانی بسر

نظر آئے مرنیکے آثار جب
کسی سے کیا اسنے پتھر طلب

بنایا اسے ایک لوح مزار
یہ کندہ کیا شعر با صد وقار

زنِ فاحشہ در تہِ خاک شد — بجا شد کہ خس کم جہاں پاک شد
رہی وہ نہ اُسکا نشاں رہگیا — یہی شعر وردِ زباں رہگیا
جنہوں نے کنارا کیا مال سے — خبردار اُنکے کروں حال سے

ذکر اُن لوگوں کا جنہوں نے زر و مال کو چھوڑا اور اِتقا و پرہیزگاری سے منہ نہ موڑا

جو دے جام ساقی تری ہاتھ ہے — بیانِ زباں جام کی ساتھ ہے
چلے نشہ میں کلک اُن کیطرف — جنہیں مال و زر تھا مثالِ خذف
نہ جاتے تھے نفرت سے گلزار کو — نہ کرتے تھے بس پھول زردار کو
غرض تھی نہ زر سے نہ زردار سے — اُنہیں مال کم تھا نہ مردار سے
اُنہیں کا بیاں ہے زبانی مری — مدد کیجیو کچھ بیاں پر مرے
سماعیل کے عہد میں شاہ تھا — عدالت سے مقبولِ درگاہ تھا
عیاں اُسسے ہوتے تھے کارِ سعید — اُسے خلق کہتی تھی عبدالمجید
اُسی شاہ کے وقت کا ہے بیاں — کہ تھا ایک دیندار مردِ جواں
زمیں مول لی اُسنے بہرِ مکاں — لگا اُسکو ہموار کرنے جواں
زمیں کھودتا تھا جواں بار بار — خزانہ برآمد ہوا بے شمار
نہ پھر مشتری آپ چپکا رہا — زمیں جسسے لی ہول اُسسے کہا

خزانہ بہر حال ہے آپ کا ‏ زمیں میری زر مال ہے آپکا
کہا،، اُسنے بالکل ہے گھر آپکا ‏ زمیں آپ کی ہے یہ زر آپکا
تمہاری ہی قیمت سے زر یہہ ملا ‏ مجھے کچھہ نہیں مال و زر کا گلا
ہوئی پہر تو تکرار باہم دگر ‏ نہ تھی گنج پر ایک کی بھی نظر
یہ کہتا تہا میں نے زمیں مول لی ‏ خزانہ کے مالک ہو تم اے اخی
خزانہ کہاں مول میں نے لیا ‏ زمیں کا فقط مول تمکو دیا
کہا،، اُسنے پہلے ہی جھگڑا چکا ‏ تمہارے زمیں ہاتھہ بیع کر چکا
تمہارا زر و مال ہے سر بسر ‏ نہیں کچھہ مجھے خواہش مال و زر
غرض دونو باہم جھگڑتے ہوئے ‏ گئے شہ کے نزدیک لڑتے ہوئے
بیان بیع کا اور شکلِ تکرار کی ‏ سبھی شاہِ عادل سے اظہار کی
کہا شاہ نے اے وزیرِ عقیل ‏ بتا۔ رفع تکرار کی کچھہ سبیل
کہا اُسنے دونو کو سمجھائیے ‏ خزانہ ہے سرکار کا لیجئے
سنا اسطرح جب کلامِ وزیر ‏ کہا پہر یہ غصہ سے سن اے مشیر
دیا تو نے اثبات کا وہ جواب ‏ کہ ہو عاقبت جس سے میری خراب
لگا سوچنے کہنے شاہِ زمیں ‏ کہ اولاد رکھتے ہو تم یا نہیں
کہا مشتری نے پسر ایک ہے ‏ تسلی کو نورِ نظر ایک ہے
پکارا یہہ پہر بائعِ خیر خواہ ‏ مری ایک دختر ہے اے بادشاہ

کہ دو نوکو دوں نام سے بہی خبر
جو سلماں ہے دختر تو ہاروں پسر

ہوا شاد سنکر شہ نیک خو
گیا اُنکے گہر پر بصد آرزو

نہ پہر شاہ نے کچہہ بہی وقفہ کیا
پسر دخت کا عقد پڑہوا دیا

کیا دخت و فرزند سے یہہ کلام
دیا ہمنے تمکو خزانہ تمام

غرض وہ ہوئے مالک مال و زر
جو کچہہ وزر گزرے اسیطور پر

یہہ جب زن شوہر سے اپنے کہا
کہ ہے دار فانی یہہ مہمانسرا

خزانہ یہہ سب صرف ہوگا ضرور
حساب اسکا مانگے گا رب غیور

ہو جب طلب آخرت کو حساب
نہ تمسے دیا جائیگا کچہہ جواب

ہمیں رزق کی فکر کیا ہے یہاں
کہ روزی رساں ہے خدائے جہاں

رسول دو عالم کا ہے یہہ بیاں
جو ہوتا ہے دانہ زمیں سے عیاں

رقم اسپہ ہوتا ہے نام بشر
نہیں قطع تحریر اک نام پر

پدر کا بہی ہوتا ہے تحریر نام
خدا کیطرف سے ہے یہہ انتظام

نہ ہرگز وہ دانہ کسیکو ملے
کہ ہے نام جسکا اسی کو ملے

نہ پہر پاس دانہ کے جائے کوئی
سوا اسکے ہرگز نہ پائے کوئی

پدر نے کیا جب ہمدم قبول
خزانہ کو کیونکر کریں ہم قبول

پدر جو خزانہ کو لیتا یہاں
پہنچتا ہمیں سب یہہ گنج گراں

ڈرو دمبدم اپنے اللہ سے
کرو عرض جا کر یہی شاہ سے

بچیں حشر میں ہم رعایت کرو | خزانہ کسیکو عنایت کرو

کہی بات زوجہ نے جب دور کی | خوشی سے وہ شوہر نے منظور کی

زن و مرد دونوں بہت شاد شاد | گئے پاس سلطاں کی حسب مراد

یہ کی عرض اے خسرو نیک بخت | رہے تا قیامت ترا تاج و تخت

خزانہ یہ دو اور کوئی جناب | سبک دوش ہوں تا بروز حساب

زن و مرد کی سن کے تقریر کچھ | تو پوچھی وزیروں سے تدبیر کچھ

کہا ایک نے اے شہ نامور | کرو پھر وہیں دفن یہ مال و زر

کہا دوسرے نے کہ فرمانروا | زمیں میں دبانے سے کیا فائدا

خزانہ سے کچھ مال و زر لیجیے | خدا پاک کی راہ میں دیجیے

رہیں جو فقیروں سے باقی درم | لگاؤ کوئی باغ مثل ارم

بھرو باغ میں سب درخت عجیب | کہ پھل اسکے کھائیں ہمیشہ غریب

یہ کی بات سلطاں نے بھی پسند | ملازم ہوئے باغباں ہوشمند

خزانہ کی خاطر کھلا راستہ | لگا ہونے اک باغ آراستہ

جو اک سال گزرا تو فرمانروا | لگا پوچھنے حال کچھ باغ کا

لگا اسطرح عرض کرنے وزیر | کہ تازہ ہوئے ہیں گل بے نظیر

چمن کا ہر اک نخل ہے سبز و تر | خدا چاہے آتا ہے جلدی ثمر

سنا جب کہ سلطاں نے سجدہ کیا | لگا عجز سے کہنے اے کبریا

کیا اپنے بندہ پہ احساں بڑا
حسابِ آخرت کا نہ دنیا پڑا

گنہگار خالق سے کیا دی حساب
عطا کیجیو خلد بھی بے حساب

کئی سال کے بعد پھر وہ وزیر
ادب سے کھڑا ہو کے پیشِ سریر

لگا کہنے اے شاہ شکرِ خدا
ہوا باغ کا رنگ سب سے جدا

لگے ہیں درختوں میں میوے عجیب
خوشی دیکھکر ہیں امیر و غریب

عجب ہے یہہ ای صاحبِ تاج و تخت
طلا اور نقرہ کے ہیں سب درخت

تعجب ہے یہہ اور جائے ثمر
جواہر درختوں میں ہیں سر بسر

جواہر کی ہے روشنی اسقدر
کہ ہے رات دن شام وقتِ سحر

زمانہ میں گلشن کی شہرت ہوئی
دل و جاں سے مشتاق خلقت ہوئی

ہوا پھر تو حکمِ شہِ بے نظیر
کریں سیر آکر صغیر و کبیر

کریں قدرتِ کبریا پر نظر
وہ قادر ہے واللہ ہر چیز پر

غرض باغ میں لوگ داخل ہوئے
ہوائے چمن سے وہ خوشدل ہوئے

خلایق کی ہے آب گل میں طمع
ہوئی دیکھکر سب کے دلمیں طمع

عجب شوق سے اور عجب گہات سے
جواہر لگے توڑنے ہاتھہ سے

حقیقت میں تھی اور شانِ شجر
ہوئے ہاتھہ چسپاں میانِ شجر

ہوئی جب شہِ نامور کو خبر
گیا باغ میں خسروِ نامور

ملامت کیا خلق کو ایکبار
ہوا روبقبلہ شہِ نامدار

کیا سر کو عریاں برائے دعا — نہ کچھ دل کو سوجھی سوائے دعا
یہہ کی اپنے اللہ سے التجا — کہ کر عفو تقصیر ہے یہہ دعا
دعا شاہ کی پہر ہوئی مستجاب — جدا ہو گئی ہاتھ سب کے شتاب
دیا بعد میں شہ نے یہہ حکم عام — کہ میوے درختوں کے کہاؤ تمام
غضب سے خدا پاک کے سب ڈریں — درختوں پہ دل کو نہ مائل کریں
ثمر اُسکے کہاتے تہے ہر دم سبہی — مگر کم نہوتے تہے میوے کبہی
کہو گر گزشتہ پہ صلوٰۃ تم — تو بی بی سنو آج کی بات تم

نقل دیگر

کوئی شخص ہے حکمراں آجکل — پہ ہے مولوی کی سخن پر عمل
کوئی عالم دیں ہے اُنکا مشیر — حکومت میں اُسکی رئیس و امیر
جو راجہ ہے اُسسے رضامند ہے — زیادہ مگر ایک خورسند ہے
یہہ وہ چاہتا ہے رعایت کرے — ملے کچھہ بہانہ عنایت کرے
ہوا ایک لڑکا بہانہ ہوا — ضیافت ہوئی سب کا کہانا ہوا
جو تہا عالم دیں کا اک دوستدار — دیے اُسنے مبلغ اُسے سو ہزار
کہا مولوی کے حوالے کرو — ضیافت کا ساماں ہے تم مت ڈرو
نہ یوں ہی مرے پاس لے آئیو — سنے جسطرح مال دے آئیو

گیا عالمِ دین کے جب روبرو / دھرا مال آگے یہہ کی گفتگو
جو رشوت دلاؤں یہہ عادت نہیں / مٹھائی ہے لڑکے کی رشوت نہیں
وہ بولے نہ فرماؤ اسطور تم / مری بات سنکر کرو غور تم
نہوتا تعلق اگر شاہ سے / مجھو پھر بھی دیتے کسی راہ سے
سوا شہر کے اور بھی ہو جہاں / کہیں اور بھیجا ہے گنج گراں
بیاں خیر جانے دو سب ہر کا / کہو مجھ سے قصہ اسی شہر کا
دیے کسکو مبلغ سوائے طعام / مجھے لا کے بھیجی برائے طعام
یہہ دیکھا ہے بندہ نے اخبار میں / کہ ہیں راشی و مرتشی نار میں
یہہ کی گفتگو جب خجالت ہوئی / نہ مختار سے پھر وکالت ہوئی
گیا زر نہ مس ہاتھ سے چوک کر / کنارہ کیا پاؤں سے ٹھوک کر
وہ قصے کہوں لوگ حسرت کریں / سنیں زندگانی سے نفرت کریں

ذکر ان شخصوں کا جو دنیائے غدار سے بیزار تھے راہِ خدا میں ہر وقت مرنیکو تیار تھے

مدد کو پہنچ ساقیِ حق پرست / قدم لڑکھڑاتے ہیں اے تیز دست
زباں پر خدا کے ہو پیاروں کا ذکر / بہو نیر ہے اُن جاں نثاروں کا ذکر
جو جیتے تھے مرنے کی امید پر / موئے زندگانی جاوید پر

گئے سفر کے بل منزل خلد کو — منوّر کیا محفل خلد کو
منازل کو انکے کروں آشکار — سفر کلک ہو ہر قدم پر نثار
لکھا ہے یہہ ہر ایک پندار نے — ابوذر نے جابر نے عمار نے
کسی روز پیغمبر راہ بر — جو مسجد میں بیٹھے تھے وقت سحر
کئی آپکے گرد اصحاب تھے — نصیحت سے خوشنود احباب تھے
بیاں صاف قرآں کی تفسیر تھی — کلام الٰہی کی تقریر تھی
کہ اتنے میں نازل ہوے جبرئیل — جو لائے پیام خدائے جلیل
یہ کی عرض اے بادشاہ انام — خدا پہلے کرتا ہے تمکو سلام
یہہ کہتا ہے پھر خالق بحر و بر — کہ آمادہ ہے قوم اک جنگ پر
ہوئی جمع لڑنے کو خلق کثیر — لڑیگی کسی روز قوم شریر
کرینگے نہ کفار اچھا سلوک — لڑائی یہہ ہوگی میان تبوک
جو ہو صبح تیار اصحاب ہوں — مہیا لڑائی کے اسباب ہوں
سناں راست ہو رست شمشیر ہو — یہہ ہو جلد ساماں نہ کچھ دیر ہو
یہہ بھاری لڑائی ہے ساماں کرو — کہ بھاری نہ ہو ناسبک جان کر
بڑی ہیں وہ اتراں کرو احتیاط — نہ ہو کوئی نقصاں کرو احتیاط
ہوئی ہے بہت جمع قوم پلید — کہ سردار اس قوم کا ہے بکید
عداوت اسے ہر مسلمان سے — بغاوت ہے او اہل ایمان سے

کرو پیشدستی اگر اُنے حبیب
اُدہر جب ہنر ہو پہر نصرت قریب

سُنی جب یہہ رُوح الامیں سے خبر
کسی سے کہا آپ نے پیشتر

منادی کرو اسطرح دربدر
کہ اصحاب حاضر ہوں وقتِ سحر

قرینہ سے ہوجاے سب پر عیاں
کہ ہم تیسرے روز ہونگے رواں

نبیؐ نے غرض اسطرح سے کہا
منادی ہوئی جسطرح سے کہا

غرض اہلِ اسلام پاکر خبر
تو مسجد میں حاضر ہوئے وقت پر

گئے آپ جب منبرِ پاک پر
ہوئی سب کو حکم خدا سے خبر

مدینہ میں رہتی تہی اک پیرزن
یہی تہا ہمیشہ سے اُسکا وطن

میانِ عدم سایۂ مصطفےؐ
یہہ ہستی میں ہمسایہ مصطفےٰ

پہر اک ضعیفہ کا طاعت گزار
یتیم و جوانمرد و پرہیزگار

جہادِ پیمبرؐ کی پاکر خبر
حضور میں حاضر ہوا وہ پسر

کہا اے شہِ سرورانِ جہاں
رہے تجہہ سے قایم نشانِ جہاں

ہمیشہ سے تہی آرزوئے جہاد
سنی جب سے کچہہ گفتگوئے جہاد

جبہی سے ہوں امیدوارِ جہاد
مجہے بخشیے افتخارِ جہاد

یہی آرزو ہے یہی ہے مراد
کہ سر سے کروں قطع راہِ جہاد

پہنچتا ہے یوں ہی کہاں یہہ غریب
قدم سے ہو تیرے یہ دولت نصیب

اشارہ پہ حاصل یہہ دولت کروں
قدم کے رہوں ساتھ خدمت کروں

یہہ سنکر پکارے شہِ دوجہاں ۔ اجازت تو لی اپنی ماں کی جواں
نہ بحکم اسکے کوئی بات ہو ۔ اگر دی اجازت مری ساتھہ ہو
جو کی اپنی ماں سے اجازت طلب ۔ تو آئی حضورِ رسولِ عرب
یہی عرض کی ای رسولِ خدا ۔ کہ سینہ سے دلکو کروں جب جدا
ضمانت کریں آپ دلبند کی ۔ دکھائیں مجھے شکل فرزند کی
کہا ہے خدا پاک کے ہاتھہ یہہ ۔ جو چاہے تو آکر کرے بات یہہ
بھروسہ یہ کہتا ہوں اسکے رسولؐ ۔ ملیگا یہہ تجھسے نہو دل ملول
رضامند سنکر ہوئی پیرزن ۔ مگر کچھہ جدائی سی رنج و محن
ہوا اپنی ماں سے جو رخصت جواں ۔ دئی آپنے اسپ و تیغ و سناں
کہا کچھہ سفارش ہیں اصحاب سے ۔ چلا ساتھہ حضرت کے آداب سے
علی کو کیا اپنا قایم مقام ۔ روانہ ہوئی جلد خیر الانام
گئی فوجِ کفار کے جب قریب ۔ تو ٹھہرا وہانپر خدا کا حبیب
رہے فوج میں اسطرح سے جناب ۔ ستاروں میں ہو جسطرح ماہتاب
حفاظت رہی فوج کی رات بھر ۔ مقابل ہوئی فوج وقت سحر
عجب فوج میں آپ کی شان تھی ۔ محمد تہی قلب میں جان تہی
ہوا اسطرح شور و غل فوج میں ۔ کہ دریائے رحمت گہرا موج میں
اسی بیوہ پارسا کا پسر ۔ لڑائی کو سب سے گیا پیشتر

جواں نے کہا فوجِ گمراہ سے — ڈرو تم پیمبر سے اللہ سے
جو دونو نبہ ایمان لاؤ شتاب — نہ عقبیٰ و دنیا میں دیکھو عذاب
خدا و نبی سے جو انکار ہے — تمہارے تو سر ہیں یہہ تلوار ہے
جو کیفر بڑھا فوجِ کفار سے — مقابل ہوا آکے دیندار سے
گھڑی دو گھڑی وہ مقابل ہوا — جو آیا نہ جانے کی قابل رہا
سناں اسطرح پشت سے پار کی — سزا پائی کیفر نے کردار کی
پسر نے جو کی کچھ نظر فوج پر — یہہ سمجھا کہ دریا ہے اک موج پر
شجاعت سے لڑکا بڑھا فوج پر — یہہ سمجھے چلا بلبلہ موج پر
تہِ تیغ کتنے دلاور کیئے — کیئے قتل جب نام آور کیئے
لڑا اسطرح جب جوان سعید — ڈرا اپنے دلمیں ملیدِ پلید
لڑی کیوں نہ لڑکے کی تھی یہہ مراد — کہ سر سے ہوئے آج راہِ جہاد
وہ کہتا ہے سر سے گزرنا یہاں — ہمیشہ کو جینا ہے مرنا یہاں
مہم ہم شہادت کو سر کرے — حضوری میں مجرا وتر کر کرے
گلِ زندگانی کا سر ہو ثمر — نہالِ جوانی کا سر ہو ثمر
پسر فوج سے منہ پھیرائے کہاں — جو مرنے کو آیا تو جائے کہاں
ہزاروں ہی مرتے ہیں یوں آجکل — تو مرنے کو بھی چاہیئے اک محل
مبارک ہو مرگِ جوانی اسے — یہاں موت ہے زندگانی اسے

کسی پر دل و جان نہ انسان دے — جو سو قصد ہو لیسا وہیں جان دے

جو لڑکے سے لڑنے کو آیا مکید — دلاور ہوا زخم کہا کر شہید

گرا کاسۂ فرق جب خاک پر — تو رکھے قدم اسنے افلاک پر

ہمیشہ رہی آرزوئے اجل — غرض دیکھہ لی آج روئے اجل

گیا فوج میں پھر عدوئے خدا — کئے اپنے ہتیار تن سے جدا

ادہر سے لڑائی کو پہونچے عمر — پکارے مکید لعیں آر دہر

عدو آیا لشکر سے آواز پر — پکارا کہ کہتے ہو کیا اے عمرؓ

لڑائی سے ہر چند ناچار ہوں — نہ تم پاؤ غلبہ جو بیمار ہوں

ہوا پہلے کچھہ گفتگو سی خیال — بڑھے سوچ کر آپ بہر جدال

ہوئی پہلی آپسمیں ردّ و بدل — کیا وار کافر نے پہلے پہل

لگائی جو تلوار اک جوش میں — جو سر کا لیا سپر لگی دوش پر

جو چلتے کو پہنے ہوئے تہے عمر — لگا زخم یوں ہی فقط دوش پر

پہرے جنگ سے زخم کہا کر عمر — رسول خدا نے جو پائی خبر

پیمبر نے جرّاح کو بہیجکر — کیا چارۂ زخم مدِّ نظر

ادہر مرہم زخم کا انتظار — ادہر آئے روح القدس نامدار

پکارے یہ جبریلؑ عالی مقام — یہہ ارشاد کرتا ہے ربّ انام

نہ آئیگا جبتک نبیؐ کا حبیب — نہو گی کبہی تمکو نصرت نصیب

مدینہ میں کیوں چھوڑ آئے اُسے ‏ نہ یاں کس لیے ساتھ لائے اُسے
ترے دین کی فتح اُسے راہبر ‏ ہوئی ذوالفقارِ علیؑ پر حصر
سُنا یہ کہا جلد آؤ اخیؐ ‏ وہ بولے کہ حاضر ہوا یا نبیؐ
نبیؐ نے علیؑ کو جو آواز دی ‏ جگہہ دُوصد و شصت فرسنگ تھی
نبیؐ نے کہا جو وصیؑ نے سُنا ‏ وصیؑ نے کہا جو نبیؐ نے سُنا
پکارے اُنہیں جسگھڑی مصطفےٰ ‏ ریاضِ مدینہ میں تھے مرتضےٰؑ
کیا جلد سلماں سے دُلدُل طلب ‏ مدینہ سے آئے امیرِ عرب
چلے جب کچھہ بیچ میں آوٹ تھی ‏ قدم اسپ کے تار کی چوٹ تھی
گئے پس مدینہ سے اک آن میں ‏ نسیمِ گلِ فتح میدان میں تھا
گئے جب محل پر شہِ دوسرا ‏ کہا السّلام اے شفیع الورےٰ
کیا اس طرح مرتضیٰؑ نے کلام ‏ نبیؐ نے بھی بخشا جوابِ سلام
کھی پہلے کچھہ مدحتِ مرتضےٰؑ ‏ ثنا کی تو کہنے لگے مصطفےٰ
نہ آئے یہاں جبتلک اے اخیؐ ‏ ہوئی کچھہ نہ رونق مری فتح کی
پیمبر سے جب ہو چکی قیل و قال ‏ گئے آپ میداں میں بہرِ قتال
کہا آپ نے اُسے مکیدِ لعین ‏ بحقِّ خدائے زمان و زمیں
اگر تو نہ ایمان لایا ابھی ‏ سمجھنا تہِ تیغ آیا ابھی
ترے دیر کی صاف بنیاد ہو ‏ ترا شہر اور ملک برباد ہو

یہ سنکر پکارا خطا ہو معاف
پھر مجھ سے ہو یہ ادراک لاف و گزاف

یکے از دلاوریں صف شکن
کہاں آج سنتا ہوں ایسے سخن

تکبر سے سمجھا نہ یہ بد خصال
کہ شیرِ خدا سے بھی صفِ شغال

نبیؐ نے کیا وصفِ دلدل سوار
کرو تم بھی کچھ مدحتِ ذوالفقار

کروں اول آخر کا اسکے بیاں
کہ اِک کلمہ پاک ہے دو زباں

جو قبضہ ہے ہا کلمہ پاک کی
زبانیں ہیں لا کلمہ پاک کی

علیؑ جسم ہے شاہِ لولاک کا
نشاں لیتے ہیں کلمہ پاک کا

بہاتی ہے دریائے خوں دہار سے
نہوتی ہے کم آب تلوار سے

سروں سے بناتی ہے پل لاکھ ہے
کھلاتی ہے دو پہل سے گل لاکھ ہے

ریاضِ قضا میں وہ پہل ہیں یہی
تسلیِ جانِ اجل ہیں یہی

ملیدِ ستمگر بڑا زور سے
ضرر کیا سلیماں کو بھی مور سے

علیؑ نے سنبھالا جو تلوار کو
یہ طاقت کہ روکے کوئی وار کو

پڑی فرق پر تیغ سر سے چھپی
کمر سے جو گزری نظر سے چھپی نہ

تبا ہا نہ سایہ کو بھی ساتھ میں
گئی سر سے کو سوں رہی ہاتھ میں

یہ جانا سبھی نے کہ زمیں تک گئی
نہ سمجھے کہ گاوِ زمیں تک گئی

کم و بیش ٹکڑے نہ ہو بھر گئے
کئے ایک کے دو برابر کیے

ملیدِ لعیں بر سرِ خاک تھا
سنانِ اجل سے جگر چاک تھا

کہا مرحبا کرسی و عرش نے — محبت سے چومے قدم فرش نے

کیئے وصف پیغمبرؐ پاک نے — ثنا کی فرشتوں نے افلاک نے

نظر آئی جب ضربتِ ذوالفقار — تو میداں سے بھاگے سبھی نابکار

یہ چلنے میں تیزی تھی تلوار کی — جو بھاگا بچی جاں نہ اسوار کی

ہلیں دلدل و تیغ کس ساتھ سے — وہ پاؤں سے چلتا ہے ہاتھ ہاتھ سے

دباؤ دیا اہلِ اسلام نے — وہ مارے گئے جو ہوئے سامنے

کسیکو کیا قید بیجاں کیا — اماں دی نہ جبتک مسلماں کیا

دل و جاں سے کافر مسلماں ہوئے — ہوئی دیر برباد ویراں ہوئے

چلے فتح پاکر رسالت مآب — کہ آخر کو پہونچے مدینہ جناب

ہوا جب سپاہِ نبیؐ کا ورود — ضعیفہ بھی سنکر چلی زود زود

جو کی فوج میں جستجوئے پسر — نظر آئی اسکو نہ روئے پسر

کہا پھر پیمبرؐ سے ہوکر ملول — کہاں میرا فرزند ہے یا رسولؐ

فراقِ پسر سے ہے ہر دم ملال — مجھے رات دن ہے اسیکا خیال

نہ کھانا نہ سونا نہ آرام کچھہ — سوا رنج و غم کے نہیں کام کچھہ

نظر کر رہی تھی ادھر اور ادھر — یہ مطلب نظر آئے روئے پسر

نظر اسکو آیا نہ نورِ نظر — تڑپ کر کہا کیا ہوا وہ پسر

نبیؐ نے کہا یہ زنِ نیک کو — کہ جانا ہے دنیا سے ہر ایک کو

سوائے خدا کے زمین و زماں
رہیگا نہ ہم میں سے کوئی یہاں

کیا ہے اسے کافروں نے شہید
گیا سوئے جنت جوان سعید

ضعیفہ تھی اپنے دل میں ملول
خدا نے اسے کر لیا ہے قبول

سنی قتل کی جب خبر ایکبار
زمیں پر گری ہوکے دلفگار

گری تب زمیں پر نہ تھی ہوش میں
جو کچھ ہوش آیا کہا جوش میں

کہا ہائے اب ہے کہاں وہ پسر
یہ کہکر دوبارہ ہوئی بیخبر

اٹھی ایک ساعت میں پھر بیقرار
نظر مثل دیوانہ کی بار بار

پیمبر کا دامن پکڑ کر وہیں
یہ کہنے لگی ای رسول امیں

امانت ملیگی جو سرکار سے
تو چھوٹیگا دامن گنہگار سے

ضعیفہ کو پاکر بہت بیقرار
نبی روئے لشکر ہوا اشکبار

پیمبر کو جب رحم آیا ذرا
یہ کی عرض ای خالق دوسرا

طفیل اپنی رحمت کے الطاف کے
طفیل اپنی بخشش کے اوصاف کے

امانت سے مجھ کو سبکدوش کر
ضعیفہ جو روتی ہے خاموش کر

کہا یہ تو سر کو برہنہ کیا
دعا کی پیمبر نے سجدہ کیا

ابھی سر نہ سجدہ سے اٹھا یہاں
تن طفل میں جان آئی وہاں

یہ دیکھا اٹھایا جو سر ایکبار
سرہانے کھڑا ہے عجب راہوار

پسر ہو لیا اسپ پر جب سوار
فرشتوں نے تھامی عناں ایکبار

کہیں بھی نہ دم بھر ٹھہرنے دیا — حضوری میں حضرت کے حاضر کیا

نبی کو جو دیکھا تو اوترا پسر — رسول خدا کے گرا پاؤں پر

پسر نے جو پاؤنکو بوسہ دیا — پیمبر نے سجدہ دوبارہ کیا

ضعیفہ نے کی جب پسر پر نظر — ہوئی شاد بیٹے کا منہ دیکھکر

پکاری زن پارسا برملا — زمانہ میں داغ پسر ہے بلا

کہوں کیا فراق پسر کے سبب — ہوا ہے کنیزک سے ترک ادب

نبی نے پسر سے کہا ایجواں — ترا حال جو کچھہ ہوا کر بیاں

جواں نے کہا اے شفیع انام — زمیں پر گرا زین سے جب غلام

گئی جسم سے روح جھپکی پلک — گئے مجھکو جنت میں لیکر ملک

وہیں لاکھہ غلمان و حوریں جناب — زیارت کو بندہ کے آئیں شتاب

جو تھا حلقہ حور و غلمان میں — یہ آواز آئی مرے کان میں

کیا تنگ ماں نے تری بار بار — نبی کر رہے ہیں ترا انتظار

ہوئے تیرے ضامن رسالتمآب — ابھی چل بلاتے ہیں تجھکو جناب

کیا جب طلب اے رسول انام — تو حاضر ہوا آپکا یہہ غلام

پیمبر سے جب کر چکا یہ بیاں — مخاطب ہوا اپنی ماں سے جواں

کہا رنج میں تمنے یہہ کیا کیا — جو دوزخ میں جنت سے بلوا لیا

مکاں رنج و غم کا ہے دنیا تمام — یہاں کس کو راحت ہے ای نیکنام

گرا پھر نبیؐ کے قدم پر پسر ‏ یہہ کی عرض کیجے دعا راہبر

کنارے ہو وحشت سرا سے غلام ‏ ملے وہ ہی فردوس میں پھر مقام

دعا میں ہوئی محو شاہِ زماں ‏ کیا کلمہ پاک وِردِ زباں

دعا سے گیا پھر میانِ بہشت ‏ کہ فرکر نہ چھوڑا مکانِ بہشت

جو دیکھا ضعیفہ نے حالِ پسر ‏ کیا پھر نہ دلمیں خیالِ پسر

ادب سے کہا اے رسولِ غیور ‏ ضعیفہ کا بھی عفو کیجے قصور

کنیزک کی اب ہے یہی التجا ‏ کہ آئے مجھے موت کیجے دعا

بہت روز دنیا کو دیکھا جناب ‏ حقیقت میں یا خیر ہے مثلِ خواب

زمیں کا ضعیفہ بھی پیوند ہو ‏ وہیں جاں ہو جس جا یہ فرزند ہو

طفیلِ دعائے رسولؐ زماں ‏ ضعیفہ بھی پہنچی میانِ جناں

قضا آہ جب کر گئی پیرزن ‏ نبیؐ نے دیا آپ غسل و کفن

گزرنا بھی ہی ٹھہرنا بھی ہے ‏ بھی جان جینا ہے مرنا بھی

نقل دیگر

جواں ایک آیا نبیؐ کے حضور ‏ جوانی میں پیری کا بالکل ظہور

ہوا تھا ضعیف و نحیف و حقیر ‏ عیاں تھیں رگیں جیسے نقش حصیر

سیہ مارا تھا غم نے کہ نیلا ہوا ‏ اڑا گوشت ہر بند ڈھیلا ہوا

نشاں گوشت کا نہہا جسم پر
رہیں پوست میں استخواں کت تلک
گماں ہی بھی خلق کا جب چلا
زمیں ہی بھی اٹھتا ھو اس ورسے
اسے بھی غرض کچہہ ہہی جان سے
بدن صاف کا ٹٹا ہو سو کہہ کر
بنا با دو چشموں نے گھر آب میں
جو آنکھونکو ھی جوش دل سُست سے
گڑیں کا سنہ سر میں آنکھیں ادہر
قضا ہی نظر میں سمای ہوی
بدن میں ص کا نہیں کچہہ نشاں
نبیؐ دو عالم ہوی مہرباں
یہہ بولا کہ ای بادشاہ زمیں
سنا حال دوزخ کا جس روز سے
جگر سے کہیں خوف جاتا نہیں
گھڑی کون سی ہی جو رو تا نہیں
مرا دل فقط ذکر سے جل گیا

بنا پوست بھی پوستیں جسم پر
رکے استخوانو نمیں جاں کب تلک
گرا وہ وہ کا بنا قدم اب چلا
اٹھے جیسے جی کر کوی گور سے
بگڑتا ہی یہہ جسم کی شان سے
لہو کا نہیں جسم میں کچہہ اثر
ہمیشہ ہی رہتی ہیں تر آب میں
قضا کیطرف ہر قدم جست سے
ادہر ہی نظر ہر گھڑی موت پر
تو ہے مُردنی منہ پہ چھای ہوی
مگر ہے لب گور ہر دم جواں
کہا حال ایسا ہے کیوں ای جواں
مجھے چین دنیا میں دم بہر نہیں
ہوا خوف تا رجگر سوز سے
اسی خوف سے خواب آتا نہیں
یہہ ھی خوف را تو نکو سوتا نہیں
رہا تہا جو کچہہ فکر سے جل گیا

لگی آنچ دوزخ کی جاتی نہیں ۔ اسے چشم تر بھی بجھاتی نہیں

کہا۔ ایچواں کیا ہے اب مدعا ۔ وہ بولا کہ یا شاہ کیجے دعا

بہت جلد بندے کی آئی قضا ۔ نہیں آرزو اب سوائے قضا

مروں کس طرح آپ لاچار ہوں ۔ مگر زندگانی سے بیزار ہوں

یہ کہنے لگے بادشاہِ فلک ۔ بہت جلد پہنچیگا منزل تلک

جو ٹھہرا ہے کچھہ اور بھی صبر کر ۔ ابھی انتظارِ رہِ قبر کر

یہ سُنکر ہوا صبر سے دلفگار ۔ رہا رات دن موت کا انتظار

کئی روز کے بعد حسبِ مراد ۔ گیا ساتھ حمزہ کے بہرِ جہاد

جو مرنے کو آیا نہ دم بھر جیا ۔ لڑائی میں جامِ شہادت پیا

جو دُنیا میں آئے کرے اِسطرح ۔ جیئے اِسطرح سے مرے اِسطرح

جنہوں نے کیا غم نہ اولاد کا ۔ کروں ذکر دو ایک آزاد کا

ذکر اُن شخصونکا جنہوں نے محبتِ اولاد پر عشقِ خدا کو مقدم کیا اگر کوئی اولاد سے قتل ہوا یا سوا کچھہ غم نہ کیا

وہی ساقیا کچھہ زن و مرد ہے ۔ حبیبِ خدا کا جسے درد ہے

مرے اپنی خاطر زن و مرد کیا ۔ خدا خوش تو اولاد کا درد کیا

کئی جام اوروں کی خاطر دیئے
پلا ایک دو جام ان کے لیے

نہ تھے کچھ جنہیں اپنے پیارے عزیز
فدا تھے پیمبر پہ سارے عزیز

بیاں مختصر ہے سناتے چلیں
اشارہ ھی یہ بھی جتاتے چلیں

رسولؐ خدا تھے بیانِ جہاد
سر عرش پر تھا نشانِ جہاد

رواں سینکڑوں سوے جنت ہوئے
مسلمان ملکِ شہادت ہوئے

ضعیفہ پھری ایک میدان سے
سوار شتر تھی عجب شان سے

ہوئے قتل شوہر برادر پسر
وہ لاشوں کو رکھے ہوئے اونٹ پر

خوشی سے روانہ تھی گھر کیطرف
نہ تھی آنکھ نورِ نظر کی طرف

سخن تھا یہ اپنے سے اور غیر سے
کرو شکر ہیں مصطفیٰؐ خیر سے

کسی نے جو حرفِ تاسف کہا
زباں سے یہی بے تکلف کہا

جگہہ رنج کی کیا ہوئے جو غلام
کہ خوش دل ہیں زندہ ہیں خیر الانام

نقل دیگر

سنا ہے کہ اک شخص مردِ خدا
ہوا اپنے شہر و مکاں سے جدا

ہوا دل سے کعبہ کی جانب رواں
فقط ساتھ تھا ایک بیٹا جواں

نہ تھا اور بھائی نہ دلبر کوئی
نہ زوجہ نہ خواہر نہ دختر کوئی

قضا سے پسر راہ میں مر گیا
سفر میں ہی پہلے سفر کر گیا

پدر نے پسر کا نہ کچھہ غم کیا ۔۔۔ نہ رویا نہ پیٹا نہ ماتم کیا

فلک کا نہ قسمت کا شکوہ کیا ۔۔۔ وضو کرکے خالق کو سجدہ کیا

کہا یہہ کہ اے خالقِ بحر و بر ۔۔۔ ہوئی تیری مجھہ پر کرم کی نظر

اسی میں فقط دل تھا اٹکا ہوا ۔۔۔ اسی سے تھا دنیا میں لٹکا ہوا

سفر میں جدا آج لڑکا ہوا ۔۔۔ جگر سے الگ یہہ بھی ٹکڑا ہوا

مرے واسطے تو نے اچھا کیا ۔۔۔ گنہگار بندہ کو اپنا کیا ؛

اُسے دفن کرکے نہ روتا گیا ۔۔۔ گیا کربلا شاد ہوتا گیا

نفیسہ مخاطب ہوئی حور سے ۔۔۔ کہا جوڑ کر ہاتھہ دستور سے

کیا آج لونڈی نے جنکا بیاں ۔۔۔ یہی شخص ہیں مستحقِ جنان

جو سارے ہی دنیا میں ہوں بدسرشت ۔۔۔ تو آباد کن سے ہو قصرِ بہشت

بشر ہے بنا۔ خلد جن کے لیئے ۔۔۔ نہیں یہہ تو ہے اور کس کے لیئے

مناسب تھے یہہ نیک انساں بنے ۔۔۔ پری سے نہ غولِ بیاباں بنے

تمہاری طرف سے نہیں کچھہ قلق ۔۔۔ پڑھا خوب قسمت سے تم نے سبق

جو بھی علم واقف ہو ہر خیر سے ۔۔۔ ہر اک بات کرتی ہو تمیز سے

سدا خلد کی آرزو ہے تمہیں ۔۔۔ سخاوت کی طاعت کی خو ہے تمہیں

اُدہر پایش گنجینہ مال ہیں ؛ ۔۔۔ ادہر ساتھہ تو نیک اعمال ہیں

کمی سلطنت میں ہے کس بات کی ۔۔۔ ترقی ہے ہر روز خیرات کی

نگاہوں سے شیطان بھی دور ہے — ریاضِ ارم خانۂ حور ہے
گناہوں سے پاتے ہیں جب صاف ہم — تو کرتی ہیں بی بی کی اوصاف ہم
یہہ باتیں سناتے ہیں ہم اور کو — سنے بات چھوڑے بری طور کو
خدا کی عبادت کرے ٹھیک ٹھیک — تو ایسے ہی بندوں میں ہووے شریک

بیانِ عقیلہ

کہاں ساقیا پھر یہہ جامِ شراب — نظر میں ہے ساغر برنگِ حباب
کہاں ہم یہہ دریا دلی پھر کہاں — مئے صاف ہے پاک آبِ رواں
دلِ خم ہے اب جوش سے اوج میں — ہمیں خشک بیٹھے ہیں اس موج میں
ترا جام گردش میں ہے آب سے — ہمیں خشک جاتے ہیں گرداب سے
چلیں آج دور و زر رکھکر چلیں — بھلا نشہ میں کچھہ تو کہکر چلیں
نفیسہ نے قصے کیے جب تمام — عقیلہ نے بڑھکر کیا پھر سلام
کہا عرض میری بھی سن لیں حضور — جو ترکِ ادب ہو تو بخشیں حضور
جو نطقِ زبان پر ہے دِل کا عمل — نفیسہ نے اچھا کہا برمحل
خلافِ دل و جاں اگر ہے زباں — تو پھر صاف کرتی ہے لونڈی بیاں
چلی ہے نفیسہ عجب ڈھنگ پر — جمایا ہے نقشہ نئے رنگ پر
اڑے ہاتھہ سے ایک دِن آپکو — مجھے ڈر ہے دھوکہا نہ دے آپکو

یہ مانا نہ سارے ہی دیندار ہیں
کروڑوں میں اچھے بھی دو چار ہیں

ہوئے دو زمانہ میں حب انتخاب
کروڑوں میں کیا ایک دو کا حساب

خبر کیا ہے دنیائے غدار میں
کروڑوں میں تم ہو کہ دو چار میں

نہیں یہ خبر کن سواروں میں ہو
کہ دو میں ہو تم یا ہزاروں میں ہو

ہزاروں ہی فرقے ہیں نسل یکے
تہتر ہیں فرقے مسلمان کے

تہتر میں ہی جنتی ایک ہے
جو پوچھو تو فرقہ وہی نیک ہے

سنو کان سے سنت سفید و سیاہ
کریں آپ لونڈی کے اوپر نکاح

نہ اپنا ہی جب طور اچھا ہوا
ہمیں کیا اگر اور اچھا ہوا

کوئی لاکھ میں ہرنوں سے بچا
گیا صاف نازک تنوں سے بچا

خبر کیا چلیں ہم اسی راہ پر
کہ ہستی میں رکھیں قدم چاہ پر

ابھی کچھ عروج جوانی نہیں
تو کیفیت زندگانی نہیں

ہوا ہمنے دنیا کی دیکھی نہیں
گئے ہیں مکاں سے نہ باہر کہیں

ابھی ہمنے آفاق میں کیا کیا
بتاؤ کوئی کام اچھا کیا

ابھی کب زمانہ سے عبرت ہوئی
ابھی کب حسینوں سے نفرت ہوئی

نظر کوئی دلدار آیا نہیں
اسے دیکھ کر سینہ چھپایا نہیں

کسی نے ابھی کب اشارہ کیا
کہ لونڈی نے پا کر کنارہ کیا

ابھی تک نہیں چاند پر بھی نگاہ
برابر ہے ہمکو سپید و سیاہ

ہٹا دل زمانہ کی کسب سیر سے — کہو کچھہ جو ہو خاتمہ خیر سے
نہ ہووے کوئی علم اور زہد پر — نہ کوئی رہے حسن سے بے خطر
کبھی حسن دشمن ہے مخلوق کا — عدو ہے کبھی حسن معشوق کا
جو ہو علم و طاعت تو نخوت نہ ہو — کرے خاکساری تو ذلت نہ ہو
سدا ایک حالت پہ انساں نہیں — طبیعت اک وقت یکساں نہیں
جو ہو نشہ ساقی ہو خالی مکاں — کوئی پھر جو چپکا رہے یہ کہاں
کریں منع ہاتھونکو ہم جوڑ کر — جو زاہد ہو لیٹے وضو توڑ کر
سنا دی کوئی بات ایسی ضرور — نہ پھر علم و طاعت سے ہوتا غرور
جو شاہونکو نفرت ہے سچ بات سے — تو لونڈی کو رغبت ہے سچ بات سے
فقط بادشاہو نپہ کیا منحصر — کہ سچ بات سنتا ہے کوئی بشر
جسے کچھہ بھی رغبت ہے انصاف سے — تو ہوتا ہے خوش کلمہ صاف سے
جہانمیں غرض جسقدر ہیں عقیل — خوشامد ہی کرتے ہیں سب قال و قیل
جو دانا ہیں وہ جھوٹھہ کہتے نہیں — جو سچ ہو تو خاموش رہتے نہیں
انہیں کیا نظر ناز و انداز پر — وہ کرتے نہیں وصف آغاز پر
نہیں دیکھتے شکل اور شان کو — مگر ڈھونڈتے ہیں وہ انسانکو
نہ مداح ہیں حسن اور آن پر — نہیں بہاتے دنیا کے سامان پر
ثناخواں نہیں وہ کسی کام پر — جو کہتے ہیں کچھہ نیک انجام پر

جہاں سے گئے خلد میں حج غریب　انہیں کو وہ کہتی ہیں صاحب نصیب

یہی خوف ہے غیرت آفتاب　جو میں سچ کہوں آئیگا مو عتاب

سمجھ لیں یہی آپ دشمن مجھے　کریں قید پھر مثل سولن مجھے

کہا کون سولن وہ بولے حکیم　ہوا ہے کسی بادشہ کا ندیم

ہوا ایک دن شاہ کو یہ خیال　دکھاؤں اسے اپنا جاہ و جلال

اگر دیکھ لے میرے سامان کو　بھلائے ہر اک شاہ کی شان کو

گیا سو چکر ایک میدان میں　ہوا محو دنیا کے سامان میں

کہیں تھا طر و اسپ فیل و شتر　کہیں گوسپند و بز و گاو خر

کہیں ہیں تکلف سے پیدل سوار　کہیں فیل پر ہودج زرنگار

کہیں شال گنجینۂ زر کہیں　جواہر کہیں ہیں تو زیور کہیں

دکھایا اُسے سلطنت کا عروج　نظر میں تھا واں حضرت کا عروج

دکھا کر یہ سامان کہا اے حکیم　زیادہ نہیں تجھ سے کوئی ندیم

تو یہ سامنے دولت و مال ہے　بتا کون دنیا میں خوشحال ہے

پکارا یہ سولن کہ اے شہریار　جہاں میں تھا اک خسرو نامدار

رعیت کی اصلاح سے کام تھا　اسی کام میں اسکو آرام تھا

عبادت میں رہتا تھا شام و سحر　اسی راہ سے کر گیا وہ گزر

گیا جب تو وہ نیک افعال تھا　جو پوچھو وہی ایک خوشحال تھا

کہا پہر بتاؤ کہ اسکے سوا — کہا،، ایک دنیا میں تھی پارسا
عبادت میں بیٹھی تھی وہ شام سے — دو فرزند سوتے تھے آرام سے
وہ بولی انہیں خواب میں دیکھکر — یہہ ہے عرض ای خالق بحر و بر
نہیں یہہ کہ ہر اک جسے خوب ہو — وہی کر جو ان کے لیے خوب ہو
وہیں خواب میں مر گئے وہ پسر — وہ اچھی تھی دنیا میں ای تاجور
غضب میں ہوا شاہ سنکر کلام — کہا یہہ نہیں بات ای نیکنام
سناؤ نہ پچھلی حکایات تم — کہو دیکھکر آج کی بات تم
یہہ کی عرض سولن نے ای بادشاہ — ابھی کیا کرے عرض یہہ خیرخواہ
کرے کیا نظر دولت و مال پر — ابھی کیا کہے صورت حال پر
جو دنیا میں ہر کام ہو خیر سے — کہے پہر جو انجام ہو خیر سے
ہوا شاہ سنکر خفا بات پر — منغص ہوا دل صفا بات پر
کیا قید سولن کو آیا زوال — پسر کا ہوا شاہ کے انتقال
گیا رنج میں عیش و آرام سب — بگڑنے لگے شاہ کے کام سب
ہوا عیش و راحت میں ندو گہیں — تو باتوں کا سولن کے آیا یقیں
ہوا تھا نہ کچھہ دور رنج و ملال — کہ چڑہ آیا اک شاہ پہر جدال
مقابل ہوا جب تو پائی شکست — پیا خون اپنا جو کھائی شکست
پہر ای شاہ کے دوست بھی بخت بھی — گیا ہاتھہ سے تاج بہی تخت بھی

ہوا قید شہ شاہ کے ہاتھ میں | اور یہ سب نہ کوئی رہا ساتھ میں
کہا اک مکاں میں بٹھاؤ اسے | جو ہو صبح پہلے جلاؤ اسے
ہوا قید پر کی کچھ نہ آہ و فغاں | رہا نام سوسن کا وردِ زباں
نہ کچھ اور منہ سے کہا رات بہر | یہی نام لیتا رہا رات بہر
کیا شاہ کو قید جس شاہ نے | جگایا اسے نالہ و آہ نے
وہ سوچا الٰہی یہ کیا بات ہے | کہ کیوں یاد سوسن کی دن رات ہے
شکایت نہ دشمن کی ہے قید میں | مگر یاد سوسن کی ہے قید میں
ہوئی صبح شہ نے بلایا اسے | قرینہ سے اپنے بٹھایا اسے
کہا شاہ نے اے شہِ دردمند | کیا تو نے شب بہر نہ نالہ بلند
کہا کچھ خدا سے نہ فریاد کی | اگر کی تو سوسن کی اک یاد کی
کہا، کون سوسن ہے اے نامدار | جسے یاد کرتا ہے تو بار بار
کہا۔ شہ نے اے بادشاہِ زماں | کروں کیا میں سوسن کا تجھ سے بیاں
کہ تھا۔ ایک سوسن رفیقِ قدیم | عقیل و فہیم و ندیم و حکیم
دکھایا اسے اپنا جاہ و جلال | کیا کچھ نہ دلمیں خیالِ زوال
کہا یہ تو ساماں ہے یہ تاج ہے | بتا کون دنیا میں خوش آج ہے
وہ بولا کہ اچھے ہو تم ابتلک | کہوں کیا نہ انجام ہو جبتلک
جو ہے صبح کچھ ناگہاں شام کچھ | جو آغاز کچھ ہے تو انجام کچھ

سبھی ہیں جہاں میں صغیر و کبیر — وہ اچھے ہیں جنکا ہی اچھا اخیر
سنائی بھی اسنے حکایات کچھ — نہ نخوت سے منہ سے سنی بات کچھ
نہ کی غور دارِ مکافات پر — کیا قید سولن کو سچ بات پہ
جو باتونکا اسکی ہوا امتحاں — اسیکا ہوا نام وردِ زباں
کیا ظلم اسن پر تو آیا وبال — اسی کے سبب میں ہوا پائمال
اسی کی سبب سے یہاں آپ ہیں — وگرنہ کہاں ہم کہاں آپ ہیں
سنا جب بیاں شاہ کا شاہ سے — نہ مہلت ملی نالہ و آہ سے
پھر روتے ہوئے دلمیں آیا خیال — کسی روز ہوں آپ بھی پائمال
حوالہ کیا شاہ کے تاج و تخت — گیا گھر کو روتا ہوا نیک بخت
کیا جسنے سولن سے ایسا قصور — نہیں یہ اسی بادشہ کا قصور
سبھی بادشاہونکا ہی یہ خیال — کسیکو نہیں کچھ خیالِ زوال
کہو بات اچھی عدو ہوں ہیں — کسی سی نصیحت کی سنتے نہیں
کریں منع جسکو وہی ہٹ کریں — جو کرنا ہو بر سو نہیں جھٹ پٹ کریں
ڈرائیں اگر گردشِ دور سے — تو کہتے ہیں ہوتا ہے کیا اور سے
گئی ایک غافل کے اوپر نظر — کہ کیسا ہوا موت سے بے خبر
کہا حور نے کون ہی اے بوا — قضائے خدا سے جو غافل ہوا
یہ بولی **عقیلہ** کہ ای ماہرو — سنیں آپ اِس شخص کی گفتگو

نقل دیگر

کسی شاہ سے ایکدن سب امیر
یہہ کہنے لگے اے شہِ بے نظیر

بدلتا ہے رنگِ جہان ہر دم
گہڑی میں خوشی ہے گہڑی میں الم

ادہر کچہہ ہنسی ہے بہو ہے عیاں
ادہر چشمِ تر سے ہیں آنسو رواں

سنا یہہ طبیعت بہری شاہ کی
جگر میں نہ اِس بات نے راہ کی

کہا دلمیں کہا کرہی پیچ و تاب
کہ ہوتا ہے کب تجہ ایسا شتاب

یہہ ہی امتحان آج وہ کار ہو
کہ اِس جہوٹ کا سبکو اقرار ہو

جو رکہتا تہا اک نازنیں بے نگاہ
محل میں اسے لیگیا بادشاہ

لگائی جو تالے ادہر اور ادہر
یہہ مطلب نہ باہر سے آوے خبر

غرض ساتھ جس دلربا کو لیا
طبق ایک اسکے حوالہ کیا

کہا اس سے بیٹہہ کر و نوش تم
نہ بیٹہو مری پاس خاموش تم

جو لقمہ اٹہایا گلے میں رہا
نہ شہ کی سنی کچہہ منہ سے کہا

گیا ڈر پہ سلطان کی شور و شر
جو شوقی تہے سب کو ن آئی ادہر

ادہر ڈر کے اوپر گیا بادشاہ
ادہر حال تہا نازنین کا تباہ

رکا دم ہوا جان بالکل تہی
ہوا کیا چلی شمع بہی گل ہوئی

جو لی شاہ کی جلد آکر خبر
نہ تہا جسم میں جان کا کچہہ اثر

کیا شاہ نے جشن نوروز کا
وہ ماتم ہوا شمع جانسوز کا

ہوا مضطرب خسرو بے خبر
کہا،، رہت کہتی تہے مجہہ سی بشر

دکہائی نہ شب تار نوروز نے
دیا پہونک آہ جگرسوز نے

امیرونکا بہی یہی حال ہے
غضب میں ہی جو مالک مال ہی

کسی سے اگر کوئی سائل ہوا
نہ اسکی طرف کوئی مائل ہوا

جو بولا غرض ہی مجہے بہیک سے
تو بولے کہ ہو دور نزدیک سے

نہ سمجہا کیا جسنے ہم کو امیر
اسیکا یہہ بہیجا ہوا ہے فقیر

کسی شخص کو یہہ نہیں ہی نگاہ
گدا ہمکو کرتا اسے بادشاہ

نہیں دور ہیہ اسکے نزدیک کچہہ
اسی سے دلاتا ہمیں بہیک کچہہ

اسے دیکہکر شکر کرتے نہیں
خدا سے خدائی میں ڈرتے نہیں

ہوا جسطرح ایک تاجر ذلیل
اسیطور ہوتے ہیں نادم بخیل

کہا اور نے آپ بہی ہو خبر
کہ تاجر کے بہی حال سی دو خبر

ذکر تاجر کا

کوئی شخص بصرہ میں تہا نامدار
ہوئی آہ جب گردش روزگار

گیا مال و اسباب سب جب ہبا
رہا درہم الفت نہ جو تراب

چہوڑایا وطن حسرت و یاس نے
سفر میں دیا ساتہ افلاس نے

ہوا شہر کوفہ میں اُسکا گزر | دُکاں پر کوئی شخص آیا نظر

کمی تہی نہ دُنیا کے سامان میں | ہر اک چیز تحفہ تہی دُوکان میں

کہا مردِ مفلس نے ای نوجواں | یہ محتاج فاقہ سے ہے ناتواں

اِسے کچھہ ملے مصطفےٰ کے لیئے | عطا کر درم مرتضےٰ کے لیئے

جو تہا دشمنِ مرتضےٰ وہ پلید | یہ جل کر پکارا مُریدِ یزید

تجھے میں نے درہم بہلا کب دیئے | نہ دُوں خاک بہی میں علیؑ کے لیئے

دُکاں سے پہرا حال یہ دیکھکر | محلّوں میں پہرنے لگا دربدر

محلہ میں آیا نظر اک محل | مکاں ہر وہی شہر میں بے بدل

محل میں تہی غرفہ بہی اک شان سے | پری اسمیں ہی قومِ انسان سے

پڑی مردِ مفلس پہ اُسکی نظر | کیا رحم دلمیں سے دیکھکر

جو کچھہ حال پوچھا بلا کر قریب | کہا فکر دلمیں نہ کر اے حبیب

جو تو ہے غلامِ علیؑ ولی | تو لونڈی بہی ہی اک کنیزِ علیؑ

بلا تہا جو اک گوشوارہ اُسے | سمجہتی تہی آنکہونکا تارہ اُسے

لٹکتے تہے اسمیں گہر تین چار | کہ قیمت تہی ہر ایک کی اک ہزار

بلا کر وہی گوشوارہ دیا | بنا تہا جو مفلس تونگر کیا

گیا پہر تو بازار میں بے قرار | دُکانوں پہ قیمت ہوئی سہ ہزار

پہرا ہر جگہہ ہر مکان پر گیا | جو اُس خارجی کی دُکاں پر گیا

دکھایا اُسے گوشوارہ وہاں کہا تو ہے عورت سے کم ایجواں

غرض گوشوارہ کو پہچان کر کہ ہے مال زوجہ کا یہ جان کر

جوناری تھا نارِ غضب سے جلا دکاں کو کیا بند گھر کو چلا

زیادہ تھی اسباب سے بیکلی کہ بی بی بھی نکلی محبِّ علیؑ

گیا گھر میں زوجہ پہ غصّہ کیا کہ سائل کو کیوں گوشوارہ دیا

کہا گو کہ سائل وہ دلریش تھا یہ تھا رافضی گرچہ درویش تھا

وہ بولی ترا مفت الزام ہے مرا مال تھا تجھکو کیا کام ہے

بنایا تھا زیور وہ کیا آپ نے دیا تھا مجھے ازت میں باپ نے

ترا مال و زیور نہیں کچھ دیا نہ کچھ مال اُسکے حوالہ کیا

نہ بخشا ھے مہر ہم کو دلریش کے دیا ہے وسیلہ کو درویش کے

تو پوچھا یہ کیسا ہی حیلہ بتا تو ھے کون اُسکا وسیلہ بتا

کہا مومنوں کا وہ سردار ہے دو عالم میں سب کا مددگار ہے

وہ ہی مالک تیغ و شمشیر ہے شجاعت کے میداں میں وہ شیر ہے

نہ ہو اُسکی اُلفت تو ایماں نہیں جو سمجھے اُسے جھوٹھا انساں نہیں

سمجھتا تھا باطن میں سب کچھ غبی یہ ظاہر میں بولا عدوِ نبیؐ

یہ ھے وصف کس کا بیاں نام کر جو بندہ ہو واقف عیاں نام کر

کہا ہیں علی ابن عمِ رسولؐ امامِ دو عالم ہیں زوجِ بتولؑ

ہوا نام سے سُرخ وہ رُو سیاہ
جلا وہ تو دوزخ مے مانگی پناہ

وُہ عورت سے بولا نہ بیہودہ بک
کہ تو رافضہ ہے نہیں اسمیں شک

علیؑ کے لیئے لئے زن بے ریا
وُہ جس ہاتھہ سے گوشوارہ دیا

نہ کچھہ سوچ دلمیں نشیب و فراز
کروں قطع وہ ہاتھہ کردے دراز

کہا ہاتھہ کیا چیز اَئے بے تمیز
علیؑ سے نہیں مجھکو گردن عزیز

یہہ گردن ہے یہہ ہاتھہ موجود ہے
مگر جان بھی ساتھہ موجود ہے

بلا سے اگر ہاتھہ میں عیب ہو
کہ لونڈی سے خوش عالم الغیب ہو

مگر مجھہ کو ظالم نہ کر عیب دار
رہوں تا نہ محتاج لیل و نہار

ستایا جو ظلم و ستم سے مجھے
ملیگی سزا آخرت میں تجھے

یہہ کہتے ہی پھر ہاتھہ پھیلا دیا
نہ کچھہ درد و تکلیف کا غم کیا

فرشتوں کو پہنچا خدا کا خطاب
کہ دیکھو،، زنِ مومنہ کو شتاب

کرو تم کنیزِ علیؑ پر نظر
دلاور محبت میں ہے کسقدر

نظر کی جو عورت وفادار پر
کہی لعن مردِ جفا کار پر

ہاری دیکھکر مردِ بدکار کی
تو عورت پہ تحسین کئی بار کی

کیا ظلم ہیہات بیرحم نے
جدا کر دیا ہاتھہ بیرحم نے

نہ کچھہ دنکو دیکھا نہ کچھہ راتکو
نکالا اُسے کاٹ کر ہاتھہ کو

نہ کچھہ مال و اسباب زیور دیا
پرانا سا جامہ بدن پر دیا

یہہ غصہ میں کی خاجی نے کلام | زن بوترابی ہے مجھہ پر حرام

مگر خون تیرا ہے مجھپر حلال | جو کہتا تہا سب کہے چکا بدخصال

دکان سے تہی کچھہ دور مہا نسرا | گئی اسکی دیوار تک پارسا

مگر زیر دیوار جا کر گری | گری پر ٹہکانے پہ آ کر گری

ضعیفہ زن نیک مرد ضعیف | سرائے میں تہے دو شریف

گیا زیر دیوار فرد ضعیف | بڑہا جب لبے دیکھکر وہ شریف

تعجب تہا حسن دلاویز سے | تردد تہا زخم جفا خیز سے

ہوا زخم کو دیکھکر ایک درد | بلا لایا زوجہ کو وہ نیک مرد

تو بیٹہے سرہانے پہ جا ہوش کچھہ | کہ اتنے میں آیا اسے ہوش کچھہ

ذرا آنکھہ کھولی ہوا کم جو درد | سرہانے پہ آیا نظر پیر فرد

کیا پہلے عورت نے جھک کر سلام | جو پوچہا کہا اپنا قصہ تمام

زن و مرد تھے دوستدار علیؑ | محبّ علیؑ جان نثار علیؑ

زن پارسا کو دلاسا دیا | دلونیں بہی دمیان انکے کیا

دیا تہا نہ فرزند اللہ نے | تو بخشا یہہ دلبند اللہ نے

جو باہر سے لے آئے گہر میں اوسے | تو رکہا ہمیشہ نظر میں اسے

ہوا ہاتھ اچہا جو مرہم کیا | اسے اپنی خدمت سے خرم کیا

یہہ بے شوہری یہہ جوانی کا سن | عبادت میں مشغول تہی رات دن

اسی طور گزری اسے سات سال
سوائے عبادت تھا کچھ خیال

تو اک قافلہ ہند کی راہ سے
جو آیا تو ٹھہرا وہیں چاہ سے

کیا خواجہ قافلہ نے قیام
بہت ساتھ ہندی کنیز و غلام

ہر اک ساتھ خروار اسباب کی
کمی کچھ نہ سمور و کمخواب کی

جو ہشتاد و صد ساتھ خروار تھے
وہی ایک مالک ہے مختار تھے

اسے رات بھر کچھ نہ آرام تھا
حفاظت سے اسباب کی کام تھا

نماز تہجد کو کرکے ادا
تو پھرتا تھا وہ قافلہ میں سدا

غرض رات کو تاجر نامور
لگا گشت کرنے ادھر اور ادھر

نظر آئی اک روشنی دور سے
کہ گویا بھری ہے زمیں نور سے

جو دیکھا زمیں کو نہ کچھ شور ہے
یہ سمجھا کہ شاید کوئی چور ہے

گیا پاس جب تاجر نیکنام
تو دیکھا کہ روشن تھی اک گھر تمام

قرینہ سے ہے روشنی خاک پر
مگر عکس آسکا ہے افلاک پر

کہا دل میں روشن جو ہے یہ مکاں
تو تھی کوئی سر الٰہی یہاں

جو دیکھا کواڑوں کو کچھ کھول کر
تو خواجہ کو یہ حال آیا نظر

جو اک پیرزن ہے تو اک پیر مرد
اسی گھر میں سوتے ہیں وہ فرد فرد

جو دختر ہے سجادہ پاک پر
تو گویا ہے مہتاب اک خاک پر

منور رخ صاف اسطور ہے
کہ اک نور کا چرخ تک دور ہے

زمانہ سے اسکو خبر کچھہ نہیں — سوائے عبادت نظر کچھہ نہیں

ہوا خواجہ مشتاق رخ دیکھکر — مکاں پر گیا صبح کے بیٹھکر

لیئے ساتھہ تحفے جواہر لیئے — ہوئی صبح جب پیر کو سب دیئے

تعجب سے دیکھی متاعِ گراں — کہا مجھہ سی حاجت ہے کچھہ ایجواں

یہ بولا بتاؤ مجھے بیشتر — تمہاری جو دختر ہے ای نامور

تو شوہر بھی رکھتی ہی وہ یا نہیں — ہوا خوش ، جو بولا وہ بیٹا نہیں

کہا کیجئے عقد اس سے جناب — وہ بولا کہ ٹھہرو میں آیا شتاب

جو وہ پیرو انسے محل میں گیا — جواہر کو لیکر بغل میں گیا

کہا یوں دکہا کر درِ آبدار — کہ خواجہ ہوا عقد کا خواستگار

مگر تم نہ خاطر ہماری کھو — جو ہو صاف مرضی تمہاری کہو

وہ بولی نہ مجھہ سے کہو بار بار — جو چاہو کرو ہے تمہیں اختیار

یہ کہکر ہوا ایک دلمیں ملال — طرف سے ہوا زوج کی یہ خیال

مشرف ہوئی جب ملاقات سے — کرونگی اسے شاد کس بات سے

گھٹی اس لیئے دلمیں کم ہاتھہ ہے — بغلگیر ہوتی قلم ہاتھہ ہیں ؛

ادہر رنج کچھہ پارسا نے کیا — ادہر پیر نے اسکو مژدہ دیا

یہ بولا کہ خواجہ مبارک تمہیں — کرے شاد ربِ تبارک تمہیں

غرض قاضیِ شہر نے چاہ سے — پڑہا عقد خواجہ کا دلخواہ سے

جو خواجہ ہوا نجبت سے کامیاب ‏— تو بھیجا لباس عروسی بشتاب
کیا پہلے قایم نشان مکاں — بنایا چمن پھر میان مکاں
بنائے گئے جب مکان و چمن — گئی اپنے گھر سے مکاں میں دلہن
اکھٹے ہزاروں مسلماں کیئے — بہت جمع خواجہ نے مہماں کیئے
مکان و چمن جب خدا نے دیئے — تکلف سے خواجہ نے کھانے دیئے
ہوئی شب دلہن کو کیا جب طلب — تو بولی کہ ٹھہرو ذرا ہے سبب
پہن کر بہت جلد رخت کہن — عبادت کے گوشہ میں پہنچی دلہن
وضو کر کیا سجدۂ کارساز — زمیں پر جھکی پہلے پڑھ کر نماز
کہا رو کے اے خالق دو جہاں — گئے جنکی خاطر زمین و زماں
جنہوں نے تری راہ میں سر دیئے — گنایا ہے یہہ ہاتھہ جنکے لیئے
انہیں جاں نثاروں کا صدقہ خدا — انہیں اپنے پیاروں کا صدقہ خدا
پریشاں ہوں سن میری فریاد کو — مری جان لے یا پہونچ داد کو
تو آگاہ ہے اے خدای زمیں — مجھے طعنہ سننے کی طاقت نہیں
یہہ کہکر جو روئی نہ تھی ہوش میں — ہوا پھر تو مجھہ پر کرم جوش میں
اسے لیگیا خواب فردوس میں — ہوئی جا کے شاداب فردوس میں
مکاں اک بلا سرخ یاقوت کا — تماشا نظر آیا ملکوت کا
مکاں میں زمرد کا اک تخت ہے — فقط تختۂ نور اک لخت ہے

جواں ایک بیٹھا ہے اُس تخت پر
ملک ہیں ہزاروں اِدہر اور اُدہر

دلہن نے جو دیکھا عجائب جلوس
تو کچھ خوف سے ڈر رہی تھی عروس

پکڑ کر فرشتہ نے بازو وہیں
اُسے لیگیا تخت کے جب قریں

یہہ کی صاحب تخت نے گفتگو
علیؑ ہو نہیں آئی دختر نیک خو

ہمارے لیئے جب دیا تھا یہہ
تو ہمنے ہی ثابت کیا تھا یہہ

بلایا اُسے پاس جب شاہ نے
کیا تھا یہہ ثابت یداللہ نے

جو تھے پارسا سے پرے لوگ سب
ڈری چیخ ماری ڈری لوگ سب

مگر لوگ آئے جو آواز پر
تو حیراں تھے سب اُسکے انداز پر

نہ پایا بدن میں شہانا لباس
نظر آیا تن میں پرانا لباس

جو لیٹی تھی وہ بستر خاک پر
جگایا نہ اُسکو سر خاک پر

غرض خواب سے وہ اُٹھی جاق و چست
کیا سجدہ جب تھا بپائی درست

پہنکر تکلف سے اک پیرہن
گئی پاس شوہر کے گھر سے دلہن

مکانمیں تھی اک روز دولہا دلہن
جو بیٹھے تھے کچھ کر رہے تھے سخن

مکانمیں جو سائل نے رکھا قدم
کیا قصد خواجہ نے دی کچھ درم

الگ جیب سے اپنے درہم کیئے
نہ حاضر تھی لونڈی دلہن کی لیے

جو ڈیوڑہی پہ پہونچی گدا کے قریب
تو جانا وہ ہے شوہر بدنصیب

گدا سے کہا پھر دلہن نے وہیں
بتا تو فلاں شخص تاجر نہیں

بتا تیری بی بی نہ تھی میں شتاب کیا جسپہ سایل کے بدلی عتاب

جو سائل کو اِک گوشوارہ دیا جُدا ہاتھہ بازو سے تونے کیا

مرا ہاتھہ کاٹا نکالا ہے مجھے غرض جیتے جی مار ڈالا ہے مجھے

خطا یہ علیؑ کے دیا نام پر نکالا تو ایسے بہلے کام پر

کہا کاٹ کر ہاتھہ یہہ اُسے لگی تیرا ہاتھہ کر دیگا اچھا علیؑ

مرا ہاتھہ بھی دیکھہ لے ای لعیں کہ ہو ہاتھہ ثابت مرا یا نہیں

یہ سُنتے ہی رونے لگا دِل کباب کہا ہاں وہی ہے یہ خانہ خراب

تو بولی بتا کس طرح حال یہہ بتا سب ہُوا جس طرح حال یہہ

پکارا کہ سن اے زنِ سیمبر نکالا تجھے ہاتھہ جب کاٹ کر

جبھی آگ سے جل گیا گھر تمام ہوا خاک اسباب و زر تمام

یہانتک ہوا آہ محتاج یہہ کھڑا ہے تیرے سامنے آج یہہ

گدا بھی تو کہکر روانہ ہوا یہہ شوہر یہ ظاہر فسانہ ہوا

گرا پاؤں پر خواجہ نیک نام کہا آپ بی بی ہیں بندہ غلام

یہ اسباب و زر آپکا مال ہے کہ بی بی ہے مالک یہ لاال ہے

دُولہن دلمیں حیران تھی بات سے گرا ہے قدم پر یہ کس بات سے

جو دلمیں ہوئی کچھہ پریشاں دولہن یہ بولا سنے مینے سارے سخن

مری عاجزی سے تھو تم حقیر تمہارے ہی در کا ہے بندہ فقیر

حوالہ مرے گوشوارہ ہوا — اسی کے سبب مال سارا ہوا
جو سب کہہ چکا تاجر نیک فن — جھکے پھر تو سجدہ کو دولہا دولہن
عقیلہ نے آزاد ہو کر کہا — سنا جور نے شاد ہو کر کہا
یہ ظالم نہیں مت ڈرو جور سے — جو باتیں ہوں اچھی کرو جور سے
سدا دیکھتی ہو ہمیں جور کو — بگڑتے ہی دیکھا کہیں جور کو
جو باتیں ہیں کہنی کی پیاری کہو — نہ رکھو کوئی بات ساری کہو
عقیلہ نے سنکر دیا یہ جواب — نصیحت ہے دنیا میں کار ثواب
جو دانا زمانہ میں پایا تمہیں — تو اوروں کا قصہ سنایا تمہیں
غرض یہ کہ رکھو ہمیشہ خیال — کہ ہوتا ہے یوں سلطنت کو زوال
سنایا بیاں اسطرح بات میں — کہ جاتی ہی جاں اسطرح بات میں
یہ مطلب کہ رکھو خیال مآل — کہ ہوتا ہی یوں مال و زر پائمال
سناتا تھا مجھکو اسی بات کا — نہ رکھو بھروسہ کسی بات کا
سہارا نہو دولت وجاہ کا — بھروسہ کرو اپنے اللہ کا
جو ہو عاقلہ زاہدہ تم ابھی — نہ اس زہد پر اپنے پھولو کبھی
جو موقع ہے یہہ پھر ہی چپکی رہو — مناسب ہے زاہد کا قصہ کہوں

قصۂ زاہد

کوئی شخص نسل سرائیل بیچ — رہا محو تسبیح و تہلیل میں
رہا دور خلقت سے چالیس سال — کیا گوشہ گیری سے حاصل کمال
نہ تھی خلق کی شور و شر سے خبر — جہاں کو نہ کچھ خشک و تر سے خبر
قرینہ سے کرتا رکوع و سجود — جہانیں عبادت کی اک نمود
سدا کاسہ فرق بالائے دست — ہمیشہ شراب توکل سے مست
شب و کار طاعت سے شام و سحر — عبادت میں مشغول آٹھوں پہر
میان جہاں دیدہ اشکبار — ریاض عبادت میں ابر بہار
ترقی یہ عابد کی طاعت ہوئی — ہر اک شہر و قصبہ میں شہرت ہوئی
یہی تھا کلام صغیر و کبیر — کہ مقبول درگاہ ہے یہ فقیر
عبادت میں ہر وقت مشغول ہے — دعا بھی ہر اک اسکی مقبول ہے
کسی پر مرض کوئی غالب ہوا — دعا کا وہی آکے طالب ہوا
ہر اک سال میں مبتلائے مرض — ہزاروں ہی آتی تھی در پر غرض
دعائے فقیر خجستہ کار سے — مرض دور ہوتا تھا بیمار سے
خلل تاکہ ڈالے کرامات میں — لگا اپنی ابلیس بھی گھات میں
یہی تکتا تھا کافر اسی راہ کو — مرض اک ہوا دختر شاہ کو
کیئے سب طبیبوں نے اپنے علاج — ہوا پر نہ کچھ اسکی بہتر مزاج
ہوا دخل جب کچھ نہ تدبیر کو — تو پھر شاہزادوں نے ہمشیر کو

کیا جلد زاہد کے پیش نظر ⁂ شفا کو دعا پر کیا منحصر

سنا حال زاہد نے جب غور سے ⁂ کہا شاہزادوں کو اس طور سے

دعا کے لئے خاص اوقات ہیں ⁂ وہی بس اجابت کی ساعات ہیں

مجھے عذر تم سے ہے کس بات پر ⁂ کرونگا دعا اپنے اوقات پر

سنا شاہزادوں نے جب یہ سخن ⁂ دلوں میں کیا کچھ نہ رنج و محن

ہوئے سیر جنگل کی مد نظر ⁂ توقف کو سمجھے غنیمت بسر

سنایا یہی اپنی ہمشیر کو ⁂ کہ دیکھو دعا کی بھی تاثیر کو

جو ممکن ہو تکلیف دم بھر سہو ⁂ یہیں آپ وقت دعا تک رہو

بہن کی حفاظت سے منہ موڑ کر ⁂ گئے آہ دونوں وہیں چھوڑ کر

ہوئے لوگ سارے ادہر اودہر ⁂ رہی پاس اک دختر سیمبر

جو دیکھا طرحدار کا کچھ جمال ⁂ ہوا اور زاہد کے دلمیں خیال

نظر جب پڑی آہ رخسار پر ⁂ ہوا زاہد خشک بیمار پر

بند ہے دانۂ پیچ رومال میں ⁂ پھنسا مرغ دل دانۂ خال میں

سمایا ہے آنکھوں میں موئے کمر ⁂ کسے رشتۂ پیچ کی یاں خبر

کسے تھے مصحف پاک درکار ہے ⁂ خیال بیاض رخ یار ہے

نظر مصرعۂ ابروی یار پر ⁂ جھکا دل محبت کے اشعار پر

ہوئی آہ ترغیب شیطان کی ⁂ بھلائی مضرت دل و جان کی

زیادہ بڑھا یا خیالِ صنم ؛ کیا آہ محوِ وصالِ صنم
وُہ صورت وُہ خوبی وُہ خالی مکاں کسے آج فُرقت کی تاب و تواں
عجب لیہ شیطاں نے افسوں کیا کیا اسکو فرہاد مجنوں کیا
ہوا گردِ زلفِ دوتا کی طرح غرض بت کو لپٹا بلا کی طرح
دیا اور آزار ستآ زار پر ؛ چڑھا ایک آسیب بیمار پر
ادہر شور و غل سی طبیعت بڑھی ادہر بت کو لرزہ ہوا تپ چڑھی
عرق میں سیہ و معطر ہوا ؛ یہاں زاہدِ خشک بھی تر ہوا
بُرے کام سے جب فراغت ہوئی ذرا سانس لینی کو فرصت ہوئی
بنا پیر شیطاں تزویر سے گیا پاس زاہد کے تدبیر سے
پکارا کہو حال میں بھی سنوں ہوا کس طرح سے یہ فعلِ زبوں
ہوا جس طرح سے بکھیڑا ادہاں کیا حال زاہد نے سارا بیاں
خبردار ہوکر پکارا لعیں عبث ہیں یہاں آپ اندوہگیں
گناہِ زنا سے نہ ہرگز ڈرو کھلا ہے درِ توبہ توبہ کرو
خدا کے رہو فضل پر شاد شاد کہ اسکی ہے رحمت گنہ سی زیاد
تمہیں چاہیئے فکر وُہ بیشتر نہو تا ہر اونکو جتے خبر
کہا رو کے زاہد نے میں کیا کروں کہو کس طرح رازِ اخفا کروں
کہا اسنے ہنسکر یہہ کیا بات ہے چھپانا بھی کچھ عیب کا بات ہے

کرو جلد دختر کو ٹکڑے یہاں | دبا دو اسے خاک کے درمیاں

جو آئیں برادر کرو یہہ کلام | گدا تہا سیانِ رکوع و قیام

کسی کام کو یاں سی باہر گئی | خدا جانے جیتی ہی یا مر گئی

جو شیطاں نے یہ بات تعلیم کی | تو زاہد نے بہی جہک کے تسلیم کی

نہ کچہہ رحم آیا جفا کار کو | کیا قتل زاہد نے بیمار کو

لہو میں بدن پہول سا بہر گیا | نہاں دامنِ خاک میں کر دیا

غرض آئی جب شاہزادی غریب | نہ دیکہی وہاں دخترِ بد نصیب

جو زاہد سے پوچہا بہن کا نشاں | ہلا کچہہ نہ غنچۂ دہن کا نشاں

غرض حال اسنے چہپایا تمام ؛ | سبق جو پڑہا تہا سنایا تمام

انہیں آہ زاہد کا تہا اعتقاد | بہن کی سنی جب نہ کچہہ روداد

گئی جستجو کے لیئے دشت میں | رہی وحشیوں کی طرح گشت میں

پہر راہ ابلیس آکر ملا | عجوزہ کی صورت بنا کر ملا

جو پوچہا عجوزہ سے اک آہ کی | کہا فکر ہے دخترِ شاہ کی

پر آہ زاہد سے پالا اسے | زنا کے سبب مار ڈالا اسے

کیا دامنِ خاک میں پہر نہاں | یہ کہکر پہر قبر لائی وہاں

اوڑی دہجیاں دامنِ خاک کی | بجائے گریباں لحد چاک کی

ہوا خشک خوں استخواں دیکہکر | رہا صبر لیکن کہاں دیکہکر

کیا قید زاہد کو اک جوش میں / گئے شہر کو پھر نہ کچھ ہوش میں
ہوا راز زاہد کا سب عیاں / ہوئے غرق حسرت میں خورد و کلاں
جنہیں آہ زاہد سے تھا اعتقاد / سدا چاہتے تھے دعا و مراد
سجاتے تبرک تھا آب وضو / پیا چاہتے ہیں وہی اب لہو
رہا آج زاہد کا کسکو ادب / لگے پڑنے پتھر ریا کے سبب
جو زاہد کو سب کر چکے سنگسار / چڑھایا سے زور کو بالائے دار
نہ چھوڑا سر دار ابلیس نے / یہ کی آ کے گفتار ابلیس نے
مجھے بھی سمجھتا تھا اپنے نہ تھا د / خدائے زمیں ہو نہیں کر عتقاد
کری جسکی تونے عبادت یہاں / اسے جان اک خالق آسماں
اسی نے چڑھایا تجھے دار پر / نگہ تہ کی چشم خونبار پر
عبادت کا تیری ثمر یہہ دیا / چھڑایا تو جنگل سے گھر یہہ دیا
اگر آج ہے کچھ خیال حیات / مجھے سجدہ کرلے تو پائے نجات
اشارہ سے زاہد نے سجدہ کیا / جہاں میں نہ کافر بھی ہو کر جیا
کیا دار پر خلق نے سنگسار / گیا دار سے سوئے دار البوار
سنا زاہد خشک کا کچھ بیاں / سناتی ہوں عالم کی اب داستاں

بیان ایک عالم کہ جسے علم پر اپنے نخوت ہوئی اور

اُسی کے سبب یہہ ذلت ہوئی

بہت سا قیا مُست ہو کر چلو — چلے کچھہ نہ کچھہ چست ہو کر چلے

نہ پیچھے ہی آگے چلے چال چال — یہاں سے تو اُڑ جائے مُرغ خیال

نہ پچھلا سا آگے کو انداز ہو — جو سمے تیز ہو تیز پرواز ہو

یہہ کہکر چلیں منزل جو رہیں — بُلاتی ہیں سب محفل حُور ہیں

ہمارے سخن کی ہی داد ہو — رُکیں جسجگہہ ہم تو ایجاد ہو

کسی عالم دیں کا اب ذکر ہے — بیاں نیک ہے نیک ہی فکر ہے

فقط عالم دیں کی تقریر ہے — رہا یاد جو کچھہ وہ تحریر ہے

یہہ کہتے ہیں اک عالم ذی وقار — یہی تھی ہوس مجھکو لیل و نہار

کہ حاصل زیارت ہو اُستاد کی — رہوں روز خدمت میں اُستاد کی

سُنی تھی یہہ اُستاد کی داستاں — گیا سوئے صحرا وہ سرور واں

بسایا ہے جنگل کو اُستاد نے — کیا ترک دُنیا کو آزاد نے

جگر چاک فرقت سے اُستاد کی — مگر شاد ہمت سے اُستاد کی

جو سمجھو تو ہیں مثل اُسکے زبوں — کہ ہے قابل ترک دُنیا یہ دُوں

کسیکی طرف لاکہہ مائل ہے یہہ — مگر چھوڑنے ہی کے قابل ہے یہہ

یہی مُنہ کو توڑے تو کیا خوب ہے — اِسے پہلے چھوڑے تو کیا خوب ہے

جگر تھا غمِ ہجر سے پاش پاش | تو جنگل میں کرنے لگا میں تلاش

مکاں دشت میں پایا اُستاد کا | یہ نقشہ نظر آیا اُستاد کا

زیادہ ورم ہر گھڑی آنکھ پر | قیرہ جائے چلمن پڑی آنکھ پر

ہوا چشمِ تر سے تماشا وہاں | کہ دو بلبلوں سے تھے دریا رواں

کسیکو نہ آنکھوں کی حسرت رہی | مگر آنسوؤں سے محبت رہی

کیا ترک سب خشک و تر آنکھ نے | یہ چھوڑی نہ سِلکِ گہر آنکھ نے

شجر ہے نہ ایواں ہے نہ جھاڑ ہے | بدن کو لنگوٹی کی اِک آڑ ہے

نہ غولوں کا غم نہ درندوں کا خوف | نہ مُردوں کا غم ہے نہ زندوں کا خوف

بدن میں نہ رختِ حریر و پلاس | غبارِ بیاباں بدن کا لباس

نہ کھانے سے خوش ہے نہ پینے سے خوش | نہ مرنے سے خوش ہے نہ جینے سے خوش

نظر کی جو اُستاد کے حال پر | بہت رویا آزاد کے حال پر

ادب سے قرینہ سے انداز سے | کہا جوش میں ایک آواز سے

ذرا کھول آنکھیں خدا کے لیئے | نظر مجھ پہ کر مصطفےٰ کے لیئے

تو گھبرا گئے میری آواز سے | مجھے پا گئے میری آواز سے

توجہ سے کی میرے اوپر نگاہ | رہی یوہیں گھڑیوں برابر نگاہ

یہ بولے کہ اے مضطر و بیقرار | عبث کیوں کیا یہ سفر اختیار

یہ دنیا تھی اک بیچ میں آہ ہے | تمہاری مری ایک ہی راہ ہے

کرو جلد راہِ فنا پر نظر — عبث دیکھتے ہو ادہر اور ادہر

نہیں یاد کیا اپنی منزل ہمیں — که درپیش ہی سخت مشکل ہمیں

رہی روزِ دارِ فنا پر نظر — کبھی کی نہ ملکِ بقا پر نظر

فقط چار دن کی یہ ہی کائنات — کسی چیز کو یاں نہیں ہی ثبات

ہوائی فنا پر ہے جو چیز ہے — نہ دیکھے ادہر جسکو تمیز ہے

جو ارشاد فرما چکے اسقدر — کہا مینے دستِ ادب باندہکر

بجا ہی جو حضرت کا ارشاد ہے — سخن آپکا قابلِ داد ہے

جو کی ترک دنیا نہیں دل ملول — جو سمجھو بھی فقہ کا ہی اصول

بُرا ہے جو سب یاں ندی ہاتھ سے — مگر دین و ایمان ندی ہاتھ سے

کرے دور سب کچھ جو ہمت کری — مگر جاں کی کچھ حفاظت کرے

نہ کھووی اسے دولت و جاہ پر — تصدّق کرے اپنے اللہ پر

ہوئی جان سی کسلئے تم کرے — درندو نکی کیوں آپ منہ میں پڑے

مری عرض فی دلمیں کچھ راہ کی — تو سنتے ہی استاد نے آہ کی

کہا اسطرح پہر کہ اے ہوشیار — چھپاتا تہا یہ راز لیل و نہار

جو نزدیک وقتِ اجل آ گیا — تو کہنے کا بھی اک محل آ گیا

سنو اب توجّہ سے میرا کلام — ہوا ہے عبث یاں پہ اپنا مقام

اٹھا ایک دن میرے دلمیں فتور — که مہدی کا ہوتا نہیں کیوں ظہور

زمانہ میں مدت سے اندھیر ہے
محمد کے آنہیں کیوں دیر ہے

خدا نے دیئے ہیں مجھے سب کمال
ہر اک علم میں آج ہوں بے مثال

جو ہے جان نثاری کو حاضر غلام
ظہور اپنا کرتے نہیں کیوں امام

اسی بات کا دھیان دلمیں رہا
کسی سے نہ حرف مطالب کہا

اسی جستجو میں پھرا ہر طرف
گیا ایک دن میں میان نجف

نجف میں امام زمن کے لیے
برابر کئی مہینے چلے گئے

زیارت کو وقت سحر جو گیا
دعا کرتے کرتے ذرا سو گیا

نظر خواب میں آئے مولا علیؑ
ہوئی دور دل سے مرے بیکلی

کہا پوچھ مجھ سے نہ احمد سے پوچھ
جو کچھ پوچھنا ہے محمد سے پوچھ

کہا مینے غائب ہے میرا امام
ملے مہدی دیں سے کیونکر غلام

مقدر سے کچھ اور ساماں ہوا
مجھے پھر علیؑ کا یہہ فرمان ہوا

کریں دور کب مہدی دیں تجھے
بلاتے ہیں اب مہدی دیں تجھے

سنا جب یہہ مینے کلام علیؑ
اٹھا خواب سے پھر غلام علیؑ

رہا کب مئے شوق سے ہوش میں
لگا ہر طرف دوڑنے جوش میں

یکایک در شہر پر جو گیا
مددگار بخت رسا ہو گیا

نظر آیا مجھکو سوار شتر
کہا ہریاں سے ہے کار شتر

ہوا اسطرح میری جانب رجوع
کہ جیسے ٹہرے دھوپ وقت طلوع

پکارا ہی مجھکو اُسے بیقرار | ابھی اونٹ پر جلد ہو لے سوار
نصیبہ ترا آج غالب ہوا | کہ مطلوب خود تیرا طالب ہوا
کھلا پھر تو آنکھوں میں باغِ مراد | ہوا دل میں روشن چراغِ مراد
خوشی سے ہوا اونٹ پر میں سوار | بلندی پہ پہونچا بسانِ غبار
خبر یہہ تو معلوم ہرگز نہیں | چلا اونٹ واں سے کہ کس کی زمیں
ادہر تو چڑہا جلد اونٹ ادہر | پڑی بیچ میں ایک پشتِ شتر
رکابوں میں پانو نہ پائی جگہہ | سنبھلنے نہ پایا کہ آئی جگہہ
برنگِ زمرد ہے ساری زمیں | مثالِ فلک پیاری پیاری زمیں
زمرد یہ کب ہے نگاہِ فلک | زمیں صاف ہے سجدہ گاہِ فلک
ادب سے جھکے چرخ کیونکر نہ یاں | زمیں صاف ہی قبلۂ آسماں
زمیں کی صفائی سے یہہ ہے جہلک | زمیں میں ہی منہ دیکھتا ہے فلک
صفائی ہوئی پاتال خاک میں | نظر آیا مجھکو فلک خاک میں
چھپے مہر و مہ کب میانِ زمیں | دکھائی دئے سب میانِ زمیں
وہاں کی زمیں قابلِ دید تھی | کہ آئینہ روئی خورشید تھی
تردد رہا اونچ اور نیچ میں | زمیں تھی دو افلاک کے بیچ میں
بنا عکس زیرِ قدم آسماں | زمیں کو سمجھتے تھے ہم آسماں
نئے تھے شجر سب نئی شاخ تھی | طلائی تھی جڑ نقرئی شاخ تھی

درختوں میں پھل سبز لال کے
زمرد کے پتے ثمر لال کے

کھڑے مثل خدام سارے شجر
کہ پائیں نگہ کے اشارے شجر

اگر دور سے دید منظور ہو
جو پھر پاس ہو وہی شجر دور ہو

چلیں اور پھریں حکم میں سب شجر
پھریں کیوں نہوں حکم میں سب شجر

جواہر کے پھل ہیں ہر اک شاخ پر
زمیں پر کبھی شاخ گہہ کاخ پر

کبھی ثمر پہ دست طلب کبھی
کبھی سینے موقع پہ لب پر کبھی

وہیں آئی ڈالی جو مطلوب کی
کلائی تھی ہر شاخ محبوب کی

حقیقت میں فردوس سے اور کچھ
مگر یاں بھی جنت کے تھے طور کچھ

صفائی میں گلشن کی کیا کیا کہا
کہا عکس جنت کا خاکا کہا

عجائب میں تھے عجب لوگ تھے
عبادت میں مصروف سب لوگ تھے

مجھے واں کی محفل کا تھا اشتیاق
انہیں اور منزل کا تھا اشتیاق

نظر دور سے آئے جیسے عجیب
کوئی پاس جائے یہ کس کے نصیب

نظر آئینہ ڈالے یہ کس کی مجال
کہ خورشید کو دیکھتا ہے محال

ستون تھے خیمے عجب نور سے
کہ خورشید دیکھا کیا دور سے

فرشتوں سے اوصاف انکی محال
کروں انکی تعریف میری مجال

پھر اک فرشتے جہاں میں مجھے
غرض لیگئے اک مکانمیں مجھے

کیا غسل سے صاف پہلے بدن
پہنایا بدن میں عجب پیرہن

پہن کر تکلف سے پوشاک کو ہوا خوف یہ جان غمناک کو
نہ چھوڑے بدن رخت کو بھول کر کہ کپڑوں سے باہر نہ ہو پھول کر
الگ ایک خیمہ بصد آب تاب کہوں بحر رحمت کا اسکو حباب
فلک سے بھی رتبہ بڑھا خاک کا زمیں کو ملا تاج افلاک کا
ہوا کام اچھا کوئی خاک سے یہ آیا ہے فانوس افلاک سے
بڑھایا سر فخر افلاک پر ادب سے ہوا سرنگوں خاک پر
ادھر آنکھہ کیونکر کرے آفتاب کہ پہلو میں اسکے ہے نور حجاب
بچھا فرش خیمہ میں اسطور سے کہ دیکھے جسے عرش بھی غور سے
عجب لطف سے چاندنی فرش کی کہوں اسکو چادر سر عرش کی
ہراک چیز موقع پہ انداز سے مجھے لیگئے اسمیں اعزاز سے
نہیں اسکجھہ دخل خدام کا مقدر سے انجام ہر کام کا
نہ کچھہ چاہیئے انجمن کے لیئے جو آئے کوئی تو سخن کے لیئے
کیا خیمہ نور میں جب مقام محل پر ملا مجھکو خوان طعام
ملے خوان پر ظرف بھی نور کے غرض کھانے کھائے بہت دور کے
کہاں وہ دہن ہے کہاں وہ زباں کریں جتنے کھانوں کی خوبی عیاں
حضر ان کی لذت بیاں پر نہیں جو ہے لطف دل میں زباں پر نہیں
ہوئی آب کی جب ضرورت مجھے نظر آئی پھر ایک صورت مجھے

کوئی نازنیں ہے میانِ نقاب / کہ ہو دامنِ ابر میں آفتاب

تنِ صاف روشن ہو ملبوس میں / چھپے کس طرح شمع فانوس میں

مگر دیدۂ چشم مجبور ہے / چھپاتے ہوئے جسم کو نور ہے

جو خیرہ تہیں آنکھیں پری نور سے / نہ دیکھا گیا مہر کو دور سے

جو آئینہ دل میں تصویر ہے / زباں پر اسی بت کی تقریر ہے

یہہ ہو وصف لب پر مہِ عید کا / بیاں جیسے ذرہ سے خورشید کا

کہوں کیا جو کچھ پاک تن تہا لطیف / پری روح سی بہی بدن تہا لطیف

یہہ دل ماہ طلعت کا ہو ہاتہہ میں / مگر وہ نزاکت کی ہو ہاتہہ میں

اگر دستِ قدرت اٹھائے اسے / نزاکت لٹائے بٹھائے اسے

چلایا نزاکت نے کب جال سے / اڑی طائرِ حسن کے بال سے

نزاکت نے قابو میں ایسا کیا / زمیں پر نہ پاؤں ٹھہرنے دیا

وہ خیمہ بہی آئینہ نور تہا / کہ جسمیں منور رخِ حور تہا

عجب صنعتِ دستِ تقدیر تہی / فقط عکس پر اپنی تصویر تہی

اڑہی کیوں نہ وہ مہ جبیں تنگ بر / تنک ہے تنِ نازنیں تنگ بر

اٹھائے ہوئے جسم کو روپ ہے / لیے سر پہ خورشید کو دہوپ ہے

نیتہ یہہ تہیں جسم پر نور کا / کہ ہو حور یا عکس ہے حور کا

ابہی آئینہ میں ابہی آنکہہ میں / کبہی دل کے اندر کبہی آنکہہ میں

بچاتی چلی جسم کو چھاؤں سے نہ تارِ شعاعی دبا پاؤں سے

قدم اسکے تارِ نظر پر رہے دو گل دامنِ چشمِ تر پر رہے

جو تارِ نظر سے اتر کر چلے چلے دو قدم بھی تو مر کر چلے

پسند آئی کیونکر گلِ تر اسے کہ ہے جھاڑ پھولوں کی چادر سے

زیادہ کیا فرش پر کب قرار رہی چادرِ گل پہ مثلِ بہار

کسیکو نہ بس وہ رلا کر اٹھی جو پھولوں پہ بیٹھی ہنسا کر اٹھی

کیا رخ نے پردہ سے باہر اثر ہوئیں بند آنکھیں مری دیکھکر

مرے ہوش نے جست یارا کیا غشی نے بھی پھر کچھ سہارا کیا

اندھیرے سے دل تنگ ہونے لگا تو سایہ میں سورج کی سونے لگا

کہاں جائیں الفت کے مارے ہوئے پڑی پاؤں پر اسکے ہارے ہوئے

جو آنکھیں ہوئیں بند ہر طور سے یہہ کی عرض پھر خالقِ نور سے

جو دیکھوں اسی کب یہ مقدور ہے اگر تو دکھائے تو کیا دور ہے

دعا کو محلِ اجابت ہوا مقدر سے فرمانِ رؤیت ہوا

ابھی روئے روشن تھی زیرِ نقاب کیا اسطرح سے صنم نے خطاب

دعائیں تو کی اسطرف بھی ٹک پڑھو ابھی صیغۂ رؤیت رخ پر ہو

ہوا تھا زباں سے نہ پورا کلام اسی بات پر ہو گیا میں غلام

غرض میں نے رؤیت کا صیغہ پڑھا صنم اور کچھ میری جانب بڑھا

ادا سے مجھے پہلے پانی دیا
محبت سے ارشاد پہر یہ کیا

زیادہ نہیں اور کچھ قیل و قال
تمہیں دیکہنا ہے ہمارا جلال

خدا کی اگر تم اطاعت کرو
تو لونڈی ہوں مجھ سے محبت کرو

کیا آپنے گر خلافِ خدا
مجھے آپ سمجھیں اُسی دم جدا

کہا عجز سے مینے جانِ جہاں
خلافِ خدا مجھ سے ہووے کہاں

ہمیشہ چلوں شرع کی راہ پہ
مری جاں تصدق ہے اللہ پر

نہ شہ کی اطاعت نہ دلخواہ کی
کروں بندگی اپنے اللہ کی

سنا جب تب چہرہ سے اُلٹی نقاب
بڑہا خواں تک نیچے آفتاب

الگ تو رہا گو مری دید سے
سمجھنے کو نسبت ہے خورشید سے

خدا کے کرم نے دکہایا اوسے
بڑہایا نظر کو گھٹایا اُسے

جو پہر دیکہنے کی اجازت ہوئی
کروں آنکھ اوپر نہ طاقت ہوئی

نہ ٹہری جو روی صنم پر نظر
کہا رعب نے کر قدم پر نظر

نظر رفتہ رفتہ ادب سے بڑھی
قدم سے چلی چشم و لب پر بڑھی

نہو رُخ رُخِ دلستاں کیطرف
زمیں سے چلو آسماں کیطرف

نزاکت کو دیکہا نظر کی جہاں
حیا و نزاکت نے چھوڑا کہاں

جھکا کوئی خاک سر پاؤں پر
دکہا سر تڑپی جب نظر پاؤں پر

پکڑتے کہاں پاؤں ہم یار کے
نظر نے نہ چھوڑے قدم یار کے

نظر جب لگی پائے دلدار کو ہوا ایک صدمہ رخِ یار کو
ہوا زرد منہ سرخ ایڑی ہوئی کمندِ نظر تنگ بیڑی ہوئی
رہے کب فلک پر قدم یار کے زمیں سے لگے پاؤں دلدار کے
ہوئے ناخنِ پا قمر خاک پر ستارے بنے عکس افلاک پر
لیا سر پہ کفشِ صنم خاک نے ملے ہاتھ حسرت سے افلاک نے
رہی آہ یوں ہی قدم پر نگاہ ہوا لال وہ خوف سے میں سیاہ
بڑھی کچھ جو رشکِ قمر کی نظر قدم سے بھی پھر آہ سر کی نظر
اگر ہے نظر کچھ کمر کچھ نہیں جو تارِ کمر ہے خبر کچھ نہیں
نظر کو نشانِ کمر چاہیئے کمر ہو تو تارِ نظر چاہیئے
ہوا کب کمر پر قیامِ نگاہ رہا دور عنقا سے دامِ نگاہ
نہاں اس طرح تھی کمر آنکھ سے چھپے جسطرح یاں نظر آنکھ سے
ملا جب نہ موئے کمر کا نشاں بڑھا مردمِ چشمِ تر کا نشاں
رکی کچھ سے کچھ چشمِ تر کی نگاہ جو سینہ پہ ٹھہری نئی سر کی نگاہ
خجل چشمِ تر سینۂ صاف سے نظر خیرہ آئینۂ صاف سے
ہوا مجھ کو عکسِ نظر سے یقیں کہ حدقہ ہیں دو میرے پستاں نہیں
کوئی اور ایسا ہے گھر کس جگہ دو آنکھوں سے جائے نظر کس جگہ
پڑا یار قسمت سے اک بھول پر دو پھل آئے قسمت سے اک پھول پر

رہی دو پہلوں کی تہ وہ آب تاب
ہوی دامن چشم تر سی خراب

ڈری سایہ مردم چشم سے
نظر مجھہ پہ کی دیدہ خشم سے

ہوی تیز رشک قمر کی نگاہ
تو آنکھوں سی بھی آہ سر کی نگاہ

کہاں ہنی لوٹی بہار بہشت
گئے ہاتھہ سی دو انار بہشت

نہ کچھہ درد پستاں سے تہوڑا ہوا
جگر اپنا دکھہ دکھہ کے پہوڑا ہوا

بیاں کیا کریں ہاتھہ کی آب و تاب
خجل جس سے ہے پنجہ آفتاب

صنم کے ہیں افضل قدم ہاتھہ سے
پکڑتے کہاں ہاتھہ ہم ہاتھہ سے

حیا آجکل چشم کر ساتھہ ہے
نزاکت کا اب ہاتھہ میں ہاتھہ ہے

جو آئی نظر دلربا کی طرح
بسا ہاتھہ پر دل حنا کیطرح

کسیکا وہ لی خاک دل ہاتھہ میں
کہ ہو رنگ مہندی کا سل ہاتھہ میں

نہ پہنچا مرا ہاتھہ جب ہاتھہ پر
تو آگے بڑہی ہاتھہ کس بات پر

گلے تک بڑھی ہاتھہ کس شوق سی
نہیں سایہ ہاتھوں کا کم طوق سی

گلے کا گل حسن اب ہار ہے
برابر کوئی اسکے کب ہار ہے

وہ گردن ہی یا شیشۂ نور ہے
جسے دیکھہ کر آنکھہ مخمور ہے

ہمیشہ تو غفلت میں سویا کیے
یوہیں عمر باتوں میں کھویا کیے

جو سمجھو تو چونکے وہیں خواب سے
کھلی آنکھہ کیفیت آب سے

بہہ بگڑے ہوئی دیدۂ تر بنے
صراحی کو دیکھا تو ساغر بنے

یہہ آنکھیں بنی جام تدبیر سے | رہی خشک ابتی تقدیر سے
نہ جب آب تک جام کا دور ہو | گزر چاہ غبغب میں کسطور ہو
پڑی گرچہ صحرائی جا نگاہ میں | دل و جاں سو ہیں ہم اسی چاہ میں
وہ چاہ ذقن چاہ کنعاں نہیں | نکل جائیں ہم ماہ کنعاں نہیں
وہ چاہ ذقن چاہ نخشب نہیں | جو باہر ہوں ہم ماہ نخشب نہیں
ملے منہ زنخداں سو کس چاہ کا | کہ چشمہ ہے خورشید اس چاہ کا
جو چاہ ذقن آب ظاہر کرے | تو زہرا فلک پر بھی پانی بھرے
زمیں پر ہوں جلوے پڑے آب کے | فلک پر پڑیں تسو گھڑے آب کے
دل و جان سیب ذقن پر چلے | رہا ہو وہ یوں ہی دہن کے تلے
بیاں لال لب کی ہو کیا آب و تاب | ہوا عکس سے سرخ منہ پر لعاب
میسر کسو ہے لعاب دہن | کہ ہے آب یاقوت آب دہن
لبونکو لگے چاٹ کس آب کی | زباں آپ مچھلی ہو جس آب کی
نہ ہیرے تھے تاج در عرش کے | گہر دانت تھے افسر عرش کے
کوئی کب تبسم سے کلمہ لکھا | دہن سو الگ عکس دنداں ہوا
رہا عکس چاہا ہوا فرق سے | کہ غنچہ بچا دامن برق سے
دہن اور دنداں کو دیکھیں کہاں | لبوں کی ہو پیوستگی سو نہاں
نہاں سلک گوہر ہے دو لال میں | دہن ایک جوہر ہو دو لال میں

دو لب متفق ہیں دہن کیا کرے — بگڑتا ہے جو ہر سخن کیا کرے
جگہہ کب دہن میں برائے سخن — تو کیا اُسکی خوبی میں جائے سخن
کفِ دست کا رُوئے انور نشاں — مِلا ناک اُنگلی کا بہتر نشاں
دِیا بینی و رُخ نے سب کچھہ بتا — مِلا دستِ قدرت کا جب کچھہ پتا
ہُوئی شکل صنعت خدا پاک کی — تو صنعت پہ صنعت بنی ناک کی
ہُوا اور مجھکو گماں ناک پر — یہ بینی نہیں صورتِ پاک پر
چھپا ہاتہہ صنعت یہاں پر رہی — بتانے کو اُنگلی نشاں پر رہی
زمانہ تھا مشتاق دِلخواہ کا — بتانا ہی بہتر تھا اِس ماہ کا
خدائی میں لاکھوں ہی گو پھول ہیں — دو عارض دو عالم میں دو پھول ہیں
بڑھی کیوں نہ رُخ مہر پُر نور سے — گلِ شمع نے آگ لی طور سے
دو عارض جلے حُسن کی آگ سے — لبِ تر کریں سنر و کس لاگ سے
جلے آپ خورشید جب نور سے — جلائے نہ کیونکر ہمیں دور سے
اثر کچھہ تو اپنی دُعا نے کیا — جو دیکھیں آ سے یہہ خدا نے کیا
ہمیں تو کہاں تاب تھی دِید کی — جھپکتی تھی واں آنکھہ خورشید کی
حیا سے ہُوا مہر دِردا سفید — پڑا مُنہ پہ قدرت سے پردہ سفید
نظر لگ گئی آہ خورشید کو — گھٹا کر کیا ماہ خورشید کو
نظر سے صنم تھوڑا تھوڑا ہُوا — مجھے بھی الم تھوڑا تھوڑا ہُوا

نگاہیں ہوئیں گرم رخسار پر
عرق آگیا روئے دلدار پر

پسینہ سے کچھ بیقراری ہوئی
تری بھی گل تر کو بھاری ہوئی

پسینہ تھا سب اپنے معمول پر
گراں تھے قطرے شبنم کے تھے پھول پر

بندھا اسطرف کو جو تارِ نگاہ
بڑھا پھر تو نشتر سے کارِ نگاہ

نظر چبھ گئی گال کو پیار سے
ٹپکنے لگا خون رخسار سے

جو حالت ہمیں اور آئی نظر
تو پھر گال سے بھی اٹھائی نظر

نہیں کچھ بھی رشکِ قمر کی خطا
وہاں بھی رہی کچھ نظر کی خطا

دیا رنج چشمِ دل آزار نے
کیا اور بیمار بیمار نے

پڑی آنکھ پر جب ہماری نظر
ہوئی دیدۂ بت پہ بھاری نظر

دبایا نگاہِ سبکسار نے
اٹھایا نہ سر چشمِ بیمار نے

حیا نے کیا اپنا گھر آنکھ میں
سمائی نہ میری نظر آنکھ میں

بدن میں نزاکت حیا آنکھ میں
پڑا ایک پردہ نیا آنکھ میں

نظر کی نہ چرخِ بریں کی طرف
رہی آنکھ ہر دم زمیں کی طرف

پڑا نور کا پرتوہ خاک پر
اڑی خاک کیونکر نہ افلاک پر

جو باہر بھنووں سے بھی حد تھے ہوئے
تو سب آہوئے دشت صد تھے ہوئے

بنے سوئی مژگاں تو پر مرغ کے
دو آنکھیں تھے بیضۂ شتر مرغ کے

جھکیں کیوں نہ جبریل محراب میں
دو آنکھیں تھیں قندیل محراب میں

بہنویں وہ کہ دیکھی تھی خواب میں | جھکیں لاکھہ سر ایک محراب میں
ملے ڈھنگ ابرو سے کس تیغ کا | کہ ہر بال جوہر ہے اس تیغ کا
بچے کسطرح کوئی تدبیر سے | ملی تیغ قاتل کو تقدیر سے
گل زخم ٹھہری عطا تیغ کی | نکالے کوئی کیا خطا تیغ کی
ستم ہے کرم آج جلّاد کا | محل بھی نہیں داد بیداد کا
جو ہوتی ہے مشق ستم تیغ سے | یہہ سمجھا ہوا کچھہ کرم تیغ سے
صدا دمبدم لب پہ تکبیر کی | رہی فرق پر دہار شمشیر کی
سبھی ذبح ہونیکے سامان ہوئے | تو ہم عید قربان کو یوں ہی ہوئے
کہیں کیا ہلال سہ عید کو | نظر بہر کے دیکھا نہ خورشید کو
ذرا دید کی سرخ ماتہا ہوا | ہوا بدر بہی مہر اچہا ہوا
جو ماتھے کو دیکھا تو گھبرا گیا | حیا سے جبیں پر عرق آگیا
کیا ہنسنے آنکھوں سے کار ثواب | کہ جاری کیا چشمہ آفتاب
ہر اک آنکھہ خیرہ ہے خورشید سے | گل مہر مرجہا گیا دید سے
جبیں پر تو نور جبیں تہا نقاب | نظر سے بھی میری ہوا کچھہ حجاب
نہیں اب گلا لوح محفوظ سے | کہ ماتہا ملا لوح محفوظ سے
جبیں سے عیاں صاف حسن عتاب | نہ دی موج نہا چشمہ آفتاب
چھپاوں نظر بہر ہوئی رات ہے | گئے نور کے ڈر سے ظلمات پر

جدہر میل کرتی تھی زلفِ دراز | اُدہر کو ہی جھکتا تھا فرقِ نیاز
پڑا بار زلفِ خداداد سے | سنبھلتا نہ تھا دامِ صیّاد سے
ہوا سے جدہر لٹ پلٹ کر ہوئی | اُدہر کو ہی پیچ و اُلٹ کر ہوئی
کمر میں خمِ زلف سے بل ہوا | اُسے سایۂ زلف کمّل ہوا
بلا جنبشِ موئے گیسو ہوئے | وہ اپنے ہی بالوں سے لٹّو ہوئے
کبھی گر نزاکت نے ڈالا اُسے | تو نامِ خدا نے سنبھالا اُسے
نہ تھی گرد قامت کے زلفِ دوتا | قیامت کی پیچھے لگی تھی بلا
جو قد شعلۂ مشعلِ طور تھا | رخِ پاک سب نور کا نور تھا
گراں زلف سے روئے پُرنور پر | دھواں زلف ہے مشعلِ طور پر
زمانہ سے نازک جو پایا اُسے | خیالوں نے میرے دبایا اُسے
تصوّر میں جب گالوں کو مس کیا | تو بیساختہ منہ سے بس بس کیا
نزاکت کا ساماں یہہ دیکھکر | ہوا وصل میں ہجر پیشِ نظر
اُٹھا پھر تو خاکِ بدن سے بخار | گیا زلف تک بن کے ابرِ بہار
دھواں دل کا زلفِ دوتا تک گیا | یہہ بادل بھی کالی گھٹا تک گیا
جو زلفیں گھٹا تھیں تو چھوڑا انہیں | ہوائے جگر نے نچوڑا انہیں
بخارِ جگر بر سرِ موج تھا | ہر اک بال تارِ سرِ موج تھا
پسینہ سے دل آہ گھبرا گیا | وہ گل تھا کہ پانی سے مرجھا گیا

۵ یعنی زلف ۱۲

بچایا کیا میں تو سُو راہ سے — ہوا لگ گئی دامن آہ سے

غشی نے سہارا دیا سُو گئی — ہوائے دم سرد لُو ہو گئی

جگر کو کیا بند پہر آہ سے — دُہوئیں کو دبایا عجب راہ سے

رہا جب نہ دودِ جگر جوش میں — وُہ نازک بدن آگئی ہوش میں

خیالوں پہ میرے اُسے راہ تہی — ارادہ سے دل کے وُہ آگاہ تہی

نظر نے ہمارے یہہ صدمہ دیا — پری رُو نے آنکہونکو نیچے کیا

نظر کی نہ چرخِ بریں کیطرف — رہی دیکہتی بس زمیں کی طرف

ابہی غور سے بہی نہ دیکہا یہاں — ہوئی مسجدِ پاک میں پہر اذاں

کیا مجہہ سے غنچہ دہن نے کلام — کہ اب دیکہنا ہے ہمارا احترام

ملو خاک سے اب جبینِ نیاز — پڑہو جلد مسجد میں جاکر نماز

نصیبوں سے ملتا ہے ایسا مقام — جماعت کراتے ہیں مہدی امام

کہا مَینے بی بی مرادل ہے سُست — نہیں اس گہڑی غش سے میں درست

مجہے یاں سے اُٹہنے کی طاقت نہیں — ادا فرض وجب کرونگا یہیں

کہا اُسنے کیا فکر کا ہے مقام — مسیحائے عالم ہے تیرا امام

شفا کیا نہیں واں تمہارے لیئے — وہ چاہیں اسیوقت مُردہ جیے

کہا مَینے ہے مجہکو مشکل بڑی — اُٹہا مجہہ سے جاتا نہیں اسگہڑی

کہا اُسنے یاں سے اُٹہو شاد شاد — سنادی ہی ہوتی ہے پہرِ جہاد

لگی کہنے مجھہ سے یہ غنچہ دہن رہیں گے کہاں تک یہ جان و بدن

غرض ایک دن بیس یہہ ساماں ہے نہ تن ہی نہ سر ہے نہ یہ جان ہے

جو وقت جماعت دیا ہاتھہ سے تو نعمت کو ضایع کیا ہاتھہ سے

چلو ساتہہ آیا ہے وقت جہاد کہ حاصل ہی فردوس حسب مراد

صنم سے کہی عرض لاچار ہوں نقاہت بدن میں ہے بیمار ہوں

نہ حاصل ہی زور جوانی مجھے ستاتی ہے اب ناتوانی مجھے

ضعیفی نے مجھہ کو ستایا زیاد کہاں مجھہ سے ہوتا ہے کار جہاد

لگی اسطرح کہنے غنچہ دہن نکر ناتوانی سے رنج و محن

دعاے امام زماں سے ابھی بڑہی رستم داستاں سے ابھی

بدن مثل آہن اسی دم بنے اگر زال ہی ہی تو رستم بنے

بڑہے آج تو اسقدر زور میں ڈریں رستم و زال ہی گور میں

کہا کیا کروں مجھہ میں طاقت نہیں مجھے یاں سے اٹھنے کی جرات نہیں

یہ سنتے ہی خادم نے اکر شتاب بیابان میں ہینکا بحال خراب

مقدر نے بس آن کی آن میں گرایا مجھے اس بیابان میں

یہ نخوت سے حالت ہماری ہوی یہ جب کہہ چکا بیقراری ہوی

بیاباں میں استاد رونے لگا دل و جان حسرت میں کہونے لگا

حقیقت میں وہ مرد دیندار تہا اسے اپنی نخوت کا اقرار تہا

چڑہا علم و حکمت سے افلاک پر — تکبّر نے ڈالا اُسے خاک پر

کیا جب تکبّر نے خوار و ذلیل — تو سمجھا حقیقت کو مردِ عقیل

زمیں پر نظر کی نہ افلاک پر — جھکایا سرِ عجز کو خاک پر

نہ تھی خاکساری سے افلاک پر — قدم تہا عبادت سے افلاک پر

کہا پہر عقیلہ نے انسے ماہرو — خلافِ ادب تھی مری گفتگو

کہو مجکو جھوٹا کہ سچّا کہو — جو انکو تابع نہ اپنا کہو

ہزاروں ہیں عاشق تمہارے جوان — نہیں تابعِ حکم سارے جوان

اطاعت کو حاضر ہیں سب دور سے — اگر قرب ہووے کبھی حور سے

یہہ ممکن نہیں آدمیت رہے — جو خلوت میں پہر یہہ نیّت رہے

زمین پر وہ تم زینتِ کاخ ہو — تو پہر کیا کوئی اسمیں گستاخ ہو

جو ہے نیک کوئی مگر غیر ہے — رہو دور اُس سے جبہی خیر ہے

جو اچھو تکو دیکھو تو چپکے رہو — کہ ویسے ہی ہم ہیں ایسا کہو

محفل اوّل

اُن شخصوں کے بیان میں کہ جنہوں نے بتوں کی محبّت و یاد میں خدا کو بہلایا سو جان دینے کے

کچھہ نہ ہاتھہ آیا کوئی گلے لگ کر موا کوئی جلکر خاک ہوا
کوئی باہم گر کر گزر گیا کوئی جنگل میں جان بحق ہوا کوئی قید میں مر گیا

کہوں ساقیا صاف ہے بات یہہ
بڑی آرزو سے ملی رات یہہ

طرحدار مشتاق تھے رات کے
پریزاد ہیں منتظر بات کے

حسینوں کی آمد ہے اس رات میں
بتوں کی خوشامد ہے اس رات میں

ہوئے جمع احباب تقدیر سے
بنے ہیں یہہ اسباب تقدیر سے

نئی رات ہے بزم پہلے پہل
رعایت تو کچھہ چاہیے آجکل

اگر جام کا لب تلک دور ہو
تو پہر رنگ اس بزم کا اور ہو

کہلیں نشہ میں آج غنچہ دہاں
کسیکی زباں ہو کسیکا بیاں

کریں بات ہنسکر کہ رو کر کہیں
جو چاہیں کہیں مست ہو کر کہیں

کسیکو کسی بات کا غم نہو
سحر تک ہے بزم برہم نہو

اجل ہر گھڑی بر سر جنگ ہے
جہاں موت کے ہاتھہ سے تنگ ہے

قضا سے جو مہلت ملی بات کی
غنیمت ہے فرصت ملی بات کی

کہاں شمع رو پہر یہہ محفل کہاں
کہاں یہہ مسافر یہہ منزل کہاں

کروں شکر موقع ملا بات کا
کہوں کچھہ تو پاؤں صلہ بات کا

جو قصے سنے حور شرما گئی
زمانہ کی چالوں سے گھبرا گئی

رہی آہ دو دن تلک سوچ میں
نہ راتوں کو جھپکی پلک سوچ میں

گئے عمر سے آہ تیرہ برس
ہوئی دیکھنے کی جہاں کی ہوس

گئی ایک دن جب لبِ بام پر
ہوئی خاص کی پھر نظر عام پر

اٹھا پہلے دل سے تو جوش و خروش
دمِ سرد بھر کر ہوئی پھر خموش

گلابی نہ تھے گال اچھی طرح
یہہ ہوتے کبھی لال اچھی طرح

جو عارض پہ تھی کچھہ نمودِ بہار
اوڑا لیگیا اسکو دل کا بخار

گئی بام پر شاد ہوتی ہوئی
محل سے جو اتری تو روتی ہوئی

کسی نے جو رونیکا پوچھا سبب
کہا بیخودی کا کہیں کیا سبب

کسی نے غرض بھید پایا نہ کچھہ
جو پوچھا کسی نے بتایا نہ کچھہ

کسی نے کبھی کچھہ کہا سن لیا
کوئی کام کہنا ہوا یا کہدیا

ہمیشہ جو خاموش رہنے لگی
عقیلہ "نفیسہ" سے کہنے لگی

تجھے شاہزادی کی ہے کچھہ خبر
یہہ رہتی ہے خاموش کیا سوچکر

ابھی تو جوانی کا آغاز ہے
لڑکپن کا باتوں میں انداز ہے

گلِ رخ پہ ظاہر ہے شانِ بہار
نہیں گل شگفتہ میانِ بہار

بہر وقت رنگِ خزاں چھا گیا
ہنسا تھا نہ غنچہ کہ مرجھا گیا

جگر اسکا رونے سے ماؤف ہے
ہنسی بھی کئی دن سے موقوف ہے

خوشی کی جگہہ پر ہے غم کا نشاں
ہنسی کی جگہہ اب ہیں آنسو رواں

سوا آہ و زاری کی رہتی نہیں — جو کچھ پوچھتے ہیں تو کہتی نہیں

اسے ہر طرح کا ہے علم و شعور — مگر بایہ پن کا بھی ہے کچھ قصور

کہیں عشق نے کچھ ستایا نہو — پری پر کسی جن کا سایہ نہو

نظر ہے کہیں اور دل ہے کہیں — کسی پر ہوئی ہو نہ مائل کہیں

یہہ نزدیک اپنے بہت دور ہے — مگر دل کے جانے سے مجبور ہے

اگر عشق سے اور نوبت ہوئی — سمجھنا کہ دونوں کو ذلت ہوئی

یہہ بندہ رہے عشق میں یا موئے — تو رسوا ہوئی میں فضیحت ہوئے

اشارہ سے یا صاف تقریر سے — ہٹاؤ اسے اپنی تدبیر سے

وہ باتیں ہوں تا اس سے نفرت کرے — کرے بھی خدا سے محبت کرے

نہ دیکھے کسی مہ لقا کی طرف — جھکائے صنم سر خدا کی طرف

کرو مجھہ سے باتیں سناؤ اسے — مجھے منہ پہ رکھو جتاؤ اسے

جو اے سرو تیری مجھے تاڑ ہو — مجھے بات کرنیکو پھر آڑ ہو

جو تیری طرف سے مجھے ہو خطاب — تو میں صاف اس بات کا دوں جواب

نفیسہ پکاری کہ سن اے عقیل — مجھے خواہشوں نے کیا ہے ذلیل

محبت ہے یا نخوت و زور ہے — ہماری طرف سے ہی مشہور ہے

مجھے کب سے بدنام کرتی ہے خلق — ترا دم نکوئی سے بھرتی ہے خلق

مرا حال پوشیدہ ظاہر نہیں — مگر حکم سے تیری باہر نہیں

جو دونو کی تقریر باہم ہوئی — ہٹا نکلے تدبیر باہم ہوئی
نفیسہ یہی چاہتی تھی مدام — کہیں لب پہ آوے تعشق کا نام
محبت کی باتیں کروں چاہ سے — اُڑاؤں پریزاد کو راہ سے
نفیسہ کو جب یہ وسیلہ ہوا — سُنانے کو مطلب کے حیلہ ہوا
مقرر تھا جس جا پہ سونے کا گھر — گئی باتیں کرتی وہاں سیمبر
نفیسہ نے دستِ ادب باندھکر — کہا شاہزادی سے رشکِ قمر
سُنو دردمندوں کی رُودادِ غم — وہ قصہ کہیں ہم کہ ہو شاد تم
کہا آج کی رات چُپکی رہو — جو کل رات ہووے تو قصہ کہو
ہوئی رات جب دوسری جلوہ گر — لگے ہونے ساماں اِدھر اور اُدھر
پڑیں چلمنیں اسطرح دربدر — مژہ جسطرح مردمِ چشم پر
قرینہ سے غرفے سجائے گئے — محل کے مکیں سب بلائے گئے
جو حاضر ہوئے سب خواص و عوام — تو ظاہر ہوئے ہر طرح کے کلام
مگر شاہزادی اُسی طور سے — سُنا کی ہر اِک بات کو غور سے
کسی نے کہا کچھ کسی نے سنا — ہنسے سب تو رو کر اسی نے سُنا
ثنا جب نفیسہ نے کی عشق کی — مذمت عقیلہ نے کی عشق کی
عقیلہ پکاری کہ اے گلبدن — ادب سے ہے باہر تمہارا سخن
نہیں عشق خالی جنجال سے — جوانی سے یا کثرتِ مال سے

محبت کے بہاتے ہیں کج چج چلے — جوانی و زر کے ہیں سب چج چلے

جوانی تو پیری کا عالم ہوا — تونگر کو افلاس کا غم ہوا

کسے پھر محبت ہے انسان سے — عصا سے رہے عشق یا نان سے

عقیلہ نے آنا سنبھلکر کہا — **نفیسہ** نے پھر ہاتھہ ملکر کہا

سبھی پر ہے نفرت سے تیری نگاہ — فلک پر ہے نخوت سے تیری نگاہ

کدورت تری دل کی جاتی نہیں — کسیکی تجہے بات بہاتی نہیں

یوں ہی بات کہنی تو اچھی نہیں — تجہے عشق سے کچھہ خبر ہی نہیں

کتابوں میں دیکھا سنا کان سے — فرشتے دبے عشق کی شان سے

ہٹا کب حکیموں کی تدبیر سے — رکا عالموں کی نہ تقریر سے

سخن ہر جگہہ اپنا سچا کیا — بہت پختہ مغزوں کو کچا کیا

جو ہندو کوئی آ گیا گھات میں — دبایا مسلمان کے ساتھہ میں

مسلماں پر پیچ گر چل گیا — تو ہندو کے ہمراہ وہ جل گیا

کسیکو تو ٹکڑے ملا کر گیا — کسی کا خفا دم بہگا کر گیا

حقیقت بگاڑی بنی جان کی — اوڑایا کیا خاک انسان کی

یہہ کوئی محبت میں تاثیر ہے — جہاں خاک ہوتا ہے اکسیر ہے

کہیں اور ایسی بھی کم ہی ہوا — لہو آب ہے یاں تو دم ہے ہوا

کوئی جان سے بڑھ کے نعمت نہیں — یہاں جان کی بہی حقیقت نہیں

رہی جبتلک جان دولت رہی
گئی جان تن سے تو عزت رہی

ہوا ذبح یا کاسہ سم پیا
ہوا اس جگہہ پر تو سمجھا جیا

گئی جان یہہ گفتگو رہ گئی
تصدق ہوا آبرو رہ گئی

عقیلہ نے ہنس کر کہا سچ کہو
تمہیں نے یہہ سودا خریدا ہو

گماں تہا ہمارا یہاں اَور کچھہ
تمہارے ہی دیکھو بڑے طور کچھہ

نفیسہ پکاری کہ اے ماہرو
سمجھتی ہو میں آپ کی گفتگو

ہنسی میں چہڑا ڈالا مری بات کو
یہہ سمجھی کہ ٹالا مری بات کو

کسی روز تہی میں لب بام پر
نگہہ تھی مری خاص اَور عام پر

یہہ آیا نظر مجھکو زیر مکاں
گدا پانچ کچھہ کر رہے ہیں بیاں

مخاطب وہاں ایک سے ایک ہے
ادہر اور ادہر کلمہ نیک ہے

فسانہ بہت کر چکے جب بیاں
تو کہنے لگی عشق کی داستاں

سنی مینے جب داستاں غور سے
ہوا خوف پہر گردش دَور سے

فقیروں نے جو بات دیکھی کہی
تو میں شوق سے اسکو سنتی رہی

جو معشوق و عاشق کی رُوداد ہے
وہ بالکل ہمیں اب تلک یاد ہے

غلط کب فقیروں کا اظہار ہے
ہماری بیاں کا مددگار ہے

جو تیر محبت سے دل ریش ہیں
وہ شاہد مری پانچ درویش ہیں

سنو گی اگر میری تقریر کو
تو جانو گی الفت کی تاثیر کو

عقیلہ پکاری کہ کیا دیر ہے — کہاں تیری باتوں سے دل سیر ہے
فصاحت بلاغت میں مشہور ہو — سناؤ ہمیں کچھ جو منظور ہو
دکھاؤ نہ اب انتظاری سنو — کہو بات اپنی ہماری سنو
نفیسہ پکاری یہہ پھر جوش سے — سنو میری قصہ کو تم ہوش سے
فقیروں کی باتیں زبانی ہہیں — یہہ قصہ ہے سچا کہانی نہیں
زباں پر ہے اسدم بیانِ فقیر — زباں ہے ہماری زبانِ فقیر

یہہ ایک عاشق کی کہانی ہے بیان اسکا نفیسہ کے زبانی ہے

پلا جام وہ ساقیٔ نیکذات — کہ ہے دور کیفیتِ کائنات
ہوس ہو پری کی نہ پھر حور کی — نظر نشہ میں ہو بہت دور کی
کسی بت کی میں سر نہو کے مروں — خدا پر دل و جان صدقے کروں
کبھی دل نہ ایسی تمنا کرے — کہ مرنے پہ اپنے صنم بھی مرے
نہ بہائے کسی دلستان کیطرح — مروں میں نہ بت پر جواں کیطرح
جو پوچھے کوئی کسطرح ہے بیاں — کہوں اسطرح اسطرح ہے بیاں
سرِ راہ تھا ایک شہرِ کلاں — زمانہ میں مشہور نصفِ جہاں
عمارت وہاں کی عجیب و غریب — درِ شہر سے تھے گنگا قریب
کسی روز کیا دیکھتا ہے فقیر — کہ ٹھہری وہاں آکے فوجِ کثیر

لب نہر برپا ہوئی سب خیام — قرینہ سے ٹھہری خواص و عوام

کوئی شاد ہوکر نہانے لگا — کوئی جانب شہر جانے لگا

کوئی ہاتھہ منہ اپنا دہونے لگا — کوئی جاکے بستر پہ سونے لگا

کسی نے بہت جلد شربت پیا — کسی نے طلب جلد خاصہ کیا

کسی نے کیا ساغر مے طلب — ہوا کوئی معشوق سے لب بلب

کوئی آپ کھانا پکانے لگا — کسیکو کوئی کچھ کھلانے لگا

ہوئی فوج مصروف سب کام میں — کوئی سیر میں کوئی آرام میں

بتوں کی کسی جا گزرگاہ تھی — وہی شہر سے نہر کو راہ تھی

تماشا عجب آنے جانیکا تھا — وہ دن ہندوؤں کے نہانیکا تھا

کوئی گھر سے آکر نہانے لگا — نہاکر کوئی گھر کو جانے لگا

کسی نے لیا دم در شہر پر — کوئی آکے ٹھہرا لب نہر پر

روانہ تھی خلقت ادہر اور ادہر — تماشائے عالم تھا پیش نظر

ہوا راہ میں اسقدر ازدحام — کہ مشکل سے چلتے تھے خاص و عوام

جہانکو اگر دیکھئے غور سے — تو ہے آمد و شد اسیطور سے

کوئی خاک آباد ہووے یہاں — کہ راہ عدم پر ہے قائم جہاں

کبھی گھر سر راہ بستا نہیں — ٹھہرنیکا یاں کوئی رستہ نہیں

دلا جانتا ہے ہر اک ذی حیات — ہمیشہ کسیکو نہیں ہے ثبات

جہانمیں تو نام بقا ہی نہیں
یہ اک روز دار فنا ہی نہیں

رہیں اہل دنیا نہ دنیا رہے
رہے وہ سدا نام اسکا رہے

جو آیا ہے جانیکو وہ کیا رہے
کوئی دم کی خاطر یہاں کیا رہے

ٹھہرنیکا موقع نہیں دیکھنا
قضا آن گھیرے یہیں دیکھنا

تماشائی دار فنا دیکھہ لو
جو کہنا کہو دیکھنا دیکھہ لو

پھرا کمیت قلم کی عنان
چلو واں جہاں سیر کا ہی مکاں

جواں شہر کی راہ کو چھوڑ کر
مقابل کھڑی ہیں ادھر اور ادھر

سر راہ خلقت کا اک ازدحام
تماشائیوں کی عجب دھوم دھام

کسیکو کسی سے جو کچھ چاہ تھی
نظر اس کی خاطر سر راہ تھی

جو انکا وہ دیکھنا غور سے
حسینوں کی آمد وہ اک طور سے

اشارہ کیا ایکنے ایک کو
نہ دیکھا کسینے بد و نیک کو

کسی سے کوئی مسکرا کر چلی
کوئی صاف رستہ بتا کر چلی

کسی سے کوئی منہ چھپا کر چلی
کوئی صاف چہرہ دکھا کر گئی

حیا سے کسیکی زمیں پر نظر
کوئی دیکھتی تھی ادھر اور ادھر

کسینے عجب سانگ برپا کیا
تماشائیوں سے تماشا کیا

کبھی منہ چھپایا دکھایا کبھی
کبھی کچھ ہنسایا رلایا کبھی

گئیں اک ادا سے جدھر سے گئیں
پھریں نہر سے یا وہ گھر سے گئیں

قیامت حسینوں کی اک چال تھی — خلائق سر راہ پامال تھی

جڑے تار رخت زری وار سے — بنی کہکشاں راہ رفتار سے

وہ دیکھا حسینوں کا جو رنگ تھا — مگر عاشقوں کا جدا ڈھنگ تھا

کسی سے کوئی راہ میں ہمکنار — کوئی انتظاری میں تھا بیقرار

کسیکو تھی زلف صنم کا خیال — کوئی چال سے یار کی پائمال

کسیکے فدا کوئی رخسار پر — کوئی مرچکا چشم بیمار پر

تصدق ہے نطق زبان پر کوئی — کوئی لب پہ صدقہ دہاں پر کوئی

کسی شخص کو چھیڑنے کا مرض — کسیکو فقط دیکھنے سے غرض

کسی شخص کو اشتیاق وصال — تو ہر ایک ہے پاے بند خیال

سر راہ لشکر سے آکر جوان — لگے سیر کرنے یہاں اور وہاں

کئی عورتیں نہر سے صف بصف — نہا کر چلیں اپنے گھر کی طرف

مگر ایک ان میں صنم بیمثال — قیامت کا قد تھا تو آفت کی چال

اٹھائے ہوئے صاف منہ سے نقاب — الگ ابر سے جسطرح ماہتاب

روانہ ہے گھر کی طرف بیخطر — قدم ہیں زمیں پر فلک پر نظر

زیادہ کہیں چال کم ہے کہیں — کہیں راستہ ہے قدم ہے کہیں

خیال بلندی و پستی نہیں — شروع جوانی ہے مستی نہیں

ابھی تک لڑکپن کی ہے شان کچھ — بناوٹ کا دلکو نہیں دھیان کچھ

کہاں جان واقف ہے انداز سے ادا سے خبر ہے نہ کچھ ناز سے

قدم لڑکھڑاتے ہیں ہر حال میں مگر شاد ہے وہ اسی حال میں

نہیں عمر تیرہ برس سے زیاد گریبان سے ہے دور دست دراز

کہاں ہے زمانہ سے دلکو خبر جوانی میں ہے بالہ پن کا اثر

جبیں پر لٹیں زلف کی سربسر پڑیں چھائیاں روئے مہتاب پر

ہوا آہ دن میں اثر رات کا پڑا مہر پر عکس ظلمات کا

خبردار اس سے نہیں یہہ تھا کھلا کیا بدن میں ہے کیا ہے چھپا

کھنچاوٹ سے انگیا ہے درکی ہوئی الگ سے سر چادر ہے سرکی ہوئی

لٹکتا ہے جھومر جبیں سے کہیں دوپٹہ کا آنچل کہیں سے کہیں

مگر حسن کی یہہ کرامات ہے کہاں سادہ پن میں بھی کچھ بات ہے

حسینوں کا دیکھا عجب طور کچھ بگڑنے سے بنتے ہیں یہہ اور کچھ

سر راہ آئی جو وہ گلعذار اٹھیں انگلیاں اسکی جانب ہزار

کوئی ہاتھ چھاتی سے ملنے لگا کوئی شکل پروانہ جلنے لگا

کوئی دیکھکر آہ کرنے لگا کوئی اپنے ہاتھوں سے مرنے لگا

ہر اک رستہ پر لب گور تھا یہہ آیا وہ آیا یہی شور تھا

تماشہ تھی رستہ میں رشک قمر سر و پا پہ غش کر گیا ہر بشر

جو دیکھی کسینے نظر سے جبیں پکڑ لی وہیں دزد دل نے جبیں

اُٹھی آنکھہ زلفِ سیہ فام پر — گرے آپ مرغِ نظر دام پر
اسیری کی ضد نے جو توڑا دیا — ہر اِک شخص نے پاؤں پھیلا دیا
طلسمات زلفِ گرہ گیر تھی — قدم لاکھہ تھے ایک زنجیر تھی
جھکے لوگ سب ابروئے یار پر — گرے زخم کھانیکو تلوار پر
نہ تھا آنکھہ کو رُخ بد و نیک کا — نظر سے کیا کام ہر ایک کا
جو عارض کو دیکھا کہا راہ میں — مہ عید قرباں ہے اِس ماہ میں
یہہ بینی باریک کا اَوج ہے — کہ دریائے خوبی کی اِک موج ہے
یہہ حلقہ ہے نتھہ کا کہ گرداب ہے — گہر نتھہ کا اِک قطرۂ آب ہے
یہہ ہو بحرِ خوبی کی جب آب و تاب — تو کیونکر نہو جانِ عاشق حباب
نکلتے ہیں اہل جہاں ڈوب کر — نہ اُچھلا کوئی پھر یہاں ڈوب کر
جہاں کر رہا تھا نظر غور سے — کہ دیکھیں دہن کو کس طور سے
چھپا تھا نہ غنچہ کسی جھاڑ میں — دہن نتھہ کے موتی کی تھا آڑ میں
لبِ سُرخ موتی سے پنہاں ہوا — نہاں ایک قطرہ سے مرجان ہوا
پکاری وہ کہتی تھی جو لعل کو — چھپایا ہے اِک دُر نے دو لعل کو
ذقن تک پسینہ کا سیلاب تھا — نہ چاہِ زنخداں بھی بے آب تھا
نظر آئی سب کو جو گردن بلند — ہوئے دیکھنے کو سرو تن بلند
جو دستِ حنائی طلسمات تھا — تو ہر ایک دل پر وہی ہاتھہ تھا

وہ باؤ ہے آبِ رواں کا ہرا
مگر بلبلوں کا نہیں کم اُبہار

اُٹہائے ہوئے سر اُسے طور سے
کہ محرم ہی دیکہیں جنہیں غور سے

کہٹکتا تہا مُوئے کمر آنکہہ میں
یہی تار تہا ایک ہر آنکہہ میں

جہکی خلق پائے صنم دیکہہ کر
کسی میں نہ دم تہا قدم دیکہہ کر

کسیکی نہ تہی واں کسی پر نظر
ہر اِک شخص کی تہی اُسی پر نظر

دو بالا ہوئی قد سے شانِ زمیں
بنا سرو سا قد نشانِ زمیں

سرِ راہ عاشق غشی سے گرے
جواں پاؤں پر سرکشی سے گرے

صنم کو جواں خوج کے دیکہکر
ہوئے بادۂ حسن سے بیخبر

مگر ایک نے جست کی ایکبار کی
بہت جلد لی آڑ دیوار کی

وہ سروِ رواں اپنے انداز سے
برابر کو نکلا جو اِک ناز سے

جو انکا یہاں اور ہی ڈہنگ تہا
کہ اِک ہاتہ میں ریزۂ سنگ تہا

لگایا اُسے زور سے گال پر
ہوئے طائرِ حسن کی لال پر

ہوا سرخ رخسار گہبرا گئی
شفق بطرح ماہ پر چہا گئی

لگا گال پر زخم مضطر ہوئی
جہجک کر کہا آہ دِتّا موئی

کیا بیخودی سے سخن اسقدر
سمجہہ کر کہا دل سے او بیخبر

بہلا تجہکو موقع کہاں آہ کا
بُرا ہے نکلنا یہاں آہ کا

کسی نے اگر بات کو پا لیا
تو پہر جانیو تجہہ کو رسوا کیا

سُو چھپا کر یہ دلکو ہوئی پھر خموش | رہا دل کے اندر ہی جوش و خروش

مگر بیقراری میں اتنا کیا | فقط گال کو ہاتھہ پر رکھ لیا

چھپایا بہت ماہ نازنے | مگر پا لیا ایک ہمراز نے

کہا کان میں زخم کیونکر لگا | کہا میرا دیوار سے سر لگا

کہا بعد کیوں بہڑی جا کے دیوار سے | کہا خوف مردان بازار سے

کہا پہر یہہ ہرنے کا کیا طور تھا | کہا ڈر دسر تہا نہ کچھہ اور تھا

کہا پہر یہہ ہمراز نے ڈہنگ سے | کہ واقف ہیں ہم ریزۂ سنگ سے

ابھی یاد ہے نقشۂ گل ہمیں | نہ بہولا تماشائے بلبل ہمیں

چمن میں کوئی دن جیسے ہے عندلیب | نہوبے محل شوخیٔ عندلیب

اُٹھائی نہیں ہاتھہ جس پھول تک | لگا یا ہی پتھر تو کس پھول پر

پکاری یہہ رشک قمر او رفیق | جدا ہے جہاں سے تمہارا طریق

اگر آپنے بات کو پا لیا | کہو چھیڑ کر مجھکو پہر کیا لیا

بُری بات کہنی ہی معیوب ہے | چھپانا ہر اک عیب کا خوب ہے

وہ ہمراز سے بات کرتی ہوئی | روانہ ہوئی گھر کو ڈرتی ہوئی

گئی جب مکانمیں تو رونے لگی | محبت کی تاثیر ہونے لگی

کسی سے کرے بات کیا اب مجال | غرض ہو گیا اور ہی کچھہ خیال

طبیعت ابھی تک تو ڈلاگ تھی | محبت نے پھونکا جو کچھہ آگ تھی

سنا حال کچھہ فتنہ پرداز کا
سنو حال اک کشتۂ ناز کا

گیا پاس سے جب وہ سرو رواں
گرا خاک پر آہ کرکے جوان

بڑی دیر تک یونہیں غش میں رہا
کسی سے نہ کچھہ بھید دل کا کہا

جو پھر بات کہنے کی طاقت ہوئی
پکارا یہی آہ ڈیّا ہوئی

اسی بات کی چوٹ ایسی لگی
لگا کہنے ڈیّا یہہ کیسی لگی

سنا خلق نے جب کلام جواں
ہوئے پھر تو آگاہ خورد و کلاں

کہا سب نے الفت نے مارا اسے
کہاں بات کرنیکا یارا اسے

رفیقوں نے رو کر کہا ای عزیز
تجھے چاہیے نیک و بد میں تمیز

جگہہ ہے سنبھلنے کی یاں ہوش کر
گرا چاہتا ہے کہاں ہوش کر

تجھے دین و ایماں کا بھی دھیان ہے
کہ ہندو ہے وہ تو مسلمان ہے

کسی جوش سے تمکو الفت ہوئی
تمہاری اسے کب محبت ہوئی

جوانی پہ اپنے کرو کچھہ نظر
مرو تم نہ اب خواہش نفس پر

کیا جب نہ اس پر اثر پند نے
کہا اسطرح اک خردمند نے

ہوا کس سخن پر تو اتنے دلفگار
بہت اس چمن میں برنگ ہزار

نئے ڈھنگ سے بولیاں بولکر
اوڑے اپنی اپنی زباں کھولکر

کوئی دن ہوا باغ کی کہا گئے
سبھی موت کے دام میں آ گئے

چھپے آہ جا کر وہ ایسے کہیں
زمیں پر نشاں آج انکا نہیں

ہوا گر کوئی یاں فصیح زباں | تو پہر کہا ہی کیڑوں نے اُسکی زباں
لحد ہی نہ نہہات اُسکی رہی | رہا وہ نہ وہ بات اُسکی رہی
حسینوں نے پائیز نہ کیا کیا کہا | نہ دیکہا ہی سو ہوش تمکو رہا
ہزاروں طرحدار رشک قمر | گئے مثل سایہ ادہر سے اُدہر
رہی وہ نہ تصویر گہر میں ہی | بس اک اُنکی صورت نظر میں رہی
نہیں منحصر کچہہ اسی بات پر | نہ کوئی مرے یاں کسی بات پر
کسیکا نہ رنج و الم کیجئے | تو اپنے ہی مٹنے کا غم کیجئے
حنا ہی پکڑتی تہی جنکے قدم | نزاکت سے رکتا تہا سینہ میں دم
چہپر کہٹ سے دم بہر اُترتی تہی | زمیں سخت پر پاؤں دہرتی تہی
بچہونمیں پہنچی اگر در تلک | پسینہ میں ڈوبا بدن سر تلک
فلک پر تو رکہتی نہ تہی پانونکو | زمیں آج ہی سائباں چہانوکو
بشر خاک یہاں پر اُچہلکر چلے | کہ راہ عدم ہی قدم کے تلے
گزرتے ہوئی ہی یہاں دیر کچہہ | یہہ رستہ ہی سیدہا نہیں پہیر کچہہ
کچی پر نظر آہ پڑتی نہیں | کہیں پوچہنی راہ پڑتی نہیں
ہوئی کس جگہہ آپ محو جمال | نہیں آپکو کچہہ خیال مآل
یہہ عشق و جوانی و دم کب تلک | تماشائی حسن صنم کب تلک
کہانتک یہہ سودائی زلف دوتا | کہ آخر ہی ہر چیز کی انتہا

پہر دو پہر جمع مخلوق ہے ۔ نہ عاشق ہے یاں نہ معشوق ہے
ہو جاتے ہیں یہاں سب لوگ ۔ کہاں پہر یہ جلوے کہاں پہر لوگ
زمانہ ہے سب پائے بند اجل ۔ پڑی ہے گلے میں کمند اجل
طریق قضا سے کسے ہے خبر ۔ کہ ڈالی یہ دم میں کہاں کہنچ کر
کسیکو نہیں ایکدم بہی قرار ۔ فلک بہی ہے گردش میں لیل و نہار
جو ہے نہ پہر دو پہر تک قیام ۔ تو ہے دو ہی دنکو گہر و نمیں مقام
نہیں دیر گہر سے نکلتے ہوئے ۔ کیا آنکہہ کو بند چلتے ہوئے
چلے جب کوئی ٹوک سکتا نہیں ۔ فرشتہ بہی پہر روک سکتا نہیں
کسیکی نہ ہو دستگیری سے کچہہ ۔ جوانی سے کچہہ ہو نہ پیری سے کچہہ
جنا بہی پکڑتی نہیں پہر قدم ۔ نزاکت سے رکتا نہیں پہر یہ دم
کرو جان کی قدر اے مہربان ۔ کہ جاتی ہے ہاتہوں سے عمر رواں
یہہ دم ہے غنیمت سمجہہ لو اسے ۔ یہاں سانس لینے کی مہلت کسے
مناسب یہی ہے بشر کے لیئے ۔ سر خاک تکیہ ہو سر کے لیئے
اسی پائے عزت ہوا افلاک پر ۔ جو سجدہ میں سر ہو جبین خاک پر
یہی بندگی سے نمود بشر ۔ نہیں جز عبادت کے سود بشر
محبت ہیں اللہ کی دم بہرے ۔ ہر اک سانس میں فکر اسکا کرے
تمہیں چاہیے فکر انجام کی ۔ بتوں کی محبت ہے کس کام کی

خردمند نے اسطرح سے کہا | یہہ ویسی ہی خاموش سنتا رہا
یہہ سنکر بڑہا اور بہی کچہہ جنون | سنا حال سب کچہہ کیا ہائے ہون
اٹہاتے رہے یار سب نیم دم | اٹہے خاک سے خاک نقش قدم
لڑائی کو جاتا تہا لشکر تمام | کیئے پہر جوان کی لیئے دو مقام
ہوا جب عاشق کو مطلق خیال | کیا کوچ لشکر نے بہر جدال
گئی فوج سو فتح یہ اک شان سے | لیا گوئے نصرت کو میدان سے
مہینے کے اندر بصد احتشام | کیا فوج نے پہر یہاں پر مقام
جوان سی محبت تہی ہر ایک کو | رفیقوں نی کی یار کی جستجو
رہا یہہ اسی جا پہ مثل نشان | جہاں اسکو چہوڑا تہا پایا وہاں
نہ تہا عاشق زار کچہہ ہوش میں | سنبہالا رفیقوں نے آغوش میں
کئی روز سے تہا جو ترک طعام | گلا خشک تہا بہی نہ تاب کلام
رفیقوں نی کہانا کیا روبرو | اشارہ سی اپنی ہی کی گفتگو
اگر وہ کہلائیے تو کچہہ کہائیے | نہیں تو اسیطور مرجائیے
سنا آہ جب یہہ کلام جوان | نہ ٹہہرا رفیقوں سی کوئی وہاں
غرض ڈہونڈکر شہر و بازار میں | گئی سب کے سب کوئی دلدار میں
ہوا جسکی دختر پہ عاشق جوان | وہ تہا ہندوؤں میں امیر کلان
رفیقوں نے جاکر کہا ائے امیر | امیروں کی آتے ہیں زیر فقیر

جو مشکل بھی ہو سائلوں کا سوال ... وہ دیتے ہیں جس چیز کا ہو خیال
سنا ہے اسی آستاں کے قریب ... کئی دن سے بھوکا ہے مرد غریب
نہ اب بھی دیا گر نوالہ اُسے ... تو پھر جان کر مار ڈالا اُسے
فقط عرض سنکر نہ چپکی رہو ... وہ کہانا کہلانے کسیکو کہو
رفیقوں نے اپنا اشارہ کیا ... تونگر نے پاکر کنارہ کیا
کہا جوش میں یہ ہوگا کبھی ... چلے جاؤ تم سامنے سے ابھی
اُٹھے پھر تو غصہ میں سارے جواں ... گئے جوش میں فوج کے درمیاں
کہا حال مشتاق کا سر بسر ... تونگر کے بھی حال سے دی خبر
ہوا فوج میں اس طرح مشورا ... توقف کرو ایک ساعت ذرا
کہو پھر امیر جفا کار سے ... اگر پیش آوے وہ انکار سے
نہ چھوڑو اسیطور یارو اُسے ... کرو شہر میں قتل مارو اُسے
ہوئی فوج تیار جب قتل پر ... ملی جلد سردار کو بھی خبر
خبر سے رہے ہوش دلکو کہاں ... گیا خوف سے فوج کے درمیاں
کہا فوج سے کچھ نہ منہ سے کہو ... ابھی کام ہوتا ہے چپکے رہو
یہہ کہکر نہ تھی تاب سردار کو ... گیا حاکم شہر کے روبرو
ہوئی تھی جو کچھ فوج میں گفتگو ... کہی حاکم شہر سے مو بمو
کہلا اُسے جب فوج کا مشورا ... تو سنکر نہ حاکم بھی ٹھہرا ذرا

سنائی امیر کلاں کو خبر ۔ پکارا کہ بیٹھو نہ اب بےخطر
توقف کا موقع نہیں ہے ڈرو ۔ کوئی بات تجویز ایسی کرو
کہ ہو شہر و بازار کو اب اماں ۔ نہیں تو ہوی قتل خرد و کلاں
کوئی اور ہمسے نہ تقریر ہو ۔ بچانے کی خلقت کے تدبیر ہو
پکارا امیر کلاں ایجناب ۔ نہیں مجھکو مرنے سے کچھہ اضطراب
تصدق ہو جاں پر زر بیشمار ۔ مگر جاں ہو عزت کے اوپر نثار
مجھے جان سے پیاری دولت عزیز ۔ زیادہ ہو دونوں سے عزت عزیز
ابھی ذبح ہونیکو تیار ہوں ۔ تباہی سے خلقت کی ناچار ہوں
مجھی پر جو ہوتا یہاں جور کچھہ ۔ تو مرنے سے بہتر نہ تہا اور کچھہ
یہی ہو مجھے آج خوف و خطر ۔ مرے ساتھ مرتے ہیں لاکھوں بشر
ہوا میرے سر پر جو خون جہاں ۔ کہاں پہر قیامت میں مجھکو اماں
گنہگار اسوقت مجبور ہے ۔ جو کچھہ آپ کہتے ہیں منظور ہے
تونگر سے اتنا ہی سنکر کلام ۔ گیا حاکم شہر سوئی خیام
کہا فوج سے اٹھ گہیرا لیئے ۔ جواں کی قریں شوق سے جائیے
تماشا یہہ دیکہیں سبہی خاص و عام ۔ کہلائیگا عاشق کو دلبر طعام
یہہ سنکر جواں فوج جرار کے ۔ گئے پاس پہر عاشق زار کے
وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لیکر غذا ۔ کہلانے کو آئی ہے اک مہ لقا

ہزاروں مددگار ہمراہ ہیں — کنیزیں ہیں دو چار ہمراہ ہیں
پری پاس آکر بڑے ناز سے — پکاری یہ عاشق کو آواز سے
بڑا ظلم تونے تُرکوا کیا — مجھے ساری خلقت میں رُسوا کیا
سوا میرے کیا اور انسان تھا — کوئی دل لگی کو مُسلمان تھا
نہیں چاہیئے تھی تجھے قوم سے — الگ کر دیا کیوں مجھے قوم سے
بُلاکر مجھے ہاتھ کیا آ گیا — گئی میری عزّت ترا کیا گیا
تو اک مدت سے کیا کہیں گے تجھے — مری قوم ساری ہنسینگے مجھے
زمانہ ہی جس منہ پہ مائل رہا — نہ وہ منہ دکھانیکے قابل رہا
رہی آہ عزّت نہ ماں باپ کی — بنی بات بگڑی ہے ماں باپ کی
لگا زخم جب ریزۂ سنگ سے — چھپاتی رہی میں ہر اک ڈھنگ سے
یہہ ہیبت بھی کچھ داغ سے کم تھا — بدن میں اسی خوف سے دم نہ تھا
ترکوا پڑا سخت پایا تجھے — نہ اس ظلم پر چین آیا تجھے
بُلایا مجھے فوج کے زور سے — ملی جیتے جی میں تو اب گور سے
خدا کے لیئے تو بھی انصاف کر — مجھے دیکھ لے پھر بیاں صاف کر
کیا ظلم تونے وہ معشوق پر — عیاں ہے ترا ظلم مخلوق پر
وہاں ریزۂ سنگ تھا اب یہاں — پڑا ٹوٹ کر سر پہ کوہِ گراں
اُٹھیگا نہ کوہِ گراں کاہ سے — سیہ منہ چھپاؤنگی کس راہ سے

گئی جس جگہہ واں ہی ذلت مجھے | بہانے سی چھیڑی گی خلقت بہ مجھے
جگہہ میری اب گہر کا کونہ ہوا | ہنسی غیر کی میرا رونا ہوا
یہہ تیری محبت سی تیہر پڑے | مجھے آج ہنستے ہیں چھوٹی بڑے
تمہاری تو اک خواہش دل ہوئی | مجھے زندگی آج مشکل ہوئی
نہ میری لیے تم پریشاں ہوئے | مری موت کا آپ ساماں ہوئے
کہا ایک لونڈی نے بی بی سنو | مصیبت پہ اپنی نہ تم سر دہنو
خبر نیک و بد کی ہی اسکو بہلا | برا آپ کہتی ہیں اس کو بہلا
جواں پر عجب غصہ و جوش ہے | تمہیں اب کہو اسکو کچھہ ہوش ہے
پڑا ہے جو رستہ یہ خانہ خراب | ہر اک عضو نے دیدیا ہی جواب
کوئی لب ہلانے سی ہلتا نہیں | کسی بات سے بہید ملتا نہیں
چلے کسطرح آہ کار بدن | اٹہاتے نہیں پاؤں بار بدن
جو تہا عضو کا عضو سی ارتباط | وہ ملنے سے کرنے لگے احتیاط
نہ کچھہ پوچھیے ماجرای بدن | کئی دن سی بگڑی ہوای بدن
رکا اسطرح دم کہ آتا نہیں | دہن تک بہی اب تہہ جاتا نہیں
زباں کچھہ جو کہتی ہی رک رک کہیں | زباں کا سخن کان سنتے نہیں
حقیقت تو ظاہر ہے سب آنکھہ کی | پہری آنکھہ سی پتلی اب آنکھہ کی
کوئی عضو جب یاں نہ چارہ کرے | کہو جان کیونکر گزارہ کرے

کسی عضو پر کچھہ نہیں اختیار / پڑا ہجر میں پر بسان غبار
خبر جلد لو اپنے اب باز کی / مری جان یہہ بات ہے راز کی
ہوا یہہ دوا کی نہیں احتیاج / کرو تم تو ہی ایک اس کا علاج
یہہ تھہ بہی کہڑا ہوا ہی خاک سے / ہوا گر لگے دامن پاک سے
ادہر جنبش دامن یار ہو / شگفتہ ادہر بہ شکل گلزار ہو
اٹھاؤ اسی بات میں خیر ہے / تمہارا ہوا اب یہہ گو غیر ہے
اسے گلشن حسن تک راہ ہے / یہہ بلبل ہی بی بی ہوا خواہ ہے
بلائیں مسافر کی لو ہاتھہ سے / در بے بہا ہے نہ دو ہاتھہ سے
ہوا چاہتا ہی گہر بیمیں جواں / مسافر کوئی دم کا ہی میہماں
مری جاں نہیں یہہ ستم کی جگہہ / جگہہ رحم کی ہی کرم کی جگہہ
یہہ مرتا ہے اس دم جلاؤ اسے / اگر جی گیا کچھہ کہلاؤ اسے
سنانے کو خلقت کے تھی گفتگو / یہی تھی طرحدار کی آرزو
جو کوئی کہی کچھہ کہلاؤں اسے / بہانے سے چہاتی لگاؤں اسے
کہا یہہ جو لونڈی نے حیلہ ہوا / کلام کنیزک وسیلہ ہوا
سنبہالا بغل میں بڑی شوق سے / دیا منہ میں لقمہ عجب ذوق سے
سناتا ہوں حسرت سے حال جواں / ہوا اس طرح سے مآل جواں
ہوئی آنکھہ جب چار دلدار سے / نظر کی بڑی دیر تک پیار سے

نہ پہرا مگر آہ دست ہوس — کیئے طوق گردن میں دست ہوس
حقوق محبت ادا کر گیا — گلے سے لپٹ کر قضا کر گیا
کیا کوچ جب عاشق زار نے — کہا رو کے مردہ سے دلدار نے
بڑے آپ ہم سے دغا کر گئے — کہ رستے سے دامن چہوڑا کر گئے
کیا خوب تم نے بلا کر ہمیں — اڑے آپ ستہ بتا کر ہمیں
سنی کچھ نہ میری نہ کچھ کہہ گیا — دہن ہی کہلنے کا کہلا رہ گیا
ہوا بیاہ جس شخص سے بیشتر — تمہاری محبت کی پاکر خبر
نہ وہ گرد مطلق ہمارے ہوا — بڑے رنج و غم سے کنارے ہوا
برا فوج سے پہر جو پالا ہمیں — عزیزوں نے گہر سے نکالا ہمیں
دیا رنج سے ساتھ خوان طعام — کیا اسطرح باپ نے پہر کلام
یہہ تیرے سبب ہمکو ذلت ہوئی — تو ہی باعث رنج و تہمت ہوئی
پہرا راہ سے باپ منہ موڑ کر — گیا اور کنبہ یہاں چہوڑ کر
جو پہر کچھ بہروسہ تمہارا کیا — مگر آپنے ہی کنارہ کیا
بتاؤ تمہیں ہم کدہر کے ہوئے — نہ باہر کے اور نہ گہر کے ہوئے
قضا ہے ہماری بہی تاک میں — ملیگا بدن پہول سا خاک میں
کہاں عمر پائی کہ کہوئی یہاں — کسے میں نہیں تہی جو روئی یہاں
محبت کا اسکی ہو کیا اعتبار — کہ ہوتا ہے غیر جو دل فگار
بلاکر سخن کچھ نہ منہ سے کہا — طلب جب کیا حکم پر چل دیا

نہ کوئی پھر و سنہ کسیکا کرے
نہ یاں اعتبار اپنے جی کا کرے

کیا جسنے پیدا سبھی خشک و تر
اُسی کا بھروسا اُسی پر نظر

نہ کوئی کسی دلربا پر مرے
مرے ہی تو راہِ خدا پر مرے

کہا سُنکے لونڈی نے بی بی ڈرو
نہ بیہودہ مُردہ سے باتیں کرو

کہاں بات سُنتا ہی وہ آپ کی
کرو دھیان عزت پہ ماں باپ کی

جہاں تمکو ہنستا ہی چپکی رہو
ہماری سنو اب نہ اپنی کہو

نہ چھوڑو خموشی کے انداز تم
زباں سے نہ دل کا کہو راز تم

خبر کیا ہے دُنیا کی جانی تمہیں
کہاں ہی عروجِ جوانی تمہیں

ہوا ہے یہہ حُسن کو کب کمال
کہ پہلے ہی ہوتی ہو گھٹ کر ہلال

اگر دل میں حُسن سے چور ہے
یہہ جرأت سن و سال سے دور ہے

زمانہ کو دیکھا کہاں آپ نے
ابھی آنکھہ کھولی یہاں آپنے

گلے سے لپٹ کر جواں مر گیا
جو مُردہ کو دیکھا تو دل ڈر گیا

یہاں ہی یہی سانگ اے گلعذار
ہزاروں ہی مرتے ہیں لیل و نہار

کوئی یاں لپٹ کر گلے سے موا
جدا ہو کے کوئی تصدق ہوا

کسیکا ہی وصلِ صنم سے وصال
کوئی صدمۂ ہجر سے پائمال

یہہ مرنا ہی کوئی نیا کام ہے
یہی زندگانی کا انجام ہے

جواں جسطرح سے یہاں پر موا
مقدر میں یوں ہی تھا لکھا ہوا

مگر آپنے عشق جانا اسے — نہ سمجھی قضا کا بہانا اسے
تمہیں آج جس بات کا ہے عجب — تمہاری خرابی کا ہے یہہ سبب
لپٹ کر مرو کس لیے غیر سے — غنیمت ہے جو دم جیے خیر سے
کہاں گل سا چہرہ یہہ گلشن کہاں — جوانی کہاں پھر یہہ جوبن کہاں
وہ ہے کون جو آج شائق نہیں — مرو راہ چلتے یہہ لائق نہیں
نہ الفت کرو تو وہ خاک کی — محبت ہے واجب خدا پاک کی
کرو عشق اللہ کے نام سے — بچایا تمہیں تہمت عام سے
سلامت رہا شمع کا حسن رنگ — خدا آپ ہے آپ جسم پتنگ
گیا آپ گلچیں چمن سے گزر — رہا پھول کو کس کا خوف و خطر
اڑا آہ بلبل گل تر رہا — تمہیں کس کے نالہ کا اب ڈر رہا
نہ ٹھہرو یہاں جلد گھر کو چلو — سوا اب تو یہہ نام اسکا نہ لو
زمانہ کے جھگڑے نبڑے گئے — گیا یہہ تو قصے بکھیڑے گئے
یہہ سنکر صنم نے کہا ای کنیز — مجھے جان و دل کچھ نہیں ہے عزیز
نہ گھر پر نہ جاہ و حشم پر نظر — مری اب ہے ملک عدم پر نظر
غلط بات منہ سے نہ کہہ بھول کر — تو ہی اس جگہہ مجھکو معقول کر
محبت ہے لوگو نکو عورات سے — نہیں عیب و انکو اس بات سے
مگر عور تو نکا جدا ڈھنگ ہے — انہیں نام سے عشق کی ننگ ہے

جو بہولے سے بہی نام لیں غیر کا
گماں ہم نشینوں سے کب خیر کا

اسیدم سیاہی کا ٹیکہ لگے
بیاں سے بہی مُردوں کے دہبہ لگے

یہاں پر تو دہبہ کا کیا ذکر ہے
ہوا منہ یہہ کالا یہی فکر ہے

کہوں کیا جوان کی ہے ساری خطا
ہوا آپ یہہ - کیا ہماری خطا

حقیقت میں وُہ ہٹیہ سے منہ صاف ہے
کہاں پر زمانہ میں انصاف ہے

رہی میں تو گہر میں بُری خیر سے
لگا داغ یہہ خواہش غیر سے

زمانہ کہڑا ہے مری سامنے
نظر مجھ پہ کی خاص نے عام نے

نہ عزت رہی اور نہ پردہ رہا
کہو زندگی کا مزا کیا رہا

جلا گو کہ پروانہ دلِ فگار
کہاں تک گل شمع کی یہہ بہار

ہوا پاک گلچیں سے باغ جہاں
نہیں پہول سے دور بادِ خزاں

رہا گو نہ بلبل کے نالہ کا ڈر
نہیں کم جلانے کو سوزِ جگر

وہ اپنا ہی جہگڑا مٹا کر گیا
مجہے تو بلا میں پہنسا کر گیا

یہہ ہوتا ہے سے چشم پُرنم تلک
بکہیڑے سارے اسیدم تلک

زمانہ میں ہر دم ہیں صدمے نئے
گئی جان دنیا کے جہگڑے گئے

جہاں سے تو پہر کوچ ہے ایکدن
سفر کے لیئے آج ہے نیک دن

قضا کا مرے ہاتہہ میں ہاتہہ ہے
مسافر ہی اک راہ میں ساتہہ ہے

جو ہوتا ہی اپنا ہی قصہ تمام
تو لونڈی ہے تجہہ سے یہی اب کلام

نہ دے عمر کو مفت برباد تو
بھلایا جو میں نے تو رکھ یاد تو

کہ دیکھو نہ کرنا کہیں اور کچھ
عبادت سے بہتر نہیں اور کچھ

مشتاق ہوں دم کلام اخیر
مری ماں سے کہیو سلام اخیر

جلیسیں سنیں جب مرے حال کو
سنا دیجیو میرے سب حال کو

پدر سے یہہ کہیو کہانی نئی
کہ وہ باعث رنج و ہمت گئی

یہہ کہکر فقیروں کو زیور دیا
پلٹ کر کنیزک کو رخصت کیا

اسیدم محبت کے اک جوش میں
لیا اپنے عاشق کو آغوش میں

فقط منہ سے اک آہ کی مر گئی
جو مر نکلی یہہ چاہ کی مر گئی

ہوا کوچ جب آہ معشوق کا
بنا حال کچھہ اور مخلوق کا

مسلماں پکارے دباو انہیں
کہا ہندؤں نے جلاؤ انہیں

بڑھی دونو جانب سے جب قیل و قال
ہوئی ہر طرف سے صدائے جدال

اٹھایا جو سر فتنہ دہر نے
کہا اسطرح حاکم شہر نے

نہیں خوب آپسمیں جنگ و جدال
مری عرض پر کیجئے کچھہ خیال

جدائی سے مشتاق کی مت رو
الگ دونو مُردونکو پہلے کرو

ثنا او صنم کو کہیں پیشتر
مسلماں نگہباں رہیں اسپر

کسی گھر میں عاشق کو پنہاں کرو
وہاں ہندؤنکو نگہباں کرو

محبت میں دونو کی ہے اک اثر
کشش پر کرو صبح آکر نظر

اگر کھینچ لے عاشق نامراد
کرو دفن دونو کو پھر شاد شاد

صنم کھینچ لے اپنی جانب اگر
جلاؤ صبح کو انہیں بےخطر

اسی پر ہوا فوج کا اتفاق
کہا دیکھہ لو جذبۂ اشتیاق

یہہ زورِ جوانی میں ہے اختیار
جہاں چاہیں بیٹھیں اٹھیں لاکھ بار

یہہ ہیں زندگانی میں سب چوچلے
خوشی سے تو بیٹھے خوشی سے چلے

اگر بند آنکھیں ہوئیں ایکبار
تو مُردو نہ زندو کا ہے اختیار

جو مدِّ نظر ہو وہ ساماں کریں
جلائیں تہِ خاک پنہاں کریں

الگ دو مکانو میں دو نو رہے
سُلایا کسی نے جہاں سو رہے

بتایا جو حاکم نے وہ ہی کیا
اُسی طور دونو کا پہرا دیا

یہہ دیکھا خلائق نے وقتِ سحر
مکانیں میں ہے عاشق کے رشکِ قمر

دکھائی کشش اپنی مخلوق کو
لیا کھینچ عاشق نے معشوق کو

کسی نے بکھیڑا نہ واں پھر کیا
تہِ خاک دونو کو پنہاں کیا

ہوئے چھوڑ کر دُور سارے قریب
نہ پھٹکے کبھی پاس بیمار قریب

مسافر عدم کے ہوئے ساتھہ پر
کسیکو کسیکی نہیں اب خبر

کہوں کیا یہہ راہِ عدم ہے عجیب
نہ نزدیک منزل نہ گھر ہے قریب

مسافر کہیں ہے نہ رہبر کہیں
چلے ساتھہ کوئی یہہ رشتہ نہیں

چھٹے زندگانی کے جب جال سے
گئے اپنی منزل پہ اعمال سے

عمل نیک کے ہاتھ میں ہاتھ دے
کسی کا نہ اس راہ میں ساتھ ہے

وہ گلرو جسے دیکھتے تھے ہزار
تو کانٹا سا اب ہے یہاں خار

ملی خوبی و حسن سب خاک میں
وہ پہلا سا چہرہ ہے کب خاک میں

دوسرے مسافر کی کہانی فقیر ثانی کی خوش بیانی

ہمیں ساقیا کیوں ہو اضطراب
کوئی دم کی خاطر ہے یہ آب و تاب

ہمیں پھر یہ ساعت میسر کہاں
کہاں ہم کہاں مے یہ ساغر کہاں

ہوئی کیا کرامت مجھے چاہ پر
پلا جام اللہ کی راہ پر

نظر نشہ میں ہووے افلاک پر
نہوں خاک ہم تو وہ خاک پر

کٹے رات دن اور ہی لاگ میں
پڑوں بت کی خاطر نہ میں آگ میں

کرے عشق بت کا نہ کافر ہمیں
جلائے نہ مثل مسافر ہمیں

جو پوچھے کوئی داستان غریب
کہوں اس طرح ہے بیان غریب

گدا سیر کرتا تھا شام و پگاہ
زمانہ میں تھی نیک تدبیر گاہ

ہوا ایک بستی میں میرا گزر
ٹہرنا ہوا واں پہ مد نظر

الگ شہر سے تھا مکان فقیر
وہی تھا جہاں میں نشان فقیر

قریب مکاں ایک چاہ عجیب
عجب ایک پیپل کنوئیں کے قریب

وہی چاہ تھا شہر کی راہ پر
گزر تھا ہر اک شخص کا چاہ پر

کبھی لے گیا غسل - پانی پیا ۔ | کوئی آکے ٹھہرا کوئی چلدیا
یہہ دُنیا ہی اِک صُورتِ چاہ ہے | کوئی دم کی خاطر گزرگاہ ہے
ہمیشہ ٹھہرنے نہ پایا کوئی ۔ | گھڑی میں گیا کوئی آیا کوئی
غرض ایک دن کی یہہ ہے داستاں | کہ تکیہ میں آئے بہت سے جواں
طرحدار ٹھہرے مسافر کئی | مسلماں کئی اُنمیں کافر کئی
جو تہا ایک اُنمیں جوانِ عجیب | مسلمانِ دیندار و مردِ غریب
لگایا اُسے عشق کی راہ پر | گیا سیر کرتا ہُوا چاہ پر
پڑی آہ دُختِ برہمن نظر | تصدق کیا اُسنے جان و جگر
وُہ زوجہ تہی اِک صاحبِ مال کی | ابہی عمر تہی پندرہ سال کی
لبِ چاہ پہ بیٹھی آفتاب | جلانیکو شعلہ بجہانیکو آب
مسافر نہ چونکا رہا دیکھکر | محبت سے اُسکو کہا دیکھکر
کرے مدح کیونکر نہ یاں زلف کی | کنوئیں پر ہے اک ریسمان زلف کی
جو ناپے کنوئیں زلف کو کھولکر | گرے اس پہ دلوِ فلک ڈولکر
کمی کچھ نہیں قلزمِ حسن میں | یہ ڈوبی ہوئی ہیں یمِ حسن میں
جو فوارہ ساقد ہے چوٹی تلک | یمِ حسن کی حد ہے چوٹی تلک
کہیں بل نہیں زلف کی بن تلک | تو فوارہ سنید یا ہی بادل تلک
گھٹا منہ پہ زلفِ سیہ فام کی | تری آنکھ میں شکل بادام کی

نہ بے آب کچھ ابروے یار ہے
کہٹا تک اسی تیغ کی دہار ہے

سپیدی جو صانع نے یاں صرف کی
تو بنی ہی تتّی بنی برف کی

گُلِ تر سے رُخ کے نہ کم آب ہے
دہن حلقۂ موج گرداب ہے

کنوئیں پر یہہ آئی ہے کس چاہ سے
نہ چاہِ ذقن کم ہے اس چاہ سے

گلے تک یم حُسن کی آب تاب
بنی بحر خوبی میں پستان حباب

کمر کا نہ کچھ ضعف دشوار ہے
تو یہہ بہی کوئی موج کا تار ہے

حنا سے اگر دست و پا لال ہے
تو یہہ آگ پر آگ فی الحال ہے

خدا کو یہہ بہولی ہے کس آب پر
جلائیگا آتش میں اس آب پر

مسافر کو جب سے نظر وہ پڑی
سراپا کی تعریف تہی ہر گہڑی

کہاں دل مسافر کا اب تہہ پر
نگہہ جب سے آنکہہ سے چاہ پر

طبیعت بہلا کسپہ شیدا ہوئی
جو جلنے جلانے کو پیدا ہوئی

زمیں پاؤں میں چرخ ہے ہاتہہ میں
مگر گردشِ چرخ ہے ساتہہ میں

لیا آب ساغر میں جب چاہ سے
لگے دیکہنے اسکو سب چاہ سے

چلی دو قدم حشر برپا کیا
پہری گرد بیل کے پانی دیا

کہو کیوں نہو افتخارِ شجر
کہ شعلہ ہوئی نثارِ شجر

سمجہاتی ہے یہہ تشنگی شجر
نہیں تہی جلنے کی مطلق خبر

طریقِ ضلالت کا یہہ پہیر تہا کہ اس چاندنی پہ یہہ اندہیر تہا
جلایا اُدہر عاشقِ زار کو دیا آب یاں طعمۂ نار کو
جو رکہتا ہووے ثمر کام کا جہاں میں نہیں وہ شجر کام کا
نہ اللہ سے کی بہتر کی طلب ہوئی کس شجر سے ثمر کی طلب
بنے کام پہل سے کیا عام کا وہ اپنی ہی پہل کو کرے کام کا
بشر کو ہے جن و ملک پر شرف زمیں پر شرف ہے فلک پر شرف
جو ہوتی کمالِ بشر پر نظر نہ ہوتی کبہی چوبِ تر پر نظر
لگایا جو ابلیس نے ڈہنگ پر جبہی تو جہکی چوب اور سنگ پر
جو خالی وہاں سے وہ گہر پر گئی گئی خشک پہل کو تر کر گئی
لیا پہول پہل سے یا پہل لیا دیا آب بے پہل کو کیا پہل لیا
وہ پہل سے تو خاک لیکر گئی مگر داغ عاشق کو دیکر گئی
مسافر تو جل کر دہواں ہوگیا اُسے چاہِ بابل کنواں ہوگیا
طرحدار اپنی لگا راہ پر رہا کہیت عاشق اُسی چاہ پر
نہیں چین دل کو کسی راہ سے تشفی فغاں سے ہے یا آہ سے
کنارے ہوے آہ ہوش و حواس ہوئے درد و غم جان کے آس پاس
کہا اپنے دل سے کہاں پر گرا نہ اُٹھے جہاں سے وہاں پر گرا
گرا واں جہاں کوئی پرساں نہیں مرض وہ ہوا جسکا درماں نہیں

کہا منہ سے اتنا ہی گھبرا گیا ‏ دل و جاں پر ابر الم چھا گیا

پریشان ہوئے پھر تو سارے رفیق ‏ اسے اسطرح سے پکارے رفیق

سفر میں تجھے عشق کیا زیب ہے ‏ تعشق نہیں ہے یہہ آسیب ہے

جو دیکھے پکڑ ایک اس دیو کی ‏ اڑے خاک پھر رستم و گیو کی

تجھے کس بلا کا ہوا ہے خیال ‏ کیئے جسنے لاکھوں لشکر پائمال

تپ دق ہے پیارے یہہ الفت نہیں ‏ مرض ہے مری جاں محبت نہیں

خبر ہے محبت کے انجام سے ‏ زباں دھو تعشق کے بھی نام سے

محبت میں کیا کیا مصیبت نہیں ‏ تعشق میں ذلت ہے عزت نہیں

زمانہ میں اک وصل ہی نام ہے ‏ محبت کا فرقت ہی انجام ہے

ہوا ہے زمانہ میں کسکا وصال ‏ وہی مرگ ہے نام جسکا وصال

قضا ہے ترے حسن کے روپ میں ‏ پڑا رہ تو سایہ میں یا دھوپ میں

ہماری نصیحت پہ کر اب عمل ‏ سنبھلنا ہے پیارے تو اب بھی سنبھل

اسے کہہ چکے جب صغیر و کبیر ‏ پھر کہنے لگا پاس آکر فقیر

یہہ ماہ جبیں کا عمل کب تلک ‏ یہاں آہ زلفوں کا بل کب تلک

یہ ابرو عدوئے جہاں کب تلک ‏ رہیگی چڑھی یہہ کماں کب تلک

کہاں تک تماشائی چشم و نگاہ ‏ دکھائینگے کب تک سفید و سیاہ

یہ دم ناک میں ناک سے کب تلک ‏ کشش خاک کی خاک سے کب تلک

گل عارض بت کی کب تک بہار — کہاں تک وہ ہنس کے یہہ قول و قرار

زنخداں پہ دل آہ کب تک بھلا — ڈبائیگا یہہ چاہ کب تک بھلا

کسی دن یہہ صورت فنا ہی تمام — بگڑنے کو نقشہ بنا ہے تمام

موئے کس جگہہ پر ہوا کیا تغیر — دیا حسن خوبی نے دم ہو کہا تغیر

فقط ایک دم پر ہے تن کی بہار — ہوا پر ہے گویا چمن کی بہار

رخ صاف ہی گو بجائے چمن — بگڑتی ہر دم میں ہوائے چمن

ہو دیکھکر خوش فضا باغ کی — نہ پہنچیگی تم تک ہوا باغ کی

دو کاکل ہیں گو سنبلستان تغیر — کرینگے یہہ سنبل پریشاں تغیر

بھویں ٹوٹ ہیں چشم بادام میں — نہ ہو جن یہہ قابو تو کس کام میں

عبث آپ عارض کی ہیں تاک میں — نہ پہنچیگی بو پھول کی ناک میں

جو پستہ بھی لب ہو دہن سیب ہے — وہ ستم ہے دہن کو نہ جب سیب ہے

ہوا پر ہے بنیاد جس چیز کی — طمع ہی کرو پھر تو کس چیز کی

جبیں کو بھی حاصل کمال قمر — قمر کے ہی پیچھے زوال قمر

یہہ زلفیں ہیں رخسار پر اس طرح — گل شمع پر ہو دھواں جس طرح

بھویں لاکھہ خوبی میں حد سے بڑھیں — اترنیکو ہیں یہہ کمانیں چڑھیں

یوہیں مہر خوبی کی ہو آب تاب — نگاہوں میں ہو آنکھہ شکل حباب

نہیں جھوٹھہ بکتا ہے اسدم فقیر — یہی ناک ہے آب کی اک لکیر

گل تر ہو عارض تو کیا اعتبار — کہ گل آب میں ہے ہوا میں بہار

یہہ صورت نہیں عالم خواب ہے — نہ دم میں ہوا ہے نہ تن آب ہے

ہر اک چیز پر عالم موت ہے — دہن حلقۂ خاتم موت ہے

مژہ خاک پر تم یہہ اندھیر ہے — یہہ انساں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اماں ہو ذقن کو نہ افلاک سے — بھرے گا کبھی چاہ یہہ خاک سے

بت سنگ سے یہہ صنم کم نہیں — جسے جینے مرنیکا کچھہ غم نہیں

کسیکے کہے کا اثر کچھہ نہیں — پڑے پاؤں کوئی خبر کچھہ نہیں

کہو بت کو فتنہ قیامت کہو — کہو گلبدن سرو قامت کہو

ہوئی آپ مشتاق جس پھول کے — خزاں بھی ہے پہلو میں اس پھول کے

کہ طوبی سمجھتے ہو جس سرو کو — ہر اک سانس ارّہ ہے اس سرو کو

ملے زندگانی کا کیا پھل اسے — کرے قطع بس آج یا کل اسے

نہ کچھہ خال و خط ہے نہ کچھہ روپ ہے — نہ کچھہ سایہ ہے یاں نہ کچھہ دھوپ ہے

تماشاے دنیا سبھی ہیچ ہے — یہہ تار نفس موت کا پیچ ہے

کہ دنیا نہیں ہے یہہ خانہ خراب — جو سمجھے تو ہے خواب یا یہہ سراب

نہ طالب نہ مطلوب ہے نور ہیں — کسی دن تہ خاک سب رہیں

گرے آپ حسن صنم دیکھکر — کھڑے ہیں حسینوں کو ہم دیکھکر

جو تکیہ کیا بستر خاک پر — یہاں آکے بیٹھے سر خاک پر

چھٹے ہم سے یوہیں چھوٹے بڑے — عبث کب بیابانمیں آکر پڑے
نہ یوں ہی حسینوں سے نفرت ہوئی — عبث وحشیوں سے نہ الفت ہوئی
کسی شے کو کچھ حال پایا نہیں — نظر کچھ بھی دنیا میں آیا نہیں
رہِ عشق سے تم نکلکر چلو — بنو تم نہ مجنوں سنبھل کر چلو
چلے گر جہاں سے اسی راہ تم — گئے دین و دنیا سے پھر آہ تم
ملو چھوڑ کر بُت کو اللہ سے — کہ ڈھونڈھے صنم آپکو چاہ سے
اشارہ ہے کافی خردمند کو — یہہ دیوانہ سنتا ہے کب پند کو
نصیحت سے آہ و نالہ کیا — محبت کا پھر بول بالا کیا
غرض رات بھر یہہ زمیں پر پڑا — گرا تھا جہاں پر وہیں پڑ رہا
یہی آرزو تھی کہ وقتِ سحر — جو آئے تو مر جاؤں منہ ڈھککر
مسافر کی پھر جب یہہ نوبت ہوئی — ہر اک کوچہ و گھر میں شہرت ہوئی
مسافر کو ہر ایک فرد بشر — گیا دیکھنے کو لبِ چاہ پر
یہہ کہنے لگیں عورتیں دیکھکر — مسافر ہے بیتاب کیوں اسقدر
رہا کیوں نہ گھر میں اسے کیا ہوا — خبر ہے سفر میں اسے کیا ہوا
کوئی نشہ کی چیز کھا کر گرا — نہ یوں ہی یہہ رستہ میں آکر گرا
کسی نے کہا ایک کے کان میں — یہہ آیا ہے پیارے بھرے دھیان میں
یہہ ویسی ہی گرمی میں آیا ہوا — کہیں لو نے اسکو جلایا ہوا

کسینے کہا تو نے پہوکا نہیں — ہوا ہے کسی جن کا سایہ کہیں
کسینے کہا تہا یہہ رشکِ قمر — کسی کی اسے لگ گئی ہے نظر
پکاری کوئی اِس طرح پیٹ ملا — مسافر ہے ناز و نعم کا پلا
نہ پیدل چلا ہے کسی راہ میں — لگی اسکو ٹہوکر اسی راہ میں
کسینے کہا ہو گیا ہے بخار — گرا خاک پر اِس لیئے دلفگار
پکاری کوئی تب نہ کہا تنی اسے — ہوا حلقۂ زلف پہانسی اسے
کوئی راہ میں آنکہہ دکہلا گیا — کہیں زلف کے پیچ میں آگیا
نہ کہینچا کسی نے نہ جہٹکا دیا — رسن میں محبت نے لٹکا دیا
اٹہو تمیں ہے زلفونکی لٹکا ہوا — خبر ہے کہاں دم ہے اٹکا ہوا
ٹہرنے کو یہہ پاؤں ملتا نہیں — رکا ہے کہیں دم نکلتا نہیں
کسینے تو روکا ہے چلتی ہوئے — ہوئی دیر دم کو نکلتے ہوئے
گہری بہر ٹہرنا ہے بہاری اسے — کسیکی تو ہے انتظاری اسے
خدایا مرے یہہ نہ بستر پہوڑ کر — نہ جائے صنم کو یونہیں چہوڑ کر
اثر آج کچہہ آہ و نالہ کرے — دعائے جگر قول بالا کرے
نہ یونہیں یہہ صدمہ اٹہا کر چلے — کسیکو یہہ چہاتی لگا کر چلے
کہا ایک نے اس طرح بار بار — ہوا دل اسے دیکہکر بیقرار
نہ ہے پاس بہائی نہ ہمشیر ہے — نہ کچہہ اسکے جینے کی تدبیر ہے

کہاں باپ جو اسپہ شفقت کرے نہیں پاس زوجہ جو خدمت کرے

خدایا لگے آگ اس چاہ کو مسافر کی روکا کہاں راہ کو

مسافر کو پوچھیں جو گھر کی خبر نہیں ہے اسے جسم و سر کی خبر

نہ یاور کوئی ہے نہ ہمدم کوئی نہیں پاس عاشق کی جز غم کوئی

غم ہجر ہے اور غم ہی نہیں گہڑی میں جو پوچھو تو دم ہی نہیں

سہارا ہے غم کو فقط سانس کا گہڑی میں ہی مضموں غلط سانس کا

جو پاؤں ہلائے یہ جرأت نہیں الگ راہ سے ہو یہہ طاقت نہیں

یقیں ہی یہیں جان کھو کر مرے سر راہ یہہ خاک ہو کر مرے

اٹھائے نہ کوئی گہیٹے اسے بجز موت کے کون پہنچو اسے

کیا ایک عورت نے جب یہ بیاں اٹھی سب کے سینہ سے آہ و فغاں

صنم کی جلیسیں جو دو چار تہیں وہ اس بہید سے کچھہ خبردار تہیں

وہ دخت برہمن ہی وقت سحر گراتی تھی پانی میان شجر

وہ بیٹھی تھی اسوقت زیر درخت کہا ہمنشینوں نے ای نیک بخت

موا چاہتا ہی مسافر غریب ذرا دیکھہ لے تو بھی جا کر قریب

نہیں کچھہ نہیں ہی گزر موت کا سبھی کہتے ہیں ہی سر پر سفر موت کا

نہیں یہہ کہ یاور اسیکا نہیں یہاں پر تو کوئی کسیکا نہیں

کسی سے بھلا کوئی کب آس ہے وہی دور ہے جو ابھی پاس ہے

مرض آپ سے کوئی پنہاں نہیں
اگر پوچھئے تو تم تو نقصاں نہیں

خبر لو مصیبت میں بیمار کی
نہیں دُر عیادت میں بیمار کی

جلائے خدائے تبارک اسے
تمہارا قدم ہو مبارک اسے

جتایا جو یہہ ایک غمخوار نے
کہا اسطرح سے طرحدار نے

تمہاری اطاعت سے باہر نہیں
یہاں پر بھی خدمت سے باہر نہیں

یہیں ہو تمہیں جا کے بھی پوچھ لو
مسافر کے دُکھ کو ابھی پوچھ لو

بتاؤ اگر ہو کسیکی تلاش
کروں چارہ جو کچھ ہو فکر معاش

کہا ایک نے ہے یہہ مرد غریب
تمہیں دو گھڑی کو نیو بان طبیب

ذرا پاس جا کر اسے پوچھ لو
بغل میں اُٹھا کر اسے پوچھ لو

جو ممکن ہو بیماری دوا کچھ کرو
دوا سے نہ کچھ ہو دعا کچھ کرو

اگر آپکا سایہ اسپہ پڑا
جو مُردہ بھی ہے تو ابھی ہو کھڑا

غرض کچھ جو یہہ بات مرغوب ہے
جو پھر بات میں جی اُٹھے خوب ہے

اُسے تو اسی بات پر تھی نظر
اشارہ کرے کوئی پہنچوں ادھر

پکاری اطاعت کو موجود ہوں
لو حاضر ہوں خدمت کو موجود ہوں

کہا یہہ مسافر کے پہنچی قریب
پکاری کہ دیکھو اِدھر اے حبیب

بتاؤ مرض اب جو بیمار ہو
اگر خواب میں ہو تو بیدار ہو

سنا اسطرح جب کلام حبیب
وہیں اُٹھ کے بیٹھا جوان غریب

تو پھر سارے لوگوں میں شہرہ ہوا — کہ بیمار یاں تو میں اچھا ہوا
سنیں اور باتیں جو مخلوق سے — کہا ایک ہمدم نے معشوق سے
تمہیں نے کیا آج اچھا اسے — تمہارا ہی بیمار سمجھا اسے
زیادہ جو کچھ غمگساری کرو — تو پھر دور سب بیقراری کرو
وہ عورت محبت سے اخلاق سے — لگی کہنے آہستہ مشتاق سے
ہوا کیسے آنا یہاں آپکا — بتاؤ وطن ہے کہاں آپکا
بتاؤ بزرگوں کا نام و نشاں — کرو ماجرائے سفر کچھ بیاں
اگر ہوئی سیر جہاں پر نظر — حقیقت سناؤ مجھے پیشتر
زمانہ میں دیکھے ہیں پست و بلند — تمہیں کونسی چیز آئی پسند
رہا ہے سدا شغل کس بات کا — کہو مجھ سے ہے عشق کس ذات کا
تمہارے لئے سب گوارہ کروں — کہو کچھ جو مطلب تو چارہ کروں
وطن کی ہو چھٹنے کا رنج و محن — تو پہنچاؤں تم کو میاں تا وطن
اگر آپ کی بیاہ پر ہو نظر — تو لاؤں طرحدار ڈھونڈھ کر
تو میں تمہاری منادی کروں — نظر جس پہ ہو اس سے شادی کروں
اگر یاں کے رہنے سے مقصود ہے — مکاں بھی مرے پاس موجود ہے
ہوا ہے اگر یاں کچھ بھی تلف — چلو جلد میرے مکاں کی طرف
جو مفلس ہوئے تو تونگر کروں — ابھی نذر سب نقد و زیور کروں

جو بھوکے ہو کھانا کھلاؤں تمہیں / جو پیاسے ہو شربت پلاؤں تمہیں

جو کوئی مرض ہو دوا دوں تمہیں / مرض آپ جب دم دباؤں تمہیں

سنی جب یہ تقریر دلخواہ کی / تو رو کر مسافر نے اک آہ کی

کہا کچھ نہ پوچھو مری داستاں / فقیری میں کیا سلطنت کا بیاں

مصیبت میں ہیں گردش دور سے / بزرگو نکالیں نام کس طور سے

ہوئے ہم تو رسوا تمہارے لیئے / وہ بدنام ہوں پھر ہمارے لیئے

تمہارا جو پاتے ہیں ارشاد ہم / تو کہتے ہیں کچھ اپنی رُوداد ہم

مری بحر جرأت کا پایاں نہیں / کروں اپنی تعریف شایاں نہیں

نہ تھی کوئی بندہ کو صنعت پسند / ہوئی تھی جہاں میں شجاعت پسند

کبھی کُشتی و جنگ سے کام تھا / مرا پہلوانوں میں اک نام تھا

ہٹا کب قدم میرا میدان سے / لڑے تو تو مارا انہیں جان سے

لڑا ہر جگہ منہ کو موڑا نہیں / کہیں اپنے دشمن کو چھوڑا نہیں

ہوئی جس سے کشتی پچھاڑا اسے / ستموں ہی بتا پھر اکھاڑا اسے

نہ تھا موت سے بھی کنارا مجھے / تمہاری محبت نے مارا مجھے

تمہاری ہی خاطر بنے ہم فقیر / تو اب بھاگتے ہیں صغیر و کبیر

جو یہ حال تم دیکھتے ہو ابھی / نہ ایسا ہی تھا یہ مسافر کبھی

ہمیں یاد اسدم نہیں ہے وطن / جہاں آکے بیٹھے وہیں ہے وطن

مرے گھر میں نہ وجہ ہے صاحب جمال
نظر میں وہی بدر ہے اب ہلال

بھلا یا اسے گردش دور سے
کریں خاک شادی کسی اور سے

محبت پھر ائیگی اب کو بکو
مکاں کی ہوکیں بات آپر رو

مکاں آہ رکھتی تھے رشک ارم
حصار بدن اب ہے نقش قدم

کہاں مال کا کوئی محتاج ہے
درم ہے جو داغ جگر آج ہے

پیا خون اپنا کہاں پیاس ہے
جو ہو بھوکہہ لخت جگر پاس ہے

سفر میں کبھی سیر پر ہے نظر
نظر بت پہ ہی دیر پر ہے نظر

زیادہ نہ ایجاں رلاؤ ہمیں
دوا کچھ کرو یا دباؤ ہمیں

پکاری وہ عورت کہ سن ای دلیر
زبردست تونے کیئی لاکھ زیر

تری زندگی سو مجھے پاس ہے
جو دشمن ہے تیرا اندر پاس ہے

تجھے چین ہے کسطرح آج کل
کہ تیرا عدو ہے میان بغل

تمہیں گو زمانہ میں نصرت ہوئی
اسی کے سبب آج ذلت ہوئی

کیا اسنے رسوا مسافر تجھے
نہ چھوڑیگا جیتا وہ کافر تجھے

اسی نے کیا تنگ تجھپر جہاں
اسی کی اطاعت میں ٹھہرا یہاں

پکارا مسافر کہ رشک قمر
بتاؤ عدو ہے ہمارا کدھر

کرو جلد آگاہ اس بات سے
بچا کسطرح وہ مرا ہاتھ سے

یہہ کی پھر طرحدار نے گفتگو
ترا نفس امارہ ہے وہ عدو

بشر قتل دشمن بہیں جتنے کیے / اُسی کے سبب خوں تنے کیے

کہا دین و ایماں سے پیارا اُسے / عدو تہا بغل میں نہ مارا اسے

کہا نکلے اُنسے یار اچہا کہا / کہا بہی تو غمخوار اچہا کہا

یہہ کہکر رفیقوں پہ کی اک نظر / رفیقوں نے جانا ہوا کچہہ اثر

کہا یارا ہتو سُنا یار سے / ہوا کچہہ اثر اُس کی گفتار سے

کہا بات پر یار کی کر عمل ؛ / نصیحت پہ دلدار کی کر عمل

کہا آجکل جسم ہے ناتواں / اگر آپ دو روز ٹہریں یہاں

نقاہت مری جسم سے دُور ہو / چلوں ساتہہ پہر میں جو منظور ہو

کہا خیر ممکن نہ تہا اب قیام / کرینگے تمہارے لیے دُو مقام

مسافر تو اپنی جگہہ پر رہا ؛ / یہہ دلدار نے اپنے جی میں کہا

کہا غیں مجہے اب ندامت ہوئی / ہوا میرا چرچا قیامت ہوئی

یہاں میرا کنبہ ہے گہر ہے یہاں / یہاں ہے مرا دیدر ہے یہاں

ابہی تک تو آباد ہے گہر مرا / سُنیگا جو قصہ یہہ شوہر مرا

وہ عزت سے اپنی جئے یا مرے / خدا جانے میرے لیے کیا کرے

یہی ہر گہڑی کر رہی تہی خیال / کہ ہے زندگی اب جہاں میں محال

دیا جسنے انسان کو یہہ شرف / نہیں دیکہتا پہر اُسی کیطرف

اُسی کے ہیں سب خشک و تر ہاتہہ میں / مگر بہول جاتا ہے یہہ بات میں

یہی دل میں کرتا ہے اپنے خیال کہ ہوویگا اس کام میں یہ مآل

حقیقت یہ اپنی نہیں غور کچھ کہ ہوتا ہے دم میں یہاں اور کچھ

خدا کے ہے قابو میں جانِ بشر بشر کے نہیں ہاتھ یہ شانِ بشر

ہمارا تو دل بہی قابو نہیں یہہ جاتا ہے دم میں کہیں سے کہیں

جو کچھ نور تن میں ہے یا جان ہیں وہ سب اپنے خالق کے قربان ہیں

اُسی کے ہے قابو میں شانِ بدن اُسیکا ہے قربان بیانِ بدن

وہی اپنا مالک ہے ہم کون ہیں جو سمجھے کہ ہم کچھ ہیں فرعون ہیں

چلی سُن کے چرچا تو ڈرتی ہوئی مکانمیں گئی خوف کرتی ہوئی

نہ شوہر پھرا سیر سے شام تک یہہ گہر میں ہی ٹہیر رہی شام تک

ہوئی رات شوہر قضا کر گیا ڈسا راہ میں سانپنے مر گیا

ہوئی رات اُسنے سُنا یہہ حالِ عجیب بہت دور سے لاش لائے قریب

دکھایا مقدر نے جب یہہ ملال زیادہ ہوا ہوش کو خیال

کیا سب سے عورت نے رو کر کلام جلیں آتشِ ہجر میں کیوں مدام

جئیں بعد شوہر کے معیوب ہے جلیں ساتھ شوہر کے تو خوب ہے

سُنی جب طرحدار کی گفتگو لگی کہنے یُوں دایہ نیک خو

قضائے خدا سے تو شوہر مُوا ہوئی خاک پر خاک تو کیا ہوا

طریقہ یہہ تحسین کے قابل نہیں گھڑی بہر کا جلنا تو مشکل نہیں

اُنہیں کو ہے الفت کا حاصل مذاق — جلائے جنہیں وہ سوزِ فراق

مزا کیا جو کا خوب کھا کر چلے — دوائیں یہ بدنمیں لگا کر چلے

یہ غصہ میں جلنا بھی کچھ چیز ہے — سمجھ یاں اگر تجھکو تمیز ہے

نہیں خاک کرتی ہے الفت تجھے — جلاتی ہے غیروں کی غیرت تجھے

گیا یا کسی کوئی گلا کاٹ کر — موا کوئی الماس کو چاٹ کر

کسی شخص نے رنج کے درمیاں — لیا حلق میں حلقۂ ریسماں

فسوں جیسے شیطاں کا چلگیا — کوئی یاں یہ ڈوبا کوئی جلگیا

نہیں یاں یہ جلنا کرامات ہے — غضب میں سنبھلنا کرامات ہے

کیا اسطرح دایہ نے جب بیاں — پکارا یہہ دلدار با صد فغاں

طبیعت مری آج کب ہے درست — جو کچھ آپ کہتی ہیں سب ہے درست

مجھے ہے فقط رات سے بیکلی — جو شورِ محبت سے ابتک جلی

اسی سے نہیں آج دلکو قرار — کہاں تاب جلنے کی لیل و نہار

نصیحت تو سنتی رہی رات بھر — چلی ساتھ جلنے کو وقتِ سحر

کسی نے مسافر سے آکر کہا — تو ابتک کنوئیں پر ہی بیٹھا رہا

جیا آجتک جس کی تو لاگ میں — چلا آج جلنے کو وہ آگ میں

مسافر کو سنکر کہاں ہوش تھا — محبت کا دلمیں عجب جوش تھا

محبت جہاں میں بری ہے بلا — نہ جلنے کی طاقت تھی لیکن چلا

یہہ دیکھا لب نہر مخلوق ہے — یہ تیار جلنے پہ معشوق ہے
یہہ کہتی ہی ماں باپ سے صاف صاف — جو ہووے خطا کچھہ تو کرنا معاف
نہ کرنا مجھے یاد رقت کے ساتہہ — کرو شکر جاتی ہوں عزت کے ساتہہ
کوئی شاد دنیا میں پایا نہیں — سوا رنج کے ہاتہہ آیا نہیں
رہا کون دنیا میں قایم سدا — گئے وقت پر اپنے شاہ و گدا
کہا باپ اور ماں نے اسے دی شعور — جہا تمیں نہیں کچھہ تمہارا قصور
بہت تیری خدمت سے خرسند ہیں — مری جان تم سے رضا مند ہیں
یہہ کہتی ہی بیتاب ہونے لگی — زیادہ ہوا جوش رونے لگی
کیا پھر جلیسونکو جھک کر سلام — کہا رنج کا کچھہ نہیں ہے مقام
نگاہوں میں جتنے ہیں چھوٹی بڑی — سبھی ہیں یہ راہ عدم پر کھڑے
خلایق کی زیر زمیں ہے جگہہ — ٹھہرنے کی دنیا نہیں ہے جگہہ
یہیں تک تمہارا ہمارا ساتہہ تھا — قدم پر قدم ہاتہہ پر ہاتہہ تھا
گھر ہمیں کہیں حشم ہے دم کہیں — کہیں آپ ہوونگے اور ہم کہیں
یہہ سنکر جلیسونکو اک جوش تھا — کسیکو نہ دریا یہ کچھہ ہوش تھا
مسافر پکارا کہ جان جہاں — ہمیں یوہیں چھوڑا میان جہاں
سنو اب ہماری بھی فریاد کچھہ — ہمیں بھی کرو آج ارشاد کچھہ
صنم نے یہہ عاشق سے کی قیل و قال — یہیں تک ہے وقت یہیں تک وصال

بہت دن سے بیٹھی رہی چاہ پر
لگایا ہمیں آگ نے راہ پر

یہی حکم ہے دیکھکر رنگ ڈھنگ
جلیں شمع سا ہم بنو تم پتنگ

جو عاشق سے یہ کہہ چلی سیم بر
لیا اپنے زانو پہ شوہر کا سر

وہیں زلف کی لٹ کو روشن کیا
جلی آپ مرگھٹ کو روشن کیا

ہوا جب سر و تن سے شعلہ بلند
گرا آگ میں عاشقِ دردمند

لگا جا کے آخر صنم کے گلے
اسی ایک شعلے میں تینوں جلے

ہوا سوختہ پھر بدن آگ کا
پلا روح کو پیرہن آگ کا

خدا پر نہ جو جان تصدق کرے
تو کیونکر نہ آتش میں جل کر مرے

سراپا ملا آج سب خاک میں
نہیں حسن کی آگ اب خاک میں

بجھایا نہ اس آپ نے آگ کو
بھلایا مقدر نے ہر راگ کو

قصہ یک فغان کا جو آغا مشہور تھا

پلا جام وہ ساقیِ ناسوز
کہ لیلیٰ عقبیٰ پہ ہووے نظر

عمل ہو مرا حکمِ قرآن پر
چلوں میں صنم کے نہ فرمان پر

رہے تیرا ابرِ کرم موج پر
کہ پہنچائے ہر دم مجھے اوج پر

محل ہے گرائے نہ مستی کہیں
نہ دیکھوں بلندی سے پستی کہیں

مجھے نشہ پہنچائے افلاک پر
نہ آغا کی صورت گرو خاک پر

نہ اب تاب ہم بے کر کنارہ کروں
بیاں حال آغا کا سارا کروں

فقیر اسطرح ایک گویا ہوا
سناتا ہوں سب حال دیکہا ہوا

پہرا کر مقدر مجہے دہر میں
غرض لیگیا اک بڑے شہر میں

ہر اک شخص واں پر طرحدار تہا
حسینوں سے وہ شہر گلزار تہا

عجب تہے چمن واں عجائب فضا
گدا کو پسند آئی آب و ہوا

مکاں ایک کوچہ میں میں نے لیا
بڑی خواہش دل سے بسر کیا

ہوا جس محلہ میں میرا قیام
وہاں اک طرحدار کا تہا مقام

مگر اسپہ عاشق تہا مرد غریب
کہ تہا وصل دلدار سے بے نصیب

نہ تہا بار کچہہ خانۂ یار میں
گزر تہا فقط کوئے دلدار میں

اسیطور سے چار گزرے برس
مجہے حال پر اسکے آیا ترس

یہہ سوچا نہ پہلے فضیحت کروں
جو ملجائے دل کچہہ نصیحت کروں

کروں روز معقول تقریر سے
ہٹاؤں اسے اپنی تدبیر سے

جو ہو راہ پر وہ کنارہ کروں
نہ سمجہے اگر کچہہ تو یارا کروں

غرض پہر ملاقات کی سوچکر
کہ دل ہلگیا بات کی سوچکر

بس اک روز گہر میں بٹہا کر اسے
کہا اسطرحسے سنا کر اسے

ذرا دیکہہ دنیا کو اے دلفگار
زمانہ میں ہیں جسقدر ہوشیار

قضا کیطرف کوئی بڑہتا نہیں
کوئی موت کے منہ پہ چڑہتا نہیں

بلا کوئی خود مول لیتا نہیں | کوئی آپ سے جان دیتا نہیں
نگاہیں پھر اُن روئے جلاد سے | ذرا خوف کر کوئی جلاد سے
بلا کا چمن کوئے دلدار ہے | جہاں زخم گل ہے بدن خار ہے
جو داغ جگر ہے فضا باغ کی | دم سرد ہے اک ہوا باغ کی
عجب جوشِ دل سے یہاں لہر ہے | جو ہے چشم گریاں وہی نہر ہے
مددگار ہے چشم پرنم یہاں | کہ ہو قطرہ اشک شبنم یہاں
بہت آہ دیکھی جہاں کی ہوا | جہاں سے الگ ہے یہاں کی ہوا
نئے پھول بلبل کو ملتے رہے | ضرر نہیں گلِ زخم کھلتے رہے
ہوا جس گھڑی عشق دلدار سے | بچا پھر نہ غصہ سے نہ پیار سے
کسیکو کیا قتل انداز سے | کسیکو کیا ذبح تلوار سے
تغافل اگر منہ لگانے کیا | تو پھر فیصلہ سب ادا نے کیا
پھرا اسے ہی غافل نہ جسے نظر | ہوا خاک جیتے ہی جی وہ بشر
کسی پر جو کی غور سے بھی نگاہ | ہوا حال اُسکا ذلیل و تباہ
نظر کی تغافل سے یا غور سے | وہ جیتا نہیں پھر کسی طور سے
بلایا جسے پاس اک پیار سے | گیا دین و دنیا کے وہ کار سے
ہوا دور آنکھوں سے جب وہ غریب | تو پہنچا گھڑی میں لحد کے قریب
ذرا دیکھ قاتل کو تمیز سے | تجھے چین ہو ویگا کس چیز سے

عیاں ہر شبر پر خطِ موت ہے
جبیں کا شکن ہر خطِ موت ہے

بسانِ سناں قامتِ یار ہے
زمانہ کا دل جس سے افگار ہے

محبت میں اُس کی ہے مخلوق بند
کہ ہے زلفِ قاتل کو طوقِ کمند

نہ دیکھیگا پیارے سوائے کماں
دو ابرو ہیں قاتل کے جائے کماں

نہ ہووے تجھے کچھہ خلل تیر کا
کہ ہے ناک قاتل کی پھل تیر کا

وہ صیاد تو صید ہے ایجوان
ترے واسطے واں ہے تیر و کماں

جہانمیں بیاباں ہے ہر رنگ کا
وُہ انساں بھی انساں ہے ہر رنگ کا

وُہ رکھتا ہے ہر آنکھہ کا اعتبار
کہ ہے شیر جن آہوؤں کا شکار

گُل تر ہے عارض جو خونخوار کا
صفائی میں پھل ہے وُہ تلوار کا

کیئے آہ ساماں عجب موت نے
لگائی ہیں پھل پھول سب موت نے

پیے گا لہو آپ کا پیار سے
دہن بھی مشابہ ہے سوفار سے

ذقن کا بھی کچھہ حال پنہاں نہیں
وہ سیبِ اجل ہے زنخداں نہیں

غلط ہے جو گردن کی خوبی کہو
ہزاروں ہیں گردن پہ قاتل کے خوں

پھرا ہے وہ بلبل کو اب مار کے
گلوگیر ہیں پھول سب ہار کے

اگر ہووے پستاں کی اوپر نظر
تڑپتا ہے تو بھی جسے دیکھکر

تباہی کا ساماں ہے اوّل یہی
سمجھنا کہ ہے زہر کا پھل یہی

بچیگا کوئی اور کیا ہاتھہ سے
پچھوتا ہے رنگِ حنا ہاتھہ سے

زمانہ کا دل جسسے افگار ہے — جو صابون دل ہی کم تار ہے

ہر اک عضو نے دکھ دیے خلق کو — نہ پاؤں پامالئ خلق کو

کوئی زہر و شم کوئی تیر و کماں — کہو کون سے عضو سے ہے اماں

یہہ آغا نے پھر آہ کرکے کہا — وہ ہوگا مقدر میں جو کچھ لکھا

پڑا اب تو پالا جفا کار سے — کرے قتل غصّہ سے یا پیار سے

مریں در پہ قاتل کی سمجھیں حیات — جبیں کا شکن ہووے خطِ نجات

جو ہو دہیان مرنے پہ نخچیر کا — گلا کیا ہے پھر نیزہ و تیر کا

اسیری کا دلکو اگر شوق ہے — خلافِ ادب شکوہ طوق ہے

ہوئی جان دینے پہ جسکی نظر — قضا کا اسے کیا ہے خوف و خطر

قضا سبز گلشن دکھایا کرے — خوشی سے نئے گل کھلایا کرے

بہا خون جب عاشقِ زار کا — بلا سے ہو دستہ سرخ شوفار کا

گلِ تر تو پہونچا گریباں تلک — مرا خون پہنچیگا داماں تلک

قیامت کو قاتل سے کب لوں بہا — یہی خوں بہا ہے اگر خوں بہا

دکھائے ہمیں ہاتھہ قاتل کہیں — ٹھکانے لگے جلد بسمل کہیں

ہمیں زندگی کی تمنا نہیں — لگے ہاتھہ وہ زہر کا پہل کہیں

کہیں دل کے اندر ہو کارِ گر — نکلجائے سینہ سے تارِ کمر

مرے سر پہ قاتل چلے پاؤں سے — کرے ہاتھہ سے خوں ملو پاؤں سے

کسیکے مکاں پر وہ جاتا نہیں
کسیکو ستمگر بلاتا نہیں

جو لوگونکو مرنا ہی منظور ہے
تو قاتل بھی عادت سے مجبور ہے

کہا یار نے پھر کہ اے بے خبر
نہیں تجھ کو معلوم اپنا ضرر

محبت ہوئی اس لئے شام سے
رسائی ہوئی زلف سیہ فام سے

تمہیں کیا خبر شام ہو یا نہو
جو سوتا ہے وہ کام ہو یا نہو

خیال رخ یار سے رات بھر
خبر کیا نہو صبح منہ دیکھکر

جسے دیکھکر آج آرام ہو
خبر کیا ہے اسکو کہاں شام ہو

لگا وہ نہ یاں دل طرحدار سے
سنو ایک تمثیل غمخوار سے

تمثیل

کسی شاہ نے امتحاں کے لئے
دو ملکوں میں دو شخص حاکم کیئے

دیئے انکو فرماں برائے سند
جتایا وہاں کا ہر اک نیک و بد

کہا ابتلک ہو ہوا خواہ تم
کہ ہو امتحاں اپنی لو راہ تم

مگر دیکھنا گل ہیں واں خار سے
ہر اک ڈھنگ کی سیر بازار سے

بلائے جہاں ہے فریب بتاں
کہ دھوکے میں آتے ہیں خورد و کلاں

کسیکے نہ دھوکے میں تم آئیو
جو ہے حکم تمکو بجا لائیو

بجا لائیں گر حکم حسب مراد
نہ ضائع ہو پھر تم سے حق العباد

سمجھنا ہوئے تم ہمارے وزیر ‌ ‌ تمہارے لئے پہر ہے تاج و سریر

چلے تم اگر حکم کے برخلاف ‌ ‌ ملیگی سزا حکم ہے صاف صاف

گئے آخرش دونو ہنکر رئیس ‌ ‌ ہوئی ساتھ دونو کی خفیہ نویس

چلا ایک تو سر بسر حکم پر ‌ ‌ نہ کی دوسرے نے نظر حکم پر

بتوں کی بیسر جو صحبت ہوئی ‌ ‌ تو پہر نیک کاموں سے نفرت ہوئی

ہوئی آخرش بادشہ کو خبر ‌ ‌ بلایا انہیں جلد پیش نظر

دیا ایک کو جلد تاج و سریر ‌ ‌ کیا دوسرے کو غضب سے اسیر

برادر ترا دہیاں ہے کس جگہہ ‌ ‌ نہیں کوئی آیا عبث اس جگہہ

نہیں آئے عشق بتاں کے لئے ‌ ‌ روانہ کیا امتحاں کے لئے

سمجھتے ہو جسکو کہ قرآن ہے ‌ ‌ خدا کیطرف سے یہہ فرمان ہے

عمل جسنے قرآن کے اوپر کیا ‌ ‌ اسی شخص نے خلد میں گہر کیا

نہ کی جس نے قرآن کے اوپر نظر ‌ ‌ وہ گمراہ پہنچا میان سقر

عذاب خدا میں گرفتار ہو ‌ ‌ ہمیشہ کو وہ قیدی نار ہو

سنا جب یہہ آغا نے بہی غور سے ‌ ‌ کہا پہر یہہ ناصح کو اک طور سے

فدا دل مرا آپکے وعظ پر ‌ ‌ فقط مجہکو مہلت ملی اسقدر

ہمیشہ کو فرقت گوارا کروں ‌ ‌ فقط بات کرکے کنارا کروں

کہا پہر یہہ ناصح نے ای مہربان ‌ ‌ تری بات کرنی ہیں تیغ زبان

ہوئے تم نہ اسکا اشارہ ہوا ہوئی بات پہر کب کنارا ہوا
کہا پہر جدائی گوارہ کروں جو اک بات کرلوں کنارہ کروں
مری بات کب اسکو مرغوب ہے کریں آپ تکلیف تو خوب ہے
کہو اپنی جانب سے جتنا کہو ہماری طرف سے تو اتنا کہو
کرشمہ حیا ناز غمزہ ادا نہیں تیری قابو میں ای مبتلا
انہیں میں سے گر مار ڈالے کوئی خطا آپ کی کیا نکالے کوئی
نہ تہا آپ مرنا گوارہ مجھے کرشمہ نے غمزہ نے مارا مجھے
کیا تونے کب خون جانباز کا جفا ہے ادا کی ستم ناز کا ؛
انہیں سب نے اسلئے مارا مجھے تغافل نے دلدار مارا مجھے
رہے مجھپہ ہر دم عطا آپ کی قضا ہے یونہی کیا خطا آپکی
اگر ہے تو ہے یہہ گلا آپ سے نہ انصاف مجھکو ملا آپ سے
برابر چلے مجھپہ تیر نگاہ ہر اک وار پہر تہی ہی آہ آہ
گلی میں ہمیشہ ہے فریاد کی نکالی کوئی راہ کب داد کی ؛
ذرا دیکھہ کر چہرہ زرد کو ؛ کبہی پوچھہ لیتے مری درد کو
گئی تونے داغ جگر شہر میں الگ شہر پہونچی ہوا دہر میں
کبہی پہر نہ پوچھا جلا کون ہے نہ یہہ بہی کہا یہہ بلا کون ہے
جو نالہ کبہی مثل بلبل کیا کہا - یہہ ہے کسواسطے غل کیا

حقیقت جو ہم نے سنائی تمہیں ہنسی ہیر رونے پہ آئی تمہیں
مری آنکھ سے مینہ برستا رہا فقط بات کو میں ترستا رہا
ہنسے چشم پُر نم کو تم دیکھ کر پسیجے نہ شبنم کو تم دیکھ کر
اگر یار تیرا یہی طور ہے تو پھر زندگی چار دن اور ہے
بیاں سُن لیا عاشقِ زار کا لیا راستہ کوئے دلدار کا
یہ کی عرض خدمت میں دلدار کی تجھے بھی خبر یار کچھ یار کی
ترے عشق میں کوئی بیمار ہے وہ اب زندگانی سے لاچار ہے
جلا سامنے تیرے شام و سحر نہ ٹھنڈا کیا تو نے اے سیمبر
گلی میں ستم ایسے ہوتا رہا ہمیشہ ترے در پہ روتا رہا
کیا رحم اُس پر نہ گلرو کبھی کہ جھوٹوں بھی پونچھو نہ آنسو کبھی
اگر آپ کی یہ ہی حلوت رہی یہیں پر وہ مٹی کی مورت رہی
سُنا آہ رنڈی نے جب یہ بیاں پکاری محبت سے سُن اے جواں
کسی سے جو عاشق کو اُلفت ہوئی تو معشوق کو بھی محبت ہوئی
کسی کا اگر خواہش ہو خیال دکھائے وہ ظاہر میں اپنا جمال
کہاں مصر ہے چاہ کنعاں کہاں زلیخا کہاں ماہ کنعاں کہاں
دلِ جاں تھے قدرت سے پہلے ہوئے ملے جیو آگاہ پہلے ہوئے
نہ معشوق عاشق کا دم ایک ہے خوشی ایک ہے درد و غم ایک ہے

اسے تپ چڑھی اسکو سرسام ہو　　اسے چین ہو اُسکو آرام ہو

اُسے آہ جب سے محبت ہوئی　　اُسی دن سے مجھکو بھی اُلفت ہوئی

محبت کا ہے آب و گل میں اثر　　اثر جان میں میرے دلمیں اثر

نکلتے ہیں آغا کے آنسو اگر　　تو آتا ہے غوطہ میں میرا جگر

نظر ہے اُدہر وہ چلا جسطرف　　بہنا وہ اُدہر دل چلا اسطرف

لبوں پر ہنسی کا ہوا اشتباہ　　ہوئے ہیں یہ دُود جگر سے سیاہ

نہیں پان کا میرے مُنہ میں اثر　　اُگلتی ہوں سینہ سے خون جگر

نہیں جان و دل سے خیال بدن　　کہ پردہ کی خاطر ہے اک پیرہن

یہ ظاہر میں کپڑے ہیں تن پر مرے　　بدن خشک لکڑی سے بھی ہیں پرے

یہی چاہتی ہوں مُلاقات ہو　　کسیطور آغا سے کچھ بات ہو

لگی کہنے پھر سوچکر یہ پری　　مرا ہے جو مشتاق اک جوہری

نہیں دُور ہوتا ہے غم ہر کبھی　　کبھی وہ ہے سوچو دنو کر کبھی

مجھے یاں کے ملنے سے کب عار ہے　　مگر یاں مُلاقات دشوار ہے

تشفی سے آغا رہیں آج سے　　کئی روز میلے کے ہیں آج سے

کئی دن میں ہو ویگا میلہ یہاں　　بہانہ سے اُسکو ملونگی وہاں

کہا پھر جو یہ عاشق زار سے　　تسلی ہوئی یار کی یار سے

ہوا پھر جو میلہ عجب دُہوم سے　　لشکر آئے ایراں سے اور روم سے

تکلف سے رنڈی نے پہنا لباس ‌ ‌ سجا جسم نازک پہ گہنا لباس

چلی رتھہ میں رنڈی عجب شان سے ‌ ‌ ہُوا جوہری ساتھہ سامان سے

جو میلہ میں دِلدار داخل ہُوا ‌ ‌ ہر اِک دیکھکر اُسکو بسمل ہُوا

کیا جا کے بارہ دری میں مقام ‌ ‌ دِکھائی دئیے سب خواص عوام

پری نے سبھی سی چُرائی نظر ‌ ‌ برنگِ قمر سب کو آئی نظر

کہا سب نے دیکھو مہِ عید ہے ‌ ‌ تماشا ہی قابلِ دِید ہے

پُکارا کوئی جلد دیکھو اُدہر ‌ ‌ پڑا ہے یہہ چھت میں تارہ نظر

کبھی یہہ ابھی چشم تر سے چھُپے ‌ ‌ یہہ پیارا ہی جلوہ نظر سی چھُپے

تعجب ہمیں ہر گھڑی ہے یہی ‌ ‌ ہُوا اسکو باہر کی کیونکر لگی

یہہ خانہ نشیں گھر سے باہر ہوا ‌ ‌ جو ثابت تہا سیارہ کیونکر ہوا

نظر آئی میلہ میں رنڈی جسے ‌ ‌ تو موتی پہ سب مثل موتی بیسے

ہُوا سینہ سی دُور موتی جہاں ‌ ‌ تو زخم جگر سے اماں پہر کہاں

پڑہا بخت اسدم خریدار کا ‌ ‌ جو منہ اِسنے دیکھا ہی بازار کا

سبھی کی ہے اِس مہ لقا پر نظر ‌ ‌ مگر ایک کی ہے قضا پر نظر

سبھی کو ہے اِس دلربا کا خیال ‌ ‌ مگر ایک کو ہے قضا کا خیال

جو آغا کو دیکھا ذرا بیقرار ‌ ‌ پُکارا یہہ آغا کو اُسنے دوستدار

ہوا خوف رنگِ قضا دیکھکر ‌ ‌ یہہ کہتا ہوں کار قضا دیکھکر

ابھی رنگ ہے یہہ ابھی گلعذار ۔ ابھی حسن ہے یہہ ابھی ہے بہار

ابھی ہے یہہ روئے صنم دیکھہ لو ۔ ابھی زلف کا پیچ و خم دیکھہ لو

ابھی ابرو و جبہ کا ہے خیال ۔ ابھی بدر ہے یہہ ابھی ہے ہلال

نظر میں ابھی جلوہ گر آنکھہ ہے ۔ نہاں پھر تو مثل نظر آنکھہ ہے

اسیوقت عارض کی ہے آب و تاب ۔ یہہ روشن ہے مثل گل آفتاب

اوڑیگا ابھی گل ہوا کیطرح ۔ چھپے گا یہہ شبنم صبا کی طرح

اٹھیں انگلیاں آج جس ناک پر ۔ یہہ ہے ناک دم میں کف خاک پر

ابھی پستہ لب ہے یہہ تنگ پر ۔ گھڑی میں ابھی پٹتا ہے یہہ سنگ پر

ابھی تک تو ہے کچھہ دہن کا گماں ۔ مٹے گا یہہ شک بھی مٹا جب دہاں

زنخداں نظر میں ابھی آہ ہے ۔ گھڑی میں تہ خاک یہہ چاہ ہے

جو سمجھو مری بات اے بوالہوس ۔ صدا ہے گلے کی مثال جرس

گلا صاف ہے آج افلاک سے ۔ یہہ ساعت میں شیشہ بھرے خاک سے

جو ہے صاف سینہ برنگ گہر ۔ اسی پر پڑیگی زمیں ٹوٹ کر

ابھی کہہ رہے ہیں ہمیں ہے کمر ۔ ابھی یہہ کہیں گے نہیں ہے کمر

ذرا غور سے دیکھہ انکی تگ و دو ۔ جو دلدار ہے یہہ ترے روبرو

نہ تجھکو خبر ہے نہ اسکو خبر ۔ عدم کے مسافر کی کسکو خبر

جو چلتا ہے یہہ دم بدم راہ پر ۔ تو ہاتھوں پہ جاں ہے قدم راہ پر

ابھی حسن و خوبی کی سب شان ہے — گھڑی میں بدل جے نہ یہ جان ہے
جتایا سمجھایا بہت یار نے — کیا دھیان کب عاشق زار نے
فصاحت سے کتنی ہی تقریر کی — نہ کچھہ دل لیہ مجنوں کے تاثیر کی
تصور تہا آغا کا تقریر پر — نگاہیں تہیں رنڈی کی تصویر پر
جو آغا ہوا سامنے یار کے — اُڑے دیکھکر ہوش دلدار کے
کہا جوہری سے کہ اے دوست آ — دم عشق بہرتا ہے تو بار بار
کہو کسطرح مجھہ کو آئے یقیں — کہ تو دل سے مشتاق ہے یا نہیں
کہا جوہری نے کرو امتحان — ابھی دیکھہ لو تم ہلاؤ زبان
ابھی آزمایش مری جان ہو — یہی گیند ہو یہہ ہی میدان ہو
پکاری یہہ رنڈی خبردار ہو — جو کی آپنے ہاں نہ انکار ہو
نہ اقرار سے اپنے اُس دم پہرو — تو کہتی ہوں یاں سے زمیں پر گرو
ہوئے اُنکے پہلے تو دل پر ملال — کہا پہر صنم کو کدہر ہے خیال
کہا بات پر جان دیتے ہیں ہم — جو ہے زندگی تم سے لاکھوں صنم
جو یاں جوہری نے کنارہ کیا — تو آغا کو بُت نے اشارہ کیا
چلے پہر تو رنڈی کے قربان سے — گئے پاس آغا دل و جان سے
پکاری یہہ رنڈی کہ اے جان شتاب — زمیں پر گرا آپ کو ایکبار
یہہ کہتے ہی آغا گرا خاک پر — بدن خاک پر روح افلاک پر

ملی خاک میں آہ شان بدن
رہا کچھ نہ باقی نشان بدن

یہہ آغا کی جرأت وہیں دیکھکر
وہ رنڈی گری بام سے لاش پر

اٹھی جہاں سے سفر کر گئے
ہم آہ دونو ہی مر گئے

گری بام سے کس کرامات پر
عبث مفت میں جان دی بات پر

ملیں دونو مرکر یہہ ممکن نہیں
خدا سے جو ملتے تو ملتے کہیں

خدا کو جو چھوڑا ملے خاک سے
کریں خاک کے اب گلے خاک سے

قصہ شمس النہار معشوقہ ہارون رشید

ملے ساقیا ایک جام شراب
کہ ذرہ کو ہے خواہش آفتاب

نمایش ہو اسکی اسی راہ سے
چمک جائے یہہ بھی کسی راہ سے

ملے آب سکو نہ بیتاب ہو
تری آب سے اور بھی آب ہو

زباں سے نہ بیجا کوئی حرف ہو
بکے مست ہوکر جو کم ظرف ہو

اڑیں نشہ میں اور ہی رنگ کے
نہ ابن بکا کے چلیں ڈھنگ سے

سنا ہو جو ہارون خلیفہ ہوا
تو مشتاق دنیائے جیفہ ہوا

توجہ نہ تھی نیک اعمال پر
نظر ملک پر تھی تو دل مال پر

نہ تھی نیک کاموں سے الفت اسے
یہہ دنیائے جیفہ تھی جنت اسے

جو دنیا کے مقصود سے دل رکا
بتوں کی طرف شوق سے جھک گیا

کوئی صحن میں ہے محل میں کوئی / کوئی سامنے ہے بغل میں کوئی

خلیفہ کے ہے وقت کا یہ بیان / کہ تہا ابو الحسن ایک تاجر جوان

حسین مالدار و خلیق و انیس / دکاں میں ہر اک چیز تحفہ نفیس

تجارت تو کرتا تہا بو الحسن / یہ عطار کہتے تہے سب مرد و زن

خواصیں خلیفہ کی سب پیار سے / ہر اک چیز لیتی تہیں عطار سے

سمجھتے تھے اچھا صغار و کبار / خلیفہ کو بہی اسپہ تہا اعتبار

خلیفہ کو نفرت تہی بازار سے / منگائی کوئی شے تو عطار سے

شہ وقت کو دیکھکر مہرباں / جھکے بہر تسلیم خرد و کلاں

دکاں جو تکلف سے تہی بےنظیر / وہاں بیٹھتے تہے صغیر و کبیر

جو تہا بو الحسن دوسرا نہ لقا / اسے خلق کہتی تہی ابن بکا

تعلق نہ تہا اسکو بازار سے / اگر تہی محبت تو عطار سے

جو آتا کبھی بو الحسن تا مدار / سمجھتا تہا عطار اپنا وقار

سبھی علم حاصل کیئے لاگ سے / کہ تہی واقفیت ہر اک راگ سے

جو گاتا کبھی اپنے انداز پر / ہوا وجد خلقت کو آواز پر

جو تہا خوبصورت ہر اک طور سے / جہاں دیکھتا تہا اسے غور سے

کسی روز شہزادہ نامور / دکاں پر تہا موجود وقت سحر

جو دیکھا کئی شخص اسوار ہیں / چھپائے ہیں منہ کو طرحدار ہیں

دکانوں میں تھا شور ہر بار یہ — دل و جاں کو آئے خریدار یہ
ہر اک گلبدن بادپا پر سوار — نہ کچھ بادپا تھی ہوا پر سوار
زمیں پر نہیں ہے کوئی گلعذار — ہوا پر تو گلشن فلک پر بہار
نقابیں پڑیں سرخ رخسار پر — نگہ ہے ہزاروں کی ہے بازار پر
فقط ایک بی بی خواصیں پچاس — ستارے ہیں مہتاب کے آس پاس
دکاں آئی جب پاس عطار کی — سواری رکی پھر طرحدار کی
دکاں پر جو آئی کیا کچھ قیام — کیا جھک کے عطار نے بھی سلام
کہا جلد تشریف لے آئیے — کرم کفش خانہ پہ فرمائیے
دیا کچھ سہارا پریزاد کو — دکاں میں اتارا پریزاد کو
جڑاؤ تھی کرسی میان دکان — کہ تھی اوج پر جسکے شان دکان
اسی پر ہوا ماہرو جلوہ گر — خواصیں بھی بیٹھیں ادھر اور ادھر
وہیں شاہزادی نے پاکر محل — جو تکیہ تھا کمخواب کا بیبدل
اسے جلد پاؤں کے نیچے دھرا — اسی دم سرد دل سے بھرا
بہت جلد چہرہ سے الٹی نقاب — کیا دور گرمی کی مارے حجاب
ہوئی دور جس دم گلابی نقاب — تو باہر شفق سے ہوا آفتاب
کسے پھر رہا حوصلہ دید کا — قیامت ہوا قرب خورشید کا
عرق سارے چہرہ پر آیا ہوا — حرارت سے منہ تمتمایا ہوا

نظر تھی مقدر کی تائید پر | کہ شبنم پڑی ہو رُوے خورشید پر
گزرتے کف پا تلک آب کا | ہرا زرد بوٹا تھے کمخواب کا
خواص ایک پنکھا ہلانے لگی | ہوا سُو تیونکو اُڑانے لگی
جو شبنم نے چھوڑا اگل مہر کو | کسی نے نہ توڑا اگل مہر کو
ہوا جب یہ بیزار کچھ ہوش سے | گرایا وہیں لف کو دوش سے
وہ لف دُو تا تا بہ ایڑی گئی | غرض پاؤں تک آپ پڑی گئی
ہوئی لاگ زُلف گرہ گیر کو | لگا ڈھونڈنے دم نخچیر کو
اشارہ یہ ابرو کا ہر بار ہے | کہ یہ عید کا چاند رخسار ہے
یہی وقت ہے زخم کھائے یہاں | جسے ذبح ہونا ہوئے یہاں
مرے کوئی گل پر نہ گلزار پر | تصدق کرے جان رخسار پر
قیامت ہے قامت اُسے دیکھکر | کیے آہ جینے پہ ہووے نظر
وُہ ہے کون جو آج بسمل نہیں | کسیکی طرف روئے قاتل نہیں
جہاں ذبح ہونیکو تیار ہے | اگر ہے تو قاتل کو انکار ہے
خبر لے نہ صیاد جب تیر سے | تو کیا ہو سکے آہ نخچیر سے
گرے راندن چشم تر سے جواں | چڑھا ناک اُترے نظر سے جواں
جگہ دیکھئے تھے یہی آنکھ میں | سماتا نہ کوئی کبھی آنکھ میں
کرے ذبح قاتل یہ دستور ہے | مقدر کو کچھ اور منظور ہے

تماشا دکھائے یہہ مخلوق کو | کرے ذبح عاشق کو معشوق کو

ابھی ایک کا ایک قاتل بنے | ہر اک آج بسمل کا بسمل بنے

ہوا تھا نہ مجروح قاتل کہیں | یقیں ہے کہ ہو آج بسمل کہیں

جواں تبلک تو اسی پر مرے | یقیں ہے کہ یہہ ہی کسی پر مرے

یہہ ظاہر ہے تقدیر ایسا کرے | مرے آج معشوق عاشق مرے

جو آنکھوں میں ہے برق کا پرتوا | تو کیونکر نہ ہو زخم نظر سے ہوا

لب چشم سے ہے حیات و ممات | کہ اوپر تو ہے موت نیچے حیات

جو آنکھیں جلانیکو تیار ہیں | تو لب بھی بجھانیکو تیار ہیں

تعلق قدم سے نہ کچھ ہات سے | جلے آنکھہ سے اور بجھے بات سے

کہے بات میٹھی شکر لب سے | کنارہ ہو کوثر کا ہر لب اسے

لگائے جو بسمل کو منہ بات ہو | لعاب دہن آب ظلمات ہو

یہہ سیب ذقن ہے جو منہ کے تلے | ادہر جان آئے ادہر جی چلے

جھکائے گلا گردن یار پر | دہن سے پڑے ہاتھہ آنار پر

محبت سے طوق کمر ہات ہو | قدم پر قدم ہات پر ہات ہو

ادہر شاہزادہ ہوا بیقرار | ادہر دلمیں روتی ہے شمس النہار

جو سمجھی کہ عاشق کو ہے اضطراب | اٹھی جلد پھر غیرت آفتاب

بلا کر اشارہ سے عطار کو | کہی بات کچھہ اپنے غمخوار کو

سبب اپنے آنیکا کرکے بیاں — کہا کون ہے یہہ میاں دکاں
کوئی راز پنہاں نہ زنہار کر — بہت جلد سب حال اظہار کر
کہا اُس طرح جب طرحدار نے — کہا آہ کرکے یہہ عطار نے
یہہ نسل سلاطین پارس سے ہے — خبردار آئین پارس سے ہے
نہ تھے پہلے حاکم کسی کے بزرگ — ہوئے شاہ پہلے اسی کے بزرگ
غلاموں سے حیدر کے ہے یہ جدا — علی نام ہے یہ بنام خدا
سنا جب کہ عالی نسب ہے جواں — گئی پیار سے پھول غنچہ دہاں
محبت سے آنسو بہانے لگی — یہی دلکو رو رو کر سنانے لگی
گیا ہاتھ سے گو مثال خدنگ — محل سے جھکا ہے برنگ تفنگ
جدا کب نشانہ سے اُسکے دل گرا — گرا پر ٹھکانہ سے اُسکے دل گرا
سنا کر یہی بنت دل زار سے — کہا پھر صنم نے یہہ عطار سے
مرے ہاتھ سے آج ہی دل گیا — گئی جان کے ساتھ شرم و حیا
نہ پردہ ہے کچھ اس گھڑی آپ سے — توقع ہے مجھکو بڑی آپ سے
بہت آج دل پر ہے رنج و تعب — یہی چاہتی ہوں تمہارے سبب
علی سے اگر جان پہچان ہو — مرا آپ کا مجھپہ احسان ہو
گئی خیر سے جب میاں مکاں — سمجھنا کہ پہنچی کنیزک یہاں
مکاں سے کہیں دور مت جائیو — کنیزک کے ہمراہ تم آئیو

ثناخواں ہوں عمر بھر آپ کی — علی بھی ہو ہمراہ گر آپ کی
اگر دیکھ لے آج میرا چمن ؁ — شگفتہ ہو گل کیطرح بو الحسن
پکارا یہہ عطار سنکر خطاب — اسے ساتھ لاؤنگا اپنے جناب
ہوا گھر کو دلبر یہہ کہکر رواں — علی کی کروں اب حقیقت بیاں
جہانتک جگہہ پائی دیکھا کیا — مکاں تک نظر آئی دیکھا کیا
چھپے جب نگاہوں سے رشک قمر — لگا رونے بازار میں بیٹھکر
پکارا یہہ عطار کچھہ خیر ہے — تمہارا یہہ احوال کیوں غیر ہے
کہیں عشق نے کچھہ ستایا نہ ہو — تمہیں آج مجنوں بنایا نہ ہو
جہاں پر حقیقت ہوئی گر عیاں — ہنسیں گے تمہیں آج خورد و کلاں
علی نے کہا اے برادر اگر — مرے حال سے تمکو ہووے خبر
تو اتنا نہ مجھکو فصیحت کرو — یقیں ہے نہ ہرگز نصیحت کرو
نہ بہر خدا اور فرمائیے ؁ — یہہ ہے کون اتنا تو بتلائیے
کہا اسنے یہہ ہی کدھر ہے مکاں — کہا ابن طاہر نے انکے ہاں
سنو یہہ خلیفہ کی محبوبہ ہے — خلیفہ ہے طالب یہہ مطلوبہ ہے
خلیفہ دل و جاں سے ہے نثار — اسے خلق کہتی ہے شمس النہار
فدا اسپہ فرزند عباس ہے — اسی کی طرف چشم شماس ہے
کہا شاہزادہ نے اچھا ہوا — یہی نام رکھا تو زیبا ہوا

جو تھی غیرت مہر رشک پری | جو زہرہ ہی پیکھے تو ہو مشتری
غرض آ بن طاہر با صد نیاز | جتایا جہاں کی نشیب و فراز
خلیفہ کا بہی عشق ظاہر کیا | ہر اک حال سے اُسکے ماہر کیا
علی عشق میں رو رہا تہا ادہر | کنیزک نظر آئی رشک قمر
لگی کہنے عطار سے اے جناب | بُلایا ہے بی بی نے تمکو شتاب
نہ ہمراہ کوئی پیادہ چلے | چلیں آپ یا شاہزادہ چلے
یہہ سُنتے ہی دونو چلے بیخطر | کنیزک ہوئی راہ میں راہبر
جو ڈہوکا وہ درباں کو دیکر گئی | محل میں خلیفہ کے لیکر گئی
سجایا تہا جو ماہرو نے مکاں | بٹہایا کنیزک نے لاکر وہاں
بٹہا کر کیا کچہہ اُن سے کلام | کیا جلد موجود خوان طعام
عجب اک لطافت سے کہانے چنے | محبت سے اُلفت سے کہانے چنے
ہر اک چیز موجود بالائے خواں | معطر تہا بو باس سے سب مکاں
جو پائی کہلانے سے فرصت شتاب | پلائے خواصوں نے جام شراب
جو تہی ہاتہہ دہونیکی سیلابچی | سراسر تہی سونے کی سیلابچی
تکلف کے ساماں دکہائے گئے | تو پہر ہاتہہ اُسمیں دُہلائے گئے
ملا چکنے وہ عطر پوشاک پر | گئی جبکی بو باس افلاک پر
یہہ سب ہو چکا جب بٹہایا اُنہیں | تو بارہ دری میں بٹہایا اُنہیں

نہ تھی خشت و پتھر کی بارہ دری
وہ تھی سنگ مرمر کی بارہ دری

صفائی وہ قصر طرحدار پر
کہ پھسلے نظر صاف دیوار پر

مطلا تھی تحریر ہر قسم کی
بنائی تھی تصویر ہر قسم کی

وہ بارہ دری تھی اگر رشک گل
تو سامان ویسے ہی تھے جزو کل

بنائی گئی تھی وہ گلزار میں
کہ تھے عکس سے پھول دیوار میں

لب بام بیٹھے چمن کے طیور
یہاں پر فقط حور کا تھا ظہور

وہ گلزار تھا فخر بغداد کا
بنا تھا ارم ایک شداد کا

روش باغ میں تھی ہر اک خوشنما
ہر اک رنگ کا جسمیں پتھر لگا

وہاں ذکر کیا صنعت چین کا
روش ایک ٹکڑہ تھا قالین کا

درخت ثمر دار نزدیک و دور
کہ بیٹھے تھے جنپر ہزاروں طیور

جو یہہ شاہزادہ و تاجر دلیر
چمن کی لب نہر کرتے تھے سیر

تو اتنے میں پھر ایک با صد شکوہ
نظر آیا کچھہ عورتوں کا گروہ

نہایت طرحدار ہر نازنین
کہ تھی ماہ و اختر میان زمین

تکلف سے پوشاک زیب بدن
سجایا ہوا جسم پہ پیرہن

عجب چھب سے آئین میان مکان
جو سونے کی تھیں کرسیاں نو وہاں

بڑی اپنے سامان اور ساز سے
انہیں پر وہ بیٹھیں بیک ناز سے

یہی چاہتی تھیں ملے حکم یاں
کریں ساز سے سوز دل کو بیاں

غرض منہ چھپیونکو دیکھا جدہر ‏ / تو موقع سے آئی یہہ دونو ادہر
لگا پوچھنے عاشق بیقرار ‏ / یہہ ہے تخت کس کا جواہرنگار
کہا ابن طاہر نے انکو سنیک تخت ‏ / تمہاری ہی دلدار کا ہے یہہ تخت
سبھی اس کی خاطر یہہ سامان ہے ‏ / خلیفہ کی آسیر فدا جان ہے
جہاں اسکا جی چاہے جاکر پہرے ‏ / نہ یاں کوئی بحکم آکر پہرے
کوئی حکم اسکا ہٹاتا نہیں ‏ / خلیفہ بھی بحکم آتا نہیں
ادہر تو ہے عطار گرم سخن ‏ / ادہر ایک طرار نازک بدن
گئی چوکیوں کے قریں ناز سے ‏ / جو بیٹھی تھیں اک اپنے انداز سے
انہیں کان میں کچھہ اشارہ کیا ‏ / پھر کچھہ چلی کچھہ کنارہ کیا
وہ سب ساز اپنے بجانے لگیں ‏ / کمال اپنے سب کو دکھانے لگیں
سنایا نہ کچھہ اپنی آواز سے ‏ / بجانے لگیں ساز اک ناز سے
غزل عاشقانہ سنی کان سے ‏ / تو پھر شاہزادہ چلا جان سے
ادہر شاہزادہ ہوا بیقرار ‏ / سنا پھر کہ آتی ہے شمس النہار
صدائیں نقیبوں نے کیں جب بلند ‏ / غشی سے اٹھا عاشق دردمند
یہاں کام قسمت نے اچھا کیا ‏ / قیامت کے آنے سے مردہ جیا
جہاں پر یہہ بیٹھے تھے دونو غریب ‏ / بچھایا گیا تخت انکے قریب
جو حاضر تھے معشوق چھوٹے بڑے ‏ / وہ آگے ہوئے تخت کے سب کھڑے

ہوا پہر تو محفل کا کچھ اور ڈھنگ / لگا ہونے موقع سے سب راگ و رنگ
خواصیں ٹہریں اپنے انداز سے / گئیں پیشوائی کو اک ناز سے
ادہر تو خواصیں ٹہریں دو دو / ادہر وہ ہوئی اسطرح سے نمود
بغل میں کوئی ہاتھ ڈالے ہوئے / دوپٹہ کو کوئی سنبھالے ہوئے
خواصوں کی کاندہوں پہ دہو ہاتھ تہے / بہت سے جلو میں جنیں ساتھ تہے
چڑہا سانس جب کچھ ہوئی تہم لیا / کسی جا چلی اور کہیں دم لیا
نگہہ ہر طرف اپنی کرتی ہوئی / پری اپنے سایہ سے ڈرتی ہوئی
بڑہی پہر تو خوبی و انداز سے / ہوئی تخت پر جلوہ گر ناز سے
یہہ بیٹھے تہے دونو جو بالائے بام / اشارہ سے انکو کیا پہر سلام
ستم اپنے اوپر گوارا کیا ؛ / جو یہہ گائنوں کو اشارہ کیا
ہمیں آجکل قدر ہے درد کی / بہت جلد گاؤ غزل درد کی
جو تہا ڈہنگ محفل کا جانا ہوا / تو ویسا ہی گانا بجانا ہوا
ہوا ناچ اور راگ کا جو مزا / تو پہر شاہزادہ نہ واں رہ سکا
نہیں یہہ کہ وہ شاد ہو کر اٹہا / اٹہا بہی جگہہ سے تو رو کر اٹہا
کہاں جوش میں ٹہیکر سانس لی / بجانے لگا شوق سے بانسلی
بڑی دیر تک یہہ بجاتا رہا / ہر اک اپنی صنعت دکہاتا رہا
نہ تہا شاہزادہ فقط جوش میں / طرحدار کوئی نتہا ہوش میں

ہوی اُسکے گانے کی جو کچھہ بہا
تو پہر بانسلی لیکے شمس النہا

بڑی اِک ادا سے بجانے لگی
یہہ اپنی ہی صنعت دکہانے لگی

یہہ صورت کی خوبی وگانے کا ڈہنگ
تو کیونکر نہ ہو کیونکر زمانہ کا رنگ

بلا ہے جہاں حسن اَور راگ سے
کہ اس شمع سے بزم ہی آگ سے

مزا جب پریزاد نے کچھہ کیا
تو پہر ساز اپنے بجانے لیا

بجایا کیا ساز اس طور سے
نہو غیر عاشق کے یہہ اور سے

کہا کچھہ نہ عاشق نے آواز سے
کہا سُن لو سوزِ جگر ساز سے

ہوا اسقدر راگ کا پہر اثر
کسیکو رہی کچھہ نہ اپنی خبر

ہوا سب کو سکتہ کا عالم وہاں
ہنسی لب پہ سینہ میں آہ و فغاں

خوشی میں ہوا اور ہی کچھہ ملال
کیا اپنے دلمیں یہی پہر خیال

ذرا خوف بہرِ خدا چاہیے
کہ رونیکو گہر بہی جدا چاہیے

یہہ کہتے ہی بیتاب ہوکر اُٹہی
ہنسی سے تو بیٹہی تہی رو کر اُٹہی

گئی وہ تو بارہ دری کیطرف
چلا اُٹہہ کے عاشق پری کیطرف

جو متوقع سے جاتے ہوئے سلگے
ہنسی میں یہہ وہ کہ دل پل گئے

سرِ راہ آکر ذرا جوش میں
نہ دو نو سے کوی رہا ہوش میں

زمیں پر تو رقت نے ڈالا اُنہیں
خواصوں نے آکر سنبہالا اُنہیں

بہت جو سیا ہوش پایا اُنہیں
تو بارہ دری میں لٹایا اُنہیں

وہاں جاکے دونو نے چہڑکا گلاب
جو کچھہ ہوش آیا تو اٹھی شتاب

نگہہ کی ادہر اور ادہر اچہار
لگی کہنے لونڈی سے شمس النہار

دلونکا تو کچھہ حال بیطور ہے
ارادہ فلک کا مگر اور ہے

زمانہ کی بگڑی ہوئی چال ہے
ہر اک چال سے اسکے پامال ہے

کہا یہہ تو پہر جان کھونے لگی
گلے ملکے عاشق کے رونے لگی

لگی کہنے اے عاشق نیمجاں
غنیمت ہے ملکر بھی رونا یہاں

ہوئی خوش مگر غم نے مہلت نہ دی
ہنسی میں بھی رونے نے فرصت نہ دی

نہ چہوڑا کسیوقت غم ہجر کا
کیا وصل میں بھی الم ہجر کا

نہیں کچھہ مقدر کے ہمکو گلے
جو رونیکا موقع بھی لیا ملے

یہہ کہتے تھے سب ہوش جاتے رہے
غشی میں بہی کچھہ بڑبڑاتے رہے

خبر تھی سروں سے نہ اجسام سے
گرا چاہتی تھی لب بام سے

سنبہالا کنیزوں نے آکر انہیں
کیا ہوش میں کچھہ سنگہا کر انہیں

نہ آیا نظر تاجر نامدار
لگی ڈہونڈہنے اسکو شمس النہار

یہاں تب طاہر کا یہہ تہا خیال
کہ ہوویگا اس عشق کا کیا مآل

خلیفہ کو ہووے اگر یہہ خبر
تو ٹکڑے کرے جسم کے سربسر

یہہ سمجہیگا بد کو نہ کچھہ نیک کو
نہ چہوڑیگا جیتا کبہی ایک کو

تہا جوہری سو چہپا تہا وہاں
کہا شاہزادی نے اے مہربان

نہ آئیں وقفہ کروز نہار ۔ تمہیں یاد کرتی ہے شمس النہار
کہا جب علی نے پیام حبیب ۔ تو پھر ابن طاہر بھی پہنچا قریب
لگی کہنے اسکو پری دیکھکر ۔ تمہارے قدم پہ مری آنکھہ پر
تمہاری بدولت یہہ سامان ہے ۔ بڑا آپکا مجھپہ احسان ہے
کہا ابن طاہر نے رشک قمر ۔ مرا دل ہے حیران تمہیں دیکھکر
ہوئے کس لیے آپ بے اختیار ۔ کیا وصل میں کیوں شکیب و قرار
پکارا پریزاد اس طور سے ۔ سنو حال عاشق کا تم غور سے
انہیں چین دونو طرح ہے محال ۔ جدائی کی طاقت نہ تاب وصال
جو تاجر سے کچھہ کہہ چکی غنچہ لب ۔ کیا پھر اشارہ سے خاصہ طلب
ہوا پھر تو موجود دستار خوان ۔ تو تینوں نے کھانے کیے نوش جان
جو کچھہ کہا چکی غیرت آفتاب ۔ تو پینے لگی ایک جام شراب
اسیطور ابن بکا نے کہا ۔ کہ ابن نے بھی اک جام مے کا پیا
ابھی تک نہ کچھہ بھی ہوا تھا سرور ۔ کہ لونڈی بھی آئی پری کے حضور
پکاری تصدق ہو بی بی پہ جان ۔ جو مشہور ہے افسر خواجگان
ابھی آپ ڈیوڑھی پہ آیا ہے وہ ۔ خلیفہ کا پیغام لایا ہے وہ
یہہ سنتے ہی عطار و ابن بکا ۔ لگے خوف سے کانپنے برملا
پریرو نے لونڈی سے پھر یہہ کہا ۔ اسے اپنو باتوں میں جا کر لگا

مرا دل ہوا ہے ابھی آہ سُست | اُسے پھر بلاتی ہوں ہو کر درست
ادہر خادمہ کو روانہ کیا | اُدہر حکم یہہ لونڈیوں کو دیا
یہہ دروازہ بارہ دری کی بھی | کرو بند پھر حفاظت ابھی
نہ آئی نظر آنکھہ سے بوستاں | اُدہر چھوڑ دو پردہ سایباں
جو تھے تاجر و شاہزادہ وہاں | اُنہیں بھی چھپایا میانِ مکاں
تسلّی کی باتیں کہیں بیشتر | مکاں کا کیا بند ہر ایک در
سُنا راگ دلدار کا دل بھرا | وہ رونے کو تھی آیا خواجہ سرا
ادب سے کیا پہلے جھک کے سلام | دعا دی لگا کرنے پھر یہہ کلام
بلندی پہ یہہ سرو قامت رہے | جوانی و خوبی سلامت رہے
یہہ سر دور دستِ اجل سے رہے | یہہ کاکل سدا پیچ بل سے رہے
مکاں عارضِ گل سے گلشن رہے | لبِ لعل سے گھر یہہ روشن رہے
خواصوں پہ ہو فضل اللہ کا | ستاروں پہ سایہ رہے ماہ کا
محبت خلیفہ کی دائم رہے | سدا عشق بی بی کا قائم رہے
خلیفہ پہ عین عنایت رہے | رعیت پہ دستِ حمایت رہے
دعا کر چکا جب یہہ خواجہ تمام | اُٹھی تخت سے پھر وہ شیریں کلام
بڑھی کچھہ تو رونے لگی دور سے | یہہ کہنے لگی ڈر کے مسرور سے
مرا حال اسباب سے غیر ہے | جو آئے ہو بیوقت تم خیر ہے

ادب سے لگا کہنے خواجہ سرا
رہے گلشن حسن ہر دم ہرا

نہ یہہ میری جانب سے بیجا ہوا
خلیفہ کا آیا ہوں بہیجا ہوا

جدائی تمہاری اُسے شاق ہے
وہ نظارۂ رخ کا مشتاق ہے

تمہارا اگر حکم پائے حضور
تو پہر دیکہنے کو بہی آئے حضور

سنا جب سبہی کچہہ طرحدار نے
کیا سجدۂ شکر دلدار نے

لگی کہنے پہر اسطرح بیقرار
جو آئے ہیں حضرت رہے افتخار

کرو میری جانب سے یہہ التماس
کہ حضرت جو آتے ہیں لونڈی کے پاس

بڑی اس سے لونڈی کی عزت ہوئی
بہت ہمنشینوں میں رفعت ہوئی

مری پوچہنے میں عنایت ہوئی
بڑی مجہہ پہ ہمدم عنایت ہوئی

یہاں آئیں جسوقت مرغوب ہو
ٹہر کر جو آئیں بہت خوب ہو

کہ ہو جائے ہر چیز کا انتظام
کسی چیز میں ہو نہ جائے کلام

خواصوں کو پہر اسطرح سے کہا
کرو فرش آراستہ جا بجا

یہہ کرتی ہے خواجہ کو رخصت ادہر
جو پہنچی محل پر تو بہی چشم تر

پڑی اُسپہ عطار کی جب نظر
ڈرا دلمیں روتے ہوئے دیکہکر

لگا کہنے دلمیں نہ اچہا ہوا
جو روتی ہے یہہ راز افشا ہوا

اِدہر رو رہی تہی جو شمس النسا
اُدہر شاہزادہ ہوا بیقرار

یہہ رونے بہی پائی نہ دلکہول کے
کہ اتنے میں لونڈی نے دی یہہ خبر

اُنھیں آپ یاں سے یہ ہی مشورا | چلے آتے ہیں پیش خواجہ سرا
بڑھے آئے ہیں اسطرف وہ جناب | یقیں ہے خلیفہ بھی آئے شتاب
سُنا جب طرحدار نے آہ کی | شکایت بھی کی چرخ بدخواہ کی
کہا ائے فلک ہے یہ تیرا گلا | کہ رونے کو بھی یاں نہ موقع ملا
کہا سب نے ظاہر نہ کچھ کان پر | جُدا کر دئے آن کی آن میں
جدائی کا صدمہ ہوا دلپہ سخت | کہا پھر یہ لونڈی سے ائے نیکبخت
بہت جلد دونوکو لیجا وہاں | بنا ہے جو دریا کے لب پر مکاں
اسیوقت دونوکو پہنچا دیو | مقفّل مکانکو بھی کر آئیو
جو قابو ہو مت دیر دم بھر کرو | چھپا کر مکاں سے بھی باہر کرو
کنیزک سے جب کر چکی بات آہ | تو عاشق سے اپنے پھرائی نگاہ
بیاں کچھ نہ حرفِ محبّت کیا | گلے سے لگاتے ہی رخصت کیا
گئی صحن وہ ڈر سے پری کچھ پرے | خلیفہ کی تا پیشوائی کرے
بتایا تھا اُنکے لئے جو مکاں | گئے ساتھ لونڈی کی یہ دونوں واں
مکانیں کنیزک نے بٹھلا دیا | جو جانے لگی پھر دلاسا دیا
تسلّی کی باتیں گئیں بھول سب | ہوے دونو دلمیں بہت مضطرب
لگے ڈھونڈنے پھر تو چلنے کی راہ | نہ نکلی مگر کچھ نکلنے کی راہ
نظر آئے اتنے میں پھر اک غبار | خلیفہ کے آتے ہیں پیادے سوار

خلیفہ کے ہم سن ہیں جو خواجہ سرا لیئے مشعل و شمع سب جا بجا
ہزاروں ہیں خواجہ سرا نوجواں زمانہ کے سب رستم داستاں
قرینہ سے باندھے ہوئے اپنی صف مسلح حفاظت کو سب ہر طرف
صفیں اپنی باندھے ہوئے دور سے بڑھے چلے آتے ہیں دستور سے
ادہر پیشوائی کو شمس النہار گئی اسطرح جیسے باد بہار
خواصیں پری رو ادہر اور ادہر سجے ہوئے ہیں یہہ لعل و گہر
کوئی سرو قامت ہے چمپا کوئی چنبیلی کوئی اور جیبا کوئی
ذرا دور کچھہ رشک مہتاب سے الگ ہیں ستارے ہی آداب سے
جو دیکھا حسینوں کو پہر کر ادہر ہوئے پار سینوں سے تیر نظر
خلیفہ کو بس دیکھہ کر اکبار گری آ کے پاؤں پہ شمس النہار
کہا پہر خلیفہ نے رشک قمر اٹھا تو ذرا میرے پاؤں سے سر
کرو بات مجھہ سے کوئی پیار کی کہ آنکھیں ہیں مشتاق دیدار کی
اٹھایا طرحدار نے جلد سر گئی ساتھہ مشتاق کی تخت پر
خلیفہ کے زانو سے تکیہ کیا بیٹھا تھا جو کچھہ دل تو سنجیدہ کیا
جو پہر راگ کا کچھہ اشارہ کیا تو دل راگ نے پارہ پارہ کیا
خلیفہ نے دل سے کہا ہو نہ تنگ کہ تیری ہی خاطر ہے یہ راگ و رنگ
جو یہہ راگ میں اس گھڑی ہے اثر تمہاری ہی خاطر ہے سوز جگر

نہ سمجھا یہاں حال بے طور ہے
کہ معشوق عاشق کہیں اور ہے

خلیفہ سے ہے نازنیں آپ تنگ
کسی اور کے ہے لیے راگ و رنگ

یہہ دل پر اثر راگ کا چھا گیا
وہیں اسکو زانو پہ غش آ گیا

ہوا ضبط کچھ بھی نہ دلدار سے
لگی یہہ بھی تصویر دیوار سے

لگا چاہتی تھی زمیں پر جبیں
خواصوں نے بڑھ کر سنبھالا وہیں

تو بارہ دری میں اسے لیگئیں
خلیفہ کو صدمہ بڑا دے گئیں

ادہر سے وہ شہزادۂ نامدار
ہوا راگ سنکر بہت بیقرار

غشی سے رہا جب نہ کچھ ہوش میں
لیا ابن طاہر نے آغوش میں

کہا ایک لونڈی نے آکر کلام
کہ بہتر نہیں ہے یہاں پر مقام

طرحدار کا بیطرح رنگ ہے
تو بگڑا ہوا بزم کا ڈھنگ ہے

کہا ابن طاہر نے اے گلبدن
جو کہتی ہو سب راست ہے یہہ سخن

مگر شاہزادہ ہے غش میں ادہر
نہ تن کی خبر ہے نہ سر کی خبر

کہو تم تو میں آپ جاؤں ابھی
اسے کسطرح سے اٹھاؤں ابھی

سنا جب یہہ لونڈی نے لا کر گلاب
وہیں منہ پہ عاشق کے چھڑکا گلاب

جو کی یہہ دوا آہ غمخوار نے
تو پھر کھولدی آنکھ بیمار نے

کہا ابن طاہر نے اے نیم جاں
ہوئی قید اسدم جو ٹھہرے یہاں

بلا کا ہوا سامنا اب ٹلو
مقام ہلاکت ہے یاں سے چلو

جو احوال تھا سب سنایا اُسے
بہت منتوں سے اُٹھایا اُسے

قدم سے چلا جب کہنچا ہاتھ سے
نہ لونڈی ہوئی پھر الگ ساتھ سے

سمجھہ کر اُنہیں جان سے بھی عزیز
اُنہیں تہر سے لیگئی وہ کنیز

کیا زور لونڈی نے ملاّح پر
غرض یہہ کہ آجائے کشتی ادہر

وہیں حکم پر آئی کشتی قریب
ہوئے اسپہ اَسوار دونو غریب

لگا کہنے جو کشتی سے وہ مار نے
کہا شاہزادہ سے عطّار نے

یہاں سے تو ہے فاصلہ پر مکاں
سنبہالو ذرا دلکو اے مہرباں

یہی حال گر ہے تو سمجھو موئے
رہے آہ جیتے جا وہیں کے ہوئے

بڑے ڈہب سے رستہ پہ لایا اُسے
سُن آیا تھا جو کچھہ سُنایا اُسے

وہ کشتی کے اوّل سہارے لگے
جو اُترے بھی گذرے کنارے لگے

ہوئے پار دریا سے دونو شتاب
نہ تھی شاہزادہ میں چلنے کی تاب

جو دیکھا اُسے سست و ناتوان
تو گھبرا گیا تاجرِ نوجوان

یہہ کی سوچ دلمیں کہ کیا کیجئے
اُسے کس طرح ہاتھ سے دیجئے

اُسے یاد پھر آگیا ایکبار
کہ یاں سے بھی نزدیک ہے غمگسار

اُسے ہاتھ سے اب دیکر چلو
مناسب ہو گھر اُسکے لیکر چلو

غرض ابن طاہر یہی سوچکر
محل پر اُسے لیگیا بے خطر

جو پھر یار نے دیکھہ پایا اُنہیں
تو آنکھوں کی اوپر بٹھایا اُنہیں

لگا پوچھنے یہہ تو بتلائیے
کہاں سے تم آئے ہو فرمائیے

کہا ابن طاہر نے ای شفیق
مرے ساتھ میں ہے جو یہہ اک رفیق

کیا میں نے اپنی غرض کو سفر
ہوئے تھے یہہ میرے لیے راہبر

مرا آج یہاں گاہے اک وضعدار
نہ تہا اسکو معلوم شہر و دیار

ہوا میں تو واقف اسی حال سے
یہہ تھے پہلے واقف سبھی حال سے

نہیں اور کچھہ اصل ہے بات یہہ
بتانیکو رستہ ہوے ساتھ یہہ

عنایت کا انکی نہیں کچھہ بیاں
بلا پر نہ تقدیر سے کچھہ نشاں

جو ہم ڈھونڈ کر راستہ سے پھرے
یکایک یہہ دام مرض میں گھرے

بہت سا جو بیمار پایا انہیں
یہاں تک تو مشکل سے لایا انہیں

کیا ابن طاہر نے جب یہہ بیاں
تو پہر حال سنتے ہی اہل مکاں

نہ تھا شاہزادہ سے کچھہ آشنا
لگا کرنے دل سے دعا و دوا

کہا ابن طاہر نے اے خیر خواہ
مرض انکو ہوتا ہے یہہ گاہ گاہ

انہیں گو کہ چلنے کی طاقت نہیں
دوا کی مگر کچھہ بھی حاجت نہیں

مکاں کوئی ایسا بتا دیجیے
کہ آرام پاکر یہہ مردہ جیے

سنا جب یہہ اہل مکاں نے بیاں
تکلف کا رہنے کو بخشا مکاں

مکاں میں جو پہنچا تو غش ہو گیا
نقاہت کے مارے علی سو گیا

لگی آنکھہ بس یوں ہی بے اختیار
نظر خواب میں آئی شمس النہار

کہ آگے خلیفہ کی ہی وہ پڑی | نقاہت ترقی پہ ہے ہر گھڑی
بدن کی خبر ہے نہ سر کی خبر | ادھر کی خبر نے ادھر کی خبر
ہوا خواب سے اور بھی کچھہ ملال | سُلا کر کیا عشق نے پائمال
یہہ دیکھا وہ جاگا تو سوتا ہوا | اُٹھا بھی جگہہ سے تو روتا ہوا
مگر ابن طاہر کبھی بستر | رہا تھا نہ گھر سے سوا غیر گھر
لگا کہنے یارب سحر ہو شتاب | جو گھر کو چلوں رفع ہو اضطراب
ہوئی صبح جبدم بڑی پیار سے | تو دونو ہی رخصت ہوئے یار سے
لیا ساتھہ عاشق کو اک راہ سے | گیا بو الحسن گھر میں سو چاہ سے
پہنچتی ہی اسنے کیا شکر رب | کہا گھر کے لوگوں سے احوال سب
جو تھا شاہزادہ قریبوں سے دور | اُنہیں صورت غم تھی عیش و سرور
ملا شاہزادہ کا جبدم سراغ | اُسے لگئی مثل گل باغ باغ
یہہ جاتے ہوئی کہہ گیا یار سے | کہ غافل بھی رہتا نہ بیمار سے
خبر لیجیو جلد اسے مہرباں | کوئی روز دنیا میں ہیں مہرباں
پری کی خبر مجھہ کو دیتے رہو | دعائیں غریبوں کی لیتے رہو
نظر آئی ہی جب سے وہ خواب میں | نہیں تاب کچھہ جان بیتاب میں
تعشق کی باعث غشی ہی وہاں | وہ لونڈی بھی آتی ہی دم میں یہاں
ادھر راہ تکتا تھا بیمار بھی | گیا تیسرے روز عطار بھی

تو کیا دیکھتا ہی کہ عاشق غریب
پڑا ہی غشی میں بہ شکل عجیب

طبیبوں کا ہے ہر طرف اژدہام
عیادت کو آتے ہیں سب خاص و عام

ذرا بھی دوا کا نہیں ہی اثر
اسی اپنی حالت پہ ہے بے خبر

پکارا جو عاشق کو عطار نے
تو پھر کھولدی آنکھہ بیمار نے

اُسے دیکھکر مسکرایا ذرا
ہنسی تھی یہہ اسواسطے برملا

عبث اپنی اوقات کھوئی غرض
طبیبوں نے کچھہ بھی نہ پایا مرض

طبیبوں کو جبوقت رخصت کیا
رفیقوں نے بھی گھر کا رستہ لیا

نہ کوئی بھی نزدیک جبدم رہا
تو پھر ابن طاہر سے رو کر کہا

کہ ہی زیست مشکل مری یار بن
مرا عشق بڑھنے لگا رات دن

مری دیکھتے ہیں جو حالت عجیب
تو روتے ہیں ہر دم عزیز و قریب

نہیں کچھہ قریبوں سے الفت مجھے
نہ کچھہ دوستوں کی محبت مجھے

کسیکا مجھے قرب بھاتا نہیں
مگر خلق سے میں اُٹھاتا نہیں

تسلی بھی ہی تو فقط آپ سے
کہ ہوتا ہی سب غم غلط آپ سے

پری کے اگر حال سے ہو خبر
خدا کے لیئے اب کہو سر بسر

بتادو مجھے ڈھنگ دلدار کا
کہ اچھا بھی ہی حال غمخوار کا

کہا اُسنے کچھہ حال پایا نہیں
کوئی اب تلک واں سے آیا نہیں

لگا کہنے پھر تاجر باتمیز
خدا کے لیئے اب روائے عزیز

اگر راز لوگوں میں افشا ہوا | تو پھر جانیو یہہ نہ اچھا ہوا
کہا شاہزادے نے میں کیا کروں | کہ آنکھوں کی حالت سے ناچار ہوں
نہ کچھہ دل کے جانے سے چارہ رہا | نہ آنکھوں پہ قابو ہمارا رہا
یہہ کہتے ہی بس جان کھونے لگا | نہ کچھہ چل سکا زور رونے لگا
دلاسے دیئے پھر بہت غمخوار نے | تو پھر راہ لی گھر کی عطار نے
دکاں پہ گیا تاجر نامور | کنیزک ابھی واں پہ آئی نظر
کیا ابن طاہر نے پہلے سلام | لگا کرنے لونڈی سے پھر یہہ کلام
تسلی ہماری ہو فی الحال کچھہ | کہو اپنی بی بی کا تم حال کچھہ
پکاری ادب سے وہ رشک قمر | علی کی سناؤ خبر پیشتر
تشفی ہو اُس کیطرف سے اگر | کہوں حال بی بی کا پھر سر بسر
تو پھر ابن طاہر نہ چپکا رہا | جو کچھہ دیکھہ آیا تھا بالکل کہا
کنیزک نے سنکر کہا یہہ شتاب | یہی حال بی بی کا ہے اے جناب
کہاں راگ سنکر رہی ہوش میں | سنبھالا خلیفہ نے آغوش میں
اُسے جبتلک غش میں سکتہ رہا | خلیفہ بھی خاموش تکتا رہا
خلیفہ نے ہر چند تدبیر کی | دوائے مگر کچھہ نہ تاثیر کی
کہا مجھہ سے دل اپنا مغموم ہے | سبب کچھہ مرض کا بھی معلوم ہے
سحاب تردد سے چھایا ہوا | پری پر تھا کس کا سایہ ہوا

کہا اُنّے اے بادشاہِ عرب
مرض سے بچا کوئی کب بے حجاب
وہ ہر عبداللہ سے پوچھا کیا
اِدہر اور اُدہر ہم تو رو یا کیے
گئی آہ وزاری میں جب ضعف آ
نزاکت سے کب آنکھ کھولی ذرا
خلیفہ نے پھر شاد ہو کر کہا
ہر احوال جب سنتے ہیں حضور
مجھے تاج عزت دیا آپنے
مرض کیطرف سے یہہ نوبت ہوئی
کروں بد نصیبی کا کیا اپنی ذکر
خلیفہ پکارا کہ پیاری تمہیں
خبردار ایسا نہ پھر کار ہو
کسی اور اتواں میں مت جائیو
خلیفہ نے کہہ کر کنارہ کیا
گئی پاس حبّہ میں کہا آہ سے
کہا منے اچھی طرح سے گئے

زمانہ میں بیمار ہوتے ہیں سب
مرض کا بہلا کیا سب حجاب
مگر حال لونڈی نے اخفا کیا
غشی کے وہ عالم میں سویا کیے
غشی سے پڑے ہونے پائی نجات
پھر کر خواصوں سے بولی ذرا
بتاؤ مرض کچھ ہا تو رو کر کہا
ہوا ہے یہہ لونڈی سے ٹک قصور
سرا فراز اسدم کیا آپنے
نہ کچھ آپ کی مجھہ سے خدمت ہوئی
ہوئی میری جانب سے حضرت کو فکر
بڑی ہے محبت ہماری تمہیں
ترقی پہ جس سے کہ آزار ہو
نہیں آج آرام ورنا ہیو
تو بی بی نے مجھکو اشارہ کیا
نکالا غریبوں کو کس راہ سے
یہاں سے خوشی و فرح سے گئے

جو غش میں یہاں شاہزادہ رہا
نہ وہ حال بی بی سے مطلق کہا

جو دیوار سے سر لگی مارنے
کیئے اسطرح بین ناچار نے

نہیں شاہزادے مجھے کچھ خبر
گزرتی ہے کیا تجھپہ شام و سحر

یہہ منہ سے کہا پھر غشی آگئی
سفیدی سی رخسار پر چھاگئی

یکایک مری گود میں پھیک کر
سراپا سے اپنے ہوئی بیخبر

ذرا ہوش آیا تو مینے کہا
نہیں دہیان تن کا نہ سر کا رہا

یہہ ہے جس کے باعث سے رنج و الم
اسی شاہزادے کی تمکو قسم

کرو رحم اپنی ذرا جان پر
اٹھاؤ نہ بار الم اسقدر

سنایا تو پھر آنکھہ کھولی ذرا
مرے ساتھہ الفت سے بولی ذرا

کہا مجھپہ ظاہر ہے الفت تری
پسند آئی مجھہ کو نصیحت تری

نہ بھولونگی تا حشر احسان ترا
کیا دل سے منظور فرمان ترا

خواصونکو بی بی نے رخصت کیا
تو مجھہ سے بیاں درد فرقت کیا

بیاں کرکے ہر وقت سوز جگر
اسیطور روتی رہی رات بھر

دم سرد ہر وقت بھرتی رہی
شکایت خلیفہ کی کرتی رہی

کہ آیا محل میں وہ کیوں بی محل
مری عیش و عشرت میں ڈالا خلل

جو تہا خاص منزل کو اسکے مکاں
ہوئی صبح جب لیگئی میں وہاں

مریض محبت مکاں پر رہا
خلیفہ بھی موجود واں پر رہا

طبیبوں نے آکر کیا گو علاج ہوا راستی پر نہ مطلق مزاج
دوا کی طبیبوں نے کتنی غرض رہا بس ترقی پہ ہر دم مرض
ہوئی شب تو کچھ ہوش آیا ذرا مسافر نے آرام پایا ذرا
ہوئی جب سحر مجھکو بھیجا ادھر کہ لا شاہزادے کی جا کر خبر
لگا کہنے پھر تاجر نامدار رہا وہ اسی کے لیئے بے قرار
یہی شاد ہے عاشق ناموز یہہ بی بی کو دی اپنی جا کر خبر
جو لونڈی کو تاجر نے رخصت کیا تو مشتاق کے گھر کا رستہ لیا
کنیزک سے جو سن چکا تھا بیاں کہی سب مشتاق سے داستاں
یہہ باتیں ہوئیں شام تک جو تمام رہا پھر وہاں تاجر نیک نام
ہوئی صبح آیا میان مکاں کنیزک کو پایا میان دکاں
کنیزک نے نامہ حوالہ کیا کہا" لو اسے دلربا نے دیا
اسے پاس عاشق کے لیجایئے مکاں بھی مجھے آج دکھلایئے
ہوا ساتھ لونڈی کے تاجر رواں اسے لیگیا پھر میان دکاں
لکھا تھا جو خط رو برو کر دیا کہ قاصد کو بھی ڈھونڈھ کر دیا
لیا شاہزادہ نے خط جسگھڑی ہوئی دیکھکر دلکو فرحت بڑی
لکھا تھا جو خط میں پڑھا وہ سبھی کبھی دل لیہ آنکھوں سے رکھا کبھی
جو تھا خط میں لبریز سوز و گداز لکھا اسنے ویسا ہی راز و نیاز

غرض شاہزادہ سے لیکر جواب — روانہ ہوئی گھر کو لونڈی شتاب

پھر آ گھر کی جانب کو عطار بھی — پھرا یار کے پاس آ دیار بھی

پریشان و حیران اُسے دیکھکر — لگا سوچنے تاجر نامور

کہ دونوں کا ہے عشق ہر دم زیاد — خدا جانے کیا اسمیں ہووے فساد

ہوئی گر خلیفہ کو اُسکی خبر — تو پھر ہو نہ عاشق نہ وہ سیمبر

اسی پاس میں تھا میاں دکان — ہوا اتنے میں جوہری اک عیان

نہایت وہ تاجر کا تھا غمگسار — اکٹھے وہ رہتے تھے لیل و نہار

پریشان عطار کو دیکھکر — کہا جوہری نے کہ ای نامور

کنیزک کے کچھ حال سے دے خبر — یہاں کیوں وہ آتی ہے شام و سحر

چھپایا بھی عطار نے بیشتر — نہ کچھ بن سکا پھر کہا سربسر

لگا کہنے عطار اے دردمند — نہیں مجھکو رہنا یہاں کا پسند

کھلیگا خلیفہ پہ گر راز یہ — رہیگا نہ پھر میرا اعزاز یہ

مرا عزم ہے بانصرہ کیطرف — کروں کس لئے جان کو میں تلف

یہ تاجر نے جب جوہری سے کہا — بہت دلمیں تب وہ حیران رہا

گیا ہو کے رخصت غرض تب گھر — وہ آیا کئی روز میں پھر ادھر

دکاں بند پائی جو عطار کی — پریشاں ہوئی جان غمخوار کی

ہوا جوہری تب دلمیں اداس — لگا اسطرح کہنے وہ حق شناس

جو یاں شاہزادہ کا تھا اک رفیق
تو اسنے بھی پکڑا جدا اک طریق

یہہ صورت ہوئی آہ عطار کی
خبر آج لے کون بیمار کی

تجھے چاہیئے اب مددگار ہو
کہ غمخوار بھی چاہئے عطار ہو

یہہ سب سوچکر جوہری عقیل
ہلا شاہزادے کی تا قال و قیل

گیا جوہری شاہزادے کے پاس
پڑا تھا یہہ بستر پہ اپنے اداس

جو عاشق نے کی جوہری پر نظر
تو کی اسکی تعظیم پھر بیٹھکر

تو پھر شاہزادے نے حسب رواج
محبت سے پہلے تو پوچھا مزاج

کہا پھر کہ مطلب سے ماہر کرو
غرض ہو جو کچھ مجھپہ ظاہر کرو

کہا جوہری نے کہ بندہ نواز
بہت کم ہے خدمت میں مجھکو نیاز

مگر آپ سے ہوں یہی خواستگار
رہوں پاس خلوت میں لیل و نہار

مجھے مثل تاجر کے سمجھو اگر
نہ رکھو ذرا مجھسے خوف و خطر

تو پھر عرض یہی کچھ کروں بے حجاب
کہ جسکے لئے یاں تک آیا شتاب

کہا شاہزادہ نے اے مہرباں
جو کچھ دلمیں ہووے کرو اب بیاں

کہا جوہری نے کہ اے نامور
تو کاں سے ہی تاجر کے آیا ادھر

خبر ہے کہ تاجر کو کیا ہو گیا
یہاں سے وہ اب بصرہ کو گیا

کیا جوہری نے یہہ جب ذکر سخن
ہوا شاہزادہ کو رنج و محن

کہا راست کہتے ہو اے مہرباں
اسی سے تسلی تھی میری یہاں

کہا اپنے نوکر سے واں جائیو
خبر جلد عطار کی لائیو ؎

خبر جا کے لایا ملازم شتاب
کہا بانصرہ کو گیا وہ جناب

یہہ کہکر کہا کان میں اِسقدر
کہ آئی ہے لونڈی کسی کی ادہر

اُسے عرض کرنا ہے تم سے ضرور
اگر حکم ہووے تو لاؤں حضور

کہا ہاں دوا ہے وہ بیمار کی
سمجھنا وہ لونڈی ہے دلدار کی

ابھی یاں سے تو جا نہ کچھہ دیر کر
محبت سے لے آنہ کچھہ دیر کر

کنیزک غرض جلد آئی اِدہر
اُٹھا جوہری بھی اُسے دیکھہ کر

وہ کچھہ کان میں بات کہہ کر گئی
گئی جلد دم بھر نہ رہ کر گئی

اُڑی جب کنیزک برنگِ پری
گیا پاس عاشق کے پھر جوہری

ہنسی سے لگا کہنے اے رشکِ ماہ
محل سے تمہیں ہے خلیفہ کے راہ

یہہ سُنکر علی بھی نہ چپکا رہا
کہا، تمنے کس بات سے یہہ کہا

خبر ہے تمہیں کس کی ہے یہہ کنیز
کہ کہتی ہو یونہی سخن اے عزیز

کہا جوہری نے خطا ہو معاف
مجھے حال معلوم ہے صاف صاف

خلیفہ کی بی بی ہے شمس النہار
اُسی کی یہہ لونڈی بھی ہے رازدار

جواہر کی ہوتی ہے خواہش اگر
تو آتی ہے دوکان پہ رشکِ قمر

جہاں پر وہ جاتی ہے سرو رواں
یہہ لونڈی بھی ہوتی ہے ہمراہ واں

ہمیشہ یہہ لونڈی طرحدار کی
بلا کی ہے بیٹے دکانپہ عطّار کی

سخن جوہری سے یہہ جب دم سنا | تاسف سے بیمار نے سر دُھنا
کہا دل سے اب راز افشا ہوا | ہری عشق کا شور برپا ہوا
چھپاتا ہے کیا راز اے بیخبر | خبردار ہے جوہری سربسر
یہہ جاتا ہے اکثر پری کیطرف | چلو آپ ہی جوہری کیطرف
کہا پھر کہ مت دیر للہ کر | جو معلوم ہے اُسے آگاہ کر
جو بیمار کا شوق آیا ادہر | کیا جوہری نے بیاں سربسر
کہا میرے آنے کا ہے یہہ سبب | کہ خدمت کروں آپ کی روز و شب
تری حال پہ مجھکو آیا ترس | ہُوں تیرا غمخوار ہے یہہ ہوس
مددیار کی شکل تاجر کروں | جیوں گر اعانت میں تیری مروں
نہ کچھہ زندگانی کی پروا کروں | تری راز کو پر نہ افشا کروں
کیا یار نے جب بیاں اسقدر | ہوا شاد شہزادۂ نامور
تسلی ہوئی جان بیتاب کو | قرار آیا سُنتے ہی سیماب کو
ہنسی میں نہ امروز فردا کیا | کہا حال سب کچھہ نہ پردہ کیا
ہنسی میں کہا پھر کہ سن اے عزیز | اشارہ سے کہتی تھی مجھکو کنیز
جو تاجر نے چھوڑا ہے گھربار کو | دیا مشورہ اسنے عطار کو
ملے یار دلدار کا کیا نشاں | خضر اپنے سے ہیں وہ بدگمان
کہا، جوہری نے مرا کیا قصور | گیا خوف عزت سے وہ ذی شعور

کہا شاہزادہ نے اُنے نیکنام — کنیزک کا ہے آپ پر اہتمام
تسلی ہوئی مجھہ کو تقریر سے — کرو شاد لونڈی کو تدبیر سے
کہا حال دونوں نے بس اسقدر — کیا مشورہ پھر الگ بیٹھکر
جو دونو کی باتوں سے نیت بھری — گیا اپنے گھر کیطرف جوہری
جو قاصد بھی منزل کو جانے لگا — تو عاشق بھی رو کر سنانے لگا
کوئی اور خط یار کا لائیو — ذرا اب توقف نہ فرمائیو
گئی پاس بی بی کی لونڈی شتاب — کہا اب اکیلا ہے عاشق جناب
کرو جلد لکھکر ہمیں خط عطا — کہ وعدے میں ہووے نہ میری خطا
صنم نے لکھا شوق سے ایک خط — کہ تھا جس میں فرقت کا شکوہ فقط
شکایت لکھی چرخ غدار کی — لکھی بیوفائی بھی عطار کی
جو وہ لکھہ چکی آہ سوزِ جگر — چلا لیکے نامہ کو پیغام بر
جو نامہ گرا ہاتھ سے چھوٹ کر — گیا سُرخ ماتھا وہیں کوٹ کر
سرِ راہ کرتی تھی وہ جستجو — وہیں آگیا جوہری روبرو
جو دیکھا کہ خط جوہری ہی پاس — کنیزک ہوئی اور بھی بدحواس
لگی کہنے صاحب اسکو پڑھو — مجھے خط یہہ بخشو تو آگے بڑھو
بتاؤ تو سمجھو گے تم کیا اسے — کہ کسنے لکھا ہے یہہ بھیجا کسے
خبر ہے مجھے خط ہے جسکام کا — مگر آپکے ہے یہہ کس کام کا

گئی ناگہتی گہر تلک ساتھ یہہ — مکاں میں گئی جب کہی بات یہہ

وہیں خط یہہ دیتا تمہیں راہ میں — یہ کہنا نہ تہا کچھ ہمیں راہ میں

بہت جلد دی مجھ کو اسکا پتا — کہا تو نے بی بی سے کیا کچھ بتا

کہ مینے چھڑایا ہے گہر بار کو — روانہ کیا یاں سے عطار کو

خدا پر ہے ظاہر ہمارا خیال — سراسر غلط ہے تمہارا خیال

مجھے آج تم سے یہ امید ہے — کہ ظاہر کرو مجھپہ یہ بھید ہے

سمجھوار ہوں مجھ کو پہچان لو — جگہ مجھ کو عطار کی جان لو

یہہ حاضر ہے اب جان او مال سے — خبر ایسی بی بی کو کر حال سے

کہو سب جو دیکھی ہے میری طرح — کہ سمجھیں مجھے وہ بھی تیری طرح

کنیزک کو پہلے ہوا کچھ خطر — کہ واقف ہے یہہ راز سے سر بسر

کیئے جوہری نے مگر وہ سخن — کہ راضی ہوئی جس سے غنچہ دہن

دیا شاہزادہ نے جو کچھ جواب — دکہایا وہ سب جوہری کو شتاب

کہا جوہری سے کہ اے باوفا — کہونگی یہ بی بی سے سب ماجرا

کنیزک نے وہ جوہری سے لیا — جسے اسکو دینا تہا جا کر دیا

کنیزک وہ پہر جوہری سے ملی — اسے دیکھہ کر مثل غنچہ کہلی

پکاری کہ احوال سارا کہا — سفارش سے مطلب تمہارا کہا

جو کرتی تہی بی بی مرا انتظار — تو تجھ سے تہا دل بہت بیقرار

مجھے دیکھکر شاد ہونے لگی — جو خط پڑھ چکی پھر تو رونے لگی
سنائی جو بندی نے یہہ واردات — گیا با نصرہ تاجر نیک ذات
تو اُسنے بھی بڑھ کر ملا اک شفیق — وہی مثلِ عطار ہے اب رفیق
فدا ہے وہ عاشق پہ گھر بار سے — وفا میں زیادہ ہے عطار سے
وہی شاہزادے کا ہے رازدار — نہایت ہوا خواہ ہے جان نثار
یہہ سنکر ہوئی شاد رشکِ قمر — کہا، میں بھی تکہوں اُسے اک نظر
نہیں ایسی دُنیا میں انساں کہیں — کوئی غیر پر جان دیتا نہیں
اُسے لا مری یاس دل ہے اداس — اُسے دیکھ لوں آئی ہوش و حواس
پکاری یہہ پھر جوہری کو کنیز — بلا چاہتا ہے تو چل اے عزیز
ہوئی فکر پہلے تو چپکا رہا — کہا، پھر کہ بی بی نے یہہ کیا کہا
کہیں مثلِ عطار پایا مجھے — کہ بیوجہ گھر میں بلایا مجھے
رسائی نہیں عطار کی دور دور — محل میں بھی جاتا تھا وہ ذی شعور
خلیفہ بھی پہچانتا تھا اُسے — محل میں ہر اک جانتا تھا اُسے
مجھے جانے دینگی نہ پہچان کر — وہ روکیں گے سب اجنبی جانکر
محل میں سبب سے جو جانا ملے — تو بندہ کو پھر اک بہانا ملے
نہیں پھر یہہ ممکن کہ روکے کوئی — جو پہچان لی پھر نہ ٹوکے کوئی
پکاری یہہ لونڈی کہ دیکھو ادہر — بلایا ہے کچھ آپ کو سوچکر

کنیزک نے سب بوجھہ سر پر لیا — ہر اک طور سے پہر دلاسا دیا

کہا جسطرح تمکو لیجاؤں گی — امانت اسیطور پہنچاؤنگی

کہا کی بہت دیر تک وہ پری — نہ جانے پہ قایم تہوا جوہری

کنیزک نے ویسی ہی آکر کہا — نہ بگڑے صنم کچھہ بنا کر کہا

لگی کہنے کچھہ سوچکر وہ پری — کہ یہہ بات کہتا ہی سچ جوہری

جو ہے خوف میری مکانپر اوسے — تو میں ہی ملونگی دکانپر اوسے

یہہ بی بی سے سنکر نہ ٹہری وہاں — گئی دوڑ کر جوہری تہا جہاں

کنیزک نے پہر خرچ بہی کچھہ دیا — ارادہ سے بی بی کی واقف کیا

کہا یہہ کہ یہاں سے نہ جائیں جناب — کہ بی بی کو لاتی ہے لونڈی شتاب

یہہ کہتی ہی پہونچی ادہر سے اودہر — وہ لائی پری کو اوڑا کر ادہر

جو نزدیک آئی وہ رشک پری — ٹہرا پیشوائی کو پہر جوہری

گئی قصر میں غیرت آفتاب — کیا پہر نہ باتونمیں کچھہ بہی حجاب

جو دونو میں پہر ہو چکی کچھہ سخن — اٹھی اسطرح کہہ کے غنچہ دہن

کہ حافظ تمہارا ہے پروردگار — تسلی ہوی تم سے ای غمگسار

یہہ کہہ کر روانہ ہوی ماہرو — گیا شاہزادہ کے یہہ روبرو

ہنسا پہلے عاشق اسے دیکھہ کر — کہا شکر ہے آپ کی نظر

مگر آپ تجویز ایسی کریں — کہ یوں ہی نہ ہم رنج کہا کر مریں

دکھاؤ ہمیں جلد شکل حبیب ملاقات ہو تا ہر وکی نصیب
کہا جوہری نے ذرا صبر کر ملیگی کسی وقت رشک قمر
ترے واسطے مینے جدیا کیا کہاں آہ تا جرنے ایسا کیا
ملاقات کرایا اسنے ادہر کنیزک کو لایا ادہر راہ پر
جو کچھ یہہ گزرا تھا سب کچھ کہا سوار اسپ کے نہ اب کچھ کہا
کہا الگ ہا ہول اسی گہات میں نہ اب نیر ہو گی ملاقات میں
زیادہ جو جوش محبت ہوا دلاسا دیا گھر کو رخصت کیا
ہوئی صبح لونڈی نہ گھر پر ملی الگ ساری کنبہ سے در پر ملی
کہا جوہری نے کہ آئے گلعذار تمہارا ہی تھا ابتلک انتظار
کنیزک پکاری کہو خیر ہے کہا حال عاشق کا اب غیر ہے
سنو آج عاشق کی فریاد کو بلاؤ کسی دن پریزاد کو
کنیزک پکاری یہہ کیا دور ہے بلاؤں ہی گر یہہ منظور ہے
کہا جوہری نے کہ سرو رواں مری پاس ہی اور بھی اک مکاں
سجا ہے تکلف سے سارا مکاں ذرا دیکھئو ہے تمہارا مکاں
دکھایا جو اسکو مکان بلند کیا دل سے لونڈی نے اسکو پسند
کہا اب میں جاتی ہوں اے جوہری کہیں منتظر ہو نہ رشک پری
محبت سے لونڈی پھری دربدر گئی اسطرف اور آئی ادہر

جو تھیلی تھی اک سرخ دینار کی — تمنا سے کی نذر غمخوار کی
کہا،، کچھ نہ میرا یہہ ایجاد ہے — فقط میری بی بی کا ارشاد ہے
اگر ہو سکے کچھ شراب کباب — تو منگوایئے شوق سے انتخاب
نہ پہر جوہری نے توقف کیا — مناسب تھا جو جو تکلف کیا
سجا کر ہر اک چیز انداز سے — چلو یہہ کہا جا کے جانباز سے
چلا ایسے عاشق بدل کر لباس — اوڑے جیسے عاشق کی ہوش و حواس
مکاں میں پہنچکر کیا انتظار — سنا پہر کہ آتی ہے شمس النہار
کہیں کیوں نہ ہم ماہ گلفام کو — کہ آتا ہے منزل پہ پہ شام کو
ادہر جان آئی خفا دم ہوا — کہ دونو نپہ سکتہ کا عالم ہوا
ملے دونو اسطور تقدیر سے — ملے آئینہ جیسے تصویر سے
حقیقت میں ماتم سرا ہی جہاں — ہنسی میں بہی آتا ہی رونا یہاں
بکا کے سوا یاں نہ کچھ ہو سکے — تو روئے یہاں جسقدر رو سکے
جو آنسو جدا جوہری نے کیئے — ذرا اشک رو مال میں لے لیئے
کہا،، پہر فغاں کو محل چاہیئے — ہنسی اب بکا کا بدل چاہیئے
ہوا بات سے جوہری کے قرار — ہنسی شاہزادہ سے شمس النہار
اٹہے وہاں سے دستار خواں پر گیے — پرانی شرابیں تہیں میوے نئے
جنہیں خلق میں عشق کا ہو مرض — انہیں کہانے پینے سے ہی کیا غرض

کیا نوش دونوں نے کہانا کہاں
لگا کر فقط ہاتہہ آئے یہاں

کہا جوہری سے ادہر آئیے
جو ہووے کوئی ہانسلی لائیے

وہ سنتے ہی لایا عجب ہانسلی
ستمگر کو بخشی غضب ہانسلی

طرحدار نے وقت کو دیکہہ کر
کہا سوز سے اپنا سوزِ جگر

یہہ تڑپا ہو مشتاق پہر راگ پر
کہ لوٹے کوئی جسطرح آگ پر

اُسی دم غزل ایک تصنیف کی
طرحدار کی اُسمیں تعریف کی

غزل تو وہ گانے لگا راگ میں
چلا آپ اپنی ہی پہر آگ میں

یہاں خاک روئے کوئی چین سے
کہ رونا بہی ملتا نہیں چین سے

اگر پہول دنیا میں آکر ہنسا
تو سمجھو کہ دامِ خزاں میں پہنسا

خزاں نے جو ساعت کو چہوڑا اسے
تو گلچیں نے آتے ہی توڑا اُسے

یہاں خاک بلبل ہو نغمہ سرا
کہ رونے کو مہلت نہیں ہے ذرا

کبہی بہول کر بہی جو فریاد کی
تو دیکہی وہیں شکل صیاد کی

جو پہرہ پہ تہا جوہری کا غلام
کیا جوہری سے یہہ سنتے کلام

جو در پہ کہڑے ہیں پیادے سوار
تو ستو سے زیادہ ہے انکا شمار

انہیں در پہ آیا ہوں میں چہوڑ کر
گہسا چاہتے ہیں وہ در توڑ کر

سنا جوہری نے تو گہبرا گیا
گیا دیکہنے کو تو تہرا گیا

نظر آئے در پر فقط سو سوار
لئے ہاتہہ میں خنجر آبدار

نہ کی پھر نظر اپنے گھر بار پر ۔ مکاں سے اڑا حجرہ کے دیوار پر
مکاں سے ادھر یہہ اڑا ایکبار ۔ مکاں میں گھسے اسطرف سے سوار
جو پھر جوہری شور سنتا رہا ۔ تو افسوس سے سر کو دھنتا رہا
جو سو قوت شور و فغاں ہو گیا ۔ تو گھر کیطرف یہہ رواں ہو گیا
کیا جوہری نے جو در پر قیام ۔ نظر آیا در پر اسے اک غلام
کہا اسنے کیونکر برادر بچا ۔ کہا اسنے گوشہ کے اندر بچا
کیا اسنے پھر جوہری سے بیاں ۔ نہ تھے لوگ وہ شہر کے پاسباں
یہہ سب لوگ قزاق تھے احباب ۔ انہوں نے کیئے گھر ہزاروں خراب
کہا جوہری نے یہہ سنکر کہ ہاں ۔ جو اسباب زر سے ہے خالی مکاں
تو ہو آپ کی بات کا اعتبار ۔ کہ قزاق بیشک وہ تھے بدشعار
یہہ باتیں تھیں باہر جو اندر گئے ۔ مکاں صاف آیا نظر ڈر گئے
نہ تھے شاہزادہ نہ شمس النہار ۔ کہ تھے ہر طرف گھر میں گرد و غبار
مکاں میں نہ دیکھا جو اسباب کو ۔ کہا کیا کہوں جا کے احباب کو
اسی سوچ میں ہو گئی پھر سحر ۔ ہوئی گھر کے لٹنے کی گھر گھر خبر
غلاموں نے حاضر بہی خاصہ کیا ۔ مگر فکر نے کچھہ نہ کھانے دیا
کہا ایک خادم نے آکر شتاب ۔ بلاتا ہے ڈیوڑھی پہ کوئی جناب
جو ڈیوڑھی پہ پہنچا تو پوچھا سبب ۔ کہ ہو کون مجھکو کیا کیوں طلب

کہا،، آپ مجھسے نہ آگاہ ہیں
یہہ سمجھو کہ ہم بھی ہوا خواہ ہیں

مجھے آپ جانیں نہ اس حال سے
کہ واقف ہو نہیں آپکے حال سے

یہانتک سفر تہا ہمارے لیئے
مگر فائدہ ہے تمہارے لیئے

غنیمت سمجھنا ملاقات کو
چلو ساتھہ میرے سنو بات کو

چلا جوہری ساتھہ غمخوار کے
ہوئے پار ٹکڑے س کے وہ ہار کے

تھکا جوہری راہ میں دوڑ کر
مگر تھی نہ غمخوار کو کچھہ خبر

غرض وہ مکانمیں اسے لیگیا
کوئی آکے پہر قفل بھی دیگیا

جواں جسقدر تہے میان مکان
اٹھے اسکی تعظیم کو سب جوان

جو دستار خواں پر بٹھایا اسے
تو کچھہ آپ کہایا کہلایا اسے

کہا،، ایک نے یہہ بتاو ابھی
کبھی گھر یہہ دیکھا ہے تو کبھی

یہہ بولا نہ پہلے ملاقات کی
ابھی گھر یہہ دیکھا ابھی بات کی

کہا پہر کہ ہمسے نہ انکار کر
جو کچھہ تجھپہ گزرا ہے اظہار کر

جو کچھہ حال تہا جوہری نے کہا
ہر اک ڈہنگ سے اسکو سنتا رہا

ہوا طرز سے جوہری کو یقیں
یہہ قزاق ہیں اور کوئی نہیں

کہا یار وجو کچھہ ہوا سو ہوا
مگر میں تو اس فکر و غم میں ہوا

کہ وہ خیر سے ہیں کہ پہنچا ضرر
نہیں میہمانوں کی مجھہ کو خبر

کہا خیر سے ہیں نہ گہبر اسیئے
دکہائیں تمہیں شوق سے آئیئے

اُنہوں نے کہا ہے یہہ احوال سب
تمہارا بہی اُن سے سنا حال سب

سُنا حال دُونو کا جب غور سے
بجا لائے خدمت ہر اک طور سے

بتاؤ وہ ہیں کون اے غمگسار
کہا بو الحسن وہ ہے وہ شمس النہار

کہا راست کہتا ہے اے جوہری
خلیفہ کی معشوق ہے یہہ پری

وہ ہے بو الحسن شاہزادہ ضرور
بیاں واقعی ہے نہیں کچہہ قصور

کہا جوہری نے خدا کی قسم
وہ ہے بو الحسن شاہ کی یہہ حرم

جو یہہ جوہری نے قسم سے کہا
تو چوروں نے یہہ یک دم سے کہا

کہ اے بو الحسن ہے یہہ وقتِ عطا
خدا کے لئے عفو ہووے خطا

حقیقت میں رہزن تہے گمراہ تہے
مگر آپ سے کچہہ نہ آگاہ تہے

کہو یہہ کہیں گے نہ کچہہ راز ہم
کرو عفو تقصیر کہاؤ قسم

جو تینوں سے پیماں برابر لیا
تو پہر مال سارا ہٹا کر دیا

ہوئے گرد چوروں کے تینوں جواں
ہوئے چور اسباب لیکر رواں

وہ دریائے دجلہ سے پہر آگئے
اِدہر سے اُدہر پار پہنچا گئے

ہوئے چور کشتی کو لیکر رواں
نظر آیا پہر محتسب ناگہاں

کنارہ پہ کشتی سے اُترے غریب
تو پہر محتسب آن پہنچا قریب

پہنچکر کیا محتسب نے بیاں
کہ ہو کون جاتے ہو تم پہر کہاں

کہا جوہری نے کہ اے کوتوال
وہ کشتی پہ قزاق ہیں کر خیال

اُنہوں نے مرے گہر کو لوٹا ہی
چلا آ انکے پیچہے وہ بہاگے سبہی

لبِ نہر سب مال آکر لیا
یہہ موجود ہے جو ہٹا کر لیا

جو پہر پیش اسباب و زیور کیا
رہا اسکو سچا سمجہکر کیا

کیا شاہزادہ کی جانب خطاب
کہ فرمائیے آپ بہی کچہہ جواب

یہہ ہے کون بی بی جو ہمراہ ہے
یہہ کس کے لئے نالہ و آہ ہے

نہ اظہار کچہہ بو الحسن نے کیا
اشارہ مگر گلبدن نے کیا

گیا محتسب پاس انداز سے
کہی کان میں بات کچہہ ناز سے

سُنا محتسب نے تو تعظیم کی
مرخص ہوا سب کو تسلیم کی

منگا کر وہیں کشتیاں تین چار
کیا تینوں آفت زدونکو سوار

کئی ساتہہ تینوں کے کچہہ آدمی
کہا،، ہاں خدمت میں ہوئے کئی

گئی ایک کشتی پہ رشکِ پری
چلے ایک پر عاشق و جوہری

جو تہی ساتہہ پہر حفاظت جواں
ہوئی وہ تو کشتی کو لیکر رواں

اُنہیں بو الحسن نے کیا یہہ خطاب
مکاں پر چلو جوہری کے شتاب

وہ تہی شاہزادہ کے اوپر خفا
اُنہیں آپ منظور تہی کچہہ جفا

اُنہوں نے دیا ہاتکا کب جب اب
طرف قید خانہ کی لائے شتاب

پیادونکی اسباب پر تہی نظر
کہ رکہیں انہیں قید میں رات بہر

جو ہووے سحر کچہہ نہ ہو گفتگو
خلیفہ کے پہر لیچلیں روبرو

پیادوں نے صدمے دکھائے انہیں ۔ غرض قیدخانہ میں لائے انہیں
جو داروغۂ قیدخانہ چلا ۔ کیا پھر پیادوں کا اُسنے گلا
کہا جوہری نے کہ اے نیک فال ۔ جو ہے شہر بغداد کا کوتوال
تو اُسنے غریبوں پہ احسان کیئے ۔ پیادے حفاظت کی خاطر دیئے
پیادوں کو ہم نے نہیں کچھ دیا ۔ پیادوں نے زنداں میں داخل کیا
کہا اُسنے کہتے ہو تم بات یہہ ۔ یہی بات کرتی ہیں دن رات یہہ
حفاظت کو دو آدمی پھر دیئے ۔ مکانوں کو واں سے روانہ کیئے
جو نزدیک تھا بو الحسن کا مکاں ۔ گئے خیر سے اُسمیں وہ نوجواں
نقاہت سے دو دن مکاں پر رہا ۔ چلا جوہری پھر وہاں پر رہا
نہ پہنچا تھا ابتک یہاں مکاں ۔ کنیزک ملی راہ میں ناگہاں
بڑے غور سے اسکو پہچان کر ۔ نہ کی بات رستہ میں کچھ جانکر
اِدھر جوہری کچھ سمجھ کر چلا ۔ اُدھر پیچھے پیچھے چلی دلربا
مکاں میں گئی ساتھ آخر کنیز ۔ جو مجرا کیا پھر کہا اے عزیز
یہہ جانا کہ گھر کی صفائی ہوئی ۔ لٹیروں سے کیونکر رہائی ہوئی
کہا جوہری نے کہ تم پیشتر ۔ کرو حال مجھ سے بیاں سر بسر
تمہاری جو تھیں ساتھ میں لونڈیاں ۔ کرو حال انکا بھی مجھ سے بیاں
حقیقت کنیزوں کی سن لو ذرا ۔ کہوں تم سے اپنا بھی ماجرا

کہا پہر یہہ لونڈی نے اے خیر خواہ ہماری طرف بہی ذرا کر نگاہ

ہمیں آہ جب یہہ ہوا اشتباہ خلیفہ کی بہیجی ہوئی ہے سپاہ

خلیفہ کو پہنچی ہے ساری خبر کرے قتل پاکر ہماری خبر

ہوئی جب نظر اپنے انجام پر محل سے گئیں خوف میں بام پر

کیا بام سے ایک گہر میں قیام کیا تہا نہ ابتک کسی سے کلام

خلیق و سخی تہا جو اہل مکاں وہ ہمپر نہایت ہوا مہرباں

مکانمیں ہیں چین سے رات بہر مکاں پر گئیں اپنے وقت سحر

خواصیں محل کی پریشان تہیں نہ آنے سے بی بی کو حیران تہیں

لگیں پوچہنے سب ہمیں دیکہکر کہ بی بی کہاں ہیں ہمیں دو خبر

کہا مینے سب کو کرو مت فتور کہ اک دوست بی بی کو گہر میں حضور

رہینگی وہاں اور بہی دو پہر ہمیں کر دیا ہے روانہ ادہر

ہوئی پہر تو خاموش خاص و عام ہوئی صبح غم میں مصیبت میں شام

رہیں اس تردد میں اے نیک ذات کہ گزری ہے بی بی پہ کیا واردات

گئی رات کچہہ کچہہ نہ شہرہ کیا جو دریا کی جانب تہا در وا کیا

سنایا یہہ ملاح کو پہر شتاب یہہ کشتی جو نازک ہے مثل حباب

اسے پار دریا کے لے جایئے جو بی بی ملے ڈہونڈہ کر لایئے

یہہ سنتے ہی ملاح بخیطر ادہر یہہ کہا اور پہنچا ادہر

گئی رات آدھی اسی دھیان میں — تو آئی صدا کچھ مرے کان میں
جو دیکھا تو بی بی ہے شمس النہار — مگر ہے سفینہ کے اوپر سوار
نقاہت سے ہلنے کی جرأت نہیں — اوترنے کی کشتی سے طاقت نہیں
نہ تھا کچھہ اترنے کا یارا اُسے — سفینہ سے مینے اُتارا اُسے
کسیکو نہ واقف کیا راز سے — لٹایا چھپرکھٹ پہ انداز سے
جو طاقت ہوئی جسم اور جان میں — بلا کر کہا یہہ مرے کان میں
پیادہ ہیں کشتی پہ اسوار دو — اُنہیں خرچ کو سُرخ دینار دو
نہ دینا کبھی اس سے کم زینہار — کہ تھیلی کے اندر ہوں درہم ہزار
جو بی بی نے ارشاد مجھکو کیا — اُسیطور پر مینے گن کر دیا
نہ اب کچھہ کرو فکر اے جان نثار — کہ ہے خیر و خوبی سے شمس النہار
کنیزک کا آخر ہوا جب کلام — کہا جوہری نے بھی قصہ تمام
کنیزک نے پھر اشرفی دو ہزار — کہ دی جوہری کو بھی کر کے شمار
زر سُرخ لونڈی سے جب لے لیا — ادا شکر پھر جوہری نے کیا
جو غیروں سے لایا تھا اسباب کو — بنا کر دیا اپنے احباب کو
ادہر سے جو کچھہ مطمئن ہو گیا — تو عاشق کے پھر دیکھنے کو گیا
یہہ عاشق کا احوال آیا نظر — کہ آنکھیں تو ہیں بند اور بے خبر
اسیطور وہ ایک کروٹ پڑی — کہ جیسے بچھونے میں سلوٹ پڑی

نہ کیونکر رہیں بند آنکھیں بھلا — برا حال کیا اپنا دکھیں بھلا
برا حال دیکھا جو بیمار کا — پڑا ہاہ اور کچھہ رنج غمخوار کا
کہا زندگی ہی تو سب بات ہے — تماشا ہی سب جان کے ساتھہ ہے
کہا اسطرح سے یہہ غمخوار نے — وہیں کھولدی آنکھہ بیمار نے
دیا ہاتھہ میں ہاتھہ پھر پیار سے — یہہ کہنے لگا اپنے غمخوار سے
مجھے دیکھنے آپ آئے یہاں — اٹھا ہے مرے واسطے تو زیاں
مری ہر جگہہ پر رعایت ہوئی — ہوا مجھہ پہ احسان عنایت ہوئی
کہا جوہری نے یہہ کیا بات ہے — اطاعت تری فرض و سنت ہے
مجھے چین ہے تیرے آرام سے — شفا ہے مقدم ہر اک کام سے
نظر دوست پر اپنے فرمایئے — توانا ہو تن کچھہ تو اب کھایئے
بڑی منتوں سے اٹھایا اسے — جو کھانا منگایا کھلایا اسے
خوشامد سے منت سے اصرار سے — کیا نوش کچھہ خاطر یار سے
پھرا دل جو کھانے سے بیمار کا — لگا پوچھنے حال دلدار کا
کہا اے برادر نہو بیقرار — کہ اچھی طرح سے ہے شمس النہار
کئی بار چاہا یہہ غمخوار نے — اٹھی واں سے مانا نہ بیمار نے
بڑی دیر میں پھر اجازت ملی — گیا جوہری گھر جو رخصت ملی
ہوئی صبح سوجھی نہ کچھہ کار کی — گیا پھر عیادت کو بیمار کی

جو دیکھا اسے عاشق زار نے ارادہ کیا پھر یہہ بیمار نے
کہ نقصان کا جلد دے کچھہ بدل یہہ سنتے نہ چاہا کہ دی کچھہ بدل
کہا کچھہ زباں سے جو ہمسایہ نے کہا ،،دیدیا مجھکو دلدار نے
بتایا اُسی زر سے اسباب کو امانت دیا اپنے احباب کو
سنائی سخاوت جو دلدار کی زیادہ نہ عاشق نے تکرار کی
کسیکو نہ بیمار کی آس تھی مگر جوہری کو بھی کچھہ یاس تھی
گیا گھر میں شب بھر رہا بیحواس ہوئی صبح لونڈی ملی پُر ہراس
کہا جوہری نے کہ اے خیر خواہ کہو حال اب کس لئے ہے تباہ
ہوئی کس لئے بیحواسی کہو یہہ چہرہ پہ ہے کیوں اُداسی کہو
کیا عرض لونڈی نے اے حق شناس یہہ لونڈی نہیں بے سبب بیحواس
سنو ہوش اب یوں ہمارے گئے ہوئے قتل تم ہم بھی مارے گئے
ترے گھر میں آئے جو ہم اے عزیز تو تھی ساتھہ بی بی کے جو اک کنیز
ہوئی ایکدن اُسپہ بی بی خفا وہ سمجھی خفا ہیں کریںگی جفا
ہوا خوف سے دل پہ صدمہ عجب خلیفہ سے جا کر کہا حال سب
سنا جب خلیفہ نے سب ماجرا تو بھیجے وہیں بیس خواجہ سرا
پکڑنے کو بی بی کے آئے سبھی اُسے لیگئے جمع ہو کر ابھی
کیا کیا اُسے پھر نہیں یہہ خبر تمہیں دوں خبر جلد آئی ادہر

نصیحت یہی ہے ہماری تمہیں
اگر جان اسد ہم ہے پیاری تمہیں

نہ اِس شہر میں سانس لِلّٰہ لو
اڑو شاہزادہ کو ہمراہ لو

سُنا جوہری نے جو احوال یہہ
کہا شاہزادہ سے سب حال یہہ

یہ سُنتے ہی پہلے تو غش کر گیا
کہا جوہری نے کہ یہ مر گیا

افاقہ ہوا پھر جو جانباز کو
کہا اب چلو شہرِ انباز کو

کروگے ذرا دیر بھی آہ تم
نہ پاؤگے چلنے کو پھر راہ تم

خلیفہ کی ساعت میں آکر سپاہ
کریگی مجھے بھی تمہیں بھی تباہ

تو پھر شاہزادہ نے گھوڑے لیئے
جواہر لیئے کچھہ تو توڑے لیئے

مُصیبت زدہ پھر چلے رات بھر
ہوئی صبح لی سانس زیرِ شجر

ابھی دم شکستہ تنوں نے لیا
وہیں مال سب رہزنوں نے لیا

گئی بھی تو اک رنج دیکر گئے
وہ کپڑے بدن کے بھی لیکر گئے

کہا شاہزادہ نے اُس جوہری
یہہ ہے گردشِ چرخِ نیلوفری

ترس کھاؤ حالت بُری دیکھہ کر
پھرا دو گلے پر چھری دیکھہ کر

کہا جوہری نے کہ صابر رہو
نہ دم مارو مرضی پہ شاکر رہو

خدا جانے کیا آئے آگے پڑ ہو
کہیں اور جاکر نمازیں پڑھو

غرض وہ اسیرِ کمندِ بلا
وہیں ساتھہ پھر جوہری کے چلا

چلے کوس دو کوس جب راہ میں
نظر آئی مسجد عجب راہ میں

رہی جا کے مسجد میں یہہ بےخطر — ہوئی صبح اک شخص آیا نظر
ادا کر چکا جب نماز سحر — تو کی اُس نے ان کیطرف بہی نظر
کہا پہر یہہ جانا کہ ہو اجنبی — بتاؤ یہہ بہر خدا و نبی
کہاں ہی مکاں کیوں مصیبت ہوئی — کہ عُریاں ہو تم کیا حقیقت ہوئی
کہا گہر تو آئے شخص بغداد سے — لٹیروں نے لُوٹا یہہ روداد ہے
کیا پیر نے بات سُنکر خطاب — مکاں پر چلیں آپ میرے شتاب
گزارہ ہے مشکل یہاں آپ کا — یہہ نزدیک گہر ہے مکاں آپکا
دل و جاں سے خدمت تمہاری کروں — جو ہو سکے کوئی جاں نثاری کروں
سُنا یہہ تو دونوں نے سوچا وہیں — کہا دل میں اپنا ہو وے کہیں
خلیفہ نے بہیجے ہوں یاں اشتہار — نشاں دیکھہ کر یہہ بصد افتخار
سُنی پہر ہماری نہ فریاد کو — کرے ظلم پہنچائے بغداد کو
یہہ سب سوچکر پہر کہا پیر سے — نہ حضرت خفا ہو ویں تقریر سے
تکلف ہے کیا آپ سے اب ہمیں — یہ عُریاں ندیکہیں کہیں سب ہمیں
کہا پیر سے جب کچہہ آہ بہید — تو لے آیا دو چادریں وہ سفید
جو پایا انہیں بہوک سے ناتواں — ہوا پہر مکاں کیطرف وہ رواں
گیا گہر میں لونڈی کو کہانا دیا — وہ لائے تو کچہہ جوہری نے لیا
بُرا حال تہا عاشق زار کا — چلا دل نہ کہانے یہ بیمار کا

جو بڑھکر مرض سے دل کے اٹھاہے مزا
اُسے خاک کہانوں سے آئے مزا

جو پیتے ہوں ہر وقت خون جگر
تو ہو خاک پانی پہ اُنکی نظر

کیا تھو کہہ میں بیان دلدار کا
ہوا اور ہی حال بیمار کا

جو پھر ذکر میں یار پر کی نظر
ڈرا جوہری حال کو دیکھکر

مرض جب ترقی پہ پایا گیا
عیادت کو پھر پیر آیا گیا

کہا جوہری نے کہ ائی مرد پیر
مرے دوست کا ہے یہ وقت اخیر

بہت جلد آئینگے غافل رہیں
جو کچھ اور ہو حال شامل رہیں

گیا اپنے گھر کو جو پیر شریف
ہوئی نبض پھر ناتواں کی ضعیف

کہا بوالحسن نے کہ اے جوہری
تری دوست کا وقت ہے آخری

نہیں اور دیکھیں جو حالت تباہ
مری حال کے آپ ہیں اب گواہ

صنم کی تصور میں ہر دم رہے
محبت میں ثابت قدم ہم رہے

جو کچھ عشق نے مجھکو صدمہ دیا
مصیبت کو راحت میں سمجھا کیا

نہ مرنیکا غم ہے برادر مجھے
کہ جینے سے مرنا ہے بہتر مجھے

جو ہے آہ وزاری تو اس جوش میں
سوئے ہم نہ مادر کی آغوش میں

جہاں میں ہے یہ ہی عبث گفتگو
ہوئی کسکی پوری یہاں آرزو

مری روح جب تنسے ہو رواں
نہ غسل و کفن مجکو دینا یہاں

نہ یاں قبر میں میرا لاشہ دہرو
حوالہ مجھے میزباں کے کرو

یہہ دو میری اماں کو جا کر خبر
چھپا آنکھہ سے نیر انور نظر

بتا دو یہا تک کہ واں مر گیا
یہہ آخر وصیت ہمیں کر گیا

نہ گھر پر ہیں آہ و فریاد میں
کریں دفن لیجا کے بغداد میں

نہ پھر یاد آہ و بکا سے کرو
دعا مغفرت کی خدا سے کرو

ہوا عشق میں کام اسکا تمام
کیا جوہری نے نہ واں پر مقام

ادا ہو وصیت یہہ نیت ہوئی
کیا جسطرح سے وصیت ہوئی

نہ پھر لاش پر آہ و فریاد کی
بہت جلد لی راہ بغداد کی

یہہ ہی جوہری نے جو آکر خبر
چلی جلد ماں اسکی پا کر خبر

گئی اور لے آئی بغداد میں
مہینوں رہی آہ و فریاد میں

کبھی روز بیٹھی مکان جوہری
ٹہلتا تھا آئی نظر اک پری

تو پہچانکر آہ اکبار کی
کہا وہ ہی لونڈی ہے دلدار کی

مکا نپر اسے جانکر لے گیا
غرض اسکو پہچانکر لے گیا

کیا شاہزادہ کا سارا بیاں
کہا اسکا تابوت آیا یہاں

کہی یہہ حقیقت بہی بیمار کی
موا ہے محبت میں دلدار کی

یہہ کہہ کر جو رونے لگا جوہری
تو رونے لگی ساتھہ تک پری

یہہ مطلق نہ تہی جوہری کو خبر
کہ گزرا ہے کیا آہ معشوق پر

کنیزک پکاری کہ ای جان نثار
گئی ساتھہ اسکی ہی شمس النہار

جو ہنا صنم کا پری نے کہا
تو رو کر اُسی جوہری نے کہا
بتا یہہ کہ کیونکر قضا کر گئی ؛
کہا عشق میں یار کے مر گئی
ہُوا حال معشوق کا جب عیاں
تو کرنے لگے مِلکے آہ و فغاں
تأمّل سے پہر اشک کو پونچہہ کر
لگا جوہری کہنے اُنسے سیمبر
خلیفہ کو لونڈی نے کی جب خبر
یہہ کہہ کیا حقیقت ہوئی مشتہر
صنم سے خلیفہ نے کیا کچھہ کیا
اُسے مار ڈالا کہ جانے دیا
یہہ کہنے لگی وہ یہہ ہے ماجرا
خلیفہ نے بہیجے جو خواجہ سرا
اُنہوں کو سُنا کچھہ نہ فریاد کو
اُڑی سب پا کر پریزاد کو
تڑپتی ہوئی جان کہوتی ہوئی
گئی پاس شوہر کے رُوتی ہوئی
جسے ہووے مرنے پہ اپنے نظر
اُسے کیا کسیکا ہو خوف و خطر
خلیفہ کے پہنچی جو بی بی حضور
کہاں پہر وہ غصہ کہاں پہر قصور
جو دیکہا الگ رنج سارے ہوئے
کہاں سر اُٹہاتے ہیں مارے ہوئے
نہ تہا نشۂ عشق سے ہوش میں
لیا اپنے دلبر کو آغوش میں
نہ پہر رنج اُسکو ذرا سا دیا ؛
دیا بہی تو ہر دم دلاسا دیا
نہیں یہہ کہ ذلّت سے رخصت کیا
بڑی اُسکو عزّت سے رخصت کیا
گراں بار بی بی کو خلعت دیا ؛
ہوا سرنگوں تاج عزّت دیا
جو آکر محل میں وہ داخل ہوئی
تو کچھہ اور کیفیّت دل ہوئی

جو بیٹھی نہ اٹھنے کی طاقت رہی ۔ بلا کر یہی بات مجھ سے کہی
رہی اب تلک تو مری رازدار ۔ بہت شاد تجھ سے ہوں اے غمگسار
مسافر یہہ جہاں ہے اک رات کا ۔ صلہ کیا کرے تیری خدمات کا
کہا میں نے بی بی نہ ایسا کہو ۔ خدا یہہ کرے تم سلامت رہو
کوئی رنج ہووے نہ آپ پر ۔ کنیزیں فدا ہوویں سب آپ پر
ہوئی رات آیا خلیفہ وہیں ۔ فقط مجھ سے دو تین باتیں کہیں
جو محفل کا سامان سارا ہوا ۔ تو پھر گانیوں کو اشارہ ہوا
بہت عورتیں راگ گانے لگیں ۔ کئی اٹھیں باجہ بجانے لگیں
ادب سے جو بیٹھی تھی شمس النہار ۔ خلیفہ ہوا دیکھہ کر بے قرار
جو کھینچا بغل میں گئی جبر سے ۔ نہ آغوش کم تھی اسے قبر سے
سنا راگ ابر الم چھا گیا ۔ بغل میں خلیفہ کے غش آ گیا
نہ فرقت کے مارے محل میں موئی ۔ خلیفہ کی آکر بغل میں موئی
الگ سر سے بار لحد ہو گیا ۔ بغل میں فشار لحد ہو گیا
خلیفہ پکارا کہ پیاری گئی ۔ بغل سے ابھی جان ہماری گئی
فقط راگ سے منہ کو موڑا وہیں ۔ ہر اک ساز گانے کا توڑا وہیں
سبھی کا غم و رنج سے دل بھرا ۔ ہوئی محفل جشن ماتم سرا
خلیفہ بھی روتا رہا رات بھر ۔ کہ آنکھوں سے دریا بہا رات بھر

ہوئی صبح کو دفن شمس النہار | وہ خورشید رو ہی میان غبار
کرو بات وہ اب جو منظور ہو | کہ عاشق صنم سے نہ کچھ دور ہو
تہ خاک دونو کو باہم کریں | اسی مقبرہ میں اوسی بہی دہریں
جو تابوت عاشق کا لاوں یہاں | ملے اسکا نیں اوسی بہی مکاں
کہا جوہری نے کہ اے مہ جبیں | جو تابوت لاوں یہہ مشکل نہیں
وہاں لاش لیجائے مقدور ہے | خلیفہ تو واں سے نہیں دور ہے
کہا پہر یہہ لونڈی نے اے غمگسار | ہمارا وہاں پر ہے سب اختیار
کہ بی بی کی تہیں لونڈیاں جسقدر | جو رہتی تہیں خدمت میں شام و سحر
انہیں مقبرہ میں مقرر کیا | تو مرنے سی پہلے وہاں گہر کیا
کیا مجہکو سردار ہر ایک پر | تو ڈالا مرا بار ہر ایک پر
خلیفہ کو دونو کی ہے سب خبر | چہپا یہ چہپے عشق کی کب خبر
کہا جوہری نے جو مختار ہو | تو بہتر ہی سب سے یہی کار ہو
اشارہ سے مادر نے مدفوں کیا | اسے پاس دلبر کے مدفوں کیا
مسلمان نزدیک اور دور کے | قریب آکے ہر قبر پر نور کے
تو کرنے لگے مغفرت کی دعا | بہرا پہر گل حمد سے مقبرا

ذکر شہزادہ حسن کا جو قید عشق میں موا

دکھا ساقیا وہ طلسمات آج — لکھوں کچھ تماشاے حیات آج
پلا دے جو ہی زعفرانی شراب — نیا تو ہو قصہ پرانی شراب
فقط ایک ساغر کی ہے احتیاج — ملے آب بن جاؤں آتش مزاج
اگر نشہ میں شعلہ ور ہو زباں — جو ہی ہو کسی شمع رو کا بیاں
سنا عشق لوگوں نے انسان کا — کروں ذکر عشق بنی جان کا
ہوا عشق آفت سبھی جان پر — محبت سے کیسی بنی جان پر
کسی شخص نے آنکھ سے دیکھ کر — لکھا مجتہد کو کہ اے راہبر
نظر آیا مجھکو عجب ماجرا — کہ ہے قابل عرض سب ماجرا
جو راجہ یہاں کا ہے ہندو جناب — سنا ہیں کسیکو کرے وہ عتاب
سنے وہ کہاں کلمۂ خیر کو — کہے وہ کہ تہمت یہہ ہے دیر کو
تعصب سے جیتا نہ چھوڑے ہمیں — وہیں مثل پتہر کے توڑے ہمیں
یہہ جس شخص نے مجتہد کو لکھا — تو کہتے ہیں سچا اسے رہنما
جو ہر شہر مجتہد نے کیا — تو تسلیم ہر معتقد نے کیا
جو اخبار میں بات تحریر ہے — زبان قلم پر وہ تقریر ہے
کسی دن کوئی آفت روزگار — گیا دیر میں مضطر و بیقرار
صنم تھا عجائب مگر حق شناس — مسلماں نے کافر کا بدلا لباس
نہ یہہ کام ہی خیر کا کچھ کیا — صنم نے ادب دیر کا کچھ کیا

نہیں سُرخ ماتھا کبھی لاگ سے | بھرا ہے یہہ خورشید آگ سے
جبیں آگ سے جب منوّر ہوئی | دُھواں زلف شعلہ کے سر پر ہوئی
بیاں کیا مقدّر کی تائید کا | بھنویں نگینیں عکس خورشید کا
یہہ قوسِ قزح ہیں جبینِ آفتاب | نظر شعلہ رُو کی ہے تیرِ شہاب
عجب آتشِ حُسن کا ڈھنگ ہے | ہر اک عضو میں آگ کا رنگ ہے
کہاں بے سبب ناک اونچا ہوا | جلانیکو شعلہ ہے اُبھرا ہوا
بھبھوکا اگر قامتِ یار ہے | گلِ آتشیں اُسکے رُخسار ہے
کہاں پائے مُنہ کی کوئی تاب کو | یہہ غنچہ گلِ شمع ہے رات کو
خضر لب کو ہے دیکھکر باغ باغ | کہ روشن ہے چاہِ ذقن پر چراغ
لبوں نے جلایا نہیں آگ سے | ہوا خشک چاہِ ذقن لاگ سے
صُراحی کہاں گردنِ یار ہے | گلا شعلۂ مشعلِ نار ہے
نہیں ذکر سینہ کا کچھہ لاگ سے | پھپھولے پڑے حُسن کی آگ سے
نظر کب کمر پر ہے اِس آگ میں | وہ مُوئی سمندر ہے اِس آگ میں
جبیں سے جو کچھہ ناف تک تنگ ہے | کفِ پا تلک سب یہی ڈھنگ ہے
پڑے کیوں نہ کبکِ دری پاؤں پر | کہ رکھتی ہے آتش پری پاؤں پر
ہر اک عضو جب نور افشاں ہوا | قدِ یار سروِ چراغاں ہوا ۞
ڈوپٹہ جو سر پر زرِ تار ہے | نہ کاکل پہ اُسکا کوئی بار ہے

ڈوپٹہ میں کاکل میں کب فرق ہے — وہ کالی گھٹا ہے تو یہہ برق ہے
ڈوپٹہ سے کرتی کو کیا لاگ ہے — تہ دامن برق اک آگ ہے
جو انگیا میں بوٹی ہو کمخواب کی — چمک جسمیں ہے کرم شب تاب کی
تو اپنی ہی جالی میں انگیا پھنسی — دو بازو میں سونے کی چڑیا پھنسی
عجایب ہے لہنگے پہ کار زری — پری کا ہو ہر بال تار زری
کریں مول جسکا وہ لہنگا نہیں — کرن کے بدل تار مہنگا نہیں
کہوں کیا صنم قابل دید ہے — جسے خوب دیکہا وہ خورشید ہے
بتوں کے کوئی شمس بہی پاس ہے — برہمن محبت سے شماس ہے
نہوں خوش برہمن بہلا دیر میں — صنم اپنے پاؤں چلا دیر میں
برہمن پکارے فدا جان ہو — بتاؤ پری ہو کہ انسان ہو
بہت کی ہو سیر زمیں آجتک — نہ دیکہے ہیں ایسے حسیں آجتک
برہمن نے پاؤں پکڑ کر کہا — پریزاد نے یہہ بگڑ کر کہا
بکو مت یہہ کیا کلمہ ننگ ہے — جہانمیں حسیں ایک سے ایک ہے
یہہ باتیں تو جانے دو مطلب سنو — ادہر آؤ باتیں مری سب سنو
جو بنیاد سمار ہو دیر کی — تو نکلے کوئی راہ پہر خیر کی
دبائی ہو اک لاش زیر مکان — تہ لاش ہو ایک گنج گران
خزانہ ہے موجود بے رنج لو — مجھے لاش دو مفت میں گنج لو

نہ پوچھو بتونکو خدا سے ڈرو — الگ دیر سے پتھرونکو کرو
برہمن یہہ سُنکر پکاری سبھی — کہ یہہ بات بی بی نہ کہنا کبھی
جو دیوی کا ہو روپ ٹھہرو یہاں — تمہارا نظرانہ تمہارا مکاں
کریں آپ لفت اگر دیر سے — برہمن مسلماں نہیں خیر سے
جو نزدیک تھے ناظم و کوتوال — اُنہوں نے سُنا جب کیا یہہ خیال
کہ جاتی ہی کر لو گرفتار اب — گئی دیر میں حال دیکھا عجب
کریں دیر کا اب کہاں انتظام — کہ اپنا ہی بگڑا یہاں انتظام
رہی نشۂ عشق سے تاک میں — ملے آتشِ حسن سے خاک میں
دلونکو سنبھالا کیا یہہ بیاں — مٹاتا ہے بت دیر کا کیوں نشاں
کرو غور آبادیٔ دیر پہ — نہو دے یہاں بربادیٔ دیر سے
مٹائی صنم جب نشاں دیر کا — رہیگا کہیں کب نشاں دیر کا
یہاں ہی غنیمت گزر آپ کا — گرائیں اسے آپ گھر آپکا
سمجھیں کسطرح سے کہو جان ہم — کہ راجہ ہے ہندو مسلمان ہم
کیا تونے بسمل جو ہرن ہمیں — تو ماریگا راجہ ہی گردن ہمیں
کہا سر نہ کہا و زیادہ مرا — کرونگی جو کچھ ہے ارادہ مرا
یہہ بولی کرینگے گرفتار ہم — ڈرو تم یہہ کہتی ہیں سرکار ہم
جو پتھر کا اک بیل تھا سربسر — بلایا غضب میں اُسے دیکھکر

وہ آیا گئی آسیہ یہہ کود کر
کہا محتسب کو وہیں دیکھہ کر

بہادر ہو چلتی ہوں تو کو مجھی
نکالوں ابھی دانت تو کو مجھے

گرا محتسب وہ گئی خیر سے
جو اُٹھی تو باہر ہوئی دیر سے

ہوئی شام تھا خوف سے تنگدل
ڈرا رات کو دیر کے متصل

کھلی آنکھہ شب کو یہہ آیا نظر
کہ اس شعلیں ہیں ہزاروں شرر

ہوا پر تو بنیاد سے دیر کی
عمارت بھی برباد ہے دیر کی

جو کی غور پہر چشم نمناک سے
برآمد ہوئی لاش اک خاک سے

یہہ دیکھا کیا صاف تن لاش کا
ہوا جلد غسل و کفن لاش کا

ندا دی جنازہ بھی تیار ہے
وہ آئے یہاں پر جو دیندار ہے

خدا و نبی کی اطاعت کرے
ادا اب نماز جماعت کرے

جماعت میں جانے کی جرأت کسے
جو سنکر بچاؤں یہہ طاقت کسے

یہہ ڈر تھا مسلمان پاکر مجھے
نجاؤں کریں قتل آکر مجھے

غرض میں جماعت میں شامل ہوا
خدا کی اطاعت میں شامل ہوا

فراغت جو پائی کیا سرفراز
کہ بخشی مجھے چادر جانماز

جنازہ کو لیکر ہوئے وہ رواں
کروں ساتھہ نکا یہہ طاقت کہاں

نظر آئے مجھکو برابر سبھی
کہ تھے قامت وقد میں ہمسر سبھی

جنازہ کو کاندھا جو دینے لگا
وہ تابوت ہاتھوں میں لینے لگا

نہ پہنچا جنازہ تلک ہاتھ پھر ۔ جنازہ کا مشکل ہوا سات پھر

سبھی سے جو پیچھے تھا مردِ ضعیف ۔ جو آیا برابر ہرے وہ شریف

کہا یہہ کہ پیچھے ہٹو اے جواں ۔ نہ پہنچو گے تم لاش تک مہرباں

کہا مینے اُس پیر سے اے جناب ۔ یہہ کیا حال ہے کچھہ تو بخشو جواب

کہا اب تو موقع نہیں بات کا ۔ جو دن ہو کہوں حال اِس رات کا

ہوئی صبح کرنے لگا انتظار ۔ اِدہر اور اُدہر تھی نظر بار بار

کہ اتنے میں آئے ملاقات کو ۔ کہا آپ کہتے تھے کیا رات کو

تو کی عرض اے پیر والا صفات ۔ بتاؤ تو کچھہ فکر سے ہو نجات

چڑہا بیل پر کون دلبر کہو ۔ چلا بیل ٹھہرا کا کیونکر کہو

کہو ڈیرہ مسمار کیونکر ہوا ۔ اُسیوقت تیار کیونکر ہوا

ہوئی لاش کس کی زمیں سے عیاں ۔ وہ تھے کون لیکر موئے جو یہاں

تو کی پیر نے سنکے یہہ گفتگو ۔ سنو حال گر ہے یہی آرزو

ہوئی بیل پر ڈیرے سے جو رواں ۔ ہماری بھتیجی ہے وہ نوجواں

نہ تھی لاش یہہ غیر کی اے پسر ۔ جو بھائی تھا میرا تو اُسکا پدر

پہ جیسے لاش لیکر نہ انسان تھے ۔ یہہ جن ہے وہ قوم بنی جان تھے

تعجب نہیں ہے جو اس بات میں ۔ کہ بگڑا بنا ڈیرا اِک رات میں

عطا کی ہے جرأت خدا نے ہمیں ۔ یہہ بخشی ہے طاقت خدا نے ہمیں

رواں خشت پر ہوں اڑیں سنگ پر / اٹھائیں محل کو ہر اک ڈھنگ پر
کہا منے یہہ بہی تو معلوم ہو / دبایا تہا کیوں وزیر میں لاش کو
کہا پیر نے ہے بیاں مختصر / وہ دختر کہ دیکہا جسے اے پسر
اسے خیر سے جو دہواں بن ہوا / فدا اس پہ شہزادۂ جن ہوا
کہا شاہزادہ نے یہہ شاہ سے / مرا عقد ہو میرے دلخواہ سے
خبردار ہر بات سے شاہ تہا / برادر سے دختر سے آگاہ تہا
کہا شہ نے یہہ عقد بہتر نہیں / رعیت ہے وہ اپنے ہمسر نہیں
سنا یہہ جنوں پہر زیادہ ہوا / محل سے رواں شاہزادہ ہوا
کسی نے یہہ دی شاہ کو بہی خبر / کہ جاتا ہے آنکہوں سے نور نظر
بلایا محبت سے فرزند کو / مکاں میں کیا بند دلبند کو
کسیدن اسیر کمند بلا / الگ بیڑیاں کر پیادہ چلا
وہاں سے ہمارے مکاں پر گیا / اوڑا تیر بنکر نشاں پر گیا
کہا جس گہڑی یہہ میاں مکاں / گئے پیچہے پیچہے بہی دو پاسباں
انہوں نے گہیٹا اسے جور سے / پکارا برادر کو وہ شور سے
کیا منع بہائی نے ہر طور پر / وہ ظالم تہے قایم رہے جور پر
نہ باتوں سے جب دم صفائی ہوئی / برادر میں انمیں لڑائی ہوئی
مرا جب تو بگڑے کیا ایک کو / جو بہاگا تو جانے دیا ایک کو

سنا ایک سے شاہ نے حال جب — برادر کو میرے کیا پھر طلب
برادر کو ٹکڑے بلا کر کیا — پسر کو وہیں قید آ کر کیا
پھر مرنے پہ صدمہ دیا شاہ نے — کیا دیر میں دفن گمراہ نے
کیا اسلیئے دفن سب سے جدا — کہ نازل رہے وانپہ قہر خدا
رہا آہ دنیا میں کب شاہ ہے — ہوا شاہزادہ بھی اب شاہ ہے
ہوا قید میں عاشق نیک بخت — ہوا اور ہی مالک تاج و تخت
جو ہے آج کل خسرو نامور — نکالا ہے لاشہ اسی بوجھکر
تو پھر لیگئے ہم پرستان میں — کیا دفن قوم بنی جان میں

محفل دوم

بیان میں ان عاشقان مجازی کی کہ جنہوں نے خوف خدا سے عین وصال میں ترک ہوس کی تبوں سے کنارہ کیا کوئی امر خلاف حکم خدا

نہ گوارا کیا اللہ نے جب اُن کو ثابت پایا

دُنیا ہی میں آپنے کرم سے بِلایا

رہا ساقیا دھیان کل بات پر
نظر آج ہے ہر گھڑی اب پہ

طبیعت جو کل تھی کہاں آج ہے
یقیں تھا ہمیں کل گماں آج ہے

جو ہے آج بھی رنگ ہے کل کہاں
کہ آخر کو وہ بزمِ اوّل کہاں

سُنا ہمنے کل رات جنکا بیاں
ہمیں آج وہ یاد عاشق کہاں

جو پھرتی تھی آنکھوں میں کل یہ جبیں
نہ وہ آج پھر ہے نظر میں کہیں

ہُوا کل خیالوں میں جنکا گزر
نہ وہ خواب میں آج آئے نظر

کیا کل جنہیں یاد ہر بات میں
بُھلایا اُنہیں آجکل رات میں

طبیعت کی اپنی نہیں بھول ہے
زمانہ کا ایسا ہی معمول ہے

بس اب دوسری بزم کا طور ہے
نیا ذکر ہے دوسرا دور ہے

جو ہو طولِ قصّہ کوئی بات ہے
یہہ محفل فقط رات کی رات ہے

اگر جام بخشے تو ہمّت کروں
کہ عشقِ بُتاں کی مذمّت کروں

کُھلے نشّہ میں گر زیادہ زباں
کروں تارکانِ ہوس کا بیاں

نفیسے قصّے سُنائے تمام
محبّت کے رُتبے جتائے تمام

نفیسہ سنا کر ہوئی جب خموش
کیا پھر **عقیلہ** نے جوش و خروش

کہا شاہزادی سے پیاری سنو
نفیسہ کی سن لی ہماری سنو

نفیسہ نے جو کچھہ اشارہ کیا
بیاں حال اپنا ہی سارا کیا

کہا اس نے الفت عجب چیز ہے
برابر کوئی اسکے کب چیز ہے

بلے عاشقوں سے امیر و فقیر
ہوئے ان کے ناصح صغیر و کبیر

دوا کی دعا کی بڑے شوق سے
نہ باہر ہوئے عشق کے طوق سے

نہ سر سے بلائے محبت ٹلی
کسیکی بھی یاں کچھہ نہ پھیری چلی

اثر عشق نے کچھہ نہ ہونے دیا
نہ ہنسنے دیا اور رونے دیا

نہ تلوار ماری نہ کچھہ سم دیا
وہیں جان لی جگھڑی دم دیا

جتایا کبھی گھات سے دمبدم
خدا کی محبت ہے عشق صنم

نہ سوجھی سپید و سیہ بات میں
کیا فرق کچھہ بھی نہ دن رات میں

کہاں ایک موقع پہ یہ بات ہے
وہی نور ہو وہ ہی ظلمات ہو

جو ہو سایہ و نور کا ایک حال
تو کہتے ہیں کس چیز کو پھر محال

یہہ ممکن نہیں ہے میان نگاہ
وہی ہو سپید اور وہ ہی سیاہ

سیہ رنگ ہو یا ہرا رنگ ہو
مٹے ایک جب دوسرا رنگ ہو

جگہہ ایک دلمیں ہے ایک کی
سنو ایک کی دل کہے ایک کی

جگہہ ایک دلمیں ہو اک چاہ کی
صنم کی محبت کہ اللہ کی

جو دنیا میں دیر و حرم ایک ہو | تو عشقِ خدا و صنم ایک ہو
جنہیں ہے خیالِ خدائے جہاں | تبھو انکا انہیں دہیان ہووے کہاں
بدی گر عدالت سے نیکی بنے | تو عشقِ مجازی حقیقی بنے
نہ یاں ایک کارِ بد و نیک ہو | اثر آب و آتش کا کب ایک ہو
نفیسہ کی یہہ بات کس کام کی | کہے کفر کو راہ اسلام کی
نہ عشقِ خدا و صنم جمع ہو | نہ ظلمت نقابِ رخِ شمع ہو
ہمیشہ تو عشقِ صنم میں رہیں | اُسے پہر خدا کی محبت کہیں
کہیں آپ عشقِ خدا جب اسے | تو کہتے ہیں پہر بت پرستی کسے
بتائے اگر عقل و تمیز ہے | محبت ہے کیا عشق کیا چیز ہے
کوئی عشق کا بہی جدا کام ہے | کہ یہہ خواہشِ نفس کا نام ہے
ہوائے جوانی کا یا شور ہے | کہ اک نانِ گندم کا یہہ زور ہے
کہ ہوتا ہے یہہ کثرتِ مال سے | کہ ہے عشق ابلیس کے چال سے
بتائے جو کوئی کرامات ہے | کہ مشہور دنیا میں اک بات ہے
سنائے جو اعجاز کی بات ہو | بتائے اگر راز کی بات ہو
کہے یہہ اگر کوئی آسیب ہے | کہ یہہ دین و دنیا کی اک زیب ہے
ہوا عشق دنیا میں پیارا جنہیں | رلا کر محبت نے مارا جنہیں
کبہو پہر جلائیگی الفت انہیں | زمیں سے اٹھائیگی الفت انہیں

جو معشوق عاشق ملی گور سے ۔۔۔ اُٹھینگے وہ کیا عشق کی زور سے
کمالِ محبت بتاؤ ہمیں ۔۔۔ بتونکی بہی طاقت بتاؤ ہمیں
کرشمہ دکہائینگے کیا حشر کو ۔۔۔ کسیکو جلائینگے کیا حشر کو
کہو کوئی عاشق بہی کچہہ حال تہا ۔۔۔ بتاؤ بتونکا بہی کیا حال تہا
دکہایا جفاؤ وفا میں اثر ۔۔۔ کہ رکہتی تہی آہ و دعا میں اثر
تڑپتے تہے دونو برائے وصال ۔۔۔ اجابت نہ تہی کیا دعائے وصال
دلونمیں جو دونوکے اُلفت ہی ۔۔۔ تو کیوں اس محبت میں فرقت ہی
مُصدّقادِہر اور اُدہر راہ تہی ۔۔۔ مُلاقات کی ہر طرف چاہ تہی
مُلاقات سے کس نے روکا انہیں ۔۔۔ کہو بات سے کس نے روکا انہیں
جو ظاہر میں ملنے سے تکرار تہی ۔۔۔ تو پوشیدہ ملنے سے کیوں عار تہی
اُنہیں جیتے مرنے پہ تہا بار کچہہ ۔۔۔ کہ مرنے سے اُنکا بڑہا کار کچہہ
نہ یاں مل سکے حکم تقدیر سے ۔۔۔ ملینگے نہ خاک تدبیر سے
نہ یاں پر یہ بیباک ہوکر ملے ۔۔۔ زمیں کے تلے خاک ہوکر ملے
ہوئی خاک حکم خدا پاک سے ۔۔۔ اُٹھیں گے وہ کیا آپ ہی خاک سے
اُٹہا کر صنم عاشقِ زار کو ۔۔۔ دکہائیگا کیا اپنے دیدار کو
خدا تو جلائیگا مخلوق کو ۔۔۔ کہ عاشق جلائینگے معشوق کو
ہُوا یہہ تو ظاہر بد و نیک پہ ۔۔۔ کہ دی جان یاں ایک نے ایک پہ

ذرا دیکھیے غور سے اِس طرف — صلہ جاں نثاری کا ہے کس طرف
کہو کون مرنیکی اب داد دے — کہ دے داد مجنوں کہ فرہاد دے
اُنہیں کچھ تو دنیا میں تھا اختیار — کہ کرتے تھے اپنے لیئے کاروبار
جہاں کچھ تو تھا اختیارِ وصال — ہوا واں نہ انجام کارِ وصال
جو معشوق عاشق نہ پانیر ملے — تو پھر آپ سے کب پانیر ملے
زمیں سے اُٹھانا ہے کارِ خدا — کہ ہر خیر ہے اختیارِ خدا
جسے چاہے مارے جلائے وہی — وہی دور کر دے ملائے وہی
ہمارا عقیدہ ہے یہہ صاف صاف — کیا عاشقوں نے خدا کے خلاف
کہو گر کوئی سلسلہ ہو جدا — مرض ہے تعشق کہ حکم خدا
جو قرآں میں اوصاف ہیں عشق کے — تو رُتبے بیاں صاف ہوں عشق کے
اگر کچھ حدیثوں میں توصیف ہو — زبانیر وہی آج تعریف ہو
خدا و نبیؐ نے کہا ہو اگر — کہ دیکھو حسینوں کو آٹھوں پہر
نہیں منع تمکو کسی طور سے — نگاہیں بھی تو نیر کرو غور سے
بنے دیکھنے کے لیئے گلعذار — گلِ حُسن کی تم اُڑاؤ بہار
وہ ہیں شکل منہ کی کہ خورشید کی — اجازت ہے حاصل تمہیں دید کی
کسیکی ہو دختر کہ ہمشیر ہو — نہیں عیب گر اُسکو تشہیر ہو
کسیکی ہو زوجہ نہ پروا کرو — اُنہیں عشق سے اپنے رسوا کرو

کہیں یہ لکھا ہو بتاؤ ہمیں ۔ جو دیکھا کہیں ہو دکھاؤ ہمیں

کہاں ہے یہہ حکم خدائی جہاں ۔ کہ تم غیر عورت کو دیکھو یہاں

کہاں ہے یہہ حکم رسول انام ۔ کہ دیکھو حسینوں کو تم صبح و شام

کہاں ہے یہ حکم امام زماں ۔ کہ دیکھو محبت سے رُوئے بتاں

جو دیکھا سُنا ہے مجھے یاد ہے ۔ خدائی جہاں کا یہہ ارشاد ہے

زناں سے کسیکے نہ مَحرم ہو ۔ کرو عقد عورت سے ہمدم بنو

یہہ کیا عالم دین کا ہے اجتہاد ۔ ملو غیر عورت سے حسب مراد

جو محرم ہو دیکھو اُسے خیر سے ۔ ملاؤ نہ آنکھیں کسی غیر سے

خدا نے کیا منع جس چیز سے ۔ سمجھہ لو اُسے عقل و تمیز سے

خدا کا نہیں اسمیں سُود و زیاں ۔ کہ دُونوں سے ہے پاک جہاں

خدا سے پہرے ساری خلقت اگر ۔ خدائی میں اُس کی نہو کچھہ ضرر

خدا کی جو طاعت کرے نیک و بد ۔ خدائی کو اُس کی نہ پہنچے مدد

عبادت ہے یا نیک اعمال ہے ۔ یہہ بندونکو بہتر بہر حال ہے

یہاں پر جو معشوق و عاشق ہوئے ۔ وہ سب دل کی خواہش پہ صدقے ہوئے

جو عاشق ہوا اپنے دلدار پر ۔ مرا یا صنم عاشق زار پر

تو اللہ دونوں سے بیزار ہے ۔ یہہ مرنا ہی دونوں کا بیکار ہے

کیا خاک گر خاک کی چاہ کی ۔ گزر کی اطاعت میں اللہ کی

کسیکو کسی سے اگر چاہ ہے — وہ خوش ہے جو معشوق سے راہ ہے

تسلی ہے ہر وقت دیدار سے — دل و جاں بہلتے ہیں گفتار سے

مرض ہے کہ یہہ عشق کا جوش ہے — فقط اپنے مطلب کا اب ہوش ہے

کسی پر اگر طبع مائل ہوئی — ملاقات پر خواہش دل ہوئی

اگر یار کو بات سے عار ہو — ملاقات کرنیسے انکار ہو

ادہر شوق بڑہتا ہے انکار سے — ادہر عذر ہوتا ہے اصرار سے

صنم کو جو ملنے سے انکار ہے — اسی بات کا سر پہ طومار ہے

اسی سے ہے عاشق کے دل پر غبار — ہوائی جگر سے جو اٹھا بخار

بگولا ہوا پھر کہ آندھی ہوئی — ہوا شاعروں کی ہے باندھی ہوئی

جسے عشق کہتی ہے خلقت غرض — جوانی میں ہوتا ہے یہہ بھی مرض

ہوا پر انساں نقاہت بڑھی — گھٹا دل عصا سے محبت بڑہی

کہاں پھر کسیکی محبت کرے — حسینونکو دیکھے تو نفرت کرے

کسینے امام ششم سے کہا — کہو معنئ عشق کیا ہیں شہا

ہوئے حرف زن اس طرح رہنما — یہہ ہے معنئ عشق سے مدعا

جسے درہم عشق حاصل ہوا — تو یاد خدا سے وہ غافل ہوا

یہہ فرماتے ہیں جعفر راہبر — کسی کی نہ عورت پہ ڈالو نظر

کرو غیر زن پر اگر بدخیال — ہو اسے امین تمہاری عیال

زنایاں کرے جو کوئی غیر سے — رہے اسکی زوجہ نہ پھر خیر سے
زمانہ کی داؤدؑ کے نقل ہے — عمل وہ کرو جس کو کچھ عقل ہے
لکھا ہے کہ اک شخص نا آشنا — لگا ایک عورت سے کرنے زنا
نہ تھا ایک بھی فعل پر صبر سے — کئی بار آیا کیا جبر سے
ہٹا تھا نہ گمراہ بد کام سے — کہا اسکو عورت نے الہام سے
تو کرتا ہے یاں پر زنا جور سے — تری زوجہ مشغول ہے اور سے
اسے پھر ٹھہرنا بھی مشکل ہوا — پڑی جوش سے گھر میں داخل ہوا
یہہ دیکھا کہ گھر میں کہاں خیر ہے — یہاں پر بھی داخل کوئی غیر ہے
فقط دہول و چار جڑ کر اوسے — ہوا گھر سے باہر پکڑ کر اسے
کیا اسکو داؤدؑ کے روبرو — زنا کا کہا حال سب مو بمو
پیمبر سزا پر جو مائل ہوا — نبیؑ کو بھی حکم نازل ہوا
سنا دے شکایت کو کیا بات ہے — تری فعل بد کی مکافات ہے
جو تو غیر عورت پہ مائل ہوا — تری گھر میں بھی غیر داخل ہوا
سناؤں ابھی اک روایت تجھے — کہ ہو عقل سے کچھ ہدایت تجھے
کسیکا کسی شخص پر دل چلا — ہوا خوبی و شکل پر مبتلا
دکھایا ہوس نے کمال تپنگ — چلا شمع رو پر مثال پتنگ
کیا دل میں گھر شعلہ عشق نے — جلایا جگر شعلہ عشق نے

زیادہ ہوا جب خیالِ وصال — گیا گو کہ وہ دلبر میں مثلِ خیال

نہ لی سانس دم بھر دریار پر — چڑہا مثلِ سایہ کی دیوار پر

یہہ چاہا کہ ٹھہرے نہ دیوار پر — گرے شوق سے بسترِ یار پر

ہوس وصل کی سارے نکالے کہیں — اُٹھا کے کہیں ہاتھہ ڈالے کہیں

جو ہونا ہو کچھہ آج کی رات ہو — لبو پر ہو لب ہاتھہ پر ہاتھہ ہو

کہا شحنۂ عقل نے ہوش کر — نہ اتنا بھی دیگِ ہوس جوش کر

جو سمجھا ندامت سے دلمیں گھٹا — دبے پاؤں پیچھے ہی گھر کو ہٹا

جو پہنچا مکانمیں یہہ آیا نظر — یہاں بھی ہے اک شخص دیوار پر

نظر ہے اسی بات پر غور سے — کہ گھر میں گھسے وہ کس طور سے

کہا دلمیں پندار نے سوچکر — کہ نخلِ بدی کا یہاں ہے ثمر

بدی کا اسیدم مکافات لے — کہ اس ہاتھہ دے اور اس ہاتھہ لے

کہا اے برادر یہیں سے ہٹو — ہٹا میں جہاں سے وہیں سے ہٹو

یہہ آیا جو گھر کو وہ گھر کو گیا — یہہ آیا ادہر وہ اُدہر کو گیا

جو پندار دیوار پر جا چڑہا — چڑہا وہ اُدہر یہہ اِدہر آ چڑہا

جو آنے تلک تہا وہ دیوار پر — جتاتا تہا یہہ فعل پندار پر

کسیکے نہ تو دیکھہ ملبوس کو — نہ دیکھے کوئی تیرے ناموس کو

بجھوڑے اگر جادۂ جبر کو — تو گھر میں ترے راہ ہو گبر کو

یہہ سب اپنے مطلب کے مشتاق تہے / حقیقت میں سمجہو تو فساق تہے

جو مرنے تہے پہلی ملاقات پر / تو آخر کو دی جان ہی بات پر

جو دو شخص حکم بتاں سے مرے / تو تینوں حیائے جہاں سی بہے

کوئی حکم مرنے کا پا کر موا / کوئی بت کو سینہ لگا کر موا

کوئی آگ میں آپ جل کر موا / کوئی خوف سے راہ چل کر موا

کوئی بیقراری کے مارے موا / کوئی آہ و زاری کی مارے موا

کوئی قید میں جان دیکر گیا / غرض داغ فرقت کا لیکر گیا

جو عاشق تہی غیرت کے مارے موئے / یوں ہی مفت میں آہ سارے موئے

نہ کچھہ زندگی سے اُٹہایا مزا / نہ مر کر ہی کچھہ آہ پایا مزا

یہہ اچہا تہا فردوس لیتے سبہی / خدا کے لیئے جان دیتے سبہی

اگر یہہ کہو ایک مر کے بلا / یہیں پر فدا جان کرکے بلا

عدم میں ہو کس کا گزر آپ سے / نہ گرتے وہ اُٹھتے اگر آپ سے

یہہ ہے کام اک مرد ہشیار کا / مٹایا نشاں اُسنے تکرار کا

اُسے عشق نے کب پہرایا وہاں / کسینے اُٹہایا گرایا وہاں

کہو گر خدا نے ہی ایسا کیا / کوئی مصلحت تہی جو ویسا کیا

کمال محبت سے یاں کیا مراد / مٹایا ہے بندوں سے اپنے فساد

خلاف خدا اگر کوئی بات ہو / تو کس راہ سے وہ کرامات ہو

یہی ہے فقط بات اے مہ لقا — خدا کا جو ہو حکم لائے بجا
خدا نے کہاں اسطرح سے کہا — کرے اسطرح جس طرح سے کہا
نہ کی جب کسیکے بھی حق پر نگاہ — ہوا پہر وہ فردوس میں بادشاہ
صنم کو جو راہِ خدا پر دیا — سمجہنا یہی پہر خدا سے لیا
کیا ترک خوفِ خدا سے جسے — ملا وہ ہے فضلِ خدا سے اسے
جو خوفِ خدا سے کنارے ہوئے — ہیں تونکو وہی لوگ پیارے ہوئے
تماشائے قدرت دکہایا ہمیں — ہمیں جنکو چہوڑا تہا پایا ہمیں
کہوں داستاں ہو اثر بات میں — صداقت سخن کی ہو ہر بات میں
پلا جام اے ساقیِ دادرس — کہ خوفِ خدا سے ہو ترکِ ہوس
سنوں کچھ نہ میں ماجرائے حبیب — کہیں دور جاؤں اگر ہو قریب
جو ہو سیم بر بھی نہ رغبت کروں — ملے ساتھہ سونا تو نفرت کروں
دبائے نہ شانِ امیری مجھے — پسند آئے آنِ فقیری مجھے
کروں نقل بھی تجھہ سے کوئی بیاں — کہ خوبیِ ترکِ ہوس ہو عیاں
بیاں ہے کسی نیک اعمال کا — پسر تہا کوئی صاحبِ مال کا
کسی چیز سے دل لگایا نہیں — کوئی سانگ دنیا کا بہایا نہیں
کیا دل نہ دلدار کے ساتھہ میں — عناں توسنِ عمر کے ساتھہ میں
کسی وقت دل کا نہ کہنا کرے — نہ وہ خواہشِ جسم و جاں پر مرے

زمانہ کو دیکھا جو تمئیز سے
تو نفرت ہوئی دلکو ہر چیز سے

پسر کے پدر کو ہوا یہہ خیال
برادر کی دختر ہے صاحب جمال

جو رشتہ ہو شادی دلبند کر
بہتیجی سے بیٹے کو پیوند کر

کہیں حسن و خوبی سے یہہ شاد ہو
رہیں دو نو خوش خانہ آباد ہو

نہ سمجھا جنہیں یاں ہے تمئیز کچھ
سمجھتے ہیں بت کو نہ وہ چیز کچھ

نہ پہولی کوئی حسن گلستان میں
بگڑتا ہے ہر خوبرو آن میں

گہر میں یہہ ساماں نظر آگیا
وہ بلبل ہوا گل وہ مرجہا گیا

نظر آیا دم میں یہی آہ رنگ
ہوئی شمع گل وہ جلا وہ پتنگ

یہی شور لب پر ہے دم وہ چلا
وہ مشتاق گزرا صنم وہ چلا

قضا تو ہے انسان کی گہات پہ
کوئی دل لگائی تو کس بات پہ

پسر کو جو کچھہ راز ظاہر ہوا
پدر کے ارادہ سے ماہر ہوا

نہ مائل ہوا گل سے رخسار پہ
توجہ ہوئی دشت پر خار پہ

ہوا جب پسر کو خیال سفر
چھپایا پدر سے بہی حال سفر

اٹھا عیش سے دل وطن سے چلا
رکا پہول سے دل چمن سے چلا

ابہی تہا یہہ لڑکا میان سفر
کہ لڑکی کوئی در پہ آئی نظر

پکارا یہہ دختر کو طفل اسیر
کہ ہو کون بولی یہہ دخت فقیر

نقاب یک بالا ہے رخسار ہے
اسی سے ہی ظاہر کہ نادار ہے

نہیں پاس دختر کے رختِ فقیر | ردا ایک سر پر ہے پیوند گیر
لگائی ہیں پیوند اس ڈھنگ پر | لباسِ فقیری بھی ہے رنگ پر
بدنمیں ہے گو پیرہن ململکا | یہ اُجلے سے میلا دوپٹہ سجا
نیا رنگ لایا پرانا لباس | گدائیمیں پایا شہانا لباس
نظر آئی جسوقت دختِ فقیر | غریب و ذلیل و فقیر و حقیر
اُدہر دیکھہ کر دلکو نفرت ہوئی | ادہر دلکے ہٹنے سے رغبت ہوئی
جسے جی نہ چاہے تو چاہے اُسے | جسے دل یہ چھوڑے نہ چاہے اُسے
کہا گر یہی آج جوڑا بنے | پئے توسنِ نفس کوڑا بنے
کہا پہر کہاں ہے تمہارا پدر | چلو واں جہاں ہے تمہارا پدر
سنا دخت نے یہہ اشارہ کیا | وہ بیٹھے ہیں کہکر کنارہ کیا
یہہ دیکھا ملا جو نشانِ فقیر | کہ شاہوں سے بہتر ہے شانِ فقیر
نہ دل گوشۂ فقر سے تنگ ہے | نہ عریانیٔ جسم سے ننگ ہے
مکاں ہے نہ رختِ پلاس حریر | حصارِ تنِ صاف نقشِ حصیر
جو دل اُٹھہ گیا گلشنِ دہر سے | تو جنگل میں بیٹھا الگ شہر سے
جہانمیں نہ رغبت کسیکام سے | فقط شغل اللہ کے نام سے
نہیں پاس کوئی فقیر و امیر | اگر ہے تو خدمت کو دختِ فقیر
کہڑی ہوکے تسلیم کی پیشتر | کہا پہر یہہ آداب سے بیٹھکر

کہا اُس نے پیر خضر رہ آرزو ؎ یہی ہے مری آپ سے گفتگو

نہ اتنا جہاں میں سبکدوش ہو ؎ نہ ایواں ہو گر کوئی حسن پوش ہو

حفاظت کی خاطر مکاں چاہیے ؎ جو بارش ہو کچھ تو اماں چاہیے

کہا پیر نے بات سُن اے پسر ؎ نہیں خاک و بارش سے مجھ کو خطر

جہاں میں ٹھکانے کی کیا بات ہے ؎ یہاں دل لگانے کی کیا بات ہے

جہاں کا کروں میں بیاں اور کیا ؎ بجز نیک و بد کے یہاں اور کیا

بُرا یا بھلا سب ہی کہلا لیا ؎ کہیں بیٹھ کر دل کو بہلا لیا

کرے طائر روح کیا آشیاں ؎ اسے سایۂ نخل ہے سائباں

ہوا پر بھی کیا خاک ڈیرا کرے ؎ جو دو روز ٹھہرے بسیرا کرے

جو اُڑنے کو ہے طائر جاں یہاں ؎ گھڑی کے لیے گھر کو باندھے کہاں

یہہ باغ فنا کی ہے اک شاخ پر ؎ نظر کس ہوا میں کرے خاک پر

سُنا یہہ تو چومے قدم پیر کے ؎ کہا دل سے تابع ہیں ہم پیر کے

یہہ حاضر جو ہے دختر نیک نام ؎ وہ لونڈی ہے حضرت کی بندہ غلام

نہ بندہ کو آزاد اب کیجیے ؎ غلامی میں اپنی مجھے لیجیے

پسر کے اشارہ کو پا کر فقیر ؎ لگا کہنے کچھ رحم کھا کر فقیر

پسر ہے تونگر کا تو اے عزیز ؎ مراتب پہ اپنے ذرا کر تمیز

جو دنیا میں حاصل ہے دولت تجھے ؎ میسر ہے لوگوں میں عزت تجھے

اگر تو فقیروں سے ہمرنگ ہو
تجھے عار ہو باپ کو ننگ ہو
یہہ دختر ہے نادار تو ہے امیر
فقیروں کی خاطر ہے ذحمت فقیر
جو فاقہ نہو وے فقیری کہاں
فقیری میں شانِ امیری کہاں
پلاؤ یہاں ہے نہ قلیا یہاں
کسی وقت ہے دال دلیا یہاں
پرانا پہٹا ہے ابہی پیرہن
غبارِ زمیں ہو کبہی پیرہن
پہٹے ہی جو کپڑا نہ پیوند ہو
لنگوٹی کبہی ہو نہ تہبند ہو
تجہے فقر و فاقہ کی کب تاب ہے
کہاں بسترِ خاک پر خواب ہے
اگر تو ہی کہنا ہمارا کرے
پدر آپ کا کب گوارا کرے
کہا پہر یہہ لڑکے نے اے راہبر
نہیں میری دنیا کے اوپر نظر
نہیں طالبِ شیر مال و پنیر
مجہے چاہئے خشک نانِ شعیر
چٹائی ہے اب فرشِ مخمل مجہے
دو شالہ سے بہتر ہے کمّل مجہے
رہے گر فقیروں میں بستر مرا
فقیروں کی ہو ساتہہ محشر مرا
یہہ سنکر ہوا شاد دلمیں فقیر
کہا آفریں تجہہ کو طفل امیر
اُسے طالبِ کبریا جانکر
دیا بوریا بے ریا جانکر
کیا جانچیں ہر طرح دیکہکر
پڑہا آپ دختر سے عقد بسیر
تو پہر لا یا سر دابہ گنج پر
خزانہ کی دیں کنجیاں سربسر
خزانہ تو کیا کان پر زر ملی
کہ زوجہ بہی بہتر سے بہتر ملی

وہ تھا آشنہ اک میانِ غبار کہ گو ڈر میں تہا گوہرِ شاہوار
عجائب ہے ترکِ ہوس کا صلا کہ اڈنے کو چھوڑا تو اعلےٰ ملا

قصۂ دخترِ شاہ اور ایک عالم کا

جو اک شاہزادی ہی سب میں حسین اُسے مہر کہتے ہیں سب مہ جبیں
لبِ نہر ہے ایک قصرِ بلند اوسی میں ہی شہزادیِ خود پسند
بنا ہے عجائب مکاں سیر کا نہیں دخل اُسمیں کسی غیر کا
سوئی نہر غرفہ بہی انداز سے جہاں بیٹھتی تھی بڑی ناز سے
کسی روز غرفہ سے رشکِ قمر نظر کر رہی تھی ادہر اور اُدہر
کنارہ پہ آیا مہِ دلفریب جو انونکی زینت ہے مردونکی زیب
رُخِ پاک خوفِ قیامت سے زرد جواں ہی جوانونمیں مردونمیں مرد
لبِ نہر ہے گُلرخوں کی بہار زن و مرد ہیں خوبصورت ہزار
زمیں سی ہے آنکھیں ملائے ہوئے حیا سے ہے گردن جھکائے ہوئے
نگاہیں کہیں ہیں دل ہی کہیں سوا غُسل کے اور نیت نہیں
کھڑا ہے نہانے کو زیرِ مکاں نہیں قصر پر بھی نگاہِ جواں
پڑی دخترِ شاہ کی جب نگاہ کئی بار دل سے کہا واہ واہ
گیا دل اُدہر جب یہ باتیں کہیں ہمیشہ نگاہیں فلک پر رہیں

نہ دیکھا فلک پر نشانِ مَلَک — زمیں پر نظر آئی شانِ مَلَک
کیا کچھہ اثر شعلۂ عشق نے — جلایا جگر شعلۂ عشق نے
لگی ڈوبنے آپکے متّصل — لگا ہیں کنارے پہ غوطہ میں دل
سہارے سے تکیہ کے سر رہگیا — کنارے پہ پیکِ نظر رہگیا
ضعیفی پہ مائل جوانی ہوئی — نزاکت پہ غش ناتوانی ہوئی
کیا یہہ نزاکت نے یاں چوچلا — کہ غرفہ ہی میں دم ہوا ہو چلا
غشی جب نزاکت سے آنے لگی — یہی آنکھہ کو پھر سجھانے لگی
الٰہی ہو یہہ صورت الٰہی دید ہے — گھڑی میں کہاں پھر مہ عید ہے
یہہ دل ایک ساعت تجھی خورسند ہو — ابھی تو نہ اُٹھے آنکھہ تو بند ہو
خدایا یہہ ساعت دکھائے مجھے — کہ یہہ جائے اور ہوش آئے مجھے
مری زندگی ہی میں اب یہہ ہو — کھلے آنکھہ اُسدم کہ جب یہہ ہو
مرا کوچ اس شان کی ساتھہ ہو — کہ دم ہی روان جان کے ساتھہ ہو
کنارے سے جب یہہ کنارہ کرے — جبھی کوچ یہہ دم ہمارا کرے
رہے یہہ تو یہہ زندہ ہزاروں برس — اُٹھے تو ہی دنیا سے ای بوالہوس
وہیں ایک ہمّت سے وا چشم کی — کنارے پہ پائی دوا چشم کی
ہوئی بیخودی سے تو تکنے لگی — جو انکو محبّت سے تکنے لگی
کہاں اسگھڑی آنکھہ افلاک پر — کہ گھٹنے پہ سر ہے نظر خاک پر

کسیکو نہیں سرکشی کا گماں | خواصوں کو ہے اک غشی کا گماں
یہ دیکھا تو پھر آن کی آن میں | کہا ایک نے دایہ کے کان میں
برا شاہزادی کا اب طور ہے | مرض تو نہیں بات کچھ اور ہے
کسی سے نہ پہلے ہی اب کچھ کہو | جو تم دیکھ لو حال جب کچھ کہو
یہہ سنکر چلی دایہ ہوشیار | جو پہنچی ہوئی دیکھکر بیقرار
خبر شاہزادی کو ہے یہہ کہاں | گیا کون اور کون آیا یہاں
وہ غرفہ سے گردن نکالے ہوئے | کہیں تک رہی سر کو ڈالے ہوئے
جواں دیکھتے ہیں سے آڑ میں | درختوں میں کوئی کوئی جھاڑ میں
کہا دایہ نے سر ہلا کر اسے | وہ ہے کون تم دیکھتی ہو جسے
پری پر کہو کسنے افسوں کیا | کہ ساعت میں لیلی کو مجنوں کیا
ہمیشہ رہی آنکھ افلاک پر | جھکا کس کی خاطر یہہ سر خاک پر
وہ ہے کون روتی ہو جس کے لئے | یہہ پردہ اٹھا آج کس کے لئے
رہا ہے یہہ چہرہ میان نقاب | اٹھا کس کی خاطر ابھی یہہ حجاب
کیا ہے کسے ماہرو نے پسند | ہوا آج کس کا ستارہ بلند
پڑے جسپہ اہل جہاں ٹوٹ کر | گرا یہہ ستارہ کہاں ٹوٹ کر
نزاکت سے ہے ہاتھ سر کے تلے | کہو کون ہے اب نظر کے تلے
لو اوصاف کہنے سے ڈرتی نہیں | مسیحا تو ہے پاس مرتی نہیں

ذرا دیکھئے آپ زیر مکاں　عجب تو نہیں جمع خورد و کلاں

جُواں جسقدر جمع ہیں شہر کے　محل کے ہیں عاشق نہ وہ نہر کے

جو رہتے ہیں پاتے ہیں ہر دم ہیں　جُواں کوئی دریا کی مچھلی نہیں

ہزاروں جُواں کشتیوں پر سوار　ہمیشہ ہی ہوتے ہیں سب وار پار

نہیں کچھ کہو کچھ انہیں خبط ہے　کہ پہرنے کا ہر روز کے ربط ہے

تمہارے لئے سب یہہ ساماں کئے　یہہ پہرتے ہیں سب دیکھنے کے لیے

نہ غرفہ میں جب آپکا ہو گُذر　تو دیوانہ ہے کوئی دیکھو اُدہر

اگر آپ سے مُنہ دکھائیں حُضور　تو بی بی جو انکا ہے کیا قصور

ہوئے آپ جو خلق کے سامنے　کیا مُنہ ادہر خاص اور عام نے

جو مردونکو دیکھو یہہ کیا کار تہا　مہ نو کو بہی دیکھنا عار تہا

تمہاری تو یہہ آنکھہ تہی پیشتر　جو یوسف بہی آئے تو دیکھو اُدہر

بتاؤ ہمیں یہہ کسی آن میں　پڑہا ذکر یوسف کا قرآن میں

اگر ذکر مردونکا آیا کہیں　کیا منع غصہ سے تمنے وہیں

جوانوں کی تقریر سے تہا حجاب　کہ مردوں کی تصویر سے تہا حجاب

یہہ سمجھی لیا عشق نے دل کہیں　سوا عشق کے بات کوئی نہیں

جو یہہ دایہ نے سخت ہو کر کہا　تو پہر شاہزادی نے رو کر کہا

نہیں کچھ بوا میرے دلکا قصور　ملی ہے مجھے یہہ سزائے غرور

مجھے حسن و خوبی سے نخوت ہوئی — اسی کے سبب آج ذلت ہوئی
نہ پہلے سمایا نظر میں کوئی — جبھی تو بسا اب جگر میں کوئی
جواں جب ہماری نظر سے گری — جوانونمیں ہم آج سر سے گرے
نہ ٹھہرے جو خورد و کلاں آنکھہ میں — تو پھرتا ہی کوئی جواں آنکھہ میں
نہ جس آنکھہ میں تھی نظر کی جگھہ — اسی آنکھہ میں ہی بستر کی جگھہ
نہ تھے کان مائل کبھی ساز پر — وہی آج جھکتے ہیں آواز پر
نہ بولی جو عورات سے میں کبھی — لبوں پر بیاں مرد کا ہی جبھی
جسے ہمنے دیکھا چھپا کر نگاہ — وہ جاتا ہے دیکھو چرا کر نگاہ
کہی بات یہہ اسلیئے جان لے — جو صورت کو دیکھے تو پہچان لے
ترس آگیا دایہ کو دیکھکر — پکاری نہ رو و کڑھو اسقدر
جواں کوئی چلتا مسافر نہیں — کئی بار دیکھا ہے اسکو یہیں
رعایا ہے یہہ غیر بھی یہہ نہیں — وطن ہی یہیں اجنبی یہہ نہیں
جواں ہی یہہ مشہور اس شہر میں — کہاتا ہے اکثر اسی شہر میں
اسے جو یہہ دانائی و حلم ہے — یہہ پندار ہے طالب علم ہے
کہیں دور رہتا نہیں یہہ جواں — عیاں ہی کہ نزدیک یہ نام و نشاں
گیا ہے جو زندہ جواں حسیں — ابھی اسلیے ہی تمکو دیکھا نہیں
اگر آنکھہ سے دیکھہ لیتا ابھی — دُر جان و دل نذر دیتا ابھی

جو تم دیکھتیں دیدۂ قہر سے — تو پھر کر نہ جاتا کبھی نہر سے
نہ لگتا کبھی کچھہ پتا آب میں — کناری ہی پہ ڈوبتا آب میں
بلا سے تمہیں رنج دیکر گیا — سلامت تو وہ جان لیکر گیا
گیا جسطرح سے رلا کر تمہیں — رلاونگی اُسکو دکھا کر تمہیں
مجھے ہے اسی باتکا انتظار — کہ وہ دیکھہ لے آپکو ایکبار
دل و جاں تصدق کرے پھر یہیں — کہیں جائے آکر مرے پھر یہیں
کہا نیک و بد یوں تو سب دایہ نے — لیا نام مرنے کا جب دایہ نے
پکاری ہوا اب زباں تھام لے — جئے وہ نہ مرنیکا تو نام لے
لڑائی ہے کس سے اگر وہ مُوا — سبھی جیتے جی کی ہیں جھگڑے بوا
یہہ سنکر کہا دایہ نے بی سنو — نہ رو رو نہ حسرت سے سر کو دُھنو
سنا ہمنے تمنے بیاں کر لیا — تمہیں عشق ہے امتحاں کر لیا
ہمیں کچھہ خیال نصیحت نہیں — تعشق میں فکر فضیحت نہیں
کہاں چین دلکو کسی بات سے — ٹھہرتا ہے دل کچھہ ملاقات سے
ترے عشق سے دایہ مجبور ہے — کہو صاف مجھہ سے جو منظور ہے
سنی کام کی بات شرما گئی — تو دایہ وہیں مدعا پا گئی
کہا کھانا کھاؤ نہ ٹھہرو یہاں — چلیں آپ اب قصر کے درمیاں
رہو منتظر ہر گھڑی رات کی — کہ ٹھہرگی شب کو ملاقات کی

کہی بات دایہ نے جب راہ کی ۔ تسلّی ہوئی دختر شاہ کی
گھڑی میں تو جاتا تہا پل میں گئی ۔ غرض شاد ہو کر محل میں گئی
ہوئی رات پہر بات کی بات میں ۔ لگی دایہ فتنہ گر گہات میں
اڑی اسطرف دایہ ہوشیار ۔ کیا اسطرف ماہرو نے سنگار
کہیں بہی نہ ٹہری برابر گئی ۔ غرض ایک مسجد کے اندر گئی
یہہ دیکہا کہ حجرہ میں وہ ماہتاب ۔ بڑے شوق سی پڑہ رہا ہے کتاب
رکی پہر ذرا دایہ ہوشمند ۔ لگی سوچنے دلمیں پست و بلند
یہہ کرنے لگی دلمیں ردّ و بدل ۔ کہا گر جواں کو مرے ساتھ چل
جو غصّہ میں پہر یہہ سنایا مجہے ۔ کہ تو کون کسنے بلایا مجہے
یہہ کہکر کیا سخت مجہہ سی کلام ۔ تو غیرت سے ہے ڈوبنے کا مقام
وہ باتیں کروں جسمیں مطلب بنے ۔ جو بگڑی ہوئی بات ہو سب بنے
فصاحت سے جو مے زباں وہ کہوں ۔ یوں ہی ساتہہ ہو لے جواں وہ کہوں
کیا پہلے حجرے میں جاکر سلام ۔ ادب سے کیا اسطرح پہر کلام
کرے کیا کنیزک دعا کے سوا ۔ یہی ہے خدا سے مری التجا
کسی بت کی تجہہ پر نظر نیک ہو ۔ تری نیکیوں کا ثمر نیک ہو
بلندی پہ اللہ پایا کرے ۔ کوئی سرو قد تجہہ پہ سایا کرے
کسی بت کا ماتہا بہڑے آپ سے ۔ کوئی نخلیہ میں چہڑے آپ سے

کسی شمع رو کی لگے لو تجھے
نظر آئے ابرو مہ نو تجھے

تجھے آج وہ آنکھہ آئے نظر
پھرے آنکھہ میں جو بجائے نظر

رہیں آپ گھر میں کہ باہر رہیں
کسی بت کی آنکھیں نظر میں رہیں

رخ و زلف جب ہو میان نگاہ
تو دیکھو تماشائے شام و پگاہ

رہو خوش رخ پاک کو دیکھکر
نہ غمناک ہو ناک کو دیکھکر

سدا پستۂ لب پہ دنداں رہے
تلے لب کے سیب زنخداں رہے

ملے کوئی خورشید رو آپ سے
شکر لب کرے گفتگو آپ سے

چڑہو تخت پر پایۂ حسن سے
بنو تم غنی مایۂ حسن سے

قدم مسند یار کی زیب ہو
گل حسن دستار کی زیب ہو

تقرب کسی سے شب و روز ہو
محل میں چراغ شب افروز ہو

سلیماں سے بھی اوج پر بخت ہو
چھپر کھٹ پری کا نہیں تخت ہو

اُسے دیکھکر چین آئے تجھے
ترا منہ وہ دیکھے دکھائے تجھے

ترا آئنہ روئے دلدار ہو
تجھے عید کا چاند رخسار ہو

لپٹنے کو ئی زلف کی لٹ تجھے
بدلنے نہ دے کوئی کروٹ تجھے

یہہ جانو دعا میں مری ہے اثر
دعا ہے ادہر اور اجابت اُدہر

یہہ کہتی نہیں کچھہ کرامات سے
یقیں ہے یہہ اللہ کی ذات سے

کف دست و انگشتری کیا ہے چیز
جو ہو صبح دیکھے ترا منہ عزیز

حقیقت ہے کیا تاج اور تخت کی ۔ قسم کھائے یوسف تری بخت کی
ہوئی آج طالب پری آپکی ۔ کہ زہرہ بنی مشتری آپ کی
جسے خواب میں دیکھنا ہو محال ۔ اُسے آپکا کچھ ہوا ہے خیال
سمایا نہ جس کی بشر آنکھہ میں ۔ اُسی کی ہو تم جلوہ گر آنکھہ میں
جو دیکھے نہ یوسف کو بھی چاہ پر ۔ وہی منتظر ہے تری راہ پر
سُلیماں کو دیکھے نہ جو اوج میں ۔ وہی دیکھتی ہے تمھیں موج میں
کہ جسکا زمانہ ہی بیمار ہے ۔ اُسے تیری اُلفت کا آزار ہے
کتابیں ہی تمنے پڑہی ہیں اہی ۔ نہ دیکھا ہو چہرہ کتابی کبھی
رہی روز شمسہ کے اوپر نظر ۔ نہیں تمکو شمس النسا کی خبر
نہ ڈالیگی دقت میں تمکو کہیں ۔ وہاں صدر آرا ہے سدرہ نہیں
تمھیں یاد والشمس واللیل کی ۔ کہاں جنبۂ زلف پرمیل کی
اگر نقطہ خال پر ہو نظر ۔ بُھلاؤ کتابیں سبھی سربسر
نہ پھر حرف کوئی جگر میں رہے ۔ وہی ایک نقطہ نظر میں رہے
کیا طالب علم نے یہہ خطاب ۔ کہ اِس طول کا مختصر ہی جواب
جو مہ رو یہاں ہیں کہ گلرو یہاں ۔ یہہ سب صورتیں ایک دن ہیں نہاں
ہمیشہ کوئی کارخانہ نہیں ۔ جو طالب فنا کا ہو دانا نہیں
اُسے میں جو دیکھوں نہ دیکھا کبھی ۔ مرے پاس سے آپ جائیں ابھی

کہا دایہ نے اتنے چپکی رہو — کوئی بات ایسی بنا کر کہو
ابہی راستہ پر یہہ آئی کہیں — پڑہا اور لکہا سب بہلا ہی کہیں
جو دلمیں ادہر کر چکی گفتگو — کہا عالم دیں سے ای نیکخو
سخن ساز کیا کان بہرتے نہیں — یقیں بات سنتے ہی کرتے نہیں
کہیں آپ جاتے نہیں آپ سے — تو بت ہی بلاتے نہیں آپ سے
بلاتے ہی دیکہا کسیکو کہیں — کہ سنتے ہی بس بات کردی نہیں
صنم کوئی آوارہ پہرتا نہیں — کوئی راہ چلتے پہ گرتا نہیں
ندیکہے نہ پوچہے نہ جانے تمہیں — بلائیگا پہر کس بہانے تمہیں
جو بی بی مری غیرت ماہ ہے — ہر اک نیک بدسے وہ آگاہ ہے
اسی نے کیا ہے یہہ مجہہ سے بیاں — کہ ہر شخص کا چاہئے امتحاں
بہت کم ہیں دنیا میں ایسے بشر — حسینوں پہ جن کی نہووے نظر
بتوں سے جسے کچہہ محبت نہیں — تو ایسا کوئی لاکہہ میں ہے کہیں
کسینے جو بت سے کنارا کیا — اسی کو کہو خاصۂ کبریا
جو عالم ہو یا طالب علم ہو — جسے عقل ہو خلق ہو حلم ہو
تو اسنے کسی بت کے اوصاف کو — جو مشتاق ہو یہہ بیاں صاف کر
کہ مدت سے صاحب کی مشتاق ہے — اسے ہجر میں زندگی شاق ہے
یہہ سنکر اگر ساتہہ ہو دور کر — جو نفرت کرے پہر یہہ کور کر

بلاتی ہے بی بی فقط آپ کو ۔ کسیکا دکھانا ہے خط آپ کو
کیا اس لیے آپکا امتحاں ۔ نہ ملے خاصۂ کبریا کا نشاں
ہوئی آزمایش جو ہر طور سے ۔ یہہ مطلب نہ مطلب کہو اور سے
زیادہ نہ اب دیر فرمایئے ۔ خدا کے لیئے خط کو پڑہ آیئے
خدا کا غرض واسطہ جب دیا ۔ نہ لی سانس بھی ساتھہ پہر ہو لیا
اُسے لے اُڑی دایہ اسطور سے ۔ ہوائی اُڑی شب کو جسطور سے
محل میں گئی بہی تو کس راہ سے ۔ نہ تہا کوئی آگاہ جس راہ سے
صفائی مکاں کی عجب طور سے ۔ کہ دیکھے جسے حور بھی غور سے
صفا قصر کی اسطرح آب گل ۔ کہ جیسے صفائی میں مومن کا دل
یہہ قصر منقش کی تحریر ہے ۔ کہ ہر نقش یاں نقش تسخیر ہے
چہپر کہٹ پہ پہولونکی چادر پڑی ۔ ادہر آئینہ بہی ادہر ہے گہڑی
نظر جب پڑی سقف و دیوار پر ۔ تو پہر چہا گیا خوف دیندار پر
یہہ جانا کہ ہے بادشہ کا محل ۔ محل میں ہمیں کہینچ لائی اجل
قدم جم گئے جب دربار پر ۔ نظر بہی جمی نقش دیوار پر
نظر آہ نقش و نگیں پر رہی ۔ پڑی جس جگہہ پر وہیں پر رہی
مکاں سے نظر کب زمیں پر پڑی ۔ اُٹھی نقش سے جب نگیں پر پڑی
یہہ سمجہا کہ ہے خواب یا یہہ خیال ۔ لگا کرنے دلمیں بہی قیل و قال

جو زندہ ہو نہیں یہہ ہے دنیای زشت
جو مردو نہیں ہوئے ہیں یہہ قصر بہشت

اگر ہے یہہ دنیا تو کچہہ زور ہے
اگر خلد ہے مہ جبیں حور ہے

جو کچھہ ہوش آیا تو گھبرا گیا
کہا دم میں شیطان کے آگیا

نکلنے کا جب کچھہ نہ چارہ ہوا
گیا پاس آفت کا مارا ہوا

وہیں سرو قامت نے تعظیم کی
قیامت نے مومن کی تکریم کی

ادب ہاتھہ سے کب یا حور نے
بہشتی کو مجرا کیا حور نے

جو اس نے ابھی کچھہ نہ آکر کہا
مگر دایہ نے وقت پاکر کہا

زیارت کے قابل ہے رخسار یہہ
کہ ہے مصحف روی دلدار یہہ

یہہ دیکھو جو زلف سیہ فام ہے
بیاض رخ یار پر لام ہے

ہوئی آج تحقیق اس لام کی
کرو دل سے تصدیق اسلام کی

یہہ لوح جبیں ہے کہ ہے شان حسن
دو ابرو دو مصراع دیوان حسن

بہنویں سطر ہے سورۂ نور کی
کہ محراب ہے بیت معمور کی

یہہ آنکھیں ہیں دیکھو خداداد ہیں
کہ اک مصحف رخ پہ دو صاد ہیں

الف ناک ہے ہائے ہوز دہن
کہ ہے ختم اک آہ پر سب سخن

کرو ناک کی جب عبادت دہن
بس آگے الف کے ہے آیت دہن

ذقن سیب ہے گلشن یار کا
وہی پھول ہے خط گلزار کا

ہماری یہاں تک تو تصدیق ہے
بس آگے تمہاری ہی تحقیق ہے

یہہ کہتے ہی دایہ ہوئی پہر رواں رہی شاہزادی وہاں با جواں

کہاں طالب علم کو تاب ہے کہ آتش کے نزدیک سیماب ہے

ادہر تہی جواں کی پری پر نظر کسی نے یہہ دی بادشہ کو خبر

محل میں کوئی مردم غیر ہے مگر ابتلک ہر طرح خیر ہے

سنا شہ نے جب یہہ شگوفہ نیا دبے پاؤں چھپ کر محل میں گیا

ہوا ایسے موقع پر جا کر کہڑا نہ دیکہے کوئی اسکو چہوٹا بڑا

ہی شہ نے دیکہا میان مکاں کہ دختر کے ہے پاس اک نوجواں

کسیکو نہیں کچہہ بہی ہوش و خروش کہ بیٹھے ہیں حیرت سے دونو خموش

جو دختر یہہ کرتا ہے عالم نظر تو رکہتا ہے انگلی گل شمع پر

اسیطرح سے دمبدم دیکہکر جلایا کیا انگلیاں رات بہر

رہا رات بہر بادشہ کو یہہ دہیاں جلاتا ہے کیوں انگلیاں یہہ جواں

اسی دہیان میں ہوگئی جب سحر گیا پہر مکاں میں شہ نامور

خجالت سے دختر ہوئی سرنگوں ہوا طالب علم کو بہی جنوں

کہا خسرو خلق نے ای جواں کہو کس لیئے آپ آئے یہاں

کیا خوف تجہنے نہ دلمیں ذرا کہ ہے بادشہ کی یہہ دولتسرا

کہا پہر جواں نے کہ سنیئے حضور نہیں یاں کی آنیمیں میرا قصور

بہانے سے خط کے بلایا مجہے یہاں لاکے مجنوں بنایا مجہے

یہہ ہے مختصر عرض ای بادشاہ
نہیں ہو نہیں مجرم خدا ہی گواہ

کہا شہ نے پہلے کہو بات یہہ
جلائیں ہیں کیوں انگلیاں آپ یہہ

کہا طالب علم نے ایجناب
جہنم کا ہے یاد مجھکو عذاب

فرشتوں نے اُسکو ہزاروں برس
جلاکر کیا سرخ ای دادرس

سیہ ہے وہ اب اے شہِ نامور
تپنگا بھی اُسکا جو آئے ادہر

کسیکا رہے پھر نہ نام و نشاں
جلے اُس کی آتش سے سارا جہاں

تپنگا ہو مشرق میں اُسکا اگر
تو تیزی سے مغرب جلے سربسر

حرارت سے اُس کی کسی لاگ ہے
شرر سے بہی کم خلق کی آگ ہے

کہا پھر یہہ دل سے کہ اے بیتمیز
اگر جان تجھکو ہے اپنی عزیز

ادہر آتش حسن کا ہے اثر
ادہر آتش شمع ہے جلوہ گر

یہہ بس چاہیے امتحاں کر ذرا
کہ ہے آنچ دونوں میں کسکے سوا

پئے امتحاں ای شہِ نامور
تو انگشت رکھا کیا شمع پر

جلانے سے انگلی کی یاں درد تھا
ادہر شعلہ حسن بھی سرد تھا

سُناتا تھا دل کو یہی باربار
کہ ہے آنچ سے شمع کی بیقرار

کوئی بات باور نہ کر اور تو
جہنم کی آتش پہ کر غور تو

نہ اس آنچ کی بیقراری گئی
تو وہ آنچ کسسے سہاری گئی

جلانا تہا دل کی دوا ہوگئی
یہاں دیکھنے کی سزا ہوگئی

بیاں سے جواں کے ادب آ گیا | سنا حال دوزخ کا گھبرا گیا
جوانمرد کو با خدا پا لیا | اسی وقت قاضی کو بلوا لیا
صلہ نیک نیت کا اچھا دیا | وہیں صیغۂ عقد پڑھوا دیا
صنم کو یوں ہی کب بغل میں لیا | کنارے ہوا جب بغل میں لیا

نقل ایک عورت اور مرد کی کہ جنہوں نے عین وصال میں خوف خدا سے کنارہ کیا خداوند عالم نے بباعث ترک ہوس دونوں کو ملا دیا

زمانہ میں مشہور بغداد ہے | حسینوں سے یہہ شہر آباد ہے
یہہ بغداد ہے رہزنوں کی جگہ | یہہ ہے شہر نازک تنوں کی جگہ
بتوں سے مکاں کوئی خالی نہیں | کسی گھر میں لیلی ہے شیریں کہیں
حقیقت میں تو نام بغداد ہے | مگر یہہ حسینوں کی بیداد ہے
صف عاشقان بتاں ہر طرف | جوانوں کی آہ و فغاں ہر طرف
نہیں پانیہ کچھہ زخمیوں کا شمار | جو مقتول دس ہیں تو بسمل ہزار
اگر مر گیا کوئی کچھہ غم نہیں | جو زخمی ہوا ہے تو مرہم نہیں
کہاں حال بغداد کا ہے یہاں | طرحدار تھی ایک دختر یہاں
طبیعت نہ واقف کسی چیز سے | مگر بات کرتی تھی تمیز سے

ہوا جب جوانی کا آغاز کچھہ — ہوئی کل کچھہ اور انداز کچھہ

جوانی جو آنکھیں دکھانے لگی — لڑکپن کی ہر بات جانے لگی

مگر آہ تنہا نہ آیا شباب — حیا کو بھی اپنے ساتھ لایا شباب

نگاہوں سے لوگوں کی شرما گئی — خیالوں سے مردوں کے گھبرا گئی

جلی حسن سے غیرت آفتاب — کیا آپ خوبی سے اپنے حجاب

جلا اسطرح شعلہ رو و روپ سے — جلیں جیسے گرمی میں ہم دھوپ سے

پڑی آنکھ کب دولت حسن پر — مرے لوگ سب شہرت حسن پر

جو گھر میں نہاں سرو قامت رہا — تو کانوں میں شور قیامت رہا

چھپی زلف موباف میں سربسر — رہی کینچلی رات دن سانپ پر

بلا یہہ جو پردہ کے اندر رہی — جبھی چین سے خلق باہر رہی

دکھائی جبیں ماہرو نے کسے — نہ چاہا کوئی در پہ ماتہا گھسے

بھنوؤں سے جو محفوظ جانیں رہیں — تو گوشہ میں بھی یہہ کمانیں رہیں

جوانی میں یہہ تو کنارے ہوئے — موئے اب لڑکپن کے مارے ہوئے

فلک پر جوانوں کی آہیں گئیں — نہ اوپر کو نیچے نگاہیں گئیں

جو مشتاق عارض کو اب دیکھتے — تو پھر دوسرا چاند کب دیکھتے

جو انکو سوجھی بہت دور کی — چڑھی ناک دیکھی تھی مغرور کی

جو بنتی رشک پری دیکھتے — تو خود بینی و خود سری دیکھتے

نہ رہتے بہار چمن دیکہکر ۔ بہت تنگ ہوتی دہن دیکہکر
لہو منہ سے جاتا جو لب دیکہتے ۔ جگر منہ کو آتا جو لب دیکہتے
ذقن دیکہتے گر کسی راہ سے ۔ نکلتے نہ ہرگز اسی چاہ سے
ملاقات کرکے طرحدار سے ۔ لپٹتے اگر گردن یار سے
گلے کا مگر ہار ہوتے سبہی ۔ جو گل تہے سبہی خار ہوتے سبہی
اٹہاتے اگر ہاتہ انصاف سے ۔ تو ہوتے الگ سینۂ صاف سے
پریشاں جو ہوتے نظر ڈہونڈکر ۔ تو مٹتے نشان کمر ڈہونڈکر
اگر چومتے پاؤں پڑکر قدم ۔ وہیں نقش بنتے پکڑکر قدم
نظر دیکہہ لی ایک نے یار کی ۔ بنا خاک وہ کوئی دلدار کی
حصر صبح پر ہے نہ کچہہ شام پر ۔ کبہی قد پہ آنکہیں کبہی بام پر
تصور نہ کچہہ نیک و بد کا کیا ۔ جو اندر گیا اسکو کچہہ کہہ دیا
ملے اُسنے نرگس کہ سوسن ملے ۔ ملے دوست کوئی کہ دشمن ملے
خوشامد کی باتیں بناکر ملا ۔ ملا بت سے جو اُسسے جاکر ملا
تڑپتا رہا یوں ہی لیل و نہار ۔ کیا رات دن یار کا انتظار
ہوئی جب شب قدر تقدیر سے ۔ ملے کبک اور بدر تقدیر سے
بچاکر نظر اپنی مخلوق سے ۔ ملا پہر تو عاشق بہی معشوق سے
پڑی جب نظر روئے دلدار پر ۔ یہہ کہنے لگا شکل کو دیکہہ کر

مٹا ہی ہی قسمت کا لکھا ہُوا
پھر اتم سے ماتھا یہہ اچھا ہُوا

جو مرنا ہی لکھا تھا تقدیر سے
ہُوئے ذبح ابرُو کی شمشیر سے

پھنسانے ہی پر جب مقدّر ہُوا
پھنسے دام کاکُل میں بہتر ہُوا

جلانا تھا تقدیر کو اِس گھڑی
تو ہوں خوش نظر سے ہی بجلی پڑے

یہہ کہتے ہی بیتاب ہُونے لگا
ہنسی کی جگہہ آہ رُونے لگا

نہ حاصل ہُوا جب کمالِ وصال
کیا صاف بت سے سُوالِ وصال

سخن عاشقِ زار سے جو سُنا
تاسّف سے دلدار نے سر دُھنا

ہُوا صبر دم بھر نہ دلدار سے
کہا اِسطرح عاشقِ زار سے

مجھے شرم آے نہ اللہ سے
کہا یہہ سخن تونے کِس راہ سے

جہانکو ہے وصلِ خدا خیر سے
ملے آنکھہ یاں مَردمِ غیر سے

کہا پھر یہی ہاتھہ کو جوڑ کر
اِدھر آ نہ اللہ کو چھوڑ کر

خدا کے لیئے عشقِ لیلےٰ نہ کر
یہہ دل آئنہ سا ہی میلا نہ کر

جو فرہاد ہی ڈرا سی بات سے
ہو تلخ شیریں کسی بات سے

ملیں ہم قیامت میں وہ بات کر
مناسب ہے ترکِ ملاقات کر

جلے ہجر میں دل تو پروا نہ کر
فدا جان یاں مثلِ پروانہ کر

ذرا غور سے کر اجل پر نظر
تجھے چاہیے آج کل پر نظر

قضا سی ہی جھگڑا یہہ یکسُو نہ ہو
خبر ہی کہ کل میں نہوں تو نہو

سنی جب یہ باتیں تو حیرت ہوئی
ہوا کچھ اثر دلمیں غیرت ہوئی

ہوئی شعلہ رو تیز ٹھنڈہ ہوا
اُسے عشق کا طوق گنڈہ ہوا

صنم سے اُسی دم جدا ہوگیا
ہٹا بت سے عشقِ خدا ہوگیا

اُٹھی دل سے دونوں کی حرص وصال
عبادت کا دلمیں ہوا پھر خیال

لگایا نہ دل پھر کسی کام سے
سحر تک عبادت میں تھے شام سے

جوان دیکھتا کیا ہے وقتِ سحر
پدر کے ہے ہمراہ رشک قمر

نظر آیا یہہ ماجرائے عجیب
وہ دونوں ہی عاشق کی پہنچے قریب

کہا پھر طرحدار کے باپ نے
کہ مطلب بھی پایا مراد آپ نے

مطالب سے ہو آج دل کو حصول
نظر خواب میں آئے حضرت رسول

مقدّر نے تیرے جو یارا کیا
مجھے اسطرح سے اشارا کیا

ترے پاس دختر کو لاؤں شتاب
کروں عقد جسمیں ہو کار ثواب

نہ میری طرف سے یہہ ایجاد ہے
جنابِ محمد کا ارشاد ہے

یہہ کہہ کر پدر نے نہ وقفہ کیا
پڑھا عقد دونو کا زیور دیا

نقل ایک دختر امیر کی جو ہاتھ میں ایک سردار کی اسیر ہوئی

سنا ہے کہ کابل سے اک بادشاہ
چڑھا ہند پر ساتھ لیکر سپاہ

نہ یاں فوج اسکے مقابل ہوئی
اُسے ہر جگہہ فتح حاصل ہوئی

کیے اُسنے برباد شہر و دیار — رہی لوٹ میں فوج لیل و نہار
جو دلمیں سمایا وُہی لے لیا — جہاں مال پایا وہی لے لیا
اِدہر اور اُدہر جب گزر کر گیا — تو پھر شاہِ دہلی کے دَر پر گیا
اُدہر تو گئی فوج دَر توڑ کر — اِدہر کچھ پڑے لوگ مُنہ موڑ کر
سُنا ہی کہ کچھ سُو چلا اک امیر — جو باہر ہوا گھر سے بنکر فقیر
شتابی میں اُسنے نہ لی کوئی چیز — لیئے ساتھ اپنے قریبی عزیز
چلا جب مکاں سے نہتی یہہ خبر — کہ پیچھے رہی دُختِ نیک قمر
ہوئی تھی نہ اَسوار راہِ سپر — ہوئی فوج کے ہاتہہ میں وُہ اسیر
کوئی ساتہہ خسرو کے سردار تہا — طرحدار طرّار جبّار تہا
پڑی اُس کی جب باہرو پر نظر — وہیں گر گیا غش اُسے دیکھہ کر
نہ سردار نے حصّہ زر لیا — اُسی کو غنیمت سمجھہ کر لیا
غرض دَولتِ ہند جب لوٹ کے — پھر اُسوئی کابل شہِ نامور
صنم سے محبّت تہی سردار کو — لیا جبر سے ساتہہ سردار کو
یہہ ظاہر ہوئی بات مخلوق پر — کیا ظلم عاشق نے معشوق پر
نہ جاتا تہا دلبر کسیطور سے — لیا ساتہہ سردار نے جور سے
سنو آہ کیفیّتِ دلربا — کہ تھی اس گھڑی تک وہ ناکتخدا
پرہی ایک طالب کی مطلوب تہی — بڑی ایک راجہ سے منسوب تہی

محبت سے الفت سے سو چاہ سے ۔ لکھا باپ کو اسطرح راہ سے
توقف نہ للّٰلہ فرمائیو ۔ سنے جسطرح مجھکو لیجائیو
تمہارے ہی آنیکا لیل و نہار ۔ رہیگا مجھے سال تک انتظار
اگر سال کے بعد پھر آؤ گے ۔ تو بیٹی کو جیتا نہیں پاؤ گے
پدر کو یہہ دختر نے تحریر کی ۔ پدر نے اسیوقت تدبیر کی
برادر کے ہمراہ گھوڑے کیئے ۔ کئی ساتھ مردانہ جوڑے کیئے
سفر کا ہر اک ڈھنگ بتلا دیا ۔ کہ پوشیدہ رہیو یہہ سمجھا دیا
کسی پر نہ افشا نہ کیا ۔ کہ تاجر بنا کر روانہ کیا
برا ہے قریبونمیں اک تل کا فصل ۔ یہانپر تہا دونوں میں منزل کا فصل
پریزاد ہر وقت روتا ہوا ۔ نہ رستہ میں سردار نے کچھ کہا
جو کابل سے لیگیا جبر سے ۔ فقط دو پہر تک رہا خبر سے
ہوئی رات پھر نفس غالب ہوا ۔ پری رو سے شادی کا طالب ہوا
کہلا جب پری رو پہ حالِ جواں ۔ اشارہ سے پایا خیالِ جواں
کہا نازنیں نے کہ سن اے جواں ۔ تو اک جبر سے کھینچ لایا یہاں
نہیں تیری صحبت سے مسرور ہوں ۔ مگر جبر سے تیرے مجبور ہوں
مجھے جان سے چاہتا ہے اگر ۔ تو چاہیئے ہمیشہ مرے حکم پر
تجھے فرض خدمت ہے معشوق کی ۔ مقدم اطاعت ہے معشوق کی

کبھی میرا دامن نہ مس کیجیو ۔ بس اک سال تک ترک ہوس کیجیو

سنے جسطرح دلکو بہلائیو ۔ مرے پاس خلوت میں مت آئیو

نہ چھیڑونگی میں زلف کے بال تک ۔ مجھے سوگ بہائیکا ہے سال تک

جو معشوق عاشق کی ہوتا تھا میں ۔ تو پھر وصل کو دیر کس بات میں

بڑھا دل جو آمد سے دلدار کی ۔ رکا کب خوشامد سے دلدار کی

کہا جب خدا کے لیے صبر کر ۔ محمد کی خاطر نہ اب جبر کر

کہا اسطرح جب جفا کار نے ۔ تو رکھی غرض کچھہ نہ سردار نے

فقط اسطرح سے کہا ایکبار ۔ جیئیگا بھلا کسطرح دلفگار

جیو تمیں گوارہ کرو یہہ اگر ۔ کہ دیکھوں تمہیں آکے شام و سحر

صنم نے کہا یہہ بھی معیوب ہے ۔ جو دیکھو کئی روز میں خوب ہے

کبھی دل جو تڑپے تو آیا کرو ۔ بہت دور سے دیکھہ جایا کرو

اگر دیکھنے کی ہے رغبت تمہیں ۔ تو دیکھا کرو ہے اجازت تمہیں

بجالایا حکم طرحدار کو ۞ کبھی دیکھہ لیتا تھا رخسار کو

ضرورت کو عاشق کسی جا گیا ۔ نکلنے کا رستہ اسے پا گیا

برادر تو بیٹھا تھا اس گھات میں ۔ وہ باہر ہوئے چاندنی رات میں

زمانہ سے شکلیں چھپا کر گئے ۔ گئے بھی تو باگیں اٹھا کر گئے

اسی روز راجہ کو پہنچی خبر ۔ کہ آئی ہے کابل سے رشک قمر

تو پھر باپ کو مہ لقا نے لکھا
کہ شادی میں ہووے نہ وقفہ ذرا

جو دونو طرف تھا سبھی انتظام
ہوئی پھر تو شادی کی اک دھوم دھام

بڑی دھوم سے اور بڑی شان سے
ہوا بیاہ دونو کا سامان سے

ادھر گھر سے رخصت ہے دلدار کی
ادھر گھر سے آمد ہے سردار کی

کئی دن میں سردار آیا غرض
پری رو کو گھر میں نہ پایا غرض

کہا اپنی زوجہ سے بیجا ہوا
جدا غم سے باہر کلیجہ ہوا

بتاؤ مری جاں کدھر اب گئی
گئی اور جانب کہ گھر اب گئی

پکاری وطن کو سواری گئی
گلستاں کو بادِ بہاری گئی

سنایا جو عشقِ جفا کار نے
کیا کوچ کابل سے سردار نے

طبیعت جو صرفِ فغاں ہو گئی
یہاں آہ بادِ خزاں ہو گئی

خبر ہے وہ جلوہ کہاں رہ گیا
نہ افغاں ہائے فغاں رہ گیا

ابھی تک محافہ تھا دربار میں
کہ افغاں گیا کوئے دلدار میں

اسی دم بدل کر زنانہ لباس
کھڑا ہو گیا یہہ محافہ کے پاس

گھڑی میں محافہ روانہ ہوا
یہہ تیرِ اجل کا نشانہ ہوا

محبت کا اک مہر کی درد تھا
رخِ سرخ مثلِ طلا زرد تھا

طبیعت تصور میں قربان تھی
محافہ جو دل تھا پری جان تھی

کلس وہ بنا دل میں پایا بنا
چلا جیب محافہ تو سایہ بنا

نہ چوکا نہیں کی نظر میں گیا
محافہ کے ہمراہ گھر میں گیا

کسی نے نہ پھر پرسش حال کی
یہہ سمجھے کہ لونڈی ہو سسرال کی

ہوئی رات سارے الگ ہو گئے
جو گھر میں تھے چھوٹے بڑے سو گئے

چھپر کھٹ کے نیچے ہی خاں رہا
کسی نے نہ جانا کوئی یاں رہا

جو راجہ مکان صنم میں آگیا
وہیں سے ہی ملک عدم میں گیا

وہ راجہ کے آنے تلک تو رہیں
خواصیں بھی پھر سب الگ سو رہیں

نہ پھر چشم بلبل میں کانٹا رہا
فقط دامن گل میں کانٹا رہا

نہ راجہ نے دیکھا دلہن کی طرف
نہ کی آنکھہ اُس گلبدن کی طرف

ادا کی کوئی رسم کب پیار کی
نہ چھیڑا نہ چوما نہ گفتار کی

رہا دیر تک یوں ہی راجہ خموش
کیا کچھہ دیگ محبت نے جوش

ہوئی پھر تو حیران وہ رشک قمر
یہہ کی عرض ست ادب باندہکر

ہوئی بیحیا عیب کی بات ہے
دلہن کو یہی شرم کی رات ہے

مگر بے سبب آج بنتی نہیں
بتاؤ تو دل ہو بہکانے کہیں

جو اس رات کو آپ خاموش ہیں
ہمارے سجا آج کب ہوش ہیں

جو سب کہہ چکی آہ غنچہ دہن
پکارا یہہ راجہ کہ ای گلبدن

خلش ہے جگر میں سر خار سے
ہوا چاک گل نشتر خار سے

یہہ ہیں سرخ دہبے جو رخسار میں
پڑا پھول بلبل کی منقار میں

پڑے پھول گلچیں کے جب ہاتھ میں ملے کیوں نہ وہ بو ادب ہاتھ میں
جہاں آپ غنچہ گیا تو گئی ؛ کلی کو ہوائے سحر چھو گئی
کہا پھر رانی نے اے نامور خدائی دو عالم کو ہے سب خبر
بچا پھول بلبل کی منقار سے رہا پہلے الگ دامن خار سے
ہوا دخل گلچیں کا کب بو تلک نہ پہنچی ہوائے سحر مو تلک
پڑی چادر ماہ کو خاک پر نہ دھبہ لگا دامن پاک پر
کہا پھر یہہ راجہ نے اے نازنیں کسی طور میری تسلی نہیں
تمہیں پان کی لانیکا تہا اشتیاق رہیگا ہمیشہ کو درد فراق
نہیں وصل ہرگز گوارہ مجہے مناسب یہی ہے کنارہ مجہے
دلہن نے کہا رو کے اے نامور کیا شوق سے بیاہ کس بات پر
کہا پھر یہہ راجہ نے مطلوب کو نہیں چھوڑتا کوئی منسوب کو
رہا شوق لانیکا بس یا تلک ہوئے تم آپ سے بیاہ کر کے الگ
کہا رو کے رانی نے اے بیوفا بلا کر کیا مجہپہ جور و جفا ؛
کہوں کیا کہ سردار ہی نیک تہا خط و خال خوبی میں وہ ایک تہا
بڑے زور و نخوت سے منہ موڑ کر ترے پاس پہنچی اسے چھوڑ کر
یہہ روشن ہے سب حال اللہ پر کہ چھوڑا ہے اسنے خدا راہ پر
یہہ کہہ کر رہی کب دلہن ہوش میں یہہ واز افغان کو دی جوش میں

الٰہی کہاں پر وہ سردار ہے
جسے میری عصمت کا اقرار ہے
سمجھتی تھی دلمیں یہی وہ دلہن
کہ سردار ہے اب میان وطن
نہ تھا یہہ خیال پریزاد میں
کہ قمری ہے پہلوی شمشاد میں
صدا اُسکے سردار مضطر ہوا
جھپر کھٹ کے نیچے سے باہر ہوا
پکارا کہ راجہ خدا کی قسم
گناہوں سے ہے پاک جسم صنم
نہیں ہے یہہ واقف کسی اور سے
کہ ہے مُہر عفت اُسی طور سے
یہہ کہتے ہی موقع سے نیچے اُتر ہا
غرض سر پہ راجہ کے جا کر چڑہا
وہیں کھینچ لی تیغ سردار نے
کہا باندہ کر ہاتھہ دلدار نے
زمانہ میں مجھکو نہ بدنام کر
جو کرنا ہے دونوکا اب کام کر
گلے پر غرض تیغ جب پہر گئی
دلہن خاک پر کہاکی غش گر گئی
اُسے کہو چکا جبکہ ہی جان سے
نہ ٹہرا گیا وا نپہ افغان سے
ہوا جلد گہوڑے کی اوپر سوار
سنبہالا دلہن کو میان کنار
دیا کچھہ غشی میں سہارا اُسے
بڑی دور جا کر اُتارا اُسے
جو کچھہ ہوش آیا تو گہبرا گئی
کہا ہائی جنگل میں پہر آ گئی
مقدر سے تہی رات گلزار میں
پڑی اِس گھڑی دشت پر خار میں
رہی آہ میں تو اسی گشت میں
کبہی شہر میں ہون کبہی دشت میں
مرا دل تو جینے سے بیزار تھا
مجھے زندہ رکھنے سے کیا کار تہا

عبث یاں پہ لایا رولانے مجھے — وہیں پر لگاتا ٹھکانے مجھے
مجھے ذبح کرتا جو تلوار سے — تجھے دیکھتی حشر میں پیار سے
مجھے زندگی کا بھروسہ نہیں — نہ یوں ہی نکل جائے دم یہ کہیں
محبت خدا کی ہے جیسی مجھے — تعشق ہے دین نبی سے مجھے
فدا ہے دل اللہ کی راہ پر — کہ بھیجا تمہیں میری آواز پر
بتا جلد مجھ کو طریق رسولؐ — کروں دین و اسلام کو اب قبول
پڑھایا اُسے کلمۂ حق شتاب — ہوئی دین و اسلام سے کامیاب
کہا پھر صنم نے یہ سردار سے — مجھے گل سے مطلب گلزار سے
محبت ہوئی مجھ کو غفار کی — نہ راجہ کی اُلفت نہ سردار کی
تو مختار ہے اب جو چاہے کرے — دعا ہے یہ لونڈی قدم پر مرے
ابھی خواہش نفس کو چھوڑ دے — جو ہو رشتۂ عشق بھی توڑ دے
ستائیگا یہ جان ہے جب تلک — رعایت بھلا نفس کی کب تلک
نہ بیہودہ باتوں سے دل شاد کر — جو ہووے تو اللہ کو یاد کر
گھڑی کی ملاقات ہے دور کر — ملیں مر کے وہ بات منظور کر
جو رنج و الم سے یہ حالت ہوئی — زمانہ کی ظاہر حقیقت ہوئی
ہوا عقد دونوا کھٹے ہوئے — خدا کی عبادت میں آخر ہوئے
جو اک راہ پر اپنے پایا انہیں — یہیں پر خدا نے بلایا انہیں

قصہ شاہ محمود کا

گہٹا دل کہاں ساقیا بات سے
بڑہا دل یہاں ساقیا بات سے

ملے مے تو پہر یار باتیں کریں
جو اک بات ہو چار باتیں کریں

جو ہو ذکر الفت کا محمود کی
بیاں ہو سخاوت کا مسعود کی

عدالت جو ظاہر ہو محمود کی
تو ہمت عیاں ہووے مسعود کی

فقط ساغر مے سے ہر بات ہو
سخن کیا ہو گویا کرامات ہو

کرم دیکہتے ہیں جو دن رات ہم
سہارے یہ کہتے ہیں اب بات ہم

طواف حرم سے جو پایا فراغ
چلا گہر کو محمود عالی دماغ

ہوا شاہ کے ساتہہ لشکر رواں
چلے فوج میں بہی کئی کارواں

جواں تیز گہوڑونپہ چڑہ کر چلے
کئی شرط آپسمیں بڑہکر چلے

اٹہا حاجیوں کی قدم سی غبار
فلک پر گیا ایکدم سی غبار

بہلا کیوں نہ جائے یہہ افلاک کو
جگہہ ہے کہاں اور اس خاک کو

غبار قدم آنکہہ نے جب لیا
ہلا مردم چشم کو طوطیا ٭

سواری میں ہنسنے لگی گلعذار
ہوئی بادپا تیز باد بہار

مگر ایک محمل پہ حبیب کی نظر ٭
یہہ دیکہا اسی پر ہے حبیب کی نظر

ہبت سے جواں بہی سر راہ تہے
سواری محمل سے آگاہ تہے

جوان ایک کہنے لگا پیر سے — چُھپا ہے یہہ صیّاد نخچیر سے
نشاں صید کا ہے نہ فتراک کا — یہہ ناقہ ہے اِک صالحہ پاک کا
خبردار کیا اُسنے گردوں نہیں — کہ محمل ہے لیلی ہے مجنوں نہیں
نہیں ہے یہہ محمل یہ محمل سیاہ — کہ ہے چاند کے گرد بادل سیاہ
یہہ محمل ہے عالمِ طلسمات کا — کہ ہے بلبلہ آبِ ظلمات کا
جو محمل پہ محمود نے کی نگاہ — کیا مُنہ سے بیساختہ واہ واہ
نہ محمل کو دیکھا تھا حسبِ مراد — یہاں پھر کُھلا عقدۂ گردباد
ہوا بھی یہاں تیز آکر چلی — چلی بھی تو پردہ اُٹھا کر چلی
لگا ہونیں زلف و دوتا چھا گئی — اندھیری سی آنکھوں تلے آ گئی
عشق نے یہہ چاہا کہ ٹھہری یہاں — کہا عشق نے پھر یہہ ناقہ کہاں
ابھی کوچ دلدار کے ساتھہ کر — یہہ ٹھہرے جہاں وان بسر رات کر
ہنسی عشق میں کچھ نہ کچھہ رو لیئے — جو ناقہ بڑھا ساتھہ ہی ہو لیئے
ہوا جس جگہہ پر صنم کا مقام — کیا شاہ نے پھر وہیں پر قیام
جو دیکھی مشیروں نے حالت تباہ — کہا، باندہ کر ہاتھہ اے بادشاہ
نہ وہ کر کوئی طعن ہمپر کرے — کہ محمود اک ماہ زن پر مرے
سفر میں سہے آپ گھر میں رہے — سدا آئینہ رُو نظر میں رہے
نہ بہلے کہیں تم سنبھل کر پھرے — یہاں راہ چلتے ہوئے پر گرے

تمہارا جو کچھ ہے اور پایا خیال
صنم کو بھی پردہ کا آیا خیال

ہوئی وہ کنارے تمہیں دیکھکر
ہنسے اسپہ سارے تمہیں دیکھکر

تصرف میں شہ کے خطا و ختن
جہاں لاکھہ دلدار نازک بدن

جنہیں دیکھکر خلق مفتون بنے
جو لیلی بھی دیکھے تو مجنون بنے

اگر حکم ہووے بلائیں ہمیں
اشارہ کی ہے دیر آئیں ہمیں

انہیں دیکھکر آپ دیکھیں ایسے
مقابل میں جائے سخن ہے کسے

تمہیں دیکھکر فوج ہے بیقرار
یہی کہتے ہیں پیادے سوار

کرو عرض شاہِ جہاں سے چلو
کہیں اور ٹھہرو یہاں سے چلو

اگر رات بھر شاہ ٹھہرے یہاں
بسر رات ہو باغ کے درمیاں

برا اب کسی سے نہ کہلائیے
گلستاں میں آرام فرمائیے

کہا، شاہ نے پھر یہ ہوکر ملول
تمہاری یہ باتیں ہیں ساری فضول

طرحدار ہووے وطن میں ہزار
کھلیں پھول ہر دم چمن میں ہزار

جو دل ہی کسیکی نہ پروا کرے
تو گل ہو کہ بت انہیں کیا کرے

کسی پر ہزاروں نہیں گر دل چلا
نہیں دیکھتا پھر برا یا بھلا

ہوئی جسکے طالب وہ مطلوب ہے
جسے دل نے چاہا وہی خوب ہے

اگر ہے جو دل کوئی دلدار میں
تو ڈھونڈیں اسے جاکے گلزار میں

سبھی کہتے ہیں وطن میں چلو
نہ ٹھہرو یہاں پر چمن میں چلو

کہاں موجِ زلفِ دوتا باغ میں | کہاں ہے یہہ کالی گھٹا باغ میں
وہاں ایک دشتِ ختن کی بہار | یہاں ایک گل ہیں چمن کی بہار
فراقِ چمن کا کسے داغ ہے | یہیں پر ختن ہے یہیں باغ ہے
جو تِل دانہ خرمنِ حسن ہے | یہہ گلدستہ گلشنِ حسن ہے
گلِ باغ ہے روی جاناں یہاں | چنبیلی کی کلیاں ہیں دنداں یہاں
جو اُجلے ہیں کپڑے تو گورا بدن | کہیں یاسمن ہے کہیں نسترن
یہیں پھول ہیں جا بجا سیر کو | گلستاں میں رکھا ہے کیا سیر کو
شگفتہ ہے دل دیکھ دلدار سے | یہہ گل ایک بہتر ہے گلزار سے
اُٹھاؤ یہاں سے نہ مجروح کو | یہیں چین ہے طائرِ روح کو
میسر کہاں ہے یہہ گلشن اسے | جو اثیر وہو شاخِ نشیمن اسے
چمن میں تو سایہ کو سنبل ملے | یہاں آشیانہ کو کاکل سے ملے
کہاں گل کو نسبت ہے گلزار سے | الگ وہ نہیں پہلوئے خار سے
نظر رہ سکے یاں نہ رخسار پر | گرا گل وہاں پہلوئے خار پر
یہاں بات کرنیکو غنچہ دہاں | جو غنچہ کرے بات واں منہ کہاں
کسی پھول کی کب ہے گفتار ہے | زباں تو ہے سوسن کے بیکار ہے
بتائے ذقن سے جو آگاہ ہے | چمن میں بھی ایسا کوئی چاہ ہے
قدِ یار ہے سروِ افضل نہیں | شجر تو ہے اونچا مگر پھل نہیں

یہہ کہتی ہے محمود نے آہ کی ہوئی غیر حالت وہیں شاہ کی
جدا کر دیا راہ سے فوج کو کیا عشق میں پست سب اوج کو
چلا عشق میں شاہ بنکر فقیر لیئے ساتھ خواجہ سرا و وزیر
وطن میں گیا جلد ناقہ سوار اُڑا ساتھ سلطاں ہی مثلِ غبار
وطن میں گئی اپنے جب گلعذار کہا سب نے آئی چمن میں بہار
ہوا داخلِ قصرِ رشکِ قمر پھرا شاہ پیچھے مکاں دیکھکر
کسی سے کہا شاہ نے پھر وہاں بتاؤ کہ مہمانسرا ہے کہاں
وہ بولا کہ مہمانسرا ہے جہاں اِسی میں کوئی ڈھونڈ لینا مکاں
سرا وہ جہاں ہو گزر آپ کا جہاں آپ ٹھہریں وہ گھر آپکا
نگہ ہو اگر عیش و آرام پر کہ خدمت کریں کوئی آٹھوں پہر
تو مسعود ہے تاجرِ نامدار مسافر پہ ہے جان و دل سے نثار
نگاہ اُس کی کیا کیا گزرتا نہیں کسی بت کی صورت پہ مرتا نہیں
کسی سے کوئی کام رکھتا نہیں مزا کوئی دنیا کا چکھتا نہیں
اُسے ہر طرح کا تو مقدور ہے مگر منزلِ عیش سے دور ہے
مقدر سے دنیا میں ہے مالدار اطاعت کو خادم ہیں لیل و نہار
دکانیں ہیں موجود ہر ایک شے نظر میں ہے سب ساقی و جامِ مے
کسی طرف پر آنکھ کرتا نہیں ہوا و ہوس پر وہ مرتا نہیں
کہا شاہ نے کس طرف ہے مکاں جوانے دیا ساتھ ہو کر نشاں

قدم گھر میں رکھا جو محمود نے　　کیا سجدہ شکر مسعود نے
یہہ کی عرض دونے یہہ اعلے ہوا　　قدم سے ترے سر یہہ بالا ہوا
کیا خادم خاص کو سرفراز　　یہہ بندہ نوازی ہے بندہ نواز
کہا شہ نے کرتے ہو نادم مجھے　　مرا فخر سمجھو جو خادم ہے مجھے
جو آتے ہوئے دیکھہ پایا ہے مجھے　　محبت سے سر پر بٹھایا ہے مجھے
تمہیں قدر مہماں کی معلوم ہے　　جو شفقت کرے اسپہ مخدوم ہے
کہا، پہر یہہ محمود نے اے حبیب　　ہوا آپکا مہماں یہہ غریب
ادہر اور ادہر ہو چکی جب کلام　　کیا ایک اچھے مکانمیں مقام
تو خاطر ہوئی خوب محمود کی　　جو مانگی وہی چیز موجود کی
تواضع کو موجود وہ نیکمرد　　مکاں خوب تحفہ غذا آب سرد
ملے روز کہانے بہی وقت پر　　نہ خوش ہو کے کہائے کبہی قوت پر
قیافہ سے جانا یہہ مسعود نے　　کہیں چوٹ کہائی ہے محمود نے
کسی کام کو کب یہہ آیا یہاں　　کسی کا اسے عشق لایا یہاں
مشیروں کو پاکر عقیل و مسن　　کہا، ان سے مسعود نے ایکدن
تاسف ہے محمود کے حال پر　　یہہ قایم نہیں ہے کسی حال پر
ہر اک چیز موقع پہ موجود ہے　　تواضع و خدمت کو مسعود ہے
ہنسی ہے کسی سے نہ کچھ بات ہے　　یہہ رنج و تردد میں دن رات ہے

یہہ کس باتپر پہر ہلو ہے فقیر | فقیر ونکو یکساں حصیر سریر
مدد سے مقدر پہرا ہے کہیں | کسی بت کی اوپر گرا ہے کہیں
مشیروں سے اتنا بنا کر کہا،، | مشیروں نے بہی وقت پاکر کہا
وطن سے نہ اٹھا کہیں سیر کو | جو کعبہ سے آیا چلا دیر کو
جو دل سے غلام علیؑ آپ ہیں | نہیں شبہ اسمیں ولی آپ ہیں
بتایا جو محمود کا حال یہہ | ہوا ہے تعشق سے پامال یہہ
کئی دن ہوئے شہر کے درمیاں | جو کعبہ سے آیا ہے اک کارواں
اسی قافلہ میں پری ایک تہی | قیافہ سے کہتے ہیں ہم نیک تہی
ہوا سے جو پردہ اٹھا ایکبار | نظر آگئی صورت گلعذار
اسی پر یہہ عاشق ہوا راہ میں | یہہ آیا اسی کی غرض چاہ میں
کہا،، پہر یہہ جب خبر سنکر بیاں | بتاؤ کہاں ہے صنم کا مکاں
دیا جب مشیروں نے گہر کا پتا | ملا آخرش سیمبر کا پتا
کہا،، پہر زیادہ نہ گہبرایئے | تسلی سے گہر کی طرف جایئے
سنا دیجیے یہہ بہی محمود کو | کہ خاطر تمہاری ہے مسعود کو
نہیں آپ سے کچہہ بہانا مجہے | کہلانا ہے خلقت کو کہانا مجہے
ضیافت سے جب دم فراغت ہوئی | سمجہنا کہ بندہ کو فرصت ہوئی
اسیکام کا پہر سر انجام ہے | تمہارے ہی پہر کام سے کام ہے

کیا ہے ستم جسنے محمود پر
مری قوم میں ہی وہ رشکِ قمر

کسی کو ہی انکار مجھہ سی نہیں
صنم کو بھی تکرار مجھ سے نہیں

ارادہ یہی بس ہی مسعود کا
اُسی سے کری عقد محمود کا

سُنا جو مشیروں نے مسعود سے
کہا پھر اُسی طور محمود سے

کسی دن شروعِ ضیافت ہوئی
خلایق رجوعِ ضیافت ہوئی

کئی روز تک لوگ آیا کیئے
تکلّف سی کھانے کھلایا کیئے

ضیافت سے جب کچھہ فرغت ہوئی
مکاں سی سبھی خلق رخصت ہوئی

کہا شاہ نے جلد یا کر محل
کہ ہو وی مرا کام بھی آجکل

توقّف گھڑی بھر نہ للہ ہو
اگر آج نسبت ہو کل بیاہ ہو

کہا جس طرح شاہِ محمود نے
کیا پھر اُسی طور مسعود نے

ہوئے رشتہ و عقد و زات میں
بنا شاہ نوشاہ دو بات میں

مکانوں میں چاہا جو پایا محل
دُلہن کو لیئے وہ سجایا محل

مکانیں مکاں سے جو آئی دُلہن
مکاں ہوگیا غیرتِ انجمن

دُلہن کے گیا پاس جب بادشاہ
تو دیکھا کہ حالت ہے اُسکی تباہ

ہوا دلکو محمود کے یہہ یقیں
گدا جانتی ہی مجھے مہ جبیں

اِسی غم سے روتی ہی ماہِ منیر
کہ قسمت سے شوہر ملا ہے فقیر

دُلہن سے کہا پھر یہہ محمود نے
کیا تم پہ احسان مسعود نے

رہو گی سدا عزت و جاہ سے | تمہارا ہوا عقد اک شاہ سے

یہہ سنتے ہی کہنے لگی پہر عروس | کوئی چیز ہے سلطنت کا جلوس

نہیں ایک صورت پہ کوئی سدا | کبھی شاہ ہے اور کبھی ہے گدا

نہ دنیا سے جسکو سروکار ہے | برابر اسے تخت اور غار ہے

نہو شاد سہرہ کو تم دیکہہ کر | مری منہ پہ آنسو ہیں سلک گہر

نہیں آنسوؤں کا بندہا تار یہہ | بلا مردم چشم کو ہار یہہ

ہماری طرف سے نہیں یہہ سنگار | بناوٹ پہ غیروں کا ہے اختیار

ہے سرخ پوشاک بر یہہ قیاس | کہ ہے یہہ شہید جفا کا لباس

جگر آہ سینہ میں بیتاب ہے | یہہ دل ہے کہ آتش پہ سیماب ہے

بنا دل جگر شکل ہے زاغ کی | مسی یہہ سیاہی ہے اس داغ کی

یہہ رنگ حنا ہے بہلا ہاتہہ میں | جلا زخم سے خوں ملا ہاتہہ میں

جو زخم جگر پر دہرے ہاتہہ ہیں | تو اپنے ہی خوں میں بہرے ہاتہہ ہیں

نہ کچہہ آپ پوچھیں مری واردات | جلانے کو بیٹھی ہوں نقش حیات

وہ ہوں چاند جو ابر میں آگیا | وہ غنچہ کہ کھلتے ہی مرجھا گیا

وہ پروانہ جو شمع سے دور ہے | وہ ہوں شمع لونڈی جو بے نور ہے

وہ بلبل کہ جو دور گلزار سے | وہ گل ہوں جو مجروح ہو خار سے

نہیں تنگ دنیا میں اس قید سے | کہ جیتی ہوں مرنے کی امید سے

یہہ سُنکر کہا شاہ نے اے صنم
تجھے ہے خدای جہاں کی قسم

زیادہ نہ کچھہ اور تکرار کر
سبب ہجر رونیکا اظہار کر

کہا، پہر صنم نے کہ اے بادشاہ
نہیں جھوٹ اسمیں خدا ہے گواہ

جو رکہا قدم ساتویں سال میں
ذرا فرق لونڈی کی کچھہ چال میں

طرحدار لڑکے سے الفت ہوی
فقط کھیلنے کی محبت ہوی

اکھٹے ہی مکتب میں پڑہنے لگے
لگا عشق بڑہنے جو بڑہنے لگے

اکھٹے ہی آپسمیں رہنے لگے
برا اور بہلا لوگ کہنے لگے

جو پوچھے کسی سے یہہ پروا کسے
برا کس کو کہتے ہیں اچھا کسے

خبر تھی یہہ دونومیں حضرت کسے
کسے پیار کہتے ہیں الفت کسے

ملاقات آپسمیں دن رات تھی
نہ دنیا کی ہم میں کوی بات تھی

مرا دیکھنا منہ دکھانا مجھے
اُسے چین آرام آنا مجھے

اکھٹے جو رہتے تھے ہم رات کو
تو سوتے تھے باتونمیں ہم راتکو

زیادہ ہوا سن تو تو کا اُسے
فقط گہر کے آنے سے رودکا اُسے

دلوں کی بگڑنے سے دہشت ہوی
مجھے تو جنوں اُسکو وحشت ہوی

وہ جنگل کو گہر سے روانہ ہوا
مجھے اپنا گہر قیدخانہ ہوا

گیا جب بیابانمیں وہ شہر سے
یہی نذر کی خالق دہر سے

کرے کام میرا جو اے کارساز
پڑہوں پہلو کعبہ میں جا کر نماز

بجا لاؤں دل سی طوافِ حرم — تو پہر آکے دیکھوں جمالِ صنم
یہی مینے کی کبریا سے دعا — کہ حاصل ہو گر گوہرِ مدعا
طوافِ حرم پہلے جا کر کروں — قدم مسندِ عیش پر پہر دہروں
تسلّی ہوئی منتیں مان کر — مرا باپ بہولا مجھے جانکر
کیا گر دعا عاشق کے جب باپ نے — تو مانا بہت جلد کب باپ نے
جو تہا پاس اُسکے خزانہ بڑا — ہمارا ہی تہا کارخانہ بڑا
جو ہم قوم ہی کچھہ نہ تکرار تہا — محبّت کی شہرت سے انکار تہا
جو آخر کو سوچے عزیز و قریب — کہ مر جائینگے یوں ہی دو نو غریب
بُرا کیا ہے اُن کی ملاقات میں — کہ ہم قوم افضل ہے ہر بات میں
کہا سخت اُنکو نہ اخلاق سی — کیا عقد لونڈی کا مُشتاق سے
جو قسمت سے پوری ہوئی آرزو — ہوئی پہر نہ دونوں میں کچھہ گفتگو
گیا وہ تو کعبہ کو پچھلے برس — ابہی آئی کعبہ سے یہہ بوالہوس
ضیافت کا گہر میں سرانجام تہا — جو باقی تہا منّت میں اک کام تہا
جو کہانا کہلانے سی پایا فراغ — مری پاس آیا جلے جب چراغ
نصیبوں سی جو وصل کی رات تہی — تو گویا وہی فصل کی رات تہی
مری پاس بیٹہا میانِ محل — یہی تہی ملاقات پہلی پہل
چہپر کہٹ کے اوپر نہ رکھا قدم — لبِ فرش بیٹہا اُٹہا دمبدم

کہاں میں نصیبہ وصل کی رات ہے / تو اب بیقراری کی کیا بات ہے

کہا آپ پر ہم جو مائل رہے / وہی فکر اب ہے کہ غافل رہے

ابھی ہیں یہ سامانگ ای گلبدن / ابھی ہم ہیں دولہا ابھی تم دلہن

ابھی شعلہ حسن کی آگ ہے / ابھی عشق اور حسن میں آگ ہے

ابھی گلشن حسن کی ہے بہار / ابھی ہیں یہ ساماں ابھی ہیں سنگار

ابھی ہو ہمیں کچھ تمہارا خیال / ابھی ہے تمہیں کچھ ہمارا خیال

ابھی عشق سے کھنب ہیں آزاد ہم / ابھی آپ شیریں ہیں فرہاد ہم

ابھی صورت گل یہ رخسار ہے / یہ بلبل ابھی عاشق زار ہے

برابر رہے روز کس کا خیال / ابھی رنگ بگڑا تو کہیں کا خیال

ابھی آپ کو ہم سے نفرت ہوئی / الگ بات میں سب محبت ہوئی

نہ پھر ابھی حالت پہ بالکل رہے / نہ بلبل رہے ہم نہ تم گل رہے

جو کچھ عشق اور حسن کو ہو تو آ / تو پھر زندگی کا نہیں اعتبار

گھڑی کے لیئے کیا محبت کریں / تقہ حسن دوروزہ پہ کیوں عمر

پڑیں کیا گھڑی کے لیئے چاہ میں / تمہیں ہیں خدا پاک کی راہ میں

وہ سودا ہو دنیا میں اللہ سے / کریں تمکو عقبیٰ میں اللہ سے

یہاں عیش و عشرت کا اک نام ہے / ہمیشہ وہاں عیش و آرام ہے

یہاں وصل معشوق کا ہو کہاں / کہ ہو جان و تن میں جدا ای جہاں

جو یاں عشق ہو پھر سا ہی نہو
جو واں وصل ہو پھر جدا ہی نہو

یہہ کہتے ہی مجھہ سے کہا الفراق
اُسیوقت دی تین بار ہی طلاق

کنارہ کیا مجھہ سے اک راہ سے
کیا عقد لونڈی کا پھر شاہ سے

کہا شاہ نے کون ہے وہ جواں
بتا دو مجھے جلد نام و نشاں

دُلہن نے کہا اے شہِ نامدار
وہ مسعود ہے عاشقِ جان نثار

کہا شہ نے اللہ کی شان ہے
کہ دُنیا میں ایسا بھی انسان ہے

ہوا صبر دم بھر نہ محمود سے
کہا اسطرح آ کے مسعود سے

بڑا آپنے مجھپہ احساں کیا
کئی روز تک مجھہ کو مہماں کیا

بنے آپ خضرِ رہِ آرزو
دکھایا جمالِ مہِ آرزو

کیا خوب انجام کارِ مراد
ہوئے رہنمائے دیارِ مراد

فدا دل بتِ بے ریا پر کیا
تصدّق اُسے کبریا پر کیا

بڑا کام دُنیا میں آکر کیا
جدا جان کو دل لگا کر کیا

کریں کیا تری آج اوصاف ہم
عدالت سے کہتے ہیں یہہ صاف ہم

تمہیں کو ہوا کچھہ خیالِ حیات
فقط آپ سوجھے مآلِ حیات

ملا حاصلِ زندگانی تمہیں
مبارک ہو لطفِ جوانی تمہیں

کیئے سب بناؤ خدا کے لیئے
وطن میں بھی آؤ خدا کے لیئے

مرا گھر ترا کفش خانہ بنے
فلک پر مرا آستانہ بنے

یہہ کہنے لگا تاجرِ حق پرست ۔ قضا ہے زبردست ہم زیردست
قضا پر ہے حکمِ خدائے جہاں ۔ اگر اُسنے چاہا تو پہونچے وہاں
کیا جب یہہ اقرار مسعود نے ۔ دلہن کو لیا ساتھہ محمود نے
بہت جلد اپنے وطن میں گیا ۔ بیاباں سے گزرا چمن میں گیا
کیا گہر میں مسعود نے کچھہ قیام ۔ سفر کے لیئے پہر کیا انتظام
بہرے مال و اسباب سے دو جہاز ۔ لئے تحفۂ چین و روم و حجاز
جہازونکو لیکر روانہ ہوا ۔ خدنگِ بلا کا نشانہ ہوا
چلا جسگہڑی آن کی آن میں ۔ جہازِ کلاں آئے طوفان میں
قضا نے کچھہ ایسے دبائے جہاز ۔ مقابل میں لڑنے کو آئے جہاز
ہوا نے دیا ایک چکر اُنہیں ۔ لگی صاف دریا میں ٹکر اُنہیں
ذرا دیکھیے قدرتِ کارساز ۔ گھڑی میں ہوئے پارہ پارہ جہاز
نہ بحرِ فنا سے کنارے ہوئے ۔ رفیق آشنا غرق سارے ہوئے
جو باقی رہا تاجرِ دلفگار ۔ چلا ایک تختہ پہ ہوکر سوار
نہ خادم کہیں نے سپاہی کہیں ۔ مگر ہے کہیں اور ماہی کہیں
بجائے لحد ہے دہن حوت کا ۔ کہ تختہ بہی تختہ ہے تابوت کا
کئی روز دریا میں رہ کر گیا ۔ کنارے پہ ٹاپو کے بہہ کر گیا
جو طوفاں نے چھوڑا تو آئی بلا ۔ بلا اور بہی ساتھہ لائی بلا

بیاباں سے اژدر بڑا دیکھکر — ترائی سے کہانے کو نکلا مگر

دو قبریں ہیں نعش بشر ایک ہے — دہن دو ہیں لقمہ مگر ایک ہے

ڈرا دیکھہ کر تاجر نامدار — پکارا کہ اے صاحب ذوالفقار

وہ آتا ہے کہانیکو اژدر مجھے — بچانا بہت جلد حیدر مجھے

پکارا جو یہہ تاجر ناموَر — بلندی پہ اک شخص آیا نظر

لیا ہاتھہ میں ایسے مسعود کو — ہوا جیسے شعلہ سے پرے دود کو

نصیبہ جو تاجر کا بالا ہوا — الگ دو دہن سے نوالا ہوا

یہہ غوطہ سے اٹھا مثال نہنگ — بھرے دونو آپسمیں مار و نہنگ

کنارے پہ دونو لڑے شور سے — مگر لیگیا آب میں زور سے

علیؑ نے مگر وانیہ چھوڑا اوسے — جہاں پر میسر ہے جوڑا اوسے

یہہ ہے گردش چرخ نیلوفری — جہاں جن نہ انساں وہاں ہے پری

کوئی پھول ہے دامن جہاڑ میں — کوئی سرو قد سایہ تاڑ میں

یہہ ہے مختصر وصف رخسار کا — بیاباں میں ہے پھول گلزار کا

رہی دور جس سے ہوائے چمن — وہ ہے زلف دام غزال ختن

دوبارہ ہو شیر ونکا جسے جگر — اسی آنکھہ پر آہوونکی نظر

وہ منہ ہے کہ ہو برگ پاں اوسسے خجل — پہلو نسے درختونکے وہ پاس پاس

خیالوں سے ہے جس کمر کو خطر — تو چیتیونکی ہے اوس کمر پر نظر

عجائب ستم ہیں جو جلاد کے — کہ نخچیر ہیں یاں ہیں صیاد کے

بیاباں میں دیکھا جمال پری — پری پر اُڑا دل مثال پری

جو جلا دل جو ستم دکھاتا ہے — پکارا کہ تو ہی جلاتا ہے

دیا رنج تونے نہ تھوڑا ہمیں — جو تنہا بیاباں میں چھوڑا ہمیں

خبردار غافل کہاں پر چلا — جہاں سے تو آیا وہاں پر چلا

گھڑی کے لئے نعمت کا اوج ہے — یہہ بحر فنا کی کوئی موج ہے

کوئی دم ہے چشموں کی یہہ آب و تاب — فنا کے ہیں دریا میں یہہ حباب

گھڑی میں کہاں بنی بیٹھے — سمجھنا کہ پانی کی ہے یہہ لکیر

جو عارض پہ پھولی تری پھول ہے — یہہ دو چار دن کی یہی بھول ہے

ذقن سے دلا بیخبر آہ ہے — کنارہ پہ دریا کے یہہ چاہ ہے

جو سمجھے تو سیب ذقن کچھ نہیں — کمر کچھ نہیں ہے دہن کچھ نہیں

صنم گو ہے رشک دُر آبدار — تو ہیں آب پر جو میان غبار

نہیں ہے یہہ موتی لڑی کے لیے — یہہ لو لو ہی شبنم گھڑی کے لیے

صنم سے محبت سر مو نہ کر — جدھر منہ کرے یہہ ادھر رو نہ کر

سوچا کر یہہ دل کو بس آہ کی — نہ دیکھی جبیں غیرت ماہ کی

نہ تاجر نے بت سے ملاقات کی — مگر آپ سے وہ یہہ بات کی

کہو اس طرح آپ سے یہاں — بری ہو جگہہ یہہ میان جہاں

نہ تاجر نے کچھ سر اُٹھا کر کہا
کہا حال پر سر جھکا کر کہا

حقیقت تو اپنی سُنائی تمام
کیا اسطرح پھر صنم سے کلام

جو کچھ ہے حقیقت تمہاری کہو
نہ چھوڑو کوئی بات ساری کہو

یہہ کہنے لگی پھر پری بیجواں
مری بھی ہے ایسی ہی کچھ داستاں

ہوا ہے تباہی میں اپنا جہاز
دکھائے قضا نے نشیب فراز

ہوا ٹکرہ ٹکرہ ہمارا جہاز
یہیں پر ہوا غرق سارا جہاز

یہاں آئی تختہ پہ ہوکر سوار
لیا اس بیاباں میں آخر قرار

مقدر سے تھا باپ اپنا اسیر
بنی اس بیاباں میں بندی فقیر

نہ یاور کوئی ہے نہ ہمدم کوئی
کوئی تم ہو جنگل میں اور ہم کوئی

کہا سُن کے تاجر نے اے پارسا
فقیری امیری کی ہے انتہا

رہے شاد ان الم ہو جہاں
کہ ہے رنج کے بعد راحت یہاں

نہ کر فکر کچھ اور اے نیک تن
کہ بھائی ہوں میں اور تو ہے بہن

یہہ اُمید ہے مجھ کو اللہ سے
کہ ہو عقد تیرا کسی شاہ سے

پھرے جب مہینوں ادہر اور اُدہر
کئی شہر ٹاپو میں آئے نظر

کیا ایک بستی میں آخر قرار
رہی فکر چلنے کی لیل و نہار

فراق احبا نے حیراں کیا
نکلنے کا بستی سے ساماں کیا

نئی ایک کشتی بنا کر چلے
فقیرانہ بستی میں آ کر چلے

ہوئے ایک کشتی پہ دونو سوار
کنارہ پہ پہونچے غرض نقدکار

جہاں انکو جانا تھا تدبیر سے
وہاں آن پہنچے یہہ تقدیر سے

کنارے پہ تھا ملک محمود کا
ہوا دل بہت شاد مسعود کا

وہیں سے دیا شاہ کو یہہ پیام
کہ ہوتا ہے خدمت میں حاضر غلام

جو کیفیت فضل باری لکھی
حقیقت سفر کی بہی ساری لکھی

دکھائیں تہیں مسعود کی جابجا
وہ لے آیا ہر خبر جسکو لکھا

ٹہر کر کیا اپنا ساماں درست
ہوئے شاہ کے دونو مہماں درست

ادہر تو یہہ ساماں بنا کر چلے
خبر اسطرف شاہ پاکر چلے

غرض شاہ گہوڑے اڑا کر ملے
وطن سے بہت دور آکر ملے

ملے اسطرح شاہ توقیر سے
ملے جیسے اپنے کوئی پیر سے

کیا اسطرح سے سخن شاہ نے
دکہائی ہے یہہ شکل اللہ نے

گیا شاہ ملنے کو سامان سے
اسے لایا گہر میں بڑی شان سے

نہ پہلے ہی تاجر نے آکر کہا
کسی روز یہہ وقت پاکر کہا

اکیلا نہ خدمت میں آیا غلام
کنیزک بہی ہمراہ لایا غلام

یہی شکل ہے میرے آرام کی
رہی وہ کنیزی میں خدام کی

کہا شاہ نے فخر ہے اے عزیز
کہ زوجہ ہو میری تمہاری کنیز

مری وضع سے بات یہہ دور ہے
شرف کے لیئے پر یہہ منظور ہے

اشارہ کیا جب یہہ مسعود نے — کیا فخر سے عقد محمود نے
جو خلوت میں آیا نظر گلعذار — کہا، شکر ہے تیرا پروردگار
گیا دل تو آنے سے دلدار کے — موئے منہ دکہانے سے دلدار کے
نصیبوں سے دلدار آیا ادہر — گیا دل ادہر یار آیا ادہر
ہنسایا نہ بندہ یہ مخلوق کو — دیا عشق سے پہلے معشوق کو
ہوئے پہلے ہم خانۂ شمع ہم — بنے پیچہے پروانہ شمع ہم
جو پہلے گل تر لیا ہاتہ میں — تو بلبل بنے پیچہے ہم بات میں
بیاں عشق سا رازبانی کیا — بڑہاپے میں کار جوانی کیا
دلوں سے الگ بیقراری ہوئی — بسر عیش میں رات ساری ہوئی
تماشائے حسن صنم دیکہہ کر — کہا، شہ نے تاجر سے وقت سحر
ترے حکم پر جی دیا شوق سے — کہا تو نے جو کچہہ کیا شوق سے
ہوئی پائے بندی یہہ آزاد سے — نہ باہر ہوا تیرے ارشاد سے
غرض تہی نہ شادی سے محمود کی — کیا عقد خاطر سے مسعود کی
ہمارا ہی کہنا اگر مان لو — خدا تم سے راضی ہو یہہ جان لو
تو تاجر نے سنکر کہا باربار — رضائے خدا پر مراجی نثار
بیاں سے نہ تم بہی کنارہ کرو — بجا لاؤں جو کچہہ اشارہ کرو
کہا، سوچکر شہ نے تاخیر سے — کرو عقد تم میری ہمشیر سے

یہہ کی عرض تاجر نے اے بادشاہ ترے دوست شاداں ہوں دشمن تباہ
نہ فرمایئے منہ سے ایسا کلام کہاں شاہزادی کہاں یہہ غلام
نہ پہنچایئے مجھکو افلاک پر جگہہ خاص ذرہ کی ہے خاک پر
ہوا عقد گر تیری تائید سے نہ ذرہ ہو ہمپایہ خورشید سے
ہوا گرچہ دونو کو ملک کمال تو ہے دو پہر میں وہی پہر زوال
مصیبت ہے پہر زوجہ و زوج پر تو اونچے ہوں پستی سے کس اوج پر
یہہ بحر فنا کی کوئی آب ہے جو ہے آب بالا ہی گرداب ہے
چلے ساتھ گہر سے ملازم غلام ہوئے غرق بحر فنا میں تمام
کہاں ایک ان میں سے موجود ہے جو ہے ایک باقی تو مسعود ہے
طریق اجل سے یہہ آگاہ ہے مسافر ہے یہہ بہی سر راہ ہے
ازل سے ہے ماتم سرا یہہ جہاں تو اس غمکدہ میں ہے شادی کہاں
ادب سے کہا شاہ نے اے جناب تمہارے سخن کا نہیں کچھہ جواب
ہوس گو نہیں آپکو بیاہ کی یہہ شادی ہے گویا خوشی شاہ کی
نہ اتنا بھی دنیا سے آزاد ہو تمنا ہے گہر تیرا آباد ہو
خدا کی قسم دی جو محمود نے کیا پہر نہ انکار مسعود نے
ہر اک شہر و دہ میں منادی ہوئی بڑی شان و شوکت سے شادی ہوئی
غرض سلطنت سے وہ پایا جہیز جہاز و زمیں مشکل سے آیا جہیز

یہہ ہے رحمتِ خالقِ بے نیاز — گئے ہاتھہ سے دو ملے سو جہاز

ہوا رات کو جب وصالِ دلہن — نہ دولہا کو آیا خیالِ دلہن

جدا اسطرح آ کے دولہا ہوا — الگ ہو کوئی جیسے روٹھا ہوا

محبت کی کب دلہن پر نظر — لگا کہنے دل میں الگ بیٹھہ کر

محل میں ہے سلطان کے مہر النسا — کہینگی یہی دل میں وہ پارسا

نکالا مجھے پہلے تدبیر سے — کیا عقد پھر شہ کی ہمشیر سے

کبھی یہہ کہا دل سے دولہا نے — نہیں ہے تجھے کچھہ خیالِ فنا

قضا کا عمل ہے میانِ جہاں — خدا جانے کل تو کہاں یہہ کہاں

یہاں تو وہی لب پہ مہرِ سکوت — دلہن نے کیا عقل سے یہہ ثبوت

تجھے جانتا ہے بہن شاہ کی — کوئی رعب سے بات کب آہ کی

ہوئی آپ سے پھر دلہن بے حجاب — ہنسی اور رخ سے اٹھائی نقاب

کہا آپ نے اتنا جانا مجھے — ذرا شکل اپنی دکھانا مجھے

کہو تو یہی مجھہ سے اقرار تھا — تمہیں ہاں تو شادی سے انکار تھا

مجھے تو بنایا دلہن شاہ کی — گرے تم سمجھہ کر بہن شاہ کی

کہا یہہ نہ تھا شوق کچھہ بیاہ کا — دیا واسطہ شہ نے اللہ کا ؛

نہ بندہ نے تکرار پھر آہ کی — وگرنہ کسے چاہ تھی بیاہ کی

کہو شاہ کیونکر پھرا چاہ سے — کوئی بات تم نے کہی شاہ سے

دلہن نے یہہ کی عرض سن ایجواں
جو پوچہا بیاں حال سارا کیا
کہا مختصر یہہ ہی تقریر ہے
تسلّی کرو میری اقرار سے
جو پہر شاہ آیا میان وطن
یہی مختصر ہے مری داستاں
سُنائی جو یہہ داستان عجیب
خدا نے یہیں پہر ملایا اُنہیں
سفر کے ہوئے دور رنج و محن

جو دیکہا مرا شہ نے آہ و فغاں
سُنا حال شہ نے کنارا کیا
کہ تو آج سے میری ہمشیر ہے
ملاؤنگا میں عاشق زار سے
جتایا یہہ سب پر کہ ہے یہہ بہن
بس آگے کا ہے حال تم پر عیاں
ہوا خرّم و شاد تاجر غریب
بہت مال و زیور دلایا اُنہیں
گئی شاد ہوکر میان وطن

محفل سوم

اُن شخصوں کے بیان میں کہ جنہوں نے توجّہ عاشقان خدا سے ملک مال معشوقان صاحب جمال دنیا ہی میں پائے جو گمراہ تہے

راہِ راست پر آئے

اگر ساقیا تیسرا دَور ہو / مزا تیری بزم کا اَور ہو
زمانہ کی ہے چال سو ڈھنگ پر / تو ہم بھی چلیں اُوسی رنگ پر
جو راتیں تھیں پہلی وہ راتیں گئیں / وہ قصّے گئے آج باتیں گئیں
وہی آج راجا وہی راج ہے / جو کچھ بات کل تھی تو کچھ آج ہے
اِدھر خوف ہے چرخ کی چال سے / ندامت اِدھر اپنے افعال سے
اِدھر جنگ کو ہے مقابل اجل / نہیں ہے ہٹانے کی قابل اجل
اِدھر عرصۂ زندگی تنگ ہے / اُدھر راہ میں خشت ہے سنگ ہے
یہاں تک چلے آئے تقدیر سے / رُکی ہے زباں بھی تقریر سے
پہونچ جائیں آگے بھی سامان سے / گزر شہر سے ہو بیابان سے
یہی ہے دُعا روز اللہ سے / کہ منزل تلک ہو گزر راہ سے
ہمیشہ ہے ساقی ہوس جام کی / تمنّا ہے دُنیا میں بس جام کی
روانہ ہوں ہاتھ ملتے ہوئے / پلا دے کوئی جام چلتے ہوئے
رُکی اب عقیلہ تو تقریر سے / کہا، یہ نفیسہ نے تدبیر سے
وہی بات ہے جسکا ہو کچھ اثر / وہی رمز جسّے ہو دلکو خبر
کہ ہوں کان جسّے وہ تقریر ہے / لکھی جائے دل پر وہ تحریر ہے

عقیلہ بھی بات کی داد ہے
کہ دنیا سے دل آج آزاد ہے
پہنسی تھی یہہ دار ظلمات میں
قبا پر نظر تھی ہر اک بات میں
جو سمجھی تھی الفت کرامات ہے
تو جانا کہ وہ بھی نہ کچھہ بات ہے
نہ کچھہ چیز ہے عشق انسان کا
ضرر اسمیں ہیں کا ہے ایمان کا
جو ہو عاشقانِ خدا سے رجوع
تو ماہ تمنا بھی ہو طلوع
ہمیشہ رہے گرد مخلوق بھی
ملے دین و دنیا بھی معشوق بھی
جو کبھی ہو لونڈی یہہ تحقیق ہو
مری بات کی آج تصدیق ہو
دکھایا عقیلہ نے تازہ شجر
مری بات اس نخل کا ہو ثمر

ذکر ایک بقال کا جسنے بہ توجہ علی مرتضےٰ اپنے معشوق کو پایا بادشاہ بنا ملک و مال ہاتھہ آیا

لکھا ہے کہ اک روز شیر خدا
لب نہر بیٹھے تھے سب سے جدا
نظر آئی کشتی مثال ہلال
جواں ایک کشتی میں صاحب جمال
کنارہ پہ اسکا ہوا جب گزر
سفینہ سے اوترا جوان بخطر
جوان آب آیا حضور امام
ادب سے کیا اسنے جھک کر سلام
ہوئی تھی سفر میں اسے بیکلی
تو لے آئے خیمہ میں مولا علیؑ

بہایا جو مہماں کیا احترام ۔۔۔ سبب اُسکے آنے کا پوچھا تمام

کہا یہہ علیؑ سے میں ہوں وطن ۔۔۔ مگر دو ہیں سلطان میان چمن

جو ہے ایک وہ کفر میں ایک ہے ۔۔۔ جو ہے دوسرا سو دیندار ہے نیک ہے

جو کافر ہے اُسکی ہے دختر حسین ۔۔۔ مناسب ہے اُسکو کہوں مہ جبین

یمن اُسکے پرتو سے ہے باغ باغ ۔۔۔ وہ کاشانۂ حسن میں ہے چراغ

زنا ہی وہی ہے جو اں باپ کی ۔۔۔ قضا عاشقوں کی ہے جان باپ کی

سرِ شام اک روز وہ گلعذار ۔۔۔ ہوا دار پر آپ ہوکر سوار

قیامت سی آئی یکایک نظر ۔۔۔ غلام اپنی بیٹھا تھا دکّان پر

سرِ راہ مجھہ سے مقدّر پھرا ۔۔۔ جو گردش میں آیا زمیں پر گرا

ہوئی شرم اُسکو مری دید سے ۔۔۔ لگی آنچ کچھہ مجھکو خورشید سے

غشی میں جو دیکھا تو شرما گئی ۔۔۔ وہی شرم اُسکی مجھے کھا گئی

مجھے عشق آنکھیں دکھانے لگا ۔۔۔ کلیجہ مرا مُنہ کو آنے لگا

کیا تھا نہ مَس دامنِ یار کو ۔۔۔ کہ تڑپا دیا پھول نے خار کو

غشی کا مری ہوگیا یہہ اثر ۔۔۔ جھکا میری جانب کو رشکِ قمر

کہا میرے دربار میں آئیو ۔۔۔ مٹھائی جو اچھی ہے لائیو

مجھے در پہ جانے کا حیلہ ہوا ۔۔۔ مٹھائی مجھے اک وسیلہ ہوا

دربار پر روز جانے لگا ۔۔۔ مرا دل نہ ہرگز ٹھکانے لگا

سواری میں دیکھا مجھے غور سے
وہ بگڑے تو میں بُرے طور سے

قدم دمبدم بڑھ چلا عشق کا
زیادہ ہوا ولولہ عشق کا

سُنا آہ و نالہ مرا بار بار
ہوئی پھر تو چاؤش بھی ہوشیار

ڈرے لوگ آہِ شرربار سے
کیا منع بندہ کو دربار سے

بُرا ہووے آہِ شرربار کا
کیا بند رستہ درِ یار کا

مجھے پھر جو رُوکا دربار سے
بنا کچھ نہ آہِ شرربار سے

یہاں تک تو بے اختیاری ہوئی
نہ قابو میں پھر آہ و زاری ہوئی

نہ دَم بھر بھی آنکھوں سے آنسو رُکے
یہہ رُوئی کہ آکر لبِ جُو رُکے

جواں ایک بندہ کا ہمراز تھا
محبت پہ اُس کی مجھے ناز تھا

تھی یہہ خبر آہ کچھہ شاہ کو
کیا اُسنے آگاہ کچھہ شاہ کو

کہا شاہزادی کا مشتاق ہے
اُسے ہجر میں زندگی شاق ہے

نہ مرنے سے اپنے اُسے کچھہ خطر
نہ کچھہ دین و دنیا کی اُسکو خبر

کہا یار نے جسقدر کہہ سکا
نہ کچھ بھی پہ اُسکے بھی دل رہ سکا

ہوا جب محبت سے بے اختیار
گیا روبرو شاہ کے بار بار

رعیت تھا ۔ کی ہمسری شاہ سے
ہوا خواستگار پری شاہ سے

سُنا میرا پیغام ٹھہرا گیا
یہہ غصہ ہوا جوش میں آگیا

کیا حکم چاؤش کو ناگہاں
اُسے لیچلو دشت کے درمیاں

پہہ دیتا ہی جان قامتِ یار پر
نہ سیدھا ہو کھنچوا سے دار پر

یہہ سنتی ہی چاؤش ای راہبر
بیابانمیں لایا مجھے کھینچکر

کھڑوں کیا خیالِ قدِ یار میں
جھکایا تھا سر سایۂ دار میں

یہہ کی عرض ای خالقِ بحر و بر
دعا اِس بیابانمیں مقبول کر

نہو جبتلک وصل دلدار کا
اُٹھائے نہ صدمہ پھِر دار کا

اُٹھائی نہ سجدہ سے ابتک جبیں
کہ اِک اَور چاؤش آیا وہیں

اُٹھایا مجھے کچھہ نہ کی گفتگو
غرض لیگیا شاہ کے روبرو

جو تھا بادشہ کا وزیر عقیل
بچانے کی اُسنے نکالی سبیل

کہا اُسنے ای خسروِ نیک خو
کیا قتل گر تونے بقال کو

نہ پہر تجھکو مخلوق عادل کہے
کہے تجھکو ظالم کہ جاہل کہے

مجھے اِسسے حیلہ یہہ منظور ہے
اُسے کر سکے کوئی مقدور ہے

نہ جبتک اِسکام سے وہ انجام ہو
پھر چکا ہو خسرو نہ بدنام ہو

اِدہر کہہ چکا شاہ سے وہ وزیر
مخاطب ہوا اسطرف کو مشیر

کہا مجھسے ای مبتلائے بلا
اگر چاہتا ہی تو اپنا بھلا

تو لے آ ہسر مرتضےٰ کاٹ کر
کہ نخلِ محبت بھی پائے ثمر

ملے سلطنت تجھکو سلطان سے
پری سی ملے تو سلیماں سے

سنا یہہ تو سوچا نہ کچھہ بھی مآل
ہوا دل سے قتلِ علی کا خیال

تلاش علیؑ میں فقط ای جناب — یہانتک تو آیا یہہ خانہ خراب
علیؑ کو نہیں جانتا یہہ غریب — بتاؤ کہاں ہے نبیؐ کا حبیب
امام دو عالم نے اُس سے کہا — لب نہر کیوں یار چپکا رہا
لب نہر ہوتی اگر کچھہ خبر — اُسیوقت ہوتا ترا راہ بر
چلو اب بھی یہہ بات مشکل نہیں — بہت دور کچھہ یہانسے ساحل نہیں
یہہ کہہ کر اُسے ساتھہ لائے علیؑ — لب نہر خیمہ سے آئے علیؑ
علیؑ نے نہ کچھہ اور تقریر کی — حوالہ دلاور کے شمشیر کی
کہا ای برادر علیؑ ہے یہی — یہہ موجود ہے سر علیؑ ہے یہی
نکر دیر دم بھر خدا کے لیئے — ترا کاٹ لے سر خدا کے لیئے
بڑھا یہہ تو تلوار کو کھینچکر — زمیں پر جھکے سرور بحر و بر
نہ آساں ہے قتل امیر عرب — ہوا خشک اونچا ہوا ہاتھہ جب
یہہ دیکھی نئی بات ہر وار میں — ہوا پر رہا ہاتھہ ہر وار میں
شہ دیں کا یہہ معجزہ دیکھکر — گرایا وہیں تیغ کو خاک پر
محبت سے حضرت کی سینہ بھرا — پڑے شوق سے پاؤں پر سر پھرا
کہا عاشق زار نے ای جواں — زمانہ میں تجھہ سے بہادر کہاں
غرض کیا ہے اب بے وفا سی مجھے — محبت ہے شیر خدا سے مجھے
ملیں گر مجھے لاکھہ محبوب اب — تصدق کروں آپ آج سب

نہ اب ہے غرض نازنیں سے مجھے
کہ کھویا تہا دنیا و دیں سے مجھے

کیا شہ نے سر کو قدم سے جدا
یہہ کہنے لگے اُس سے شیرِ خدا

تسلّی ذرا دے دلِ زار کو
مِلا دینگے ہم تجھ سے دلدار کو

یمن کیطرف جوش سے دیکھکر
چلائی اِشارے سے تیغ دو سر

یمن میں جو دیندار اک شاہ تہا
اُسے خط میں یہہ مرتضیٰ نے لکہا

ترے پاس کافر جو تھا بادشاہ
کیا تیغ سے ہمنے اسکو تباہ

چلا کر ابہی تیغ سوئی یمن
کیا آج کافر کا ٹکڑے بدن

گیا وہ جہنّم میں اے دوستدار
جو پہونچے وہاں عاشقِ بیقرار

اِطاعت کرو عزت و جاہ سے
کرو عقد پہر دخترِ شاہ سے

خزانے ہوں واں جسقدر مال کے
حوالہ کرو جلد بقّال کے

جو یہہ لکہہ چکے خاصۂ کبریا
وہ عاشق کے پہر خط حوالہ کیا

جواں خط کو لیکر یمن میں گیا
ہوا تہا کہ دم میں چمن میں گیا

پہنچکر وہ خطِ امامِ غیور
کیا پیش پہر بادشہ کے حضور

پڑہا شہ نے جب نامۂ بوتراب
کیا پہر یہہ درباریونکو خطاب

کہ کچھہ شاہ کے حال سے ہے خبر
کہا ایکنے اے شہِ نامور

تعجب کی ہے بات یہہ سربسر
ہوا قتل وہ خود بخود تخت پر

ہوئی یک بیک تیغ اک شعلہ ور
کیا اُسنے سلطان کا ٹکڑے جگر

سُنا بادشہ نے جو یہہ ماجرا	بجا لایا حکم شہِ لا فتا
پڑہا عقد دلدار سے پیشتر	دیا مال اور ملک تہا جقدر

قصۂ رعدِ جنگی

یہہ ہے ساقیا عرض آداب سے
زباں ہووے حب کا رزار علیؑ
بیاں سے اگر خشک ہووے زباں
سُنے داستاں یہہ کہیں حور بہی
نبیؐ کا زمانہ تہا دُلدُل سوار
نہ تہا دوستوں سے کوئی ساتھ میں
نہ خادم کوئی خدمتِ شاہ میں
کوئی گو نہ رستہ میں ہمراہ ہے
ادہر اور اُدہر جب اُٹہائی نظر
اُٹہائے ہوئے راہ میں سر غُبار
یہہ جانا جو دیکہا نشانِ غُبار
بدن آبِ فولاد میں غرق ہے
رواں بادپا ہے پرِ اسپ و رسے

چمک جائے تیغِ زباں آب سے
زباں صاف ہو ذوالفقارِ علیؑ
کوئی آبِ کوثر سے دہووے زباں
کہے بات پر آفریں حور بہی
گلستاں میں آتے تہے مثلِ بہار
سپر تہی نہ تیغِ دو سر ہاتہہ میں
اکیلے فقط راہبر راہ میں
خضر کا مددگار اللہ ہے
سرِ راہ اک گرد آئی نظر
وہ بانے کو موجِ ابرِ بہار
کوئی پہلواں ہے میانِ غُبار
بگولہ ہے آندہی ہے یا برق ہے
چلے اژدہا جسطرح شور سے

بلندی میں قامت بھی اک تاڑ ہی | جو لپٹے کسیکو تو پھر جہاڑ ہے
کسیکا کوئی پیچ چلتا نہیں | لپٹے جسے وہ نکلتا نہیں
کمر میں دو تیغیں زرہ جسم میں | کمند و کماں کی گرہ جسم میں
جو ہوں لاکہہ عقدے نہیں کچہہ خطر | کہ عقدہ کشا تو ہی پیش نظر
لیئے ایک گرز گراں ہاتھہ میں | کماں دوش پر ہی سناں ہاتھہ میں
جو ہی خود سر پر سپر پشت پر | نظر ہر گھڑی ہی زد و کشت پر
کہا بڑہ کے حیدر نے ہشیار ہو | اجل آئی سر پر خبردار ہو
اگر زندگی چاہتا ہے یہاں | تو ہولے ابھی آگے آگے رواں
اگر ساتھ چلنے کا اقرار ہو | حسب اور نسب پہلے اظہار ہو
علیؑ نے کہا دور ہو راہ سے | نہیں خوف شیروں کو روباہ سے
اڑا اسقدر دیو ہتیار پر | نہ سمجھا کہ تیغیں ہیں بیکار پر
جو کم نشتر سے نہ شمشیر ہے | تو ساہی کا ہی خار جو تیر ہے
یہ نیزہ جو اسوقت ہے ہاتہہ میں | اڑے سر تو رہ جائے نے ہاتھہ میں
نہ افسانۂ گرز بھی طول ہے | ادہر گرز ہی اور ادہر پہول ہے
سپر پشت پر دانۂ خال ہے | زرہ طائر روح کو جال ہے
ابھی ہے یہ سب سرکشی خود پر | نہ آئیگا چار آئینہ میں نظر
کہا پھر کہ ما و منی دور کر | دل و جاں سے اسلام منظور کر

شہ دیں نے نیزہ اُٹھانے دیا ‏ مگر پھر بدن تک نہ آنے دیا

لیا چھین نیزہ کو اِس گھات سے ‏ الگ پھانس جیسے کریں ہاتھ سے

اُٹھایا عدو نے جو گرزِ گراں ‏ کیا سمت کوژہ نی دستِ جواں

گرا گرز دستہ گرا پاؤں میں ‏ اُٹھا تھا نہ سر تک پڑا پاؤں میں

ہوا ہاتھ بیکار گو ضرب سے ‏ ہٹا دل نہ گمراہ کا حرب سے

نہ کھینچی گئی تیغ جب ہاتھ سے ‏ پکارا گئی جان اَب ہاتھ سے

کیا زیر شہ نے نہ اکڑا اسے ‏ اُٹھایا جو لنگر پکڑ کر اسے

رہا ہاتھ قبضہ پہ زیں سے اُٹھا ‏ کہا میں پر ارماں زمیں سے اُٹھا

علیؑ نے کہا نام اظہار کر ‏ خدائے دو عالم کا اقرار کر

زبردست کیا پست ہوتے نہیں ‏ بہادر لڑائی میں روتے نہیں

اگر نیزہ و تیغ کی چاہ ہے ‏ اسی کے سبب نالہ و آہ ہے

یہ لے اپنے ہتھیار پھر جنگ کر ‏ نہ کر ریخ اکبار پھر جنگ کر

کہا ہاں اسنے اَے پہلوانِ دلیر ‏ یہاں آیا قسمت کا تھا ہیر پھیر

نگاہیں تھیں افلاک پر آجکل ‏ زمیں آج دیکھی ہے اسکا بدل

رہے کل تلک تو زبردست ہم ‏ ہوئے آج آگے ترے پست ہم

کریں کس لیے نالہ جانگداز ‏ یہی ہے جہاں کا نشیب و فراز

کبھی نیستی ہے تو ہستی کبھی ‏ بلندی کبھی ہے تو پستی کبھی

بچے آج یا اور دس دن بچے ۔ تو روینگے کس زندگی کے لیے
نہ پاتے ہیں انسوں سے فرصت کبھی ۔ ہنسے کون سے دن جو روئے ابھی
ہنسی میں کوئی دم گزرتا نہیں ۔ تو اس زندگانی پہ مرتا نہیں
یہہ رونا تو مرنے کی خاطر نہیں ۔ دعا ہے یہی موت آئے کہیں
یہہ ہے غرض اللہ مت دیر کر ۔ الگ ہو چھری حلق پر پھیر کر
کسے اب لڑائی کی ہے کچھ ہوس ۔ دم تیغ بھرتا ہے ہر دم نفس
نہ ساماں لڑائی کا درکار ہے ۔ مرے پاس نیزہ ہے تلوار ہے
جو ہے دھیان ابروئے خمدار کا ۔ مرے سر پہ سایہ ہے تلوار کا
نگاہوں میں اک دانہ خال ہے ۔ یہی مردم چشم کو ڈھال ہے
دو دیدہ ہیں دل میں سمائے ہوئے ۔ انہیں کو ہوں چھاتی لگائے ہوئے
وہ دیدہ پرانے ہیں گھر تیر کے ۔ تشفی کو مژگاں ہیں پر تیر کے
جو ہے ناک وہ تیر کی بھال ہے ۔ بھنویں کرچ ہیں لف اک جال ہے
جو اک سرو سا قد ہے نیزہ مجھے ۔ تو ہتیار پھر چاہیئے کیا مجھے
یہہ ہتیار اس شان کے ساتھ ہیں ۔ کہ دل میں ہیں سب جان کے ساتھ ہیں
انہیں دزد بھی کوئی سکتا نہیں ۔ عدو بھی کوئی چھین سکتا نہیں
کہوں کیا دکھانے کے قابل نہیں ۔ سلح خانۂ جان ہے یہہ دل نہیں
نصیبہ ہے گو میرا یاور نہیں ۔ مگر کوئی تجھہ سا دلاور نہیں

لڑے تو تو ہتیار کس کام کے — سلاحِ بدن ہیں فقط نام کے
اِدہر لاکہہ رُستم ہوں تو ایک ہو — لڑائی کا انجام کب نیک ہو
مقابل میں تجہہ سے اگر شیر ہوں — اگر لاکہہ رستم ہوں پہر زیر ہوں
اگر ہو عدو سب یہ مانہ تیرا — تو کافی ہے اک تازیانہ ترا
وطن کو اگر پوچھتے ہیں جناب — غریب الوطن ہے یہہ خانہ خراب
حقیقت میں تو نام ناکام ہے — غلط رعد جنگی مرا نام ہے
مری عرض ہے گو خلافِ ادب — تو کہتا ہوں رونیکا ہے یہہ سبب
سنیں آپ بندہ کی کچہہ داستاں — یہ چچا ہے مرا بادشاہِ کلاں
مگر نام حارث ہے اُس شاہ کا — بیاں طول ہے حشمت و جاہ کا
بجز ایک دختر کے کوئی نہیں — نہ اب تک ہوئی نام زد بھی کہیں
گیا ایک دن مَیں جو بہرِ شکار — بیابانمیں آئی نظر گلعذار
کوئی گلبدن ہے کوئی نسترن — بنا ہے خواصوں سے جنگل چمن
عجب ہیں ستارے عجب ماہ ہے — طفیل قدم کہکشاں راہ ہے
بڑی شاہزادی پہ میری نظر — ہوا مجہہ کو سودا اُسے دیکہکر
پہرائی صنم نے اِدہر بہی نگاہ — زیادہ ہوئی میری حالت تباہ
کمندیں تہیں زلفِ خم کاکل کی — بہنویں تہیں کمانیں طرحدار کی
دو آنکہوں سے صدمے نرالے ہوئے — مجہے خارِ مژگاں کے بہالے ہوئے

نگاہوں نے صدمے دیے بار بار ❊ ہوا شیر دو آہوؤں کا شکار
زمیں سے فلک پر نگاہیں گئیں ❊ نہ اوپر کو نیچی نگاہیں گئیں
تو آیا کہاں زخم کھا کر یہاں ❊ قضا لائی مجھکو اُٹھا کر یہاں
محبت سے آیا نہ دل راہ پر ❊ گیا زخم کھا کر درِ شاہ پر
نہ تھا خوف کچھہ حشمت و جاہ سے ❊ کہا،، اسطرح جوش میں شاہ سے
جو ہو شاہزادی سے شادی مری ❊ تو زوجہ بنے شاہزادی مری
اگر عقد سے آج انکار ہے ❊ گلا آپکا ہے یہہ تلوار ہے
کہا،، شاہ نے یہہ عبث شور ہے ❊ بتاتے ہیں خدمت اگر زور ہے
جو شادی ہے اوس کی حضر شرط ہے ❊ اگر ہووے تجھکو نظر شرط پر
نہووے توقف ابھی جایئے ❊ علیؑ کا جو سر لایئے آیئے
خوشی سے کروں آج شادی تری ❊ تو زوجہ بنے شاہزادی تری
جو انجام ہووے نہ اسکام کا ❊ تو پھر نام لینا نہ گلفام کا
یہہ سنتے ہی ہتیار سب باندھکر ❊ روانہ ہوا ہے یہہ ہندہ ادہر
فقط پوچھنا تھا نشانِ علیؑ ❊ کہ تھی جستجوئے مکانِ علیؑ
یہی رنج ہے آج سارا ہمیں ❊ علیؑ نے نہ افسوس مارا ہمیں
لحد میں نہ منزل نہ ہوتی جگہ ❊ مرے یار کی دلمیں ہوتی جگہ
سنے آپنے پاس کے جب کلام ❊ اُتر آئے گھوڑے سے اپنے امام

کہا آپ نے اب نہ گھبرایئے — نہ ملنے کا غم یار کے کھایئے

تسلی دل زار کو دیجئے — علیؑ ہو نمیں جو چاہئے کیجئے

ملے سر سے گر یار پیارا ترا — خدا کے لئے سر ہے حاضر مرا

سر و جسم دو نو تجھی کو دیئے — جئے تو مریں ہم خدا کے لئے

سنا رعد جنگی نے جب یہ بیاں — کہا مرحبا آفریں اے جواں

جہانمیں ہیں گو خاصۂ کردگار — مگر تجھ سے کا ہیکو ہیں جاں نثار

بہادر ہوا رستم داستاں — کہاں تجھ سے نسبت اسے اے جواں

توہی ایک ہو شاہ مرداں کے کچھ — نہ رستم نہ زال و نریماں ہے کچھ

کسے اب گوارا جدائی تری — تو بندہ خدا کا خدائی تری

نہ سر کی ہے خواہش نہ فکر صنم — یہہ دل چاہتا ہے کہ چوموں قدم

علیؑ کی وہ جرأت سے حیراں ہوا — گرا پاؤں پر اور مسلماں ہوا

مسلمان دل سے ہوا رعد جب — یہہ کہنے لگے پھر امیر عرب

اگر ہے تجھے کچھ خیال صنم — تو ہو دیگا بیشک وصال صنم

ابھی میرے گھوڑے پہ ہو جا سوار — رواں سوئے مغرب ہوا ہوشیار

چڑھا پھر تو دلدل پہ رعد دلیر — نہ دیکھا زمانہ کا کچھ ہیر پھیر

زمیں سے ادھر پاؤں زیں پر گئے — ادھر زیں سے اترے زمیں پہ گئے

پلک بھی نہ جھپکی کہ پہونچے ادھر — جو پھر رعد کو شہر آیا نظر

علیؑ نے کہا رعد سے احوال / کہا اُسنے تو ساعت میں آیا کہاں

علیؑ نے تو ساعت میں طے راہ کی / حقیقت سُنو دخترِ شاہ کی

علیؑ آئے ظاہر ہیں مثلِ خیال / ہو خواب میں مصطفےٰؐ کا جمال

کرم یہ کیا دخترِ شاہ پر / کہ لائے اُسے خواب میں راہ پر

مشرف کیا پہلے اسلام سے / علیؑ کے ہی واقف کیا نام سے

کہا یہ جو آتے ہیں یاں بوترابؑ / کرو پیشوائی علیؑ کی شتاب

اُسے حال سے اپنے ماہر کرو / پڑھو کلمہ اسلام ظاہر کرو

کھلی آنکھ دختر کی جب خواب سے / چلی جانبِ دشت آداب سے

جو موقع پہ پہونچی کہا پھول پھول / سلامٌ علیک ابن عمّ رسولؐ

نصیبہ ترقی پہ ہے باپ کا / ہمارے سروں پر قدم آپکا

یہ کہکر کہا خواب کا ماجرا / لگے کہنے اُسے سرورِ دوسرا

خبردار مجھکو نبیؐ نے کیا / کہ آتا ہے اب شرفِ اوصیا

ملو اس سے اسلام تازہ کرو / رُخِ دین و ایماں پہ غازہ کرو

فقط ہے رضا میری اس کام میں / کہ داخل ہوں اسوقت اسلام میں

نصیبوں نے اسوقت یاری کیا / کہ اسلام تازہ دوبارہ کیا

ہوئی دیں سے آگاہ جب گلعذار / تو پیدا ہوئی ایک گرد و غبار

نظر آئی جنگل میں فوجِ کثیر / بیابان میں تھا خسروِ بے نظیر

یہہ دیکہا تو کہنے لگی مہ لقا / یہہ لشکر ہے حضرت مرتضےٰ کا

گئی مرتضےٰ فوج کے جب قریب / پکارا یہی رعد بنکر نقیب

ہدایت کو بہیجا خدا نے اسے / نہ جانا ہی جسنے وہ جانی اسے

یہہ عقدہ کشائی دل خضر ہے / یہی رہبر منزل خضر ہے

طبیب مسیحا ہے افلاک پر / دوائے مریضاں ہے یہہ خاک پر

مددگار ادریسؑ کا اوج میں / یہہ حامی ہے الیاسؑ کا موج میں

یہہ ہے حامی انبیائے سلف / یہہ آیا ہوی رنج و غم برطرف

خدا نے یہہ بخشی ہے طاقت اسے / اُٹہے وہ ہی مُردہ اُٹہائے جسے

اگر آپ کچہہ بہی اشارہ کریں / سلاح عدو سب کنارہ کریں

رواں آپ سے آپ ہتیار ہوں / چلیں اسطرح جیسے جاندار ہوں

نہ باندہے سے تیغیں ہیں ڈاب میں / اوڑیں مچہلیوں کیطرح آب میں

چلیں آپ نیزے سروں سے ابہی / اڑیں تیر سارے پروں سے ابہی

اشارہ جو پاکر ہو ویں جدا / غضب مرتضےٰ کا ہو قہر خدا

کہٹیں آپ سے آپ وقت جدال / بنیں پہانس ناوک سناں ہو خلال

جو ہو تیغ لکڑی کی تلوار ہو / بنے نیشتر بہی تو بیکار ہو

زرہ صاف مکڑی کا جالہ بنے / بنے خود ببل کہ چہالہ بنے

بنے آبلہ گرز انگشت پر / سپر داغ ہووے رخ و پشت پر

بدن ہووے گہٹ کر یجا ہے نظر تو چار آئینہ میں آئے نظر
خدا نے دیا سب طرح اختیار ہدایت سے ہے کام لیل و نہار
کبھی اپنی خاطر بگڑتا نہیں یہہ کافر سے پہلے ہی لڑتا نہیں
عدو کا اگر وار سنو بار ہو ادہر سے ہی اکبار پہر وار ہو
نہیں ناز زور خداداد پر محمدؐ کے چلتا ہے ارشاد پر
کسی سے نہیں امتحاں زور کا سلیماں ہے پر پاسباں مور کا
خبر ناتوانوں کی لیتا ہے یہہ خدا کے لئے جان دیتا ہے یہہ
ادہر رعد جنگی ثنا خواں ہوا ادہر جوش میں شیر یزداں ہوا
بڑہے جب کہا اسطرح شاہ سے خبردار ہو اب یداللہ سے
مقابل نہیں اب سوائے علیؑ علیؑ کی طلب تہی تو آئے علیؑ
بڑہو جلد دین خدا کی طرف کہ ہو دین و دنیا کا حاصل شرف
جو دین محمدؐ سے اقرار ہے خدا اُس سے خوش ہے وہ دیندار ہے
کہا پہر یہہ حارث نے للکار کر گرا دو جوانو اسے مار کر
کیا فوج نے جنگھری مار مار بڑہا کہینچکر تیغ دلدل سوار
کرے صف دلدل کا کس کی مجال نہ پہونچے قدم تک ہی پیک خیال
جو ہو صبح کاذب میں ہووے رجوع گہرے سایہ میں مہر وقت طلوع
چلائیں تو ہے چال ہی اسقدر نہ لے سایہ و نور کو ٹہیہ پر

اشارہ سے کاوے میں گھوڑا ہوا | اُسے سایۂ تیغ کوڑا ہوا
علیؑ نے لیا بیچ میں فوج کو | کہ گھیرا ہو دریا نے اک موج کو
وہ کاوے میں گھوڑے کی رفتار ہے | کہ اک فوج کے گرد دیوار ہے
نہ ہے تیغ برقِ شرربار ہے | بنیٹھی کا گل ہے نہ تلوار ہے
یہہ بیڑی ہے اک دل چلوں کے لیئے | یہہ اک طوق ہے سو گلوں کے لیئے
سروں پر جو تیغِ یداللہ تھی | نکلنے کو جانوں کی کب راہ تھی
کبھی گرز تھی وہ کبھی تیر تھی | قضا کی تھی بیڑی نہ شمشیر تھی
پڑی سر پہ گرزِ گراں کی طرح | گھسی دل میں تیر و سناں کی طرح
گلوں پر جو آئی تو شمشیر تھی | گئی پاؤں تک جب تو زنجیر تھی
کسیکو چمک اپنی دکھلا گئی | کسیکو سر و جسم تک کھا گئی
جھکی سر پہ گاؤ زمیں تک گئی | جو ابھری تو چرخِ بریں تک گئی
کبھی سدرۃ المنتہیٰ تک گئی | جھکی جب تو تحت الثریٰ تک گئی
گلوں تک اسی تیغ کی آب تھی | جو سر بلبلہ تھے وہ گرداب تھی
نظر ہے کبھی آب وریاٹ پر | اوترتے ہیں سر تیغ کی گھاٹ پر
اسی سے تو اونچا سرِ موت تھا | نہ تھی تیغ وہ شہپرِ موت تھا
اثر نعرۂ حیدری کر گیا | گرا کوئی ڈر کر کوئی مر گیا

کسی صف میں گہوڑوں کے اوپر سوار　　کسی صف میں اسوار پر راہوار

دُرے اسپ اسوار دُم پر گرے　　جو سر پر جہکے تہے وہ سُم پر گرے

نہ تہا چین جینے پہ مجروح کو　　قفس جسم تہا طائرِ رُوح کو

گرفتار حارث کو جب کر لیا　　تو آگے ہی سب فوج کو دہر لیا

گرے تیر گہوڑے تو سر مار کر　　کہا فوج نے الاماں ہار کر

کہا شہ نے حارث کو سن اے اخی　　کرے تو جو منظور دینِ نبیؐ

رضامند تجہہ سے خدا آج ہو　　وہی تخت ہو اور وہی تاج ہو

اگر آج ہو عار اِسلام سے　　الگ سر کروں تیر صمصام سے

یہہ سُنتے ہی حارث مسلماں ہُوا　　ہر اک فوج میں اہلِ ایماں ہوا

رہِ دیں کہلا جس گہڑی شاہ پر　　ہوئی فوج بہی شاہ کی راہ پر

ملا رعد پہلے جو اللہ سے　　ہُوا عقد پہر دُخترِ شاہ سے

قصۂ دخترِ شاہِ چین

غنیمت ہے یہہ ساقیا شب مجہے　　توقع کہاں رُوز کی اب مجہے

مجہے ہر گہڑی موت کا ہے خطر　　کہ ہو صبح تک کیا کسی یہہ خبر

لکہا ہے کوئی چین میں شاہ تہا　　ہر اک دین و ملت سے آگاہ ہو

رعیت سے اپنی محبت اُسے ہر اک عالم دیں سے اُلفت اُسے
ولایت ہے آباد گنج گہر کمر بستہ ہر دم امیر و وزیر
سبھی کچھہ ہے حاصل میان جہاں مگر ایک دختر ہے جان جہاں
نزاکت میں صورت میں اخلاق میں وہ دختر ہے مشہور آفاق میں
یہاں ور ہے رنگ آفاق کا کہ معشوق عاشق ہے مشتاق کا
نظر چاہیے گردش دور پر کہ ہے شمع پروانہ ہی اور پر
ہزاروں ہیں عاشق پری پر نثار یہہ ہے چاند کبک دری پر نثار
دُرِ بے بہا جوہری پر فدا کہ زہرہ یہہ ہے مشتری پر فدا
نہ غافل ہے سرو رواں تار سے کہ عاشق ہے قمری پہ اک تار سے
سمجھتے ہیں خوبی میں سب گل اسے تعشق میں کہتے ہیں بلبل اسے
لکھا حال کچھہ دختر شاہ کا بیاں ہے کسی اور کی چاہ کا
جو شہ کا وزیر خردمند ہے اُسیکا جواں ایک فرزند ہے
بیاں اُس کی خوبی کا ہے مختصر جو انکے ہے ایک ہی وہ پسر
پسر اور دختر یہ شام و سحر محبت سے ہے بادشہ کی نظر
پسر کو سمجھتا ہے نور نظر سمجھتا ہے دختر کو لخت جگر
پسر ہے فدا دختر شاہ پر محبت سے دونو ہیں اک راہ پر
پسر کی ہے دختر پہ ہر دم نگاہ زیادہ ہے دختر کی حالت تباہ

جو پھرتا ہی ہی بالا بالا پسر — کہ ہے چاند دختر تو ہالہ پسر
نگہہ میں نگہہ ہاتھہ میں ہاتھہ ہے — کہ سایہ کی مانند وہ ساتھہ ہے
جدھر یار ہے اُسطرف دہیان ہے — نگہہ یار کی ساتھہ ہی جان ہے
جدائی گھڑی کی کسے شاق ہے — یہاں ایک کا ایک مشتاق ہے
دلوں میں ہی دونوں کی حالت عجیب — کوئی نیم جاں ہی کوئی جاں بلب
ہوئی آہ عاشق کی حالت تباہ — تو کی حال پر دوستوں نے نگاہ
نہ دونوں کا قابو میں جب دل رہا — کسی دوست نے رحم کہا کر کہا
تجھے دیکھتا ہی جہاں غور کر — ہوا ہی تو عاشق کہاں غور کر
ستاتی ہی اب زندگانی تجھے — گراتا ہی زور جوانی تجھے
نہ ایسے وسیلہ سے دی جان تو — کسی اور حیلہ سے دی جان تو
ہوئی جب گھڑی بادشہ کو خبر — گلہ سر یہ ہی پھر نہ سر جسم پر
زباں آہ و نالہ سے بس تہام لے — نہ تو شاہزادی کا اب نام لے
سنبھل یار ہر طور کی بات کر — نہ یہ ذکر کر اور کی بات کر
محبت سے سن لے مری بات کو — جگہہ کان میں دی مری بات کو
اگر عشق ہی تجھکو مرغوب ہو — لگا ہو نہیں پھر اور محبوب ہو
کہا یار نے جب یہہ مشتاق سے — کہا پھر یہہ عاشق نے اخلاق سے
بھرے کان یا تو نے دلدار کی — کہاں ہی جگہہ اور گفتار کی

شکر لب کی باتیں بھی قند ہیں — مری میٹھی باتوں سے لب بند ہیں

جو آنکھوں میں زلفوں کا ڈیرا ہوا — یہہ گھر بھی ہے سانپونکا گھیرا ہوا

وہی ایک ہے ہر جگہہ کیا کروں — کہوں کیا سنوں کیا گلہ کیا کروں

محبت سے دونو پریشاں ہوے — مقدر سے مرنیکے ساماں ہوے

یہہ معشوق عاشق کا تھا اتحاد — کہ وہ خاک یہہ اسکی گرد باد

ادہر عاشق زار ہے سر بکف — اُدہر ہے صنم کا فنا کیطرف

صنم ہے یہہ راہِ عدم پر رواں — چھپا آپ سے یہہ رشکِ آسماں

جو ابرو ہلالِ سرِ شام ہے — جبیں آفتابِ لبِ بام ہے

رخِ آتشیں جب ہے الاگ پر — تو ہے مردمِ چشم بھی آگ پر

ادہر رخ پہ زلفِ سیہ فام ہے — رواں ساتھ ہی صبح کی شام ہے

نشانِ اجل ہر بلاناک ہے — جو قرآں ہے رخ لفظِ لاناک ہے

لبوں پر ہے ہر دم کلامِ اجل — کہ ہیں ان عقیقوں پہ نامِ اجل

جھکے کیا ذقن کی کوئی چاہ پر — کہ ہے چاہ بھی موت کی راہ پر

گلے کی نہ خنجر کی تقصیر ہے — ہوا آپ اپنا گلوگیر ہے

لیئے ہاتھ میں ہی قضا ہاتھ کو — قدم گرم ہیں موت کے ساتھ کو

رواں ہجرِ فانی میں دلدار ہے — تو پیچھے ہی بس عاشقِ زار ہے

نہیں فاصلہ کچھ اگر وا رہیں — یہہ دو نو ہی دو ہاتھ میں پا رہیں

ہوئی شہرت عشق جب گھر بہ گھر ... تو پھر ہو گئی بادشہ کو خبر
سنا ایک کی ہی نہ فریاد کو ... دیا قتل کا حکم جلاد کو
بہت آہ دونوں نے فریاد کی ... محبت نے کچھ بھی نہ امداد کی
چلی آہ تیغ دو دم حلق پر ... ہوئے ذبح دونوں وہ دخت و پسر
محل میں رہی نت شہ کے قریب ... ہوئی مر کے گور غریباں نصیب
دلا ہر گھڑی موت کو یاد کر ... نہ یاں تو نہیں یہ عمر برباد کر
جو عاقل ہے کر اس طرح زندگی ... کہ ہووے نہ مرنے پہ شرمندگی
نہ ہو محو دنیا کے سامان میں ... بگڑتا ہے یہ آن کی آن میں
وہ رونق یہ حسن جہانتاب ہے ... کہ شبنم کے موتی کی یہ آب ہے
نہ حسن کو چار دن ہے کمال ... زیادہ جیے پھر تو آیا زوال
قضا آ گئی گر میان کمال ... نہ وہ حسن ہے پھر نہ شان کمال
مقدر سے جب دم وہ بے خاک میں ... تو ملتے ہیں سارے ہنر خاک میں
نہیں ہے سمو پہ یہی گل خاک میں ... نکلتے ہیں زلفوں کے بل خاک میں
ذرا تیغ ابرو میں پا کر کجی ... نکالی زمیں نے دبا کر کجی
ہر اک آنکھ مٹی میں پتھرا گئی ... خدا جانے کس کی نظر کھا گئی
نہ تھی عطر گل کو جگہ ناک میں ... وہی ناک ہے اس گھڑی خاک میں
نہ ٹھہری نگہ روئے دلدار پر ... جمی اس گھڑی گرد رخسار پر

وہ سیب ذقن ہیں تلے خاک کے
پڑی آہ گل کر گلے خاک کے

قضا نے لحد میں سُلایا انہیں
نہ پھر عشق نے بھی جگایا انہیں

لحد ایک کی ایک کے پاس ہے
کسیکو نہ ملنے کی اب آس ہے

ہنسی کی وہ اِس وقت باتیں کہاں
ملاقات کی وہ اب راتیں کہاں

کہاں ہیں وہ آپس کے راز و نیاز
کہاں وہ وہ دلوں کی نشیب و فراز

کسیکو کوئی یاد کرتا نہیں
قدم کوئی الفت میں بھرتا نہیں

نہیں ہے وہ اُلفت نہیں ہے خیال
ہوئی ہے کسیکو نہیں ہے خیال

نہیں ہے نظر ایک کی ایک کو
نہیں اب خبر ایک کی ایک کو

وہ آنکھیں جو ہر دم تھیں افلاک میں
بتائیں وہ دیکھا ہے کیا خاک میں

بھنووں کے کدھر آج آرے گئے
کہاں مارِ کاکل کے مارے گئے

بتائیں بدن کا وہی طور ہے
وہی جسم ہے اب کہ کچھ اور ہے

ہمیں اب بتائیں کریں سب یقین
لحد میں وہ مٹی ہیں اور کچھ نہیں

انہیں جسنے دیکھا دکھائی ہمیں
وہی ہو جو صورت بتائی ہمیں

بتائی جبیں کا نشان خاک میں
کہ ڈوبا ہے سورج کہاں خاک میں

سمجھ ہو تو بہاگے بت چین سے
محبت کرے آل یٰسین سے

ہوا ایک دن شاہ کو یہ خیال
کہ یارب گئی مفت دونوں کا جمال

بہت سوچکر کچھ پشیماں ہوا
ہوا دلمیں حیران پریشاں ہوا

کیئے جمع اک روز عالم تمام | ادب سے کیا اسطرح سے کلام
مجھے ہے یہی بات مدِّ نظر | کہ زندہ ہوں وہ تو مجھے خبر دیں
تہا جو مسیحا زمان کا نشان | تسلّی ہو جس سے کرو کچھہ بیاں
کہا عالموں نے یہہ آساں نہیں | کریں انکو زندہ وہ انساں نہیں
جنابِ حسنؑ ہیں نشانِ علیؑ | نبیؐ کے ہیں دلبند جانِ علیؑ
مدینہ سے آئیں جنابِ حسنؑ | تو بیشک جلائیں جنابِ حسنؑ
سنا شہ نے اسم شہِ نیک جو | بلا کر کہا اسطرح ایک کو
مدینہ کی جانب ابہی ہو رواں | حسنؑ ہیں وہاں پر امامِ زماں
جو لائے انہیں جلد اے نیکنام | تو جاگیر و خلعت سے ہو شادکام
جو یہہ کام تجھہ سے نہ انجام ہو | تو پہر قتل تو بر سرِ بام ہو
شہِ چین نے جسکو اشارہ کیا | تو اسنے وطن سے کنارہ کیا
بیاباں تہا اک شہر کے جو قریب | وہیں جلد پہنچا جوانِ غریب
وضو کی لبِ نہر پر بیٹھہ کر | کہا رو کے اے خالقِ بحر و بر
ملا دے علیؑ کے پسر سے مجھے | ملا راہ میں راہبر سے مجھے
ہوئی تہی ابہی تک نہ پوری دعا | غرض آن پہونچے وہیں رہنما
کہا پہر جواں کو یہہ آواز سے | حسنؑ آن پہنچا ہے اعجاز سے
نظر راہ میں آئے جب راہبر | جھکایا سرِ عجز کو پاؤں پر

ملے جبکہ خضری راہبر راہ میں
اُنہیں لیگیا خانۂ شاہ میں

شہِ چین نے حضرت کو تسلیم کی
بٹھایا سرِ تخت تعظیم کی

ہوئے مہرباں جب امامِ زماں
تو سب حال کہہ کر کیا یہ بیاں

جلائیں اگر آپ کیا بات ہے
مسیحِ زماں آپ کی ذات ہے

سرِ قبر جب پہنچے امامِ زماں
دُعا کی کہ اے خالقِ دو جہاں

نبیؐ کے بیٹے مرتضیٰ کے لیئے
جلا دے انہیں مجتبےٰ کے لیئے

ہوئی تھی نہ پوری دعا اب تلک
کہ سینہ سے پہنچی نہ تھی لب تلک

ہوئے دونو زندہ بحکمِ خدا
چلے آئے قبروں سے ہو کر جدا

یہ دیکھا تو سب لوگ حیراں ہوئے
جنابِ حسنؑ کے ثنا خواں ہوئے

قصۂ دختر زاہد کا

سنو تھا مدینہ میں زاہد کوئی
برابر نہ تھا اُسکے عابد کوئی

وُہ دینِ مسیحا کا پابند تھا
اُسی حال میں اپنے خورسند تھا

جو کی اُس نے تحقیق لیل و نہار
تو دینِ محمدؐ کیا اختیار

ریاضت میں طاعت میں اخلاق میں
ہوا اور مشہور آفاق میں

جو تھی دخترِ عابدِ نیک ذات
لعابِ دہن جس کا آبِ حیات

ہر اک نیک و بد میں تھی اُسکو تمیز
وہ عصمت میں تھی فاطمہؑ کی کنیز

عبادت میں فخر مدینہ غرض　شکیلہ جمیلہ حسینہ غرض
ہنسا کی سدا روئے خورشید پر　رہی طعنہ زن گوئے خورشید پر
حسینوں میں دنیا کی مشہور تھی　وہ کہنے کو بت تھی مگر حور تھی
حسینوں کو دولت ہے حسن و جمال　زن پارسا کے لئے ہے وبال
جنہیں ہو نظر عصمت خیر پر　سمجھتے ہیں وہ حسن میں لاکھ شر
چھپانا جسے اپنا منظور ہے　اسے کیا پری ہے کہ وہ حور ہے
جسے موت شام و سحر یاد ہو　رخ و زلف و ابرو سے کیا شاد ہو
بھنوؤں سے جبیں کا ہے دونا جمال　کہ اک بدر کے پاس دو ہیں ہلال
بھنوؤں سے نہ کچھ آنکھ بھی دور ہے　جو دیکھو تو چشموں میں بھی نور ہے
جو عارض نے کاکل کی باندھی ہوا　پڑا صبح کا شام پر پرتوا
ستارہ ہے ہر دانت اس حور کا　دہن گھر ستاروں کی ہے نور کا
جبیں سے زنخداں کی ہے آب و تاب　بلا چاہ سے چشمۂ آفتاب
جو ہے حسن سے شرم کھائے ہوئے　تو اس شکل کو ہے چھپائے ہوئے
نکلنے کو اُگلی ہوئی چشم ہے　تو پردہ میں بھی آنکھ پر خشم ہے
جہاں میں تھی پردہ سے اپنے نظر　عبادت میں تھی تھی آٹھوں پہر
حیا سے نہ آتی کبھی در تلک　نہ جاتی عزیزوں کی بھی گھر تلک
سمجھتی تھی طاعت کو وہ ایک چیز　جو ہمسایہ تھا ایک سکا عزیز

مرض ایک اسکو قضارا ہوا — نہ پہر خبر عیادت کے چارہ ہوا
محل سے عیادت کو اٹھی شتاب — ہوا نے سہر راہ کھینچی نقاب
مکاں تہا جہاں آہ بیمار کا — وہیں تہا محل ایک زردار کا
قبا نہ تھی یہہ حسن کی آڑ میں — رہے سرو قد کے سبھی تاڑ میں
تونگر کا تہا ایک بٹیا جواں — اسے یہہ نظر آگئی ناگہاں
گیا عشق سے جان و دل کا قرار — ہوا دیدہ یار سایہ نثار
جو کی آہوؤں نے جہپٹ شیر کی — وہیں پی لیا خوں نہ کچھ دیر کی
چھپی وہ نہ راہوں میں آنکھیں رہیں — گیا دل نگاہوں میں آنکھیں رہیں
تپ عشق ہر روز رہنے لگی — ہر ایک چشم چشمے سی بہنے لگی
گہٹا صبر بڑہنے لگا اضطراب — دیا صاف خواب و خورش نے جواب
کیا صدمۂ ہجر نے ناتواں — جو اٹھے تو اٹھنے کی طاقت کہاں
اسی طور گزرے اسے چار سال — رہا کوچۂ عشق میں پائمال
ہنسی سب گئی آہ و زاری رہی — اڑا صبر اب بیقراری رہی
نصیحت تو کی یار و اغیار نے — مگر کچھ نہ مانا دل زار نے
جواں نے کسیکا نہ کہنا سنا — رفیقوں نے افسوس سے سر دھنا
جہکا یہہ بت دلستاں کیطرف — جہکا بت خدائے جہاں کیطرف
جو یاں رخ ہے بت الصنم کیطرف — تو سجدہ میں بت ہے حرم کیطرف

کبھی لمس یاں رخ ہے قامت کبھی — کبھی واں ہے سجدہ اقامت کبھی
یہاں رات دن نالۂ جاں گداز — وہاں دن کو روزہ ہے شب کو نماز
یہاں شب کو یادِ بتِ بے ریا — وہاں رات بھر طاعتِ کبریا
یہاں ہر گھڑی زلف و رخ پر نگاہ — وہاں ہے سیاں سجدہ سے شام و پگاہ
یہاں رات دن چینِ ابرو پہ نظر — وہ محرابِ طاعت میں خم سر بسر
نگاہوں میں یاں دیدۂ یار ہے — تو خوفِ خدا سے وہ خونبار ہے
ادھر دیدۂ دلربا پر نظر — وہاں رات دن ہے خدا پر نظر
رگڑتا ہے بھی ناک جس ناک پر — وہی ناک سجدہ میں ہے خاک پر
یہاں وصفِ لب لبِ یار کا — وہاں ذکرِ لب پہ ہے ستار کا
زباں پر یہاں ہے دہن کی ثنا — وہاں لب پہ ہے پنجتن کی ثنا
ادھر سے ملاقات کے ہیں پیام — وہ سنتے نہیں اس طرح کے کلام
ادھر سے ہے اصرار انکار پر — صنم کو ہے انکار انکار پر
وہ سنتی نہیں وصل کے نام کو — سمجھتی ہے دشنام پیغام کو
اسی طور سے عاشقِ نیکنام — ہر اک ماہ میں بھیجتا تھا پیام
بلا کر کسی شخص ہشیار کو — پڑھایا کہ کہیو یہ دلدار کو
نہ تم دشمنِ دین و ایماں بنو — رہو بت مری جاں مسلماں بنو
ستاتی ہے اب آہ و زاری مجھے — دکھا شکل پھر اک باری مجھے

اگر عرض سنکر کنارہ کیا
سمجھتا ہی خوش ہمارا کیا

نہ دنیاء فانی میں گو ہم رہے
مرا خون گردن پہ ہر دم رہے

اسے خواہش دل پہ ہی اختیار
یہہ ہی توسن نفس پر خود سوار

اسے شرم آتی ہی پیغام سے
لہو خشک ہی وصل کے نام سے

غرض ہر طرح سے ہٹایا اسے
اسی راستہ پر جو پایا اسے

ہوئی تنگ بدنامیوں سے پری
زیادہ جو شہرت ہوئی کچھہ بڑی

جو سمجھی کہ وہ باز آتا نہیں
جو چیز کا ہی پہ دور جاتا نہیں

بلا کر کہا یہہ کسی شخص کو
کہ عاشق کو کہتا کہ اے نیک خو

نصیحت تجھے کی ہر اک راہ سے
ڈرا تو نبی سے نہ اللہ سے

کہا، یہہ سیہ منہ ہمارا نہ کر
کنایہ نہ کر کچھ اشارہ نہ کر

ہہی کچھہ کہا تو نے مانا نہیں
تجھے کیا خدا کو بھی جانا نہیں

مجھے جلد مطلب سے آگاہ کر
کہ عاشق تو ہی کونسی چیز پر

گیا لیکے پیغامبر جب پیام
کیا اسکا مشتاق نے احترام

ادب سے محبت سے تسلیم کی
بٹھایا اسے سر سے تعظیم کی

سنا تھا جو قاصد نے آکر کہا
جو اس سے سنا اس سے جاکر کہا

عیاں ہوگیا جبکہ دلدار پر
کہ مرتا ہے وہ چشم بیمار پر

تو ہاتھوں میں چاقو سنبھالا وہیں
دو آنکھوں کو اپنی نکالا وہیں

طبق ہیں وہ رکھیں کیا کب قلق | کسی شخص کے ہاتھ بھیجا طبق
جتایا کہ یہ بات کہنا ضرور | کہ آنکھوں نے میری کیا تھا قصور
یہ آنکھیں نہیں اب مری کام کی | جو دیکھا تجھے ہیں تری کام کی
جو کرتی تھی نامحرموں پر نگاہ | نکالی گئی اس لیے رو سیاہ
جو مشتاق کے پاس لایا طبق | پڑھایا تھا جو کچھ سنایا سبق
دیا اک قلق عاشقِ زار کو | کیا اور بیمار، بیمار کو
پشیماں بہت دلمیں ہوتا ہوا | علیؑ کے گیا پاس روتا ہوا
طبق آپکے روبرو جب دھرا | یہ کہنے لگے خیرِ دوسرا
خطا کی صنم کا جو دیکھا جمال | کیا کچھ نہ دلمیں خدا کا خیال
وہ بولا کہ اے خاصۂ کبریا | خطا کی بُرا کام میں نے کیا
ہوا اب تو بدنام توبہ مری | کرونگا نہ بد کام توبہ مری
جواں یہ غرض کر رہا تھا بیاں | ضعیفہ بھی آئی کوئی ناگہاں
قدم پر گری آپکے بار بار | کیا حال بیٹی کا سب آشکار
ترس آگیا آپ کو دیکھ کر | کہا اے ضعیفہ نہ رو اسقدر
نظر کر خدا پر نہ کر یاس تو | کہ دختر کو لے آ مرے پاس تو
ضعیفہ گئی گھر میں آئی شتاب | پکڑ کر اُسے ساتھ لائی شتاب
قدم پر گری دخترِ دل فگار | پھری گرد صدقہ ہوئی بار بار

دہریں کا سہ سر میں آنکھیں شتاب | تو کی ایک چادر کی منہ پر نقاب
پڑہا جلد آنکھوں پہ کچھہ شاہ نے | عطا کی اُسے آنکھہ اللہ نے
دیا اُسکو دو نوجہانکا شرف | ادہر آنکھہ روشن تہی منہ اسطرف
رخ پاک آنکھوں سو آیا نظر | دوبارہ تصدق ہوی آپ پر
ہوئے لوگ آگاہ اعجاز سے | کہا آفریں سب نے آواز سے
علیؑ پر سلماں تو قرباں ہوے | یہودی تہی جتنے مسلماں ہوے
علیؑ نے کہا پہر کہ اے نیک زن | جواں نو اُٹہائے ہیں رنج و محن
مصیبت اُٹہای تری چاہ میں | نہ کچھ بات پای تری چاہ میں
ترے عشق میں رات دن نے ملول | مناسب ہے تو بہی اسے کر قبول
وہ بولی کہ ای خسرو بحر و بر | کنیزک کی یہہ عرض ہے مختصر
کوئی اور رہو عاشق زار ہو | جسے بخشدو آپ مختار ہو
ہوا شاد پہر اشرف الاوصیا | پڑہا عقد دو نو کو رخصت کیا
حضوری میں آئی تہے روتے ہوے | گہر دونکو گئے شاد ہوتے ہوے
دلوں کی ہوی دور سب بیکلی | زباں پر تہا وصف جناب علیؑ

ذکر ایک بادشاہ کا

ہے ساقیا رات دن یاس میں | ہمیں آب ملتا نہیں پیاس میں

ہمارا ہی دل ایک بیتاب ہے | جہاں تیری ہاتھوں سے سیراب ہے
کوئی جام پی لیں اگر ایکبار | کھلے غنچۂ دل میانِ بہار
جو سایہ ہو ہم پر یدُ اللہ کا | کریں عرض قصہ کسی شاہ کا
کیا نظم جسنے اسے پیشتر | لکھا فارسی میں مگر مختصر
پھر تھی اختصارِ سخن سے مراد | سنیں شوق سے صاحبِ اعتقاد
یہہ شاعر کا ہی فارسی میں بیاں | اسی سے سمجھہ لیں گے خرد و کلاں
چھل روز ایں راکسے بشنود | مرادش بدارین حاصل شود
عجب کیا مرادیں جو ہوویں حصول | عبادت ہے ذکرِ وصیِ رسول
جو تھا مختصر طول میں نے دیا | کہ اُردو میں پھر فارسی سے کیا
کوئی شاہ یاں صاحبِ داد تھا | بہت فوج تھی ملک آباد تھا
خزانوں میں دولت خداداد تھی | سبھی چیز تھی پر نہ اولاد تھی
جہاں میں بہت کی دوا و دعا | نہ حاصل ہوا گوہرِ مدعا
نہ دیکھا بغل میں جو فرزند کو | بلایا وزیرِ خردمند کو
جو حاضر ہوا پھر کہا ای وزیر | ملا خاک میں سب یہ تاج و سریر
مرض کا بہت اپنے چارہ کیا | مقدر نے کچھ بھی نہ یارا کیا
بنا جلد اک حجرہ بے نظیر | چھڑک مشک و صندل گلاب و عبیر
تکلف سے سب قصر و دیوار ہو | خبر کر جو حجرہ وہ تیار ہو

نہ ٹھہرا مگر جب حکم پا کر وزیر
بنایا بس اک حجرہ دلپذیر

جو حجرہ کی پائی خبر شاہ نے
کیا پھر تو حجرہ میں گھر شاہ نے

نہ پھر سلطنت کا ذرا غم رہا
دعا میں غرض محو ہر دم رہا

کسی وقت جاگا کبھی سو گیا
جو بھوکا رہا ناتواں ہو گیا

کسی روز آئے علی خواب میں
ہوئی دور سب بیکلی خواب میں

کہا آپ نے کر نہ آہ و فغاں
رہے تیرا دختر سے نام و نشاں

اٹھا جس گھڑی خواب سے دیکھ کر
کہا شکر ہے خالق بحر و بر

جو آنکھوں میں ہو مردمک کا نشاں
تو نور نظر ہو اسی سے عیاں

اثر خواب کا دل کے اندر ہوا
یہ بھولا کہ حجرہ سے باہر ہوا

کسی کام کی اب فرصت آئے
بتوں سے پھر اک وقت صحبت آئے

صدف میں جو گوہر نے پایا محل
نکلنے کا بھی آج آیا محل

ہوئی ایک لڑکی حسین اسقدر
جسے دیکھ کر غش ہوں جن و بشر

پدر دیکھ کر کیوں نہ ہو باغ باغ
عطا کی یہی شمع جو مانگا چراغ

کہا ایک عورت نے منہ دیکھکر
کسی کی نہ لگ جائے منہ کو نظر

ہوا ہے تصدق کو حکم خدا
کہ رد بلا ہو کرو زر جدا

زر و مال جب حسب معمول دو
تو پہلے نمازی کو کچھ پھول دو

نہ دیکھو ذرا آہ کا گال یہہ
ہے آتش حسن سے لال یہہ

نہ دندان و لب کو بھی پہونچے ضرر
تصدق کرو اپنے لعل و گہر

جو خیرات پائے کرے یہہ دعا
رہے یہہ دہن موتیوں سے بھرا

ذقن پر فدا نقرہ سیب ہوں
الگ تا زمانہ کے آسیب ہوں

نہ ناحق گلے کا کوئی ہار ہو
فدا اس پہ سلک گہر دار ہو

کرو باغ رشک چمن پر نثار
بت نقرہ ہوں بدن پر نثار

یہہ خسر ہے آفاق میں بے مثال
اسے دلمیں رکھو مثال خیال

نہوئے جدا ایک پل آنکھ سے
الگ ہو نہ یہہ مردمک آنکھ سے

نہ آئے نسیم چمن گال تک
ہوا کو نہو دخل بھی بال تک

جو ہو دامن دایہ سے یہہ جدا
تو دکھلائیو سب کو بہر خدا

جو لی دائیے شمع آغوش میں
کہا سب نے رہیو ذرا ہوش میں

بھی عکس سے سرخ ملبوس تھا
اسے دامن دایہ فانوس تھا

سمجھتی تھی گھر کا اجالا اسے
بڑے ناز و نعمت سے پالا اسے

کروں اسکے بڑھنے کی کیونکر ثنا
جو پہلے شرر تھا وہ شعلہ بنا

بلندی پہ کچھہ سرو قامت ہوا
جو آفت تھا پہلے قیامت ہوا

ہوئی ہر طرف حسن کی دھوم دھام
بڑے شاہزادوں کی آئی پیام

ہوا شعلہ حسن سے ایک رنگ
گرے شاہزادے مثال پتنگ

ازل سے تو سر پر ہے زلف دراز
جھکاتی ہے پاؤں پہ فرق نیاز

جو سر سے اوتر کر پڑی پاؤں میں | ہوئی زلف ٹیڑی گری پاؤں میں
نہ ابرو کی جنبش ہی اک بال ہے | زمیں سے ہی بالا یہ بھونچال ہے
جواں جسگھڑی شاہزادی ہوئی | تو پھر شاہ کو فکر شادی ہوئی
وزیروں سے کی ایک دن بات یہ | مجھے فکر رہتی ہے دن رات یہ
کہ منسوب ہو شاہزادی کہیں | کروں خیر سے جلد شادی کہیں
جو خوبی میں دختر ہے بدر منیر | کوئی شاہزادہ بھی ہو بے نظیر
ہوا جب بحکم شہ بے نظیر | ہر اک ملک کشور میں پھرے وزیر
کوئی شاہزادہ نہ عاقل ملا | ملا بھی تو اسکے نہ قابل ملا
وزیروں نے ہر ملک میں دیکھکر | جو دیکھا کہا شاہ سے سر بسر
کہا جب وزیروں نے ہو کر حزیں | کوئی شاہزادی کے لائق نہیں
تو پھر غیر حالت ہوئی شاہ کی | بڑی دیر تک سوچکر آہ کی
وزیروں نے کی بات آواز سے | خبردار سارے ہوئے راز سے
گئی پھر تو آواز ہی بام تک | ہوئیں خاص باتیں سبھی عام تک
ہوا ایک لونڈی کو سنکر ہراس | گئی رنج میں شاہزادی کے پاس
فقط رنج ہی میں نہ ہو کر کہا | کہا یوں ہنسی میں نہ رو کر کہا
کرے کوئی کیا ایسی صورت عجیب | سبب ہے نہ جسکے ہو وصل حبیب
نہ ایسی ہی حسن و جوانی سے ملے | کہ ڈھونڈے سے جسکا نہ ثانی ملے

کہا نیر ہوئی لاگ اس حسن کو
الٰہی لگے آگ اس حسن کو

کہا شاہزادی فدائے شعور
بھلا اسمیں میرا بھی ہے کچھ قصور

یہ کچھ میری جانب سے ایجاد ہے
جوانی و خوبی خداداد ہے

کہاں میں کہاں حسن یہ شان ہے
یہ لونڈی پہ آقا کا احسان ہے

نہ کرنا کبھی اسطرح کے کلام
بچی قید سے شکر کا ہے مقام

اماں پائی اک شخص کی تاڑ سے
رہا پھول سا دل الگ جھاڑ سے

گلے کا کوئی ہار ہوتا عبث
مرے دل پہ اک بار ہوتا عبث

ہوئی شاد قسمت سے لیل و نہار
ہمیں سب طرح کا ہے اب اختیار

کہیں غم ہوویں کڑہیں جی کہیں
کہیں جا کے بیٹھیں کہیں ٹھہرے ہوں کہیں

اسی میں ہے خوش دل، نہ جوڑا ملا
بھلا ہے نہ کوئی نگوڑا ملا

الگ خلق ہے عشق کے طوق سے
جہاں چاہیں بیٹھیں اٹھیں شوق سے

رہیں غش خدا پاک کی شان پر
خدا پر نظر آنکھ قرآن پر

زباں پر ہو ذکر جناب رسول
سنیں کان وصف علی و بتول

نہ تھی آئینہ سے کبھی کچھ غرض
نہ تھا خود نمائی کا اسکو مرض

لیا ہاتھ میں آئنہ طور سے
لگی شکل کو دیکھنے غور سے

وہ آئینہ اسنے نہ اٹھکر لیا
غضب آپ سے اپنے اوپر کیا

لڑی آنکھ زلف سیہ فام سے
الجھنے لگا آپ دل دام سے

جگر یار کا گل دکھانے لگا
یہہ ہاتھوں کا پالا ہی کھانے لگا

ہوا عشق ابروئے خمدار کا
لگا زخم اپنی ہی تلوار کا

لگا ہونے اپنی ہی مایل ہوئے
غرض اپنے تیروں سے گھایل ہوئے

ذرا آنکھہ پر بھی نہ قابو ہوا
اُسے شیر اپنا ہی آہو ہوا

ہوا انکو سی عارض کے دل داغ داغ
جلا آپ اپنے ہی گل سے چراغ

نہ جلنے کا دل کو ہوا کچھہ خیال
کیا لال لبنے اُسے اور لال

دہن سے ہوئی تنگ غنچہ دہن
ہوئی بیکلی کچھہ نہ نکلا سخن

طبیعت پہ دانتوں سے بڈھ بنی
ہوئی دانت ہیرے کے دل پر کنی

ذقن نے کیا بڑھ کے حیران اُسے
ہوا چاہ چاہ زنخدان اُسے

جو دیکھی ذرا اپنی گردن بلند
لگا دی صراحی نے آتش دو چند

اُسے رنج پستاں سے بڑھکر ہوئے
یہہ پھوڑے بھی چھاتی پہ پتھر ہوئے

پڑی آہ ہاتھوں پہ جب دم نظر
کف دست ملتی رہی بیخطر

زنان کمر سے عجب حال ہے
کہ آئینۂ دل پہ اک بال ہے

نظر کی جو پاؤں پہ معصوم نے
لگی آپ اپنے قدم چومنے

نظر میں بلندی قامت ہوئی
تو پھر اور برپا قیامت ہوئی

لگی کہنے مقصود حاصل ہوئے
کہ ہم آپ اپنے ہی قابل ہوئے

لگا آئینہ رہنے پیش نظر
محبت میں اپنی ہوئی بیخبر

نگہ سے جو انکی وہ گھایل ہوئے — تو اپنے ہی کشتو نمیں شامل ہوئے
کسی سے نہ دنیا میں کچھ کار تہا — فقط آئینہ سے سروکار تہا
جو کی شہ نے دختر کے اوپر نگاہ — ہوئی دیکھہ کر شکل حالت تباہ
کہا پہر بہ ہول سے ہو بیقرار — مددگار تیرا ہے پروردگار
یہہ کہکر رہا پہر نہ اندوہگیں — ہوا جا کے حجرہ میں گوشہ نشیں
دعا کرتے کرتے جو رونے لگا — ہوئی بیخودی سی تو سونے لگا
نظر آئے مشکلکشا خواب میں — ہوا چین کچھہ جان بیتاب میں
کہا بادشہ سے نہ ہو ول ملول — دعا کی خدائے جہاں نے قبول
نصیبوں میں دختر کے اب زوج ہے — وہی مالک کشور و فوج ہے
بتایا اُسے خواب میں سب نشاں — کہ وہ ملک ہے اس طرف ہے مکاں
اُٹھا خواب سے جب شہ نامور — سمایا نہ حجرہ میں پہر پہول کر
جو کچھہ خواب میں شہ کو آیا نظر — وزیروں پہ ظاہر کیا سر بسر
بیاں خواب کا جب فسانہ کیا — کسیکو وہیں سے روانہ کیا
بتائے سبہی مہ لقا کے نشاں — زمین و مکاں کے کئے سب بیاں
مقدر کی تائید سے ناگہاں — جہاں اسکو جانا تہا پہنچا وہاں
بتائے تہے جو کچھہ نشان زمیں — قرینہ سے پائے میان زمیں
زمین و مکاں دیکھتا تہا وزیر — نظر آگیا ایک ماہ منیر

جواں کوئی بیٹھا ہے اک تخت پر — ٹھہرتی نہیں ہے نگہہ رخت پر
وزیر خردمند نے بڑھ کلا — کہا دیکھہ کر منہ کو صلّ علیٰ
تعجب سے کہنے لگا شان ہے — کہ دنیا میں ایسا بھی انسان ہے
کہا شکر ہے مہ لقا ہے یہی — نشان گل مدعا ہے یہی
ادب سے کیا اسطرح پھر خطاب — مجھے عرض کرنا ہے کچھ ایجناب
سفر میں ہارا دن صبح و شام — زیارت ہوئی شکر کا ہے مقام
بڑھا پاؤں سے سر سے مجرا کیا — کہا پھر کہ اے خاصۂ کبریا
ہوئی مجھہ کو امید سب آپ سے — کہوں حاضری کا سبب آپ سے
کہا، کچھہ کہیئے زباں سے جناب — وہ ظاہر ہے پہلے بیاں سے جناب
اٹھائے ہیں تمنے صعوبت سفر — کوئی روز ٹھہریں یہاں بے خطر
غبار سفر جب گھڑی دور ہو — چلیں آپ یاں سے جو منظور ہو
بسر دو مہینے کئے شوق سے — اٹھا جی تو پھر چلدیئے شوق سے
بہت جلد دونو نے طے راہ کی — میسر حضوری ہوئی شاہ کی
جواں کو کہا دیکھکر شاہ نے — اثر کچھہ کیا نالہ و آہ نے
مجھے بخت کا اب نہیں کچھہ گلا — پسر آج دختر سے بہتر ملا
وہیں پھر کہا شاہ نے اے وزیر — جو وہ بے بدل ہے تو یہہ بے نظیر
یہہ کہنے لگا وصفت کی راہ سے — ملا مجھکو یوسف بڑی چاہ سے

کرو آج درباریونکو خبر — محبت سے دیکھیں جمال پسر

کیا چوبداروں نے سب انتظام — ہوئے جمع سارے خواص عوام

بدل کر قمر رو نے اک پیرہن — کیا بزم شاہی کو رشک چمن

نظر رخ پہ کی شاہ نے غور سے — کہا پھر وزیروں کو اک طور سے

جو خال سیہ بر سر عین ہے — اسی ایک نقطہ سے وہ غین ہے

سر لام ملتی ہے اعجاز سے — الف قد زیبا ہے انداز سے

دہن میم ہے دیکھو لاکھہ بار — کہ ہے عین قدرت سے چشم یار

مقدر سے ہے لام زلف سیاہ — بھنویں یائے کج ہیں یہہ لو نگاہ

عیاں نصف چہرہ سے نام علیؑ — تو ثابت ہے سب سے غلام علیؑ

یہی ایک ہے مہ جبیں لاکھہ میں — جواں لاکھہ میں ہے حسیں لاکھہ میں

ثنا کی محبت سے رخصت کیا — یہہ اک خاص نوکر کو سمجھا دیا

کہ ہے قلعہ کے بیچ میں اک مکاں — وہیں پر یہہ ٹھہریگا غنچہ دہاں

بنائے ہیں جتنے مکاں باغمیں — رہے جاکے سرور واں باغ میں

گیا شاہزادہ میان چمن — کروں مختصر کچھہ بیان چمن

چمن میں مکاں صاف بلّور کے — کروں ٹرہ کی تعریف ہیں نور کے

قرینہ سے آباد سارے مکاں — یہ صحن چمن سے کنارے مکاں

جواں نے کیا باغ میں جب مقام — محل میں تھے چلتے خواص عوام

تو کرنے لگے چلمنوں سے نگاہ ۔ جو دیکھا پکارے خدا کی پناہ
ہٹو لٹ قیامت کا ساماں ہوا ۔ مسیحا یہاں قابض جاں ہوا
جو دیکھو اسے آج بیجا کرو ۔ نہ سینہ سے باہر کلیجہ کرو
گھروں کو چلو جلد اک آن سے ۔ جو ٹھہرے گئے پھر دل و جان سے
کہا ایک نے آپ چپکے رہیں ۔ خدا کے لیئے کچھ نہ منہ سے کہیں
موئے آج ہم جب اسے دیکھ کر ۔ جئیں گے بھلا پھر کسے دیکھ کر
جو مرنا ہے شوق اجل چاہیئے ۔ کہ مرنے کو ایسا محل چاہیئے
جو ایسے پہ ہم جان کھو کر مریں ۔ تبھی ہیں عزیز ہم نہ رو کر مریں
کہ دیکھی نہیں نہ ہرگز کمی ۔ زمانہ میں ایسے کہاں آدمی
پکاری یہ دایہ ڈرو شاہ سے ۔ ڈرا خوف دل میں کرو شاہ سے
اسے دیکھنے سے تو سیری نہیں ۔ نہیں سب میں رائے میری نہیں
سبھی کا اگر ایک ہو مشورا ۔ چلو شاہزادی کو چھیڑو ذرا
وہ کہتی ہے دنیا میں مجھ سا نہیں ۔ اسے بھی تو اسکو دکھاؤ کہیں
بھلا دے وہ سب کچھ اسے دیکھکر ۔ کہ حیراں ہوئے تم جسے دیکھ کر
سنی جس گھڑی بات حسب مراد ۔ محل میں چلیں سب گئیں شاد شاد
سبھی نے ٹھہر کر ذرا دم لیا ۔ بیاں ایک نے بے تامل کیا
تمہیں تو نہیں خوبصورت بڑی ۔ جو دیکھا کرو آئینہ ہر گھڑی

ہوئی سیر اپنے ہی لب چاٹ کر
مزا یوں ہی ملتا ہے کب چاٹ پر

مزا دل اُٹھاوے وہاں آپکا
کسی کی زباں ہو وہاں آپکا

کہلے پھر طبیعت وہاں آپکی
کسی کے تو لب ہوں زباں آپکی

نہو شاد اپنا ہی مُنہ دیکھ کر
نظر چاہیئے اب کسی اور پر

نہ سمجھو کوئی اور مجھ سا نہیں
کہ اچھوں سے اچھے ہیں حاضر یہیں

یہاں ایک پر ایک کو فوق ہے
دکھاؤں اگر کچھ تمہیں شوق ہے

کسی آئینہ رُو کو دیکھا ابھی
نہ لوہا تھا میں آئینہ پھر کبھی

پڑی ہے نظر ایک انسان پر
پری کی قسم ہے بنی جان پر

اوڑائے پری کو وُہ اِنسان ہے
الگ ہے جو سینہ سے وہ جان ہے

مری بات سُنکر نہ مانو ابھی
ابھی دیکھ لو تم تو جانو ابھی

وہ انساں ہے آئے مزا دیکھ کر
اِدھر جائے دل جان آئے اُدھر

سراپا یہ اپنے نظر سے تمہیں
کسی اور کی کب خبر ہے تمہیں

دکھاؤں وہ گیسو مری جاں تمہیں
کریں جو مہینوں پریشاں تمہیں

جسے دیکھکر جان بیکل رہے
اُلجھ کیا نہ زُلفوں میں ہی بل رہے

جو اُلجھے وہاں کب سُلجھنے لگے
یہ سُلجھا ہوا دل اُلجھنے لگے

نظر آئی کاکل اگر خواب میں
رہو پھر تو شام و سحر خواب میں

ادب سے جو لونڈی جگائے تمہیں
کھلے آنکھ جب نیند آئے تمہیں

ذرا آپ دیکھیں اگر آنکھ کو — لگے اِس نظر سے نظر آنکھ کو
گراں ہو وہی اپنی نظر آنکھ میں — سمائے وہی آنکھ ہر آنکھ میں
اگر آنکھ سے آنکھ وہ دور ہو — تو پھر آبلہ ہو کہ ناسور ہو
پھر رویا کرو چشمِ تر کی قسم — بہیں پاؤں تک اشکِ تر کی قسم
نہ سِلکِ دُرِ اشک توڑو کبھی — گلے سے لگا کر نہ چھوڑو کبھی
کماں ہووے ابرو کہ تلوار ہو — وہ کچھ ہو گلے کا مگر ہار ہو
رہے وہ ہی محرابِ پیشِ نظر — کرو سجدۂ شکر شام و سحر
اگر آج ہیں آپ بدرِ کمال — نظر میں ہیں پر وہی دو ہلال
کھینچی ناک سے دل پہ سیدھی لکیر — ہو شیدا ہزار اوسی پر فقیر
اگر دیکھ لو آج رخسار تم — جو ہو پھول بھی پھر ہو خار تم
زباں بند ہو لب جو آئے نظر — لبِ تر کو ہو خشک منہ دیکھ کر
نہ پھر آج گل کی کلی سے پڑے — پڑے بھی تو نامِ علیؑ سے پڑے
لبِ بام بیٹھی ہو غنچہ دہن — کہاں تم نے دیکھا ہے چاہِ ذقن
کہاں تم ہو واقف ابھی چاہ سے — اگر ڈوب نکلو کبھی چاہ سے
جو گردن کوئی دیکھ پاؤ ابھی — خجالت سے سر کو جھکاؤ ابھی
نظر اُسکے سینے پہ دشوار ہے — خدا جانے کیا اسمیں اسرار ہے
تمہارے تو ہاتھوں کے ہیں طور کچھ — جواں کی مگر ہاتھ ہیں اور کچھ

وہ بیعت ہیں سنت خدا سے ڈرو ... ابھی اسکے ہاتھو پہ بیعت کرو
وہاں پر نشان کمر چاہیے ... تمہیں دیکھنے کو نظر چاہیے
ہنسی میں جو بیٹھو تو لڑ کر اٹھو ... جو دیکھو قدم پاؤں پڑ کر اٹھو
رخ چشم و ابرو کو سب دیکھہ لو ... قیامت کو سنتے ہیں اب دیکھہ لو
سنو تم نہ باتیں ہیں بیٹھکر ... اٹھو دیکھہ لو اب کہیں بیٹھکر
نگاہیں کرو سرو کی آڑ میں ... اسے کیا خبر بھول ہی جھاڑ میں
پہچانا کہ ہے شاہزادہ جواں ... مگر ہی بہت سیدھا سادہ جواں
قیافہ سے جانا یہہ میں نے وہیں ... کہیں سنے عورت کو دیکھا نہیں
ہمیں دیکھکر آپ شرما گیا ... ہنسے ہم تو رونا اسے آگیا
کیا عندلیبوں سے گل نے حجاب ... چکوروں سے پہیکا ہوا ماہتاب
زیادہ حقیقت میں گو سن نہیں ... ہنسی میں جو روئے تو وہ دن نہیں
تمہارے ہی اب ہاتھہ انصاف ہے ... کہ دیکھو تو منہ آئینہ صاف ہے
جو دیکھو گل حسن کو بھول کر ... نہ منہ اپنا دیکھو کبھی بھول کر
ابھی حسن خوبی پہ مغرور ہو ... مرض خود نمائی کا سب دور ہو
تو ہے شاہ کے بعد ظل الٰہ ... تری جھوٹ کھاؤں قسم ہی گناہ
یہہ صورت تو فرقان کی ہی جگہہ ... ترا سر بھی قرآن کی ہی جگہہ
یقیں کر تجھے ہے سر سر کی قسم ... نہیں جھوٹ یہہ تیرے سر کی قسم

کہا شاہزادی نے سنکر کلام — عبث مجھپہ نخوت کا ہے اتہام
جو منہ دیکھنے کی گنہگار ہوں — تو اس شکل سے میں بھی بیزار ہوں
بہا تو تمہیں کو دیا آئینہ — خطا کی جو مینے لیا آئینہ
جو ہو آئینہ کی ضرورت کبھی — قسم تو جو دیکھوں میں صورت کبھی
جو کی میں نے توبہ نہ مجھسے لڑو — خدا کے لیئے اب پیچھے پڑو
کرو تنگ اتنا نہ احباب سے — خطا ہی تو ہوتی ہے انسان سے
جہاں میں نہووے جسے کچھ مرض — مسیحا سے اسکو بھلا کیا غرض
نہیں جب تمنائے آب بقا — پھریں خضر کے ساتھ کیوں جا بجا
جسے آج مطلق نہ کچھ پیاس ہو — اسے کیا اگر چاہ بھی پاس ہو
تو پھر کیا کرے ہے سوال طعام — نہو بھوک جب پھر کیا خیال طعام
پریشاں جو ہو زلف کو دیکھ کر — کرے کس طرح زلف پر وہ نظر
گراں بار سرمہ ہو جب آنکھ میں — سمائے کوئی اور کب آنکھ میں
زمانہ میں معشوق و عشاق ہیں — تو ہم آپ اپنے ہی مشتاق ہیں
کہا ہمنشینوں نے رشک قمر — ہمیں چھیڑ منظور تھی اسقدر
نظر آئینہ پر کرو تم مدام — نہ اتنا کہ چرچا کریں خاص عام
سبھی چیز کا دیکھنا خوب ہے — بس اک چیز کا شغل معیوب ہے
کنارہ حسینوں سے کرتے نہیں — فقط اپنی صورت پہ مرتے نہیں

بیاں جبکہ ہر طرحدار سے تعشق ہوا دل میں گفتار سے
پلا ساقیا بھر کے جام بلور زیادہ نہو نشہ کچھہ ہو سرور
جہاں میں نشان خوشی ہے کہاں بھلا ذکر شادی کا کریں یہاں
بلاتے ہیں وہ دولہا دلہن کو قریب بچھڑ جائینگے چار دن میں غریب
فقط خندۂ گل ہنسے تھے یہاں ہنسی ہیں ہی کریں خوشی کا بیاں
جو نزدیک آیا وہ روز سعید تو حاضر ہوئے سب قریب بعید
بڑے شاہ آئے بڑی شان سے سواروں سے فیلوں سے سامان سے
ٹھہرنے کو اچھے ٹھکانے ملے قرینہ سے موقع سے کھانے ملے
ہوا عقد جس دم شب طور کو تصدق کیا زیور و نور کو
کروں مختصر اب بیان جہیز دیا ملک سارا میان جہیز
غرض تھی جواں کی نہ کچھہ لیجیے تمنا تھی سلطاں کی سب دیجیے
کبھی کچھہ ملا اور کبھی کچھہ ملا زر و نقد و زیور بھی کچھہ ملا
خدا کے لیے سب تصدق کیا دیا جس نے اسکو اسی کو دیا
نہیں یہہ کوئی چیز بہتر نہ کی مگر شرع سے بات باہر نہ کی
ادہر ملک دولت سے ساماں ہوا ادہر غیب قدرت سے ساماں ہوا
ملے غیب سے خلعت و پیرہن وہ تھے رخت جسے ہو فخر بدن
جو خلعت دلہن کو روانہ ہوا تو دنیا میں اسکا فسانہ ہوا

کہا ایک نے ہے عجب پیرہن
یہہ حلّہ ہے جنّت کا رشک چمن

دلہن کے لیئے حلّۂ نور ہے
وہ پہلے پری تھی تو اب حور ہے

صفائی نہ کیونکر ہو پوشاک پر
کہ دہوئی گئی ہے یہہ افلاک پر

بگڑتے ہوئے دیریاں کیا لگے
نہ دیکھو نظر سے نہ دہبا لگے

کہا ایک نے کچھہ نہ فرمایئے
دکہانے کی چیزیں ہیں کہلایئے

نگاہوں سے بچنا ہے اسکا محال
کہ پکڑیگا دامن کو دست خیال

بچانے سے بچتا ہے کپڑہ کہاں
محافظ ہے وہ جسنے بہیجا یہاں

نزاکت کو اوسکی لکھوں کیا مجال
ہوئی بال سر کے بہی سر پہ وبال

اونر کر جو سر سے پڑی پاؤں میں
ہوئی زلف بیڑی کڑی پاؤں میں

اشارہ ہے ابرو کے اک خال ہے
زمیں سے ہی بالا یہہ ہو چال ہے

جو دنبالۂ سرمہ چشم ہے
اسی سے غضب میں ہی پرخشم ہے

نہیں چین چشم طرحدار کو
یہہ گنڈہ بہی بہاری ہے بیمار کو

کسی سے کرے بات کیا پیار سے
دہن تنگ ہوتا ہے گفتار سے

نہیں چین دل کو کسی بات میں
پڑی ہے نزاکت کے وہ ہاتھہ میں

جو تار زری کے بہی نشتر ہوئے
چہدا کر نگر کان مضطر ہوئے

کیا پہر جو بنکوں نے گہر کان میں
ہوئی ہیجان آن کی آن میں

دل نازنین مضطرب آہ تہا
اُسے کوہ ہر دم پر کاہ تہا

دہن میں جو تنکوں سے تنکا کیا
نہ پھر آج تک نام ان کا لیا

بڑھا دل نہ زیور کی تعریف سے
ہوئے کان کانوں کی تکلیف سے

رہے نورتن صاف تن سے الگ
ہوئیں بالیاں بالہ پن سے الگ

ہوا آہ بالا نہ مس کان سے
رہا بالا، بالا ہی بس کان سے

خواصوں نے باہم کیا مشورہ
کہ شادی میں ہوے تکلف ذرا

نہیں آجکل کچھ ادب کا مقام
پنہاوا سے آج زیور تمام

پہننے کو جس وقت جھومر دیا
تو ماتھے پہ بس ہاتھ کو رکھ لیا

کہا، شاہزادی نے پھر بار بار
مجھے اچھا لگتا نہیں یہ سنگار

جدا ہیں عبث کان کیوں نوک سے
گریں کیوں کرن پھول کی جھوک سے

جو جھومر کو دیکھیں تو ہمسر نہیں
خریدیں بلا درد سر ہیں نہیں

اگر ہار پہنوں نہیں شوق ہے
یہ چنپا کلی بھی مجھے طوق ہے

جو خلخال سے پاؤں بھر پائے زیب
قدم پاک ہوں خاک میں جائے زیب

کہا اُن کے لونڈی نے آواز سے
پہنائیں گے زیور یہ انداز سے

بندھی زلف موباف سے جکڑی
کہا سب نے بادل پہ بجلی پڑی

فقط ایک ہی ہار پہنا دیا
جو گل تھا تو پھولوں کا گہنا دیا

ہوئی کچھ نہ زیور کے پہنے سے زیب
قمر کی ہو کیا خاک گہنے سے زیب

جو پہلے ہی زیور یہ پہنا نہیں
تو اب ہے یہ پھر روپ گھٹتا نہیں

نہ آتا تھا پھولوں کی چادر پہ خواب | اُسے بار تھی چادر ماہتاب
بدن پر یہہ پشواز تھی شعلہ ور | کہ ہو رات کو جیسے جگنو کا پر
گُلوں کے بھی زیور سے بیزار تھی | رگِ گل اُسے نشترِ خار تھی
گراں ہو اُسے جسم پہ پیرہن | مگر ہو گیا ہے وہ جُزوِ بدن
جو ہو ایک قدرت سے سینہ پہ تل | اسی کو سمجھتی ہے چھاتی پہ سل
سرائے میں اب دخترِ شاہ ہے | مسافر ہے اور بر سرِ راہ ہے
کئی روز رخصت کے ساماں ہوئے | جو تھے میزباں اب وہ مہماں ہوئے
جو شادی میں ہو اب الم کا بیاں | ہنسی میں کریں آج ذکرِ فغاں
نزاکت طرحدار کی دیکھہ کر | ہوئی ہو نظر سختی سوت پر
رہیگی نزاکت نہ یہ اُس گھڑی | جو پنجہ میں شیرِ اجل کی پڑی
ابھی ہو گراں چادر ماہتاب | کبھی منہ پہ فرشِ زمیں ہو نقاب
ابھی کوہ ہے یہہ غبارِ زمیں | پڑے سر پہ اک روز بارِ زمیں
ابھی ہو نزاکت بھی اک روز میں | چلے زور کب جب گئے گور میں
زمیں کے تلے جس گھڑی سو دیئے | نہ کیونکر نزاکت کو پھر رو دیئے
بہت ہم نزاکت کو دیکھا کیے | تو روتے ہیں اب نازنیں کو لیے
ہمیشہ جو نازو نعم سے پلے | وہ زندہ ہی مُردہ کی صورت چلے
کروں آہ رخصت کا کیونکر بیاں | کہ آنسو ہنسی میں ہیں میرے رواں

پدر کی بیاں بیقراری لکھوں | کیا درکی اب آہ و زاری لکھوں

جو چھاتی لگا کر ہوا بیقرار | تو کہنے لگا خسرو نامدار

کہیں اور اسکے سوا کیا تمہیں | خدائے دو عالم کو سونپا تمہیں

لیا پھر تو مادر نے آغوش میں | کہاں آہ دونوں رہے ہوش میں

کہا شاہزادی نے رو کر ادہر | کیا آپنے سخت ہم سے جگر

یہیں ایک کونہ میں ڈالو ہمیں | بلا کی طرح مت نکالو ہمیں

جہاں ہیں محل میں کنیزیں ہزار | انہیں میں ہی لونڈی کا ہووے شمار

چڑھوں سر نہ زلف دوتا کیطرح | رہوں پاؤں میں نقش پا کیطرح

ہمیشہ تو آنکھوں میں پالا ہمیں | نگاہوں سے اب دور ڈالا ہمیں

کبھی تھی ہماری جگر میں جگہہ | نہیں آج افسوس گھر میں جگہہ

یہی عرض ہی آج بہر خدا | کلیجہ سے اماں کرو مت جدا

کہا ماں نے پیاری یہہ کیا بات ہے | تمہارے لیئے سب طلسمات ہے

مہیّا ہے گوشہ ہمارے سیلئے | یہہ سب سلطنت ہے تمہارے لیئے

کلیجہ کو کرتا ہے کوئی جدا | مگر کیا کریں ہے یہہ حکم خدا

یہی سب زمانہ کا دستور ہے | تو اس سم سے ماں بھی مجبور ہے

سنا یہہ جلیسوں سے رو کر ملی | ملی بھی تو اک جان کھو کر ملی

دل و جاں کو بیچین کرنے لگی | کہ شادی میں یوں بین کرنے لگی

سدا دل کو رونے سے نفرت رہی | ہنسی سے ہمیشہ ہی رغبت رہی

گئے دن ہنسی کی ہنسی میں گزر | ہوا اب تو رونا ہی مدِّ نظر

جدائی کی ساعت ہے سر پہ کھڑی | غنیمت ہے رونیکو بھی یہہ گھڑی

یہہ موقع ملیگا کہاں روئیے | یہاں کی ہنسی کو یہاں روئیے

نہ رونے کو آنکھوں سے کم کیجئے | تو شادی میں اپنا ہی غم کیجیے

کہاں بیٹھنا ساتھ سونا کہاں | کہاں وہ ہنسی اور یہہ رونا کہاں

جدائی میں جو زد و کلاں رونینگے | یہہ ملکر بھی رونا کہاں رونینگے

چلے جس جگہہ واں سے ہلنا کہاں | کہاں پھر اپنا ہم ملنا کہاں

یہی جانیو تم قضا کر گئی | سمجھنا یہہ جیتے ہی جی مر گئی

جدا اور ان تو مر کر ہوئے | وہ ہم ہیں کہ مرنے سے پہلے موئے

کسی کا ہوا ہو کہیں اختیار | ہمیں آہ اپنا نہیں اختیار

جو پھرتے خوشامد سے یاں وہ پھر | ہنسیں تو ہنسیں روئیں ذرا بیٹھکر

جدا ہیں تو ہوتی ہوں آپ سے | شکایت ہے یہہ میری ماں باپ سے

کہا پھر جلیسوں نے ہم کیا کہیں | تمہاری طرح ہم بھی مجبور ہیں

جدا کون کرتا رُلا کر تمہیں | جگر میں ہی رکھتے چھپا کر تمہیں

دو آنکھوں کے اندر بٹھاتے تمہیں | ان آنکھوں کی پتلی بناتے تمہیں

کریں کس سے فریاد اے مہ جبیں | ہماری کوئی بات سنتا نہیں

الگ عورتیں آہ رو کر ہوئیں ‏ جلیسیں جدا جاں کھو کر ہوئیں
دیا بادشہ نے سبھی ملک و مال ‏ کیا پر نہ دولہا نے مطلق خیال
سبھی فوج و نوکر کنیز و غلام ‏ کیئے ساتھ پھر حفاظت تمام
نہ رکھی غرض حشمت و جاہ سے ‏ ہٹایا سبھی فوج کو راہ سے
کنیزیں تو ہمراہ تھیں بیشمار ‏ حفاظت کو رکھیں فقط تین چار
کئی روز کے بعد مرد جواں ‏ جہاں اسکو آنا تھا آیا وہاں
کہاروں کو پھر واں سے رخصت کیا ‏ دیئے اسپ اماں سے رخصت کیا
دلہن کے محافہ کو رکھا جہاں ‏ وہاں سے ہی دیکھے دو کوہ کلاں
بیاں ہو سکے کچھہ نہ جنکی طرح ‏ سپید و سیہ رات دن کی طرح
دکان طلائی دو گنج عجیب ‏ کہ دو خوان نعمت دو برج عجیب
جواں نے دلہن سے کہا اے حبیب ‏ پہاڑوں سے ہر چیز ہو گی نصیب
خدا سے ہر اک وقت رکھو امید ‏ جو مانگو گے بخشے گا کوہ سفید
یہہ کہہ کر کہا بند آنکھیں کرو ‏ رہو یوں ہی دم بھر نہ جی میں ڈرو
گھڑی بعد اگر آنکھہ پھر وا کرو ‏ جو کچھہ حال دیکھو نہ پروا کرو
نہ گھبرائیو اپنے دلمیں کبھی ‏ تمہارے لیئے ہیں وہ ساماں سبھی
یہہ کہتے ہی دولہہ روانہ ہوا ‏ وہاں اور کچھہ کارخانہ ہوا
ہوا آپ قصر منور بلند ‏ زمیں کا ہوا چرخ سے سر بلند

مکانِ مطلا کا وہ رُوپ ہے — جہاں چاندنی فرش کی دھوپ ہے
کرے فخر کیونکر نہ دنیا کی زشت — کہ دوزخ نے پایا مکانِ بہشت
زمیں کو ملے اس طرح جب محل — تو ہے چرخ کو رشک کا اب محل
گلوں سے مکانوں میں نقش و نگار — خزاں سے الگ ہے چمن کی بہار
جو دن میں ہیں فانوس بلّور کے — وہی رات کو جھاڑ ہیں نور کے
کہیں گل مکانوں میں بوٹا کہیں — نظر کی جہاں پر رہے پھر وہیں
کریں پھول دن میں معطّر دماغ — وہی شب کو روشن سجا کے چراغ
سبھی کچھ ہے موجود حور و قصور — جوانِ بہشتی کا ہے اک قصور
جو دولہا نگاہوں سے غائب ہوا — تو نقشہ دُلہن کا عجائب ہوا
ابھی تھا دماغ پری عرش پر — گرا چاہتی ہے ابھی فرش پر
طبیعت تو غوطہ میں آنے لگی — زیادہ نزاکت ڈُبانے لگی
ہوئی بیخودی کچھ جنوں ہو گیا — جو نقشہ تھا زیبا زبوں ہو گیا
اُسی عالم بیخودی میں دُلہن — تو دُولہ سے کرنے لگی یہ سخن
بتاؤ تو مجھ سے ہوا کیا گناہ — نہیں مجھکو معلوم اپنا گناہ
کیا جُرم کیا میرے ماں باپ نے — کہ جس کا یہ بدلا دیا آپ نے
کوئی بات منے کہی طعن کی — کہ اس حسن پر آپنے لعن کی
کسی نے کہیں کچھ اشارہ کیا — کہ لونڈی سے تم نے کنارا کیا

نہ دیکھی تھی صورت ابھی آپنے ۔ جو کی مجھہ سے نفرت ابھی آپنے
جو منہ دیکھہ لیتے کبھی آہ تم ۔ تو نفرت ہی کرتے جبھی آہ تم
جو دل میری صورت سے بیزار تھا ۔ تو پھر یاں کے لانیسے کیا کار تھا
اگر آپسے مجھہ کو الفت نہ تھی ۔ تو ایسی ہی پیارے عداوت تھی
کہ یوں ہی وطن سے نکالو ہمیں ۔ اکیلا بیاباں میں ڈالو ہمیں
کہوں کس طرح آپ کا ہے قصور ۔ یہہ سب میرے باپ کا ہے قصور
جو آنکھوں کی پتلی بنایا ہمیں ۔ تو تمنے نظر سے گرایا ہمیں
سبھی دخترانِ امیر و وزیر ۔ ہمیشہ تھیں میری جلیس و مشیر
ہوئیں دور ساری سبب آپکے ۔ قدم ہی چھٹے مجھہ سے اب آپکے
لیا ساتھہ سب سے چھوڑا کر ہمیں ۔ گئے آپ ہی یاں بٹھا کر ہمیں
بتاؤ تو اسکو کہاں فجر ہو ۔ شبِ وصل جسکی شبِ ہجر ہو
ہوئی ناتواں رنج میں اسقدر ۔ کہڑی تھی کہ رونے لگی بیٹھکر
یہہ دل سے تو باتیں اٹھا کر گری ۔ گری تھی چھپرکھٹ پہ آکر گری
کنیزیں سرہانے پہ رونے لگیں ۔ کیا غش تو بیتاب ہونے لگیں
ہلا کر کہا سب نے بولو ذرا ۔ خدا کے لیئے آنکھہ کھولو ذرا
تمہیں رنج ہے آج غم ہے ہمیں ۔ تمہیں غش ہے خوابِ عدم ہے ہمیں
کرو اب کنیزوں کے اوپر نظر ۔ نہیں کوئی اپنا ادہر اور ادہر

مکاں بھی نہیں ہے وطن بھی نہیں
دعا ہے یہی حق تعالے کرے
تجھے ہاتھہ سے یاں نہ دیکر مریں
نہ جنگل میں سونا جگا کر ہمیں
یہہ غفلت میں باتیں سنیں غور سے
یہہ ہے آرزو موت آئے یہاں
کسے دخل ہاتھے کی تحریر میں
خبر ہے کسے سیر مقسوم کی
کنیزیں پکاریں نہ ایسا کہو
جو دل چاہتا ہے وہی آج ہو
کنیزو نہ بی بی کا سایہ رہے
وہ گل آئے بی بی ترا گھر بسے
خدا یہہ کرے تو بھی آباد ہو
کوئی صحن میں ہو محل میں کوئی
گلوں سے ترا قصر گلشن رہے
ہوا کوئی ایسی چلے خلق میں
کنیزوں سے باتیں کہیں پیار سے

موئے جب تو غسل و کفن بھی نہیں
ہمیں بھی قضا اب تو والا کرے
کنیزیں بلا تیری لیکر مریں
کرو بند آنکھیں سلا کر ہمیں
کہا کھولکر آنکھہ اس طور سے
بلانے سے پر موت آتی کہاں
ابھی دیکھئے کیا ہے تقدیر میں
کہ ہوں ہند کی خاک یا روم کی
خدا یہہ کرے تم سلامت رہو
ترے سر پہ قائم ترا تاج ہو
ترا تخت ہو اپنا پایہ رہے
عرق سے تو مثل گل تر بسے
دعا ہے یہہ کثرت سے اولاد ہو
کوئی دوش پہ ہو بغل میں کوئی
چراغوں سے گھر تیرا روشن رہے
ترا باغ پھولے پھلے خلق میں
بہے اشک کچھہ دیدۂ زار سے

کہا کوہ سے لاؤ خوان طعام
وہ ہوں خوان جسمیں ہو حسن کہانی تمام

گئے خوان لونڈی نے جا کر طلب
دیئے کوہ نے خوان نعمت عجب

دو خوانوں میں ہر ایک نعمت ملی
وہ کہانے ملے جسمیں لذت ملی

طلب صبحکو پیرہن جب کیا
تو سب رخت کوہ سیہ نے دیا

ہوئی جب عنایت یہہ اللہ کی
تسلی ہوئی دختر شاہ کی

کہا دایہ سے مادر مہرباں
بنے ایک حجرہ میان مکاں

ہوا دور جس سے ملال پدر
وہی چلہ کہینچوں مثال پدر

مجھے ہے علیؑ ولی سے یقیں
وہ ہیں بادشاہ زمان و زمیں

علیؑ پر خدائے جہاں مہرباں
علیؑ ہوئیں مجھپر یہاں مہرباں

کہ ہیں جان و جسم پیمبر وہی
وہی قبلۂ دیں ہیں رہبر وہی

اسی کو خیال دل زار ہو
وہ حکم خدا سے مددگار ہو

سنا جس گہڑی حکم مجرا کیا
بنا دایہ نے ایک حجرہ کیا

وہ حجرہ میں بیٹھی بصد اشتیاق
ہوا آپ سے مہ میان محاق

دل و جاں سے محو عبادت ہوئی
مبارک نصیبوں سے عزلت ہوئی

علیؑ سے کہا اے امام جہاں
ترے ذر سے قائم ہے نام جہاں

اسیوقت لونڈی کی امداد ہو
یہہ بندی تردد سے آزاد ہو

ادہر یہہ تو چلہ میں دن رات تہی
ہر اک وقت محو مناجات تہی

کسی روز صحرا میں اک خارکش
جو فاقہ کے مارے گرا کھا کے غش

اُسی غش میں جب راہ پر کی نگاہ
تو تھی راہ مُوروں سے مار سیاہ

اُنہیں سے ہے مشقت سے حاصل ثمر
کہلاتے ہیں سب کشمشیں کہینچکر

رہا پھر نہ فاقہ سے بیہوش یہہ
یہہ چاہا چھوڑا کر کرے نوش یہہ

جو اک چیونٹیوں کا سردار تھا
ارادہ سے وہ کچھہ خبردار تھا

کہا اُس نے رو کر یہہ غفار سے
چھوڑا دی ہمیں مردِ نادار سے

اماں ہو خدائی جہاں ہم سے ہیں
الگ کر اسے یا زباں دی ہمیں

خدائی جہاں نے سُنا شور کو
جو فریاد کی دی زباں مُور کو

کیا مُور نے یہہ فضیحت اُسے
بُرا کہہ چکا کی نصیحت اُسے

کہا پھر جو میوہ تجھے درکار ہے
وہ رستہ وہ باغ ثمردار ہے

یہیں پاس ہے وہ نہ گھبرائیو
وہاں جاؤ جو چاہیو کھائیو

اگر ہووے اُسمیں تجھے شب نصیب
تو دیکھو تماشے عجیب و غریب

ہوا شاد سنتے ہی مردِ جواں
گیا باغ میں مثلِ سیلِ رواں

یہہ دیکھا کہ مثلِ ارم باغ ہے
کہ بلبل ہے اُسمیں اگر زاغ ہے

چمن دیکھہ کر نوش میوے کئے
وہ میوے فرشتے ہی دیکھے جیئے

ہوئی رات دہشت سے آیا نہ خواب
ترقی پہ تہا دمبدم اضطراب

کہیں آپ سے آپ جاروب ہے
کہیں آپ چھڑکاؤ سرڈوب ہے

کہیں آپ سے فرش پیدا ہوا
کہیں تخت شاہی ہویدا ہوا

کہیں آپ سے سرو چراغاں ہوئے
عجب ایک ساعت میں ساماں ہوئے

وہیں تخت شاہی پہ آیا جواں
جو دیکھا تو ایسا نہ پایا جواں

نہ خود ہاتھ میں آفتابہ لیا
کہ آ اس طرف یہ اشارہ کیا

چلا آپ بیت الخلا کو جواں
ہوا آفتابہ بھی پیچھے رواں

طہارت سے جس دم فراغت ہوئی
طبیعت رجوعِ عبادت ہوئی

خدا سے کیا اپنے راز و نیاز
پڑھا دل سے قرآں ادا کی نماز

ہوا پھر تو موجود خوانِ طعام
کئے نوش کھانے پیئے سو جام

ادب سے ہوئی شمع پھر روبرو
جواں سے یہ کی شمع نے گفتگو

بتاؤں دلہن کا جو کچھ حال ہے
کہا وہ تو گوشہ میں فی الحال ہے

جو باقی ہیں چلہ میں اب تین دن
اسے ہجر میں ہیں غضب تین دن

ہوئی رات سب گفتگو میں تمام
یہ سنتا رہا رات بھر سب کلام

ہوئی صبح دن کی خبر کب رہی
نگاہوں میں کیفیتِ شب رہی

لیا میوہ خشک و تر باغ سے
چلا گھر کو وقتِ سحر باغ سے

گیا جب قریبِ قصورِ عروس
وہاں کا بھی دیکھا عجائب جلوس

ہوائے چمن کا اثر ہو گیا
جو اٹھنے کو بیٹھا وہیں سو گیا

خواصوں نے دیکھا جواں غرق خواب
تو آہستہ آہستہ پہنچیں قریب

ہنسی میں ہی کشمش کے دانے لیے
ہنسی میں ہی کپڑے پر آنے لیے

ہر اک پھول پھل رہزنوں نے لیا
سبھی بار نازک تنوں نے لیا

اسے لوٹ کر پھر کیا قاہ قاہ
جواں چونک اٹھا ادھر کی نگاہ

کہا مفت سر پر نہ یہ بار لو ٭
کہ لو باغ میوہ کا انبار لو

اگر لوٹ میوہ کی منظور ہے
یہیں باغ ہے کچھ نہیں دور ہے

عجب پھل عجب ہے مزا شے عجیب
رہو شب کو دیکھو تماشے عجیب

خواصوں نے سنکر کہا اے جواں
ہماری ہے بی بی میاں مکان

کہیں حال بی بی سے اکبار ہم
غنی تمکو کردیں یہہ دیں بار ہم

کہا ایک نے سب یہیں پر رہو
کوئی حال بی بی سے جا کر کہو

اوڑسی پھر تو لونڈی مثال صبا
گئی پاس بی بی کے ہو کر ہوا

خبر سن کے جان آگئی جان میں
غرض آن پہونچی بس آگئیں

سراپا جواں کا جوان سے سنا
جو آنکھوں سے دیکھا زباں سے سنا

سنا حال جسم عجیب و غریب
کہا لونڈیوں سے وہی ہے حبیب

کہا پھر تبارہ گلزار کی ٭
نظر آئے صورت طرحدار کی

جو چاہے تجھے اور بھی بار دیں
ابھی درہم زر کا انبار دیں

لیا مرد کو ساتھ اک راہ سے
چلا سرو قد باغ کو چاہ سے

گئے دونو گلزار میں بیخطر ٭
سنا رات کا حال ہی سربسر

ہوئی شب وہی تخت اور تاج ہے ہوا کل جو ساماں وہی آج ہے

مخاطب ہوا وہ جواں شمع سے کیا پھر دلہن کا بیاں شمع سے

کہا شمع نے ہے دلہن باغ میں وہ سنتی ہے سارے سخن باغ میں

سنا جب دلہن نے ہوئی روبرو جواں سے یہہ کرنے لگی گفتگو

برا رنج مجھہ کو دیا آپ نے برا ساتھ میرے کیا آپ نے

کسی اور پر آپ مائل ہوئے جو بطور لونڈی سے غافل ہوئے

کسی اور سے کب یہ فریاد ہے تمہیں سے مری داد بیداد ہے

مقدر کا شکوہ ہے یا باپ کا نہیں اس میں کچھہ بھی گلہ آپ کا

کہا کچھہ نہیں رنج مقسوم کا یہہ خادم ہے پابند مخدوم کا

مرا کھینچ دامن نہ تو چاہ میں کہ جاتا ہوں میں خدمت شاہ میں

جدائی کا میری کرو مت خیال کہ آیا ہے نزدیک وقت وصال

اسی دم بحکم خدائے جہاں ہوئی بند آنکھیں اٹھا وہ جواں

کھلی آنکھہ دولہا نہ آیا نظر لگی دیکھنے وہ ادہر اور ادہر

محبت دل و جاں کو اندر ہوئی تصور میں تصویر شوہر ہوئی

بگاڑا نزاکت نے انداز کو سنبھالے بدن کو کہ شہناز کو

ہوئی لاگ زلف گرہ گیر کو لگا ڈھونڈنے دام نخچیر کو

نہیں ہے نشانہ جو پیش نظر لگے تیر جانے ادہر اور ادہر

بہوؤں سے بچائے خدا خلق کو | یہہ تیغیں لگیں تھی ہونے حلق کو
نہیں ہے جو بوئے صنم ناک میں | تو کرنے لگی ناک دم ناک میں
چمن سے صبا تو بہی لا ڈاک کو | کہ ہے خواہش بوئے گل ناک کو
کہ عارض ہوائے چمن سے کہلے | یہہ گل بہی تو اب ڈہن سے کہلے
ابہی منہ کو چومے جو آئے صبا | کہ غنچہ کو ہے اب ہوائے صبا
بہونکو ہے شوہر کے داغوں کی لو | چراغونکو اب ہے چراغوں کی لو
ذقن ڈہونڈتا ہے کسی ماہ کو | ہوئی چاہ یوسف کی اس چاہ کو
عیاں تنگ سے ہے یہہ شوق گلو | کہ ہوں ہاتہہ شوہر کے طوق گلو
دو انار سینہ پہ پکنے لگے | ثمر یہہ بہی ہاتہونکو تکنے لگے
یہہ ظاہر ہے دست حنائی کا شوق | کہ ہاتہونکو ہے ہاتہا پائی کا شوق
سبہی تنگ جس دم نمایاں ہوئے | تو پیچے بہی دامن کے خواہاں ہوئے
کمر کی دعا ہے یہہ ہر حال میں | گرہ ہاتہہ کی ہووے اس بال میں
چلے جلد یہہ کوئے دلدار کو | قدم ڈہونڈتے ہیں رہ یار کو
یہہ کہتا ہے پہلوئے سرو رواں | کہ قمری سے خالی ہے دامن یہاں
یہی پہلے شمشاد بہی گل بہی | ہے آج قمری ہے بلبل بہی
پہری اس طرح باغ میں جا بجا | چمن میں پہرے جس طرح سے صبا
چمن میں جو ٹہری تو وحشت ہوئی | گلستاں میں بلبل کو وحشت ہوئی

پھری دشت میں جب وہ ادھر اُدھر — عجائب چمن میں یہ آیا نظر
وہاں نخل دیکھے بہت دور کے — شجر نور کے ہیں ثمر نور کے
روش کی ثنا ختم اس بات پر — کہ پاؤں کو ہو فخر واں ہات پر
تر و تازہ پھل ہیں نہ سوکھے گلے — فرشتہ کا بھی دیکھکر دل چلے
گلستاں میں حجرہ وہ آیا نظر — فدا جسپہ ہو مردم چشم تر
وہ حجرہ عجب جس کی دیوار ہے — کہ آئینہ روئے دلدار ہے
نظر اسمیں آیا جواں ناگہاں — کھڑا ہے حضور امام جہاں
کیا جب دلہن نے ادب سے سلام — جواں سے کیا یہہ علیؑ نے کلام
میسر تجھے حشمت و جاہ ہو — رواں شاہزادی کی ہمراہ ہو
ابھی ساتھہ ہولے نہ کچھہ دیر کر — شکم نعمت حسن سے سیر کر
اجازت ملی جب ید اللہ سے — مرخص ہوا خدمت شاہ سے
مکاں میں گیا سب کیا انتظام — لیئے ساتھ فوج و کنیز و غلام
نہ واں سے کسی مملکت میں گیا — فقط شاہ کی سلطنت میں گیا
کسی نے جو دی شہ کو آکر خبر — کہا پھر وزیروں سے با کر خبر
کہ لاتا ہے اک شاہ فوج کثیر — تردد میں سب ہیں صغیر و کبیر
تو جاؤ ابھی فوج میں مت ڈرو — جو آنکھوں سے دیکھو بیاں پھر کرو
گئے فوج میں جب مشیر و وزیر — تو جانا وہی ہے مہ بےنظیر

کیا پہلے آداب پہچان کر — کہا شہ سے پھر سب طرح جانکر

چمن کیطرف شاہ روئے شمشاد ہے — نہیں غیر حضرت کا داماد ہے

جو چلّہ میں تہا خسرو نامور — گیا تہے روتے ہی نور نظر

ارادہ ہوا تہا یہی شاہ کا — ملے گر نشاں کچہہ اُس ماہ کا

نہ پھر ملک و دولت سے رغبت کرے — جو چلّے سے نکلے تو ہجرت کرے

ہوا تہا جو چلّے میں ضعف بصر — تو پایا ہی چلّے میں نور نظر

جو آنکہوں سے دیکہا وہ نور نظر — گیا دیدۂ تر سے ضعف بصر

ہوئے رنج و غم سے جو برباد وہ — خدا کے کرم سے ہوئے شاد وہ

مجھے بہی الہی تو دلشاد رکھہ — غم و درد و کلفت سے آزاد رکھہ

الگ ہووے ضعف بصر آنکھہ سے — نہ ہو دور نور نظر آنکھہ سے

نہ دنیا میں کوئی مجھے فکر ہو — ہمیشہ زباں پر ترا ذکر ہو

محفل چہارم

اُن عاشقانِ خدا کے بیان میں کہ جنہوں نے نہ ملک و مال نہ جاہ و جلال نہ معشوقانِ

خوش جمال پر نظر کی خدا کے عشق میں عمر بسر کی

پھر ہے فقط ساقیا رات میں
ہوئی بزم جو تھی بہی بات میں

نہ یاں پر کوئی بات مشکل رہی
رہی بہی تو دو روز اک محفل رہی

اگر موت نے کچھہ نہ ڈالا خلل
تو اِنکا بہی ہے خاتمہ آجکل

سُنے کل جو قصے پرانے ہوئے
نئے آج لب پر فسانے ہوئے

جو کل بات تہی آج ہے وہ کہاں
نیا آج دفتر نئی داستاں

یہہ نیرنگ جہاں سے ہوا آشکار
بدلتی ہے ہر بات لیل و نہار

جو ہے اب طلسمات کل پہر کہاں
جو ہے آج یہہ بات کل پہر کہاں

اجل سر پہ ہے دیر اک پل نہ کر
پلانا ہے گر جام کل کل نہ کر

گئے لوگ پی کر مرے ساتھ کے
مجھے بہی پلا جام اب ہاتھ سے

نشے میں جو کہل جائے میری زباں
کروں عاشقان خدا کا بیاں

عقیلہ پکاری سنو اے بہن
کیے آپنے دور رنج و محن

کیا بزم میں آپنے جو بیاں
کروں شکر اُسکا کہاں ہے زباں

جو دنیا میں ہیں عاشقان خدا
نہیں حکم سے اُنکے بت بہی جدا

جدہر کا کریں حکم گہر سے چلیں
جو پکڑے حنا پاؤں سر سے چلیں

جو پتہر بہی بت ہوں چلیں پاؤں سے
اگر حکم ہو سر ملیں پاؤں سے

خدا کا جو عاشق ید اللہ ہے
پڑی ایک حیدرؑ کی درگاہ ہے

کرے وہ جدا جو ارادہ کریں
نہ کہنے سے بت کم زیادہ کریں

جو وہ رہبرِ دین و اسلام ہیں
تو نقشِ قدم سے صنم رام ہیں

کرم کا سدا گرم بازار ہے
نہ کچھہ دوست دشمن سے انکار ہے

سخی ہو کوئی یا بخیل و لئیم
جو سائل ہو دیتا ہے اُسکو کریم

ہر اک شے کا حیدرؑ نے سود و زیاں
کیا سب پہ حکمِ خدا سے عیاں

یہاں میں و دنیا کی ہر چیز ہے
تو مانگے سمجھکر جو تمیز ہے

ٹھکانہ یہ پہونچا تو ہے یہہ غضب
کرے خسروِ دیں سے دنیا طلب

پہنچ جائے جسدم درِ پاک پر
تو سمجھے کہ آیا ہوں افلاک پر

جدا پھر قدم سے نہ دم بھر رہے
تو جینا ہی ہو کہ یاں مر رہے

جنابِ علیؑ کے قدم دیکھہ کر
ٹھوستا دکھ دہی صنم دیکھہ کر

جو ہو عاشقانِ خدا پر نثار
بڑا انکا رتبہ ہے اے غمگسار

کرے فرض جنکی محبت خدا
تو ہو دوستی سے نہ انکی جدا

خدا ایسے بندوں سے کب ہے جدا
محبت ہے اونکی ہی عشقِ خدا

وہ ہیں کون سن اے کنیزِ بتولؑ
نبیؐ و علیؑ ہیں کہ آلِ رسولؐ

شرف دوستی کا کروں اب بیاں
کہو مجھہ کو سچا سنو جب بیاں

یہہ کہتی نہیں مجھہ کو امداد دو
مگر ہاں مری بات کی داد دو

نقل ایک غلام ذوی الاحترام محب جناب امام علی علیہ السلام کی

اکہٹے تھے دونو نبیؐ و وصیؑ / کہ ظاہر ہوئی لاش اک شخص کی

جنازہ لیئے چار زنگی جواں / تو مشکلکشا کی طرف ہیں رواں

نبیؐ نے جو پوچھا پکارے وصیؑ / مرا دوست تھا یہہ جواں یا نبیؐ

ہر اک پاؤں میں لنگ تھی اسقدر / کہ چلنا تھا مشکل سے راہ پر

اگر دور سے دیکھہ پاتا غریب / اچہل کر مرے پاس آتا غریب

جو آقا ہی رکہتا اسے باندہ کر / پہنچتا وہیں یہہ زمیں پہاند کر

نہ اتنی کسی سے تھی الفت اسے / کہ جتنی تھی مجہہ سے محبت اسے

سنا جب وصی سے سخن آپنے / دیا اسکو غسل و کفن آپنے

چلے ساتھہ جب دم نبیؐ و علیؑ / تو اصحاب کی بھی جماعت چلی

جنازہ کو لیکر ہوئے جب رواں / تو آہستہ چلتے تھے شاہ زماں

نبیؐ ایسے رکھتے اٹھا کر قدم / چلے جیسے کوئی بچا کر قدم

صدا آئی کانوں میں اک شور سے / کہ آندہی چلے جسطرح زور سے

اسے لیگئے قبر پر جب جناب / لحد میں اتارا نبیؐ نے شتاب

کوئی خشت رکھتے اگر لحد پر / تو منہ پہیر لیتے وہیں راہ بر

لحد میں نہاں ہو چکا جب غلام
کیا ایک نے آپ سے یہہ کلام

نہ تہا پاس کوئی اِدہر اور اُدہر
اُٹہاتے تہے کیوں پاؤں منہ دیکہکر

تو پوچہا اُسی نے لبِ گور یہہ
کہ کیسا تہا افلاک پر شور یہہ

کہا آپ نے اِس طرف کر نظر
جو دیکہا ہے تونے تعجب نہ کر

محبِ علیؑ کے ہیں سب پر حقوق
جنازہ پہ آئے ملک جوق جوق

سنبہل کر تو رکہتے تہے ہم یوں قدم
کہ رکہا نہ جائے قدم پر قدم

پڑہی ہے ملایک نے بڑہ کر نماز
گئے آسمانوں پہ پڑہ کر نماز

ہوا کا کہ آندہی کا کب شور تہا
پروں کا فرشتوں کی سب شور تہا

کہا اُسنے پہر اَے رسولِ عرب
کہ منہ پہیر لینے کا کیا ہے سبب

یہہ فرمایا رکہی لحد پر جو خشت
تو آئی تہیں ملنے کو حورِ بہشت

زیادہ تہی لوگوں میں غیرت اِسے
مری دید سے ہو نہ حیرت اُسے

پہرا آیا تہا منہ دیکہہ کر دور سے
کہ خوش ہو کے باتیں کریں حور سے

کہا دو خبر آج اِس بات سے
کہ رتبہ بلا ہے یہہ کس بات سے

کہا پہر نبیؐ نے کہ اے ذی شعور
یہہ ہے دوستیِ علیؑ کا ظہور

کیا جب محبتِ علیؑ کا بیاں
نفیسہ سے بولی کہ دیکہو یہاں

کریں جان اُس دوستی میں تلف
کہ مرکر ہو عقبیٰ میں جنکا شرف

نہ اُتّے کریں عشق گر حور ہو
جو نزدیک ہو آج کل دور ہو

کیا تم نے جن عاشقوں کا بیاں برا انکو کہتے نہیں ہم یہاں
صفائی ہو ان سے لڑائی نہیں ملے گر بتوں سے برائی نہیں
جو مرتے ید اللہ کے پاؤں پر تو بت جان دیتے سبھی چھاؤں پر
جو یاں دیکھتے چار دن کو جمال تو عقبیٰ میں ہوتا ہمیشہ وصال
مسیحا کو چھوڑا الگ دار پر موئے یہی تو پھر چشم بیمار پر
نظر کی ہے کانٹو پہ گلگشت میں خضر گھر میں آوارہ ہیں دشت میں
زباں پر خدا دل میں بت ہو جہاں تو ان وحشیوں کا ٹھکانا کہاں
کہاں ہو گزر کوچۂ خیر میں مکاں میں تو قبلہ پھرے دیر میں
خدا کو نہ ڈھونڈا صنم سے ملے کہ آقا سے بھاگے حرم سے ملے
ہے ایک سا دل کوئی بات ہے محبت بھی یہ ہات کی رات ہے
جدائی کہاں کی ہے کس کا وصال تماشے ہیں دنیا کے خواب و خیال
یہہ بت خاک ہیں سنگ مرمر نہیں کوئی دن جو پھریں وہ پتھر نہیں
کسی روز ہے خاک ہونا نہیں تو مٹی کا جانو کھلونا نہیں
یہہ طاقت ید اللہ کی دیکھکر نہ کی پھر بھی انجام پر کچھہ نظر
نہ سمجھی کہ ایسی ہے طاقت جنہیں تو کیوں ہے حسینوں سے نفرت انہیں
جو دانا کوئی گردش دور سے بتوں پر گرے دیکھہ کر غور سے
سنبھلتا ہے لغزش سے گر کر وہیں ٹھکانے پہ آتا ہے پھر کر وہیں

کہوں بات ایسی سی اک بات میں	کہ سچا سمجھ لو مجھے بات میں

قصہ پسر خارکش کہ جسنے مسیحا کی دعا سے معشوقہ اور سلطنت کو پایا اور محبتِ خدا میں سب سے ہاتھ اُٹھایا

میانِ سفر عیسیٰ راہ پر	ہدایت میں تھے محو شام و سحر
گئے پاس اک شہر کے جب جناب	خزانہ ملا آپ کو بے حساب
مصاحب مسیحا کے زر دیکھ کر	یہ بولے اجازت ہمیں ہو اگر
ملا ہے خزانہ جو بے رنج یہ	حفاظت کریں تا رہے گنج یہ
کہا رنج ہے ساتھ اس گنج کے	ثمر ہے نہ اسکا سوا رنج کے
عجائب ہے اک گنج اس شہر میں	وہ ہے گنج بے رنج اس شہر میں
جو بستی میں پہنچوں اسی راہ سے	کروں اسکو باہر کسی راہ سے
رہو تم یہیں گر ہو خرم یہیں	کہ لاتے ہیں اُس گنج کو ہم یہیں
وہ بولے وہاں گو ہے گنج عجیب	پہنچتا ہے اس شہر میں جب غریب
مسافر پہ کچھ رحم کرتے نہیں	اُسے ذبح کرنے سے ڈرتے نہیں
پھر بولے مسیحا مجھے کیا خطر	نظر میری یاں کے نہیں مال پر
اگر کوئی رکھے غرض مال سے	اُسے قتل کرتے ہیں وہ چال سے
مسیحا کا دشوار اب تھہ سے	اُنہیں کیا قدم مال پر ہاتھ سے

خزانہ پہ جب منحصر ہے یار غار | گئے شہر میں عیسیٰؑ نامدار
ہوئی پھر تو دیوار و در پر نظر | جو کی آہ ہر ایک گھر پر نظر
نظر ایک اُجڑا سا آیا مکاں | یہہ کہنے لگے پھر مسیح زماں
کہ ویرانہ ہوتا ہے ظاہر جہاں | خزانہ بھی ہوتا ہے وانیز ہاں
جو ملنے کے قابل کہیں ہے بشر | تو سب شہر میں وہ یہیں ہے بشہر
مسیحا نے دی در پہ دستک ادہر | تو اک پیرزن آئی آواز پر
وہ بولی کہ تو کون ہے اے حبیب | یہہ بولے کہ میں بھی ہوں مرد غریب
ہوا روز آخر یہاں پر مجھے | ٹھہرنا ہے شب بھر مکاں پر مجھے
جو تیری اجازت ہو ٹھہروں یہاں | ضعیفہ پکاری کہ سن اے جواں
ہمیں شاہ کا ہے یہہ حکم عجیب | کسی گھر میں ٹھہرے نہ مرد غریب
جو ہیں تیرے ملتے پہ انوار کچھہ | اُسی سے نہیں مجھہ کو انکار کچھہ
وہ تھی زوجۂ خارکش پیرزن | گئے چلکے گھر میں رسولِؑ زمن
جہاں سے ہوا خارکش کا گذر | تو باقی رہے پیرزن یا بشر
جو گھر کو مشرف قدم سے کیا | زیادہ منور ازم سے کیا
پھرے ایسے دیوار و در نور سے | کہ جیسے بنایا ہو گھر نور سے
جو کچھہ خارکش نے کیا کاروبار | پسر نے بھی وہ ہی کیا اختیار
بیاباں سے لایا جو کچھہ خشک و تر | کہا اس کی ماں نے کہ سن اے پسر

مری گھر میں مہماں ہے مردِ غریب
اُسے دیکھکر دل سے رکھو قریب

جو لایا ہے کچھہ وہ برو کر ابھی
نہو اُسکی خدمت سے باہر کبھی

وہیں نذر کی خشک روٹی شتاب
یہی پاس کہتا تھا وہ دل کباب

اُسی خشک روٹی سے کچھہ کھا لیا
پسر کو ہر اک بات سے پا لیا

جسے ڈھونڈتے تھے رسولِ کریم
ملا اس جگہہ پر وہ دُرِّ یتیم

یہہ جانا کسی غم سے بیتاب ہے
بدن خشک ہے چشم پُرآب ہے

مسیحا نے اُسکو کہا بار بار
کہ کیا رنج تجھہ کو ہے اے دلفگار

جواں حال اپنا چھپایا کیا
بناوٹ سے باتیں بنایا کیا

اُٹھا واں سے ماں سے کیا یہہ بیاں
ہمارے جو گھر میں ہے یہہ میہماں

مجھے رنج کا پوچھتا ہے سبب
خدا جانے اسمیں ہے کیا سبب

کہ وعدہ بھی کرتا ہے یہہ نیک مرد
کرونگا دوا کچھہ کہو رنج و درد

جو مرضی تمہاری ہو قصہ کہوں
وگرنہ بناوٹ سے چپکا رہوں

ضعیفہ پکاری کہ سن اے پسر
کہ لائق ہے ہر بات کے یہہ بشر

نظر آیا یہہ اہلِ دیں سے مجھے
یہہ روشن ہے نورِ جبیں سے مجھے

زمانہ کی یہہ حلِ مشکل کرے
جو چاہے تجھے بھی یہہ خوش دل کرے

کرو اِسسے رازِ نہاں آشکار
اسے حلِّ مشکل کا ہے اختیار

سنی اپنی ماں سے جو یہہ گفتگو
گیا پھر مسیحا کے یہہ روبرو

یہہ کی عرض اُنے خسرو نامدار
پسرِ خارکش کا ہو یہہ دل فگار

چھٹا مجھ سے چھٹپن میرا پدر
تو کار پدر پر ہوا یہہ پسر

ہمارا جو ہو شاہ اے راہ بر
وہ رکھتا ہو دختر مثالِ قمر

نہایت حسینہ جمیلہ ہے وہ
مرے دردو غم کا وسیلہ ہو وہ

اُسے شاہ ہو دیکھہ کر باغ باغ
گلِ شمع ہے وہ بجائی چراغ

ہر اک شاہ طالب ہے ہوا
مگر شہ کو انکار سب ہے ہوا

اُسی شاہزادی کا ہو اک محل
اُسی میں ہی ہتی ہو وہ آج کل

جو اک روز قسمت سے زیرِ مکاں
مرا بھی گزر ہو گیا ناگہاں

نظر آ گئی مجھہ کو وہ سیمبر
کیا عشق نے پارہ پارہ جگر

اُسی دن سے بیتاب ہوں اب تلک
نہیں چین ملتی نہیں جب تلک

سبھی سے چھپایا ہے دردِ نہاں
فقط اپنی ماں سے کیا ہو بیاں

عیاں آپ پر حال سب ہے حضور
مگر رنج کا یہہ سبب ہے حضور

کہا آپنے چاہتا ہے اگر
تو لوں تیری خاطر اُسے آپ بر

یہہ بولا کہ اے رہبرِ نیک فال
ملے دخترِ شاہ ہو یہہ محال

حقیقت پہ اپنی مجھے ہے نگاہ
کجا میں کہاں دخترِ بادشاہ

یہہ دیوانۂ الفت میں مجنوں ہوا
محبت کا کچھ اسپہ افسوں ہوا

ہوا جب یہہ دیوانہ و بیقرار
تو مجنوں کی باتوں کا کیا اعتبار

یہاں تنگ دامن ہے امید کا
کہاں قرب ذرہ کو خورشید کا

زمانہ مٹے گو تہ خاک سے
ملیگی زمیں پر نہ افلاک سے

نہ ذلت کو رتبہ ہے توقیر پر
کہاں خاک کو فوق اکسیر پر

مگر آپ سا عالم و ہوشمند
کہ جسکی ہوں باتیں خدا کو پسند

تو پھر آپکا بھی ادھر ہو خیال
کہ انجام جس چیز کا ہے محال

یہہ دیوانہ ہے لقمۂ شیر و گرگ
ہنسی اس سے کیا چاہئے اے بزرگ

کہا سن کے عشق نے اے بیقرار
ہنسی ہے یہاں جاہلوں کا شعار

جو قدرت نہوتی مجھے اسقدر
تو کہتا نہ تجھہ سے کبھی اے پسر

کروں وہ اگر تو کہے چاہ سے
کہ مل جائے گل دختر شاہ سے

یہہ سنتے ہی وہ عاشق نیاز خو
گیا جب ضعیفہ سے کی گفتگو

ضعیفہ نے سنکر کہا راہ سے
کہے جسطرح کر اسے چاہ سے

مسیحا تھی عنقا کی یاد میں
کٹی شب اسی یار کی یاد میں

تڑپتا رہا رات بھر اسقدر
نہ جھپکی پلک غرض پر رات بھر

مسیحا نے لڑکے کو وقت سحر
بلایا کہا جا در شاہ پر

در شاہ پر ہیں امیر و وزیر
یہہ کہنا جو ملجائے کوئی مشیر

کہ ہے ایک حاجت مجھے شاہ سے
جو پوچھے بھی کچھہ یہہ کہو راہ سے

مشتاق ہوں حشمت و جاہ کا
کہ طالب ہوں میں دختر شاہ کا

پہر ہی شاہ سے جب ملاقات ہو — سب مجھے دے خبر جلد جو بات ہو
غرض اُسنے جاکر در شاہ پر — وزیروں سے مطلب کہا سر بسر
وزیروں نے سنکر تعجب کیا — کسی نے نہ پہر ساتہہ اُسکو لیا
گئے شہ کے دربار میں جب بشیر — ہنسی میں سُناتے تہے مطلب وزیر
ہوا شاہ سُنکر بجائے غضب — بشر کو کیا پاس اپنے طلب
گیا شاہ کے روبرو جب بشر — جو دیکہا بشر کو یہہ آیا نظر
نشانِ شرافت عیاں ذات سے — جنوں بہی نہ تہا ہر کسی بات سے
تعجب ہوا شاہ کو دیکہہ کر — کہا امتحاں سے کہ سُن ای بشر
جو ہو مہر دینے کی قدرت تجہے — میسّر ہو دختر سے صحبت تجہے
بتاکر کہا وزن بیغم نہ ہو — کہ یاقوت ہو اسقدر کم نہو
یہہ ہو ایک یاقوت جس قسم کا — بہرا ہووے اِک خوان اس قسم کا
اگر اس طرح سے ادا مہر ہو — ملے تجہکو بہی دخترِ نیک خو
کہا ہو جو مہلت کسی راہ سے — تو آکر کروں عرض پہر شاہ سے
جو پہر شاہ سے کچہہ اشارہ ہوا — پہر اُسکا دم بہر نہ یارا ہوا
کہا جاکے عیسےؑ سے احوال سب — نبیؑ نے کیا خوان اُس سے طلب
بیاباں میں پہنچے جنابِ رسولؐ — اِدہر بہی دعا اُس طرف تہی قبول
بنے پہر تو یاقوت سارے خذف — جواہر یہ دنیا کے جنکو شرف

کہا آپ نے لو اٹھا لو سبھی — کہ لے جاؤ اک خوان بھر کر ابھی

گیا واں سے اک خوان لیکر پسر — ہوا محلِ شاہ میں جب گزر

جو کپڑا کنارہ کیا خوان سے — جواہر نظر آئے اس شان سے

کہ خیرہ ہوئی آنکھہ ہر طور سے — جواہر نہ دیکھے گئے غور سے

سبھی کو تعجب ہوا دیکھہ کر — جو تھی شاہ کی اور بھی کچھہ نظر

یہہ چاہا زیادہ کرے امتحاں — کہا کم ہے یہہ لاؤ دس اور خواں

ہر اک خوان میں ہوں جواہر سبھی — کہ ہوں صفِ قیمت سے باہر سبھی

کیا اسطرح شاہ نے جب خطاب — یہہ عیسیٰ کی خدمت میں آیا شتاب

بیاں سب مطالب پسر نے کیئے — طلب خوان دس راہبر نے کیئے

دیئے خوان حضرت نے پُر کر دیئے — جو لے وہ الماس و دُر کر دیئے

نہ دیکھے تھے ایسے کبھی آنکھہ نے — جو دنیا میں دیکھے ابھی آنکھہ نے

گئے خوان جب شاہ کے روبرو — زیادہ تعجب ہوا خلق کو

کیا شہ نے خلوت میں اسکو طلب — کہا پھر تری ذات سے ہے عجب

کہ تو خود بخود ایسی جرأت کرے — یہہ ساماں کرے اور یہہ ہمت کرے

کرے تو جو ایسا یہہ دشوار ہے — بتا کون تیرا مددگار ہے

یہہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں — جو کچھہ عرض ہو تا سمجھیں بیاں

مرے گھر میں ٹھہرا ہے مردِ ضعیف — کہوں کیا کوئی آدمی ہے شریف

خدا کی عبادت میں دن رات ہے — کوئی شخص اہل کرامات ہے
کہا جلد نے آ اُسے انجو پسر — پڑہے عقد تیرا وہی راہ بر
یہہ سے آیا عیسیٰ کو جا کر شتاب — پڑہا عقد عیسیٰ نے آ کر شتاب
یہی ایک دختر تہی نام و نشاں — بجائی لب ہا یہہ جوان
سجایا اُسے شہ نے سامان سے — محل میں بہی بجا بڑی شان سے
ہوا رات کو عقد خلوت ہوئی — ہوئی صبح کچہہ اور نوبت ہوئی
ولیعہد اپنا کیا شاہ نے — جو کچہہ پاس تہا سب دیا شاہ نے
حوالے کیا اُسکے تاج و سریر — کئے اُسکے تابع امیر و وزیر
ہوئی رات شہ کو ہوا کچہہ مرض — اُسی رات کو مر گیا وہ غرض
پسر ہر طرح سے ہوا بادشاہ — ہوا ہاتہہ میں ملک و مال و سپاہ
اِدہر یہہ تو اِک کشمکش میں رہا — نبیؐ خانۂ خارکش میں رہا
ہوا روز چوتہا بصد آب و تاب — اُٹھے خانۂ خارکش سے جناب
سرِ تخت بیٹہا ہوا تہا پسر — گئے تخت کے پاس جب راہبر
یہہ مطلب پسر سے ہوں حضرت جناب — چلے اپنی منزل کو پہر آفتاب
نظر آئے جب عیسیٰ راہبر — تو اوترا وہیں تخت سے وہ پسر
لیا دامنِ پاک کو ہاتہہ میں — کہ قطرہ ہوا بحر کے ساتہہ میں
یہہ کی عرض اے کبریا کے حبیب — اگر عمر دنیا کی پاسے غریب

کرے رات دن سیر جنت سرا ترا حق خدمت نہو کچھ ادا
جو ہے شہ بندہ کو اک بات سے اسی میں پریشاں عجب رات سے
بتا گرچہ اسباب عیش و نشاط ابھی تک نہیں صحبت انبساط
مہیا ہوئے ہیں وہ اسباب سب کروں جس سے ہر روز عیش و طرب
یہہ دل ہے اسی شے میں مبتلا پری بھی نظر آئی ہے بلا
غرض اک بہانا کسی کار سے غرض اک بات ہے چند اسرار سے
نہ عقدہ کھلے گا اگر بخت سے نہ پھر بیٹے مطلب کچھ تخت سے
یہہ بولے پریشاں ہو کس بات سے بتاؤ کہ حیراں ہو کس بات سے
پسر نے یہہ کی عرض از راہ بر مجھے اب اسی بات پر ہے نظر
جو قادر ہوا یا بفضل اله کرے تین دن میں مجھے بادشاہ
تو پہنے ہوئے کیوں ہو کہنہ لباس نہ ہمدم نہ خادم کوئی آس پاس
نہ یاور کوئی ہے نہ محبوب ہے نہ طالب کوئی ہے نہ مطلوب ہے
مسیحا یہہ بولے کہ اے خوش نژاد ملا تجھ کو خواہش سے بھی کچھ زیاد
زیادہ ہوس سے ملا جب تجھے مرے حال سے کیا ہے مطلب تجھے
یہہ بولا کہ اے حامی ہر بشر نہ کی آج عقدہ کشائی اگر
سمجھنا کہ مجھ پر نہ احساں کیا کیا بھی تو مجھ کو پریشاں کیا
دیا ہے جو کچھ آپ نے اب مجھے نہیں پھر کسی شے سے مطلب مجھے

یہہ بولے مسیحا کہ اے نیک ذات
یہہ راہِ فنا ہے یہہ سب کائنات

ہو لذّاتِ فانی پہ کِسکو نظر
جو لذّاتِ باقی سے ہووے خبر

تعلّق ہو دارِ فنا سے کِسے
غرض ہو نہ مُلکِ بقا سے جسے

نہ کچھہ روز گزرے میانِ نگاہ
اِسی تخت پر اور تھا بادشاہ

کِسی روز مغرور تھا تخت پر
پڑا ہے وہ نازک گِلِ سخت پر

جہاں کی یہہ عزت ہے ذلّت یہہ ہے
جو سمجھے کوئی جائے عبرت یہہ ہے

نہ کیونکر ہو دُنیا سے دانا جُدا
جو چھوڑے اِسے ہووے قربِ خدا

وہ عزّت جو ذلّت سے تبدیل ہو
جو لذّت مصیبت سے تبدیل ہو

نہ آخر میں ہو شکل آرام کی
بتاؤ یہہ دُونو ہیں کس کام کی

مسیحا نے دی اِس طرح جب مثال
تو بولا کہ سمجھا یہہ سب قیل و قال

الگ اُسے شبہ دوسرا شک ہوا
ہٹا ایک شک دوسرا شک ہوا

کہا آپ نے شوق سے اے پسر
جو ہو شبہ مجھہ سے بیاں صاف کر

کہا آپ ایسے نہیں آدمی
کسی کے کریں پند میں کچھہ کمی

نصیحت پہ جب آپ معمور ہو
تو حقّ نصیحت کہاں دور ہو

جو بندہ پہ یاں تک ہوئی مہرباں
کہ گھر میں ہوے آپ سے میہماں

تو لایق نہیں بات یہہ آپ کو
عطا وہ کریں جو نہ کچھہ خیر ہو

کہ بخشیں تو دارِ فنا کو مجھے
دکھائیں نہ مُلکِ بقا کو مجھے

کہا پہر یہہ عیسیٰؑ نے سُن اے جواں　　کیا ہے یہہ ہمنے ترا امتحاں

کہ دیتا ہے تو جاں زمیں کے لیے　　کہ دنیا کو چھوڑیگا دیں کے لیے

جو چھوڑیگا دنیا کی لذات کو　　تو پائیگا عقبیٰ کی لذات کو

تجھے ہوگا حاصل ثواب عظیم　　کہ ہوئیگا دیں میں ہمارا ندیم

یہہ سنکر کنارے کیا تاج و تخت　　ہوا ساتھہ عیسیٰؑ کے وہ نیک بخت

رکا ملک سے دل نہ دلدار سے　　ہوا پہول سا دل الگ خار سے

جو وہ راہبر ساتھہ لایا اسے　　رفیقوں سے اپنے ملایا اسے

کہا جسکو سمجھا تہا گنج عظیم　　وہ گنج گراں تہا یہہ دُرِّ یتیم

کہا تین دن میں خدا ہے گواہ　　کیا خارکش سے اسے بادشاہ

کیا بات میں کچھہ سمجھکر الگ　　قدم تخت سے تاج سے سر الگ

غرض سلطنت چھوڑکر یہہ جواں　　ہماری اطاعت میں پہنچا یہاں

رہے مدتوں تم مرے ساتھہ میں　　ہوئے دور آیا جو زر ہاتھہ میں

کیا دیں جو دنیا کی خاطر قبول　　کریں کیا وہ پہر پیروی رسول

پہرے سے دم میں پہر گنج پر　　نبی کو تو چھوڑا گرے گنج پر

یہہ لکھا ہے جبدم جواں پہر ہوا　　دعا سے مسیحا کی زندہ ہوا

تو لکھا ہے یہہ بہی ہزاروں بشر　　ہدایت سے اس کی ہوئے راہ پر

کہوں اور قصہ اسی ڈہنگ پر　　چڑہے رنگ کچھہ اور اس نگ پر

ذکر برادرزادہ شاہ حبش کہ جو ملک و مال و معشوقہ صاحب جمال کو چھوڑ کر علیؑ کا غلام ہوا پہلے نام فتاح تھا پھر قنبر ہوا

حبش میں جو اک شاہ تھا اشکبوس ۔ تو تھی سلطنت اسکی مشتہر تا بروس
بھتیجا تھا فتاح اسکا جری ۔ کہ جس کی نہو گیو سے ہمسری
چچا اور بھتیجے میں تھا کچھ نفاق ۔ لڑائی سے دونوں کو تھا اشتیاق
چچا کو ہوا سوچ اس بات پر ۔ بھتیجا یہہ لڑتا ہے کس بات پر
کہا شہ نے اک روز اے پسر ۔ تری جنگ مجھہ سے ہے آٹھوں پہر
بتا یہہ لڑائی کا ہے کیا سبب ۔ ہمیشہ ہے کیوں مجھہ پہ ظلم و تعب
کہا ہے مری جنگ سے دو مراد ۔ جو ہو جائیں دونوں نہو کچھہ فساد
مری اپنی بیٹی سے شادی کرو ۔ مرے باپ کا مال آگے دہرو
تو ہو سلطنت بھی مرے نام پر ۔ پدر کی جگہہ آپ ور میں پسر
یہہ سنکر کہا شاہ نے اے جواں ۔ جو دو مہر شادی ہو تم سے یہاں
کہا پھر یہہ فتاح نے اے چچا ۔ جو دوں آپکو ہے مرے پاس کیا
جو کچھہ مال اور ملک ہے باپ کا ۔ مقدر سے ٹھہرا ہے وہ آپکا
کہا کس طرح یہہ بھلا آپ نے ۔ مرے پاس چھوڑا ہے کیا آپنے

کہا شہ نے طالب نہیں مال کا
کیا ذکر تمنے کہیں مال کا

نہیں مال سے کچھہ مرا مدعا
مجھے کاٹ کر دو سرِ مرتضےٰ

اگر یہہ کرو مال لو باپ کا
کروں عقد دختر سے بھی آپکا

یہہ مشتاق تھا دختر شاہ کا
عدو بنگیا پھر یدُ اللہ کا

جو تھا مقتل فرزند اک شاہ کا
کہ تھا مقتل پر مقتل اللہ کا

کہا پھر یہہ فتاح نے شاہ سے
کہ سر ہاتھہ آتا ہے ڈوراہ سے

کہ کچھہ فوج ہو مقتل ہو ساتھہ میں
تو لے آؤں سر کاٹ کر ہاتھہ میں

غرض شہ نے اُسکو روانہ کیا
کیا مقتل کو ساتھہ لشکر دیا

رہے ایک مدت تلک راہ میں
گئے پھر مدینہ کو ڈو ماہ میں

جو خیمہ لگائے تو اِس ڈھنگ پر
مدینہ جہاں سے تھا فرسنگ پر

لیا دم جو منزل میں فتاح نے
کہا پھر یہی دلمیں فتاح نے

کہ دیکھو مدینہ میں جاکر شتاب
کہ ہے کس طرح کا بشر بوتراب

غرض مقتل و فتاح دو نوجواں
ہوئے لیکے بارہ بشر کو رواں

مکاں سے مدینہ کے وزیر گئے
جواں ساتھہ بارہ برابر گئے

تو بابِ مدینہ بھی وزیر ملے
جو گمراہ تھے یہہ تو رہبر ملے

گلِ گلشنِ قدرتِ کردگار
جو آتا تھا گلشن کو مثلِ بہار

نہ تھی ذوالفقار دو سر ہاتھہ میں
فقط بیلچہ تھا مگر ہاتھہ میں

کہا پھر تو فتاح نے فضل کو / بلا جلد اس شخص کو روبرو

کہ پوچھیں جواں سے نشانِ علیؑ / جو دیکھیں نظر آئے شانِ علیؑ

کہا فضل نے دور سے اے جواں / کہ کچھ پوچھتا ہے جو آؤ یہاں

یہہ سنتے ہی پہونچے وہاں اہر / مقابل میں فتاح کو دیکھہ کر

وصیِّ نبیؐ نے کیا یہہ کلام / ہوا راست قولِ رسولِ انام

یہہ فتاح نے عرض کی مہرباں / علیؑ کو ہی تم جانتے ہو یہاں

کہا جانتا ہے اُسے ہر کوئی / نہیں جانتا مجھہ سے بہتر کوئی

کہا یہہ تو مطلب بتاؤ ہمیں / غرض کیا ہے اُسّے بتاؤ ہمیں

یہہ فتاح بولا کہ اے مہرباں / جو آیا ہوں میں دور سے اب یہاں

یہہ مطلب ہے ملجائے تدبیر سے / گلا کاٹ لوں اسکا شمشیر سے

جو لیجاؤں سر دیکھہ کر وہ جیئے / وہ تحفہ ہو شاہِ حبش کے لیئے

یہہ سنکر پکارے کہ اے ذی شعور / کیا ہے علیؑ نے ترا کیا قصور

یہہ فرما چکے جب شہِ لافتا / تو فتاح نے اپنا قصہ کہا

کہا سہل ہے بات اک کار کر / ابہی بت پرستی سے انکار کر

زباں پر جو کلمہ کو جاری کرے / علیؑ آپسے جاں نثاری کرے

یہہ بولا کہ فرماؤ اے مہرباں / کہ قد کیا ہے کس شکل کا ہے جواں

کہا آپنے پیار کرنا یقیں ؛؛ / کہ مجھہ میں علیؑ میں تفاوت نہیں

یہی اُس کی صورت یہی شان ہے — یہی قد یہی تن یہی جان ہے

جو لڑنے میں مجھہ سے زبردست ہو — تو اُسّے علیؑ جنگ میں پست ہو

یہہ بولا کہ ارماں نکالوں ابھی — لڑوں آپ سے آزمالوں ابھی

اگر آپ سے کچھہ مقابل ہوا — جو ٹھہرا تو لڑنے کے قابل ہوا

یہہ کہتے ہی فتاح نے بےخطر — لگا ہی جو تلوار اک فرق پر

علیؑ نے وہیں بلچہ مار کر — کیا ٹکڑے تلوار کو سربسر

لیا گرز فتاح نے ہاتہہ میں — لیا چھین وہ بات کی بات میں

کہا آپ نے کر چکا وار تو — مرے وار سے ہو خبردار تو

علیؑ نے وہیں بلچہ کو ذرا — جو آہستہ اُس کی کمر پہ دہرا

جو چاہا بچائے بدن بھاگ کر — اُٹھایا علیؑ نے پکڑ کر کمر

کہا رحم آتا ہے تجھہ پر ذرا — اُسی پہر اُٹھا کر زمیں پر دہرا

جو کی دُور چہرہ سے اُسکے نقاب — تو دیکھا جواں کا ہے عین شباب

یہہ کہنے لگے پھر وصی رسولؐ — کہ فتاح اسلام کو کر قبول

تو فتاح سمجھا علیؑ ہے یہی — جہاں میں خدا کا ولی ہے یہی

کہا تین شرطوں سے منظور ہے — یہہ بندہ ہے کب حکم سے دُور ہے

کہا کچھہ تامل نہ اسے یار کر — وہ شرطیں ہیں کیا کیا خبردار کر

کہا شرط پہلی ہے یہہ یا امام — کہ بندہ کو اپنا بناؤ غلام

یہہ ہے دوسری شرط شاہ نجف — ملے حلقۂ بندگی کا شرف
جو حلقہ غلامی کا ہو کان میں — وہ حلقہ ہو گوش دل و جان میں
یہہ ہے تیسری شرط شیر خدا — کہ کرنا نہ خدمت سے اپنی جدا
ہر اک شرط منظور کی آپنے — ضلالت جو تہی دور کی آپنے
مسلماں ہوا نیت خاص سے — پڑہا کلمۂ پاک اخلاص سے
ہوا لڑکے فتاح جب راہ پر — ہوا لشکر فضل سب راہ پر
وہ خوش خلعت دیں پہنکر ہوا — جو فتاح تہا نام قنبر ہوا
وہ حکم شہ لافتا سے جبہی — ملے اشرف الانبیا سے سبہی
جو قنبر پیمبرؐ کو آئے نظر — ہوئے دیکہہ کر شاد خیر البشر
کہا فضل نے اے شہ انبیا — یہہ بندہ نے اسدم ارادہ کیا
پدر کو بہی اپنے مسلماں کروں — اگر ہو سکے اہل ایماں کروں
نبیؐ نے اُسے جلد خلعت دیا — بڑی ایک عزت سے رخصت کیا
نبیؐ سے اجازت ملی فضل کو — وصی سے بہی رخصت ملی فضل کو
گئی فضل کے ساتہہ فوج کثیر — رہے پاس قنبر کہ فخر و بصیر
چلا جب علیؑ نے یہہ کی گفتگو — کہ مشکل میں کرنا مجہے یاد تو
وصی محمدؐ کے اعجاز سے — گیا صبحکو شہر میں ناز سے
خبر فضل کی جلد پاکر وزیر — اُسے لیگیا ساتہہ آکر وزیر

جو بہیجا تہا کچہہ فضل کو شاہ نے
لیا کب علیؑ کے ہوا خواہ نے

کہا ہاتہہ میں اکرو مست نجس
کہ ہے بت پرستونکا خلعت نجس

سنا یاں وہاں فضل دیندار نے
کہا شاہ سے یہہ خبردار نے

کیا دور اس نے ترا پیرہن
محمدؐ کا خلعت ہے زیب بدن

جو بت تہا گلے میں نکالا اسے
نکالا تو کیا توڑ ڈالا اسے

سنا حال جب فضل دیندار کا
اوڑا رنگ چہرہ سے بدکار کا

وہ کچہہ سوچتا تہا دل زار میں
گیا فضل لشکر سے دربار میں

کیا زور سے اس طرح سے کلام
کہ ہے میر مجلس میں اسکو سلام

جو سمجہے کہ رب العلا ایک ہے
خدا ہی ہیں جانے خدا ایک ہے

سمجھے یہہ محمدؐ ہے اسکا نبیؐ
علیؑ کو بہی جانے نبیؐ کا وصیؑ

کہا شاہ نے فضل سے اے پسر
یہہ ہے کس خدا کا بیاں سر بسر

کہا اے پدر اب بتاؤں تجہے
حقیقت بہی اسکی سناؤں تجہے

اسی نے زمین و زماں کو کیا
اسی نے ہی دونو جہانکو کیا

اسی کو بقا ہے اسی کو ثبات
فنا پر ہے سب غیر کائنات

سمجھہ کر کہا شاہ نے ایجوان
جو فلاح ہمراہ تہا سے کہاں

کہا وہ بہی دل سے مسلمان ہوا
ہوا اہل دین اہل ایمان ہوا

میسر علیؑ کی ہے خدمت اسے
ملی دو جہاں کی سعادت اسے

مسلماں بنو تم بھی تو قہر سے
تمہیں قتل کرتا ہوں شمشیر سے

سنا شاہ نے دی یہہ کفّار کو
کرو قتل تم فضل دیندار کو

نظر فضل نے کی سوئے آسماں
کہا اے خدائے زمین و زماں

تصوّر ہے میرا ترے فضل پر
کہ ہو فضل تیرا ترے فضل پر

نہ دوں جان میں جنگ پر کر
رہوں شاد کفّار کو مار کر

نگاہوں سے دیکھوں علیؑ کا جمال
نظر آئے تیرے وصیؑ کا جمال

کہا یہہ ہوا جوش دیندار کو
کیا قتل پہر بنیں کفّار کو

جو دیکھا یہاں اور ہی رنگ کو
کہڑا ہو گیا شاہ بہی جنگ کو

دیا شاہ کا ساتہہ جب فوج نے
کیا فضل کو قید سب فوج نے

بلا کر کہا جلد جلّاد کو
ابہی قتل کر فضل ناشاد کو

جو تہے فضل کے ساتہہ سامان سے
مسلماں ہوئے تہے دل و جان سے

انہوں نے کہا اے شہ نامور
ہمیں قتل کر کے اسے قتل کر

کہا شہ نے گر چاہتے ہو یہی
نہ ہو فضل ہاتہوں سے ٹکڑے ابہی

کرو بند آنکہوں کو باہم دگر
کسی کی ہتیلی کسی کی نظر

جو سب بند آنکہیں کرو ایکبار
نہ پہر فضل بہی قتل ہو زینہار

نظر بند کی ہر ہوا خواہ نے
کیا اور ہی ڈہنگ پہر شاہ نے

نہ تہہ نے ستم سے کنارا کیا
یہہ ہمراہیوں کو اشارا کیا

کہ مشکیں بندہیں ہر وفادار کی | ہوا وہ جو مرضی تھی غدار کی
کہا پھر یہہ اک شخص جرار سے | کرو فضل کو قتل تلوار سے
اگر فضل کو مارو پیشتر | تو لو جلد ہمراہیوں کی خبر
کہا اس طرح جب جفاکار نے | یہہ سنتے ہی پھر فضل دیندار نے
کیا منہ مدینہ کی جانب شتاب | کہا لو خبر جلد یا بوتراب
مدد کو بہت جلد آؤ جناب | موا چاہتا ہوں بچاؤ جناب
سنی فضل کی جب صدا آپ نے | کیا پھر نہ وقفہ ذرا آپ نے
مدینہ میں اللہ اکبر کہا | حبش میں کسی میں نہ کچھہ دم رہا
فدا جان حیدرؑ کے اعجاز پر | حبش میں گئے آپ آواز پر
ذرا آیا اہل حبش کو جو ہوش | نظر آیا اسوار پشمینہ پوش
کہ آتا ہے دربار سے وہ ادہر | کھڑا ہوگیا فضل کو دیکھہ کر
جو پایا سرہانے مددگار کو | خوشی سے نہ تھا ہوش دیندار کو
علیؑ کے کرم کی یہہ تاثیر تھی | نہ تھا طوق تن میں نہ زنجیر تھی
یہہ دیکھا تو بوسہ دیا پاؤں کو | محبت سے چوما کیا پاؤں کو
علیؑ سے کیا پیار میں یہہ کلام | بچاؤ جو مولا بچے یہہ غلام
دلاسا دیا آپنے فضل کو ؛ | وہیں خوش کیا آپنے فضل کو
کہا فضل سے شاہ نے اے پسر | بتا تو مجھے کون ہو یہہ بشر

یہہ بولا علیؑ ہیں یہہ میدان میں
مدینہ سے آئے ہیں اک آن میں

کیا شہ نے پھر مرتضےٰ سے خطاب
کہ ہے عرض یہ صاف اسکا جواب

یہہ فرمایئے کب مکاں سے چلے
تو کب آئے یاں کب ہاں سے چلے

تو بولے علیؑ دافع ہر بلا
بندھے فضل کے ہاتھہ جب میں چلا

مدد کو چلا فضل کی یاں تلک
مدینہ سے آیا نہ جھپکی پلک

بچیگا جبھی جب مسلماں ہوا
وگرنہ سمجھنا کہ بے جاں ہوا

کیا معجزہ اک طلب شاہ نے
ادب سے یہہ کی عرض گمراہ نے

کروں دل سے منظور تیرا طریق
مرے سامنے ہے جو سنگ عقیق

جو دو چشمے جاری ہوں اس سنگ سے
بتوں پھر مسلماں ہر اک ڈہنگ سے

وہیں مار کر سنگ پہ ذوالفقار
دو چشمے کیئے صورت آبشار

جو شہ کے ملازم نے پانی پیا
مزا زہر قاتل کا اسکو دیا

جو پھر انہوں نے پیا فضل کے
زیادہ تھا میٹھا انہیں شہد سے

کہا پھر کہ تبلایئے صاف صاف
کہ کیوں ذایقہ میں ہوا اختلاف

کہا آپنے کیا ہے اسکا عجب
یہہ ہے کفر و اسلام کا اک سبب

جو یہہ ہے شیریں ہے دیندار کو
تو ہے زہر سے تلخ کفار کو

یہہ سنکر پکارا غضب سے لعیں
کہ تجھہ سا زمانہ میں ساحر نہیں

نہ کلمہ یہہ حضرت کو آیا پسند
پکڑ کر کیا اسکو سر سے بلند

زمیں پر جو غصّہ میں پٹکا اُسے | گرا کر دیا اور جھٹکا اُسے

کہا فضل نے صاحبِ ذو الفقار | مسلماں ہو پھر کہو ایکبار

مسلماں اگر شاہ ہو خوب ہے | وگرنہ وہ کرنا جو مرغوب ہے

کہا شاہ کو آپنے بار بار | مسلماں ہوا پر نہ وہ زینہار

نہ سمجھا تو وقفہ نہ دم بھر کیا | جدا فضل نے باپ کا سر کیا

مُوا شاہ جب دم تو حیراں ہوئے | جو اہل حبش تھے مسلماں ہوئے

جو ترغیب دیتا تھا شہ کو وزیر | ہوا ساتھ ہی قتل شہ کے شریر

حبش کا کیا فضل کو بادشاہ | بنیں مسجدیں دیر ہو کر تباہ

کہا فضل نے اے شہِ دوجہاں | کہ رکھتا ہے قیصر جو دردِ نہاں

اُسے عشق ہے میری ہمشیر سے | نہ چارہ ہوا جس کا تدبیر سے

اُسے دُور رنج و محن سے کروں | ابھی عقد اُسکا بہن سے کروں

علیؑ سے سنا جب بیاں فضل کا | کیا اُسنے کہنا کہاں فضل کا

ادب سے کہا ہاتھ کو جوڑ کر | کرونگا اُسے کیا تمہیں چھوڑ کر

نہیں جب ہوس عیش و آرام کی | نہیں فضل کی پھر ہوس کام کی

ہوس تھی نہ تھا عشق اے رہبر | اسی سے پشیماں ہوں آٹھوں پہر

نہ بت پر نظر ہے نہ دل دیر پر | قدم آج ہیں جادۂ خیر پر

قدم آپکے ہیں مرے ہاتھ ہیں | تو دنیا و عقبیٰ میں ہم ساتھ ہیں

سنا جب یہہ اور ونکو رخصت کیا
مدینہ کا حضرت نے رستہ لیا

یہودی نے دیکھا جو کار عجب
یہہ قنبر سے پوچھا کہ کیا ہے سبب

جاش سے علیؑ دم میں آئے یہاں
تو پیدل چلا کس طرح اے جواں

یہہ بولا کہ شیر خدا ہیں امام
چلا آیا اون کی جلو میں غلام

عقیلہ نے پھر اک شارا کیا
جو کچھہ کہہ چکی کب کنارا کیا

کہا جو زمانہ میں ایسے ہوئے
جیئے یعنی دنیا میں کیسو موئے

نہ موقع پہ اپنے ٹلے راہ سے
گئے راہ پر یہہ چلے راہ سے

گل سلطنت سے نہ پھولی یہاں
نہ حسن دو روزہ پہ بھولی یہاں

نہ یہہ شہنشہ ملک فانی ہوئے
شہ عالم جاودانی ہوئے

نظر ملک پر کی نہ بت پر نگاہ
جو دونو کو چھوڑا نبے بادشاہ

یہہ بی بی نے قصے سنے غور سے
بیاں اب کروں اور ہی طور سے

ذکر اس شخص کا کہ جو پہلے ایک شاہزادی پر عاشق ہوا پھر عشق مجاز سے عشق حقیقی میں آکر عشق خدا میں موا

بڑھاؤں تو ہو طول یہہ داستاں
کروں مختصر یاد آئے جواں

گئی شاہزادی کوئی سیر کو
پھر اسیر کر کے صنم دیر کو

محافہ پہ تھی اک جواں کی نظر
ہوا سے جو پردا اُٹھے سر بسر

نہ دیکھا ابھی صاف چشم و دہن
نظر آگیا کوئی جزو بدن

رہی اُسکے جزو بدن کی خبر
نہ سر کی خبر تھی نہ تن کی خبر

لب نہر تھا گلبدن کا مکاں
کہ دیکھے تماشائے آب رواں

پھنسا تھا محبت کے گرداب میں
بہانہ سے رہنے لگا آب میں

کسی روز آئی پری بام پر
لگی پھر نے کبک دری بام پر

سر شام آخر وہ جان جہاں
جواں کو نظر آگئی ناگہاں

مقابل ہوئی چار آنکھیں ہوئیں
نگاہوں میں بیمار آنکھیں ہوئیں

ہوئی پار سینہ سے تیر نظر
بہا اشک کے ساتھ خون جگر

یہہ دیکھا کیا جوش آیا اُسے
یہہ بیخود ہوا ہوش آیا اُسے

نہ ٹھہری نہ لی سانس بھی بام پر
نہ جانا کسی نے کہ تھی بام پر

گھڑی میں جو جاتی تو پل میں گئی
ہوا کی طرح سے محل میں گئی

گئی دختر شاہ جب بام سے
رہا پھر نہ مشتاق آرام سے

چھپے زلف و رخسار جب یکبار
تو دیکھا تماشائے لیل و نہار

دنوں نے دکھایا شتابی رکو
پکڑنے لگے ہاتھہ دیوار کو

قدم ضعف سے تھر تھرانے لگے
زمیں تک بھی اب ہاتھہ جانے لگے

کئی روز کے بعد وقتِ سحر
تو دیکھا کہ اُٹھنے کی طاقت نہیں
کہا دایہ سے مادر مہرباں
ہوا ہے مجھے دیکھ کر پھر اُ
اگر شاہ پر راز ہو کچھ عیاں
جو انکو اُٹھا دے کسی طور سے
جو مرنے سے پہلے موا ہو جواں
نہ للہ پھر سخت کرنا کلام
یہہ کہنا کہ حاصل سعادت کرو
ہوئی جب عبادت میں مشہور عام
گئے جب زیارت کو فرمانروا
اگر آپ سے خود بدولت ملے
زیارت سے جو آپ کی ہو فراغ
کرے پہلے اظہار کچھ باپ سے
توقع رہے وہ بہانہ کرو
نہ ایسی کہو بات رو کر اُٹھے
اشارہ میں دایہ کو سمجھا دیا
جو کی شاہزادی نے چھپکر نظر
گرا تھا جہاں پر پڑا ہے وہیں
جو زیرِ محل وہ پڑا ہے جواں
نظر ہے لبِ بام پر بار بار
تو پھر مفت میں قتل ہو جائیگا
یہہ کہنا نہ کہہ راز یہہ ور سے
لبِ گور بیٹھا ہوا ہو جواں
جو مرنے کو ہو رحم کا ہے مقام
بیابان میں جا کر عبادت کرو
زیارت کو آئے خلائق تمام
اجازت سے پہونچیگی واں مہ لقا
تو دختر بھی لیکر اجازت ملے
تو غنچہ دہن بھی پھرے باغ باغ
تو پھر آپ شادی کریں آپ سے
ہنسا کر یہاں سے روانہ کرو
ہنسی سے چلے شاد ہو کر انھیں
جو مضموں چھپا تھا بتلا دیا

غرض شاہزادی کا لیکر پیام — گئی پھر یہ دایہ نیک نام
کہا یہہ جواں سے کہ سن اے عزیز — کہ ہوں دختر شاہ کی میں کنیز
نہ ہو خوش فلک کی طرف دیکھکر — تجھے چاہیئے اب نہیں پر نظر
حقیقت پہ اپنی ذرا کر نگاہ — کجا تو کجا دختر بادشاہ
نہ بگڑے کہیں منہ کڑی بات ہے — ترا منہ ہے چھوٹا بڑی بات ہے
جو شہرت ترا عشق پائے ابھی — تو تو قید ہو مارا جائے ابھی
جو سودا ہے زلف گرہ گیر کا — تو دیوانہ مجنوں ہو زنجیر کا
الگ ہو جو ابروے خمدار سے — تو پھر جی بچن آتا ہے تلوار سے
نہ دل تف بیجا سے بہلائیے — یہ بیڑی ہے پاؤں نہ پھیلائیے
نہ دیوانہ بن اپنی تقریر سے — الگ پاؤں کر جلد زنجیر سے
بھنویں ذبح کرنے کو شمشیر ہیں — وہ آہوے چشم صنم شیر ہیں
نگاہیں ہیں برق بلا خوف کر — تو سایہ میں ان کے نہ جا خوف کر
اماں ہے کسے دامن برق سے — بلا ٹال اپنے تن و فرق سے
جلائیگا اک روز بالکل تجھے — وہ عارض بھی ہے شمع کا گل تجھے
تجھے چاہیئے کب دہن پر نظر — کھلیگا نہ غنچہ کو تو دیکھکر
ذقن کی جگہہ دلمیں بے زیب ہے — کہ وہ زہر آلودہ اک سیب ہے
پیا کس نے دنیا میں جام وصال — یوں ہی سنتے آتے ہیں نام وصال

جواں نے کہا مادرِ نیک نام — نصیحت میں کب ہے محلِ کلام

سخن میں تفاوت سرِ مو نہیں — کروں کیا مرا دل پہ قابو نہیں

زیادہ کروں اور کیا التماس — نہیں ہیں بجا میرے ہوش و حواس

ہوئی خاک اس غم جوانی مری — تو مرنے میں ہے زندگانی مری

کہا دایہ نے تم نہ یوں ہی مرو — کہوں جس طرح سے تمہیں وہ کرو

جو سیکھی تھیں باتیں سکھائی اُسے — عبادت کے رستہ پہ لائی اُسے

ادہر دایہ سے کچھ ہدایت ہوئی — اُدہر غیب سے کچھ عنایت ہوئی

دل و جاں سے عاشق گیا دشت میں — کھلایا شگوفہ نیا دشت میں

ادہر کچھ خیالِ ریاضت ہوا — اُدہر سبز باغِ عبادت ہوا

ہوئے معتقد سب خواص و عوام — زیارت کو آیا شہِ نیک نام

نہ کی عابدِ با خدا نے نگاہ — قدم بوس ہو کر پھرا بادشاہ

ملا جس سے عابد کی تعریف کی — گیا گھر میں زاہد کی تعریف کی

سُنے وصف جب دخترِ شاہ نے — کہا باپ سے غیرتِ ماہ نے

زہے بخت عابد سے حضرت ملے — ملے یہہ بھی لونڈی جو رخصت ملے

اُسے شاہ سے جب اجازت ملی — تو سمجھی کہ دُنیا کی دولت ملی

گئی پاس عابد کے اک ناز سے — پھر کی عرض آہستہ انداز سے

جہاں آپ بیٹھے ہمارے لیے — وہیں ہم بھی آئے تمہارے لیے

بہر سانگ تم نے یہاں جان نثار　　یہیں آپ کہیں ہاں سندگار
تجھے دیکھ کر رحم آیا ہمیں　　بگڑنے نے تیرے بنایا ہمیں
سنا کر حقیقت تری باپ سے　　کرونگی ابھی عقد میں آپ سے
غرض اب کسے تخت اور تاج سے　　تمہارے ہی عاشق ہوۓ آج سے
کہا سُنکے عابد نے اے پارسا　　سُنیں آپ میری حقیقت ذرا
ہوئی خاک اُلفت میں رُسوا ہوے　　سر راہ نقش کف پا ہوے
قدم سے مرا سر مقابل نہ تھا　　تو رستہ بھی رکھنے کے قابل نہ تھا
نہ رستہ میں پوچھا گرا کر ہمیں　　بیاباں میں پھینکا اُٹھا کر ہمیں
صنم نے بیاباں میں ڈالا ہمیں　　خدا نے ہمارے سنبھالا ہمیں
درِ حق پہ آ کر نہ کچّا ہوا　　یہہ ہونی تھا جھوٹا یہ سچّا ہوا
جو تھا خار پہلے گلِ تر بنا　　کیا تم نے گمراہ رہبر بنا
سرِ تخت تھے اب ہم فرش پر　　بس اب فرش پر تم ہو ہم عرش پر
ہوئی جستجو اور ہی راہ کی　　کسے ہے ہوس آجکل بیاہ کی
بیاباں میں بیٹھے ہیں کیا بیاہ کو　　چلو یاد کرنے دو اللہ کو
نہیں خوش تمہاری ملاقات میں　　نہ ڈالو خلل میرے اوقات میں
یہہ کہتی ہی بت سے کنارا کیا　　اُٹھو ہاتھ سے یہہ اشارہ کیا
پری ہو تو ہو جاؤ مجھ سی پرے　　تمہیں راہ پر میرا خالق کرے

جسے ہو خدائے جہاں کا خیال
اُسے کیا ہو غنچہ دہاں کا خیال

ہُوا جو خدائے جہاں پر نثار
اُسی پر فدا بُت ہیں بیل و نہار

نہیں جسکو عشق خدائے جلیل
اُسی کو سمجھتے ہیں بُت بھی ذلیل

صنم پھر تو مایوس ہو کر چلا
چلا بھی تو مایوس ہو کر چلا

جو گل تھا کبھی آنکھ میں خار ہے
ٹھہرنا بھی زاہد کو اب بار ہے

ذکر حنظلہ کا جس نے بڑے شوق سے بیاہ کیا جب دلہن کو گھر پر لایا منادی جہاد کی سنی شوقِ شہادت میں میدان کا راستہ لیا

پلا جام اے ساقیِ حق پرست
نہ کر میری جانب سے کوتاہ دست

ہمارا بھی دل ایک بیتاب ہے
جہاں تیرے ہاتھوں سے سیراب ہے

نظر آیا سوتے میں خوابِ بہشت
ملی جاگتے پر شرابِ بہشت

اُٹھوں جس گھڑی عالمِ خواب سے
فرشتے مجھے غسل دیں آب سے

مریں جب ملاقات ہو حور سے
غرض یہہ کوئی بات ہو حور سے

لکھوں مختصر حنظلہ کا بیاں ۔ گیا گھر سے اک روز باہر جواں
گلی میں کسی کی گزر ہو گیا ۔ مقابل کوئی سیمبر ہو گیا
جواں ہیں جوانمرد گو لاکھ میں ۔ وہ زن راہزن لاکھ لاکھ میں
فسانے سنے عشق کے دور سے ۔ نہ واقف محبت کے دستور سے
نہ دیکھی بلائے محبت کبھی ۔ لگی کب ہوائے محبت کبھی
زن خوبصورت پہ دل آ گیا ۔ ہوا غلبۂ عشق گھبرا گیا
وہ ہرچند الفت کا پابند تھا ۔ مگر دل شریعت کا پابند تھا
زیادہ ہوا جب خیال وصال ۔ کیا عقد کا ماہرو سے سوال
صنم نے حیا سے نہ گفتار کی ۔ مگر باپ نے اس کے انکار کی
سر راہ ہوتا رہا پائمال ۔ در یار کا پر نہ چھوڑا خیال
نہ کچھ بھی بیاں رشک قمر نے کیا ۔ اثر کچھ دعائے جگر نے کیا
رضامند جب مہ لقا ہو گئی ۔ تو پھر شادی حنظلہ ہو گئی
دلہن کو لیا ساتھ سامان سے ۔ پھرا حنظلہ گھر کو اک شان سے
گیا حنظلہ در تلک شاد شاد ۔ منادی سنی در پہ بہر جہاد
ہوا خوش نہ پھولا سمایا جواں ۔ یہ پھولا کہ گھر بیٹھ آیا جواں
محافہ کو باہر سے اندر کیا ۔ قدم اپنا ڈیوڑھی سے باہر کیا
کسی سے نہ گھر میں ملاقات کی ۔ دلہن سے ٹھہر کر نہ کچھ بات کی

عزیزوں نے کتنا اشارا کیا ۔ نہ منہ دیکھنا بھی گوارا کیا
نگہہ حُسن پر ہے نہ دل چاہ پر ۔ قدم آج ہیں اور ہی راہ پر
جواں کو ہے اب جستجوئے رسول ۔ گیا شوق سے روبروئے رسول
جو دیکھا نبیؐ بر سرِ راہ ہیں ۔ ستارے ہیں غازی نبیؐ ماہ ہیں
قدم پر گرا جلد بوسہ دیا ۔ یہ کہنے لگے خاصۂ کبریا
مناسب نہیں اب سفر میں چلو ۔ سفر سے تو آئے ہو گھر میں چلو
ملاقات ہو زوجۂ و زوج میں ۔ سحر ہو تو آجائیو فوج میں
اُسے منزلِ حشر اب ہے محل ۔ محل میں یہ جائے یہ کب ہے محل
کسے اب تمنائے دلدار ہے ۔ پیمبرؐ کا ہے حکم ناچار ہے
گیا گھر میں حکمِ نبیؐ سے جواں ۔ نہ زوجہ سے ملکر ہوا شادماں
کوئی کام کب اپنے جی سے کیا ۔ کیا کچھ تو حکمِ نبیؐ سے کیا
کہاں آنکھ ابروئے خمدار پر ۔ نگہہ جنگ پر ہاتھ تلوار پر
پہنسا دل لڑائی کے ساماں میں ۔ بدن گھر میں ہے جان میدان میں
کیا رات بھر صبح کا انتظار ۔ مکاں سے گیا صحن میں بار بار
ریاضِ شہادت پہ ہر دم نظر ۔ حصولِ سعادت پہ ہر دم نظر
اُسے خار روئے گُلِ اندام ہے ۔ اگر ہے تو اب صبح سے کام ہے
مکاں میں رہا حنظلہ دوپہر ۔ تو لشکر میں پہنچا ہوئی جب سحر

لیا پہلے احمد سے حکم جہاد
گیا جلد میداں کو پہر دشاد

گُہسا اِس طرح حنظلہ فوج میں
پہرے بُلبلہ جس طرح موج میں

نہ پیچھے ہٹا مرد للکار کر
رُکے بہی جو کافر بڑہا مار کر

جو تہی آنکھہ دشتِ وغا کیطرف
قدم بڑہ رہے تہے قضا کیطرف

لگی تیغ جب حنظلہ پہر ہُوا
جو ثابت قدم تہا تو ٹکڑے ہُوا

گیا خلد کو جس گہڑی نوجواں
تو کیا دیکھتے ہیں رسولِ زماں

کہ دُہوتے ہیں اُسکا ملایک بدن
فرشتے اُسے دہو رہے ہیں کفن

نظر جس پہ کی روز و شب دور سے
ملا جان دیکر اُسی حور سے

پہرے فتح پاکر رسالت مآب
دُلہن کے گئے پاس پہلے جناب

یہہ پہر حنظلہ کی دُلہن سے کہا
کہو حنظلہ گہر میں کیونکر رہا

دُلہن نے کہا اے خدا کے حبیب
گہڑی بہر رہا پاس میرے غریب

حصُولِ سعادت میں تڑپا کیا
خیالِ شہادت میں تڑپا کیا

کبہی گہر کے اندر تو باہر کبہی
کبہی صحن میں تہا تو در پر کبہی

نہ منہ ہاتہہ دُہویا نہ شانہ کیا
یوں ہی بس قضا نے روانہ کیا

نبی نے کہا راست ہے اے دُلہن
ملایک نے اُسکو دیا ہے کفن

دیا دل کسی نے صنم کے لیئے
موا کوئی جاہ و حشم کے لیئے

کوئی خیر جاں کی مقابل نہ تہی
یوں ہی جان کہونے کے قابل نہ تہی

جو دنیا میں آئے ہے شان سے — تو لے کام عقبیٰ کا اس جان سے

نہ دنیا میں دنیا کے اوپر مرے — خدا کے لیے جان صدقے کرے

سنا آپنے حنظلہ کا بیاں — جوانمرد ہوتے ہیں ایسے کہاں

نہ کھویا عبث دین و ایمان کو — ٹھکانے لگایا دل و جان کو

گل زندگانی سے پایا ثمر — نہال جوانی سے پایا ثمر

ہزاروں میں کہتے ہیں ایمان کی — اسی نے ہی کی قدر اس جان کی

سنو اور بھی کچھہ ہمارا بیاں — کہ ہے قابل داد سارا بیاں

ذکر ایک شاہزادہ کا کہ جسنے سوتے ہوئے اپنی عروس کو چھوڑا دوسری شاہزادی راہ میں دیکھہ کر عاشق ہوئی اوس سے بھی سلسلہ محبت توڑا دنیا میں سوای ہدایت خلق اور یاد خدا کے کچھہ نہ کیا اسی کی یاد او ذکر میں رہا جبتک کہ جیا

جو آخر ہوئی ساقیا رات بھی — تو باقی بھی تھوڑی ہی بات بھی

مری بات میں خلق مشغول ہے
انہیں مختصر ہے مجھے طول ہے

پلا دے اگر مے ترا نام ہو
تجھے قطرۂ مے مجھے جام ہو

رہی ہے ہمیشہ عنایت تری
یہاں ہی ہو مجھپہ عنایت تری

فقط ایک قصہ ہے اس نظم میں
وہی ہے جو حصہ ہو اس نظم میں

کسی شاہ کے تہا نہ نورِ نظر
ہمیشہ رہی آرزوے پسر

بہت کی جہانمیں دوا او دعا
نہ حاصل ہوا گوہرِ مدعا

جواں سے ہوا پیر جب بادشاہ
خدا نے دیا اُس کو نورِ نگاہ

طرحدار لڑکا وہ پیدا ہوا
اُسے دیکھہ کر باپ شیدا ہوا

چلا جب میں پر وہ پہلے پہل
کیا ہر قدم پر خیالِ اجل

زمیں پر چلا جب نہ چیکا رہا
اُٹھایا قدم ایک اور یہہ کہا

پھریگا کبھی سوئے روزِ معاد
خفا اُسپہ کرتا ہے اے نامراد

اُٹھا کر کہا دوسرا پھر قدم
یہی انتہا ہے کہ ہوں پیر ہم

کہا پھر اُٹھا کر قدم تیسرا
کہ ہے بعد پیری کے آخر قضا

یہہ باتیں کہیں اُسنے جب چال کی
لگا کہیلنے مثلِ اطفال کی

پدر نے جو دیکھا یہہ احوال سب
نجومی و عالم کیئے سب طلب

کہے اُسنے سب رازِ دلبند کے
کہ دیکھو تو طالع کو فرزند کے

نجومی و عالم تہے جتنے وہاں
نہ کچھہ کر سکے حال اُسکا بیاں

جو عاجز نجومی ہوئے سر بسر
حوالہ کیا دایہ کے وہ پسر

کیا اک نجومی نے اتنا بیاں
کہ ہووے گا یہہ پیشواے جہاں

کئی منتخب شہ نے انساں کیئے
پسر کے وہی سب نگہباں کیئے

یہہ تہا پاسبانوں کو حکم پدر
نہ آگاہ ہو موت سے یہہ پسر

غرض رفتہ رفتہ بڑہا وہ پسر
ہوئے شاد چہوٹے بڑے دیکھ کر

کسی روز لڑکا گیا سیر کو
نہ دیکہا تہا پہلے کسی غیر کو

نہ ویسی ہی گہر سے وہ آکر گیا
نگہباں سے اُنگلی چُہڑا کر گیا

جدا ہو کے بازار میں جو گیا
جنازہ کوئی روبرو ہو گیا

پکارا یہہ لوگونکو لڑکا ذرا
یہہ کیا چیز ہے کچھہ کہو ماجرا

بتانے میں ہرگز کرو مت کمی
کہا سب نے مردہ ہے یہہ آدمی

ہوئی سُن کے لڑکے کو حیرت عجب
کہا اِسکا ہی کچھہ بتاؤ سبب

کہا سب نے یہہ شخص بوڑہا ہوا
ہوئی عمر آخر یہہ آخر مُوا

یہہ پوچہا کہ پہلے تہا یہہ تندرست
توانا ہی تہا کچھہ کہ تہا یوں ہی سست

کہ تہی چلنے پہرنے کی طاقت نہیں
کہا سب نے سب کچھہ تہا اب کچھہ نہیں

بڑہا پہر جو آگے پسر سوچ کر
پڑی ایک بوڑہی پہ اُسکی نظر

کسی سے پسر نے کیا یہہ بیاں
یہہ کیا چیز ہے کچھہ بتاؤ نشاں

کہا اُنے کیسی یہہ تقریر ہے
تو واقف نہیں ہے کہ یہہ پیر ہے

پکارا وہ لڑکا کہ سن اے حبیب | کہ طفلی سے ایسا ہے یہہ غریب
کہا اُسنے لڑکا یہہ تہا بشیر | بڑہاپے سے پہنچا ہے اس حال پر
پڑی پہر نظر ایک بیمار پر | لگا پوچہنے حال اُسکا پسر
کہا اُسنے پہلے یہ تہا تندرست | مرض نے کیا اسقدر آج سست
کہا شاہزادے نے اے مہرباں | تمہارا اگر راست ہے یہہ بیاں
تو انساں ہیں دیوانہ و بیخرد | نہیں سوچتے اپنا کچہہ نیک و بد
ادہر کر رہا تہا پسر یہہ بیاں | اُدہر جستجو میں ہوئے پاسباں
غلام و نگہباں تہے جسقدر | مکانوں میں اُسے لیگئے ڈہونڈکر
گیا خوابگہہ میں پسر جسگہڑی | نظر اُس کی سقف مکاں پر پڑی
کنیزوں سے کہنے لگا وہ پسر | حقیقت کہو چوب کی سر بسر
اسی ڈہنگ سے ہے یہہ چوب مکاں | کہ تہی پہلے کچہہ اور کیجے بیاں
کہا اُسنے اے مالک تاج و تخت | زمیں سے اُگا پہر ہوا یہہ درخت
اُسے کاٹکر پہر جو لائے یہاں | بنائی ہے پہر اُسسے سقف مکاں
یہہ باتیں تہیں اک خادم شہریار | نگہباں سے بولا کہ اے ہوشیار
بتا شاہزادہ کا اب حال تو | یہہ لوگوں سے کرتا ہے کچہہ گفتگو
کہا اُسنے جیسا ٹہرتا ہے وہ | سخن مثل دیوانہ کرتا ہے وہ
نگہباں سے باتیں سنیں جسقدر | وہ خادم نے شہ سے کہیں سربسر

بلا کر نجومی و رمال کو | کہا شاہزادہ کے پہر حال کو
کہا سب نے اُسسے بادشاہِ میر | سمجھہ میں کوئی بات آتی نہیں
تو کہنے لگا اک خردمند یوں | کہ شادی کرو رقص ہوتا جنوں
پسند آیا یہہ بادشہ کو سخن | پسر کے لیے ڈہونڈتے اب دلہن
جو کی جستجو سب نے شام و سحر | ملی دختر شاہ مثل قمر
کمی تہی کسی چیز کی یاں نہ واں | یہہ درکار تہی شاہزادے کی ہاں
رہی شاہزادہ سے رد و بدل | نصیبوں سے جو وقت آیا محل
بڑی دہوم سے شادیانہ ہوئے | ہوئے ناچ شب کو ترانہ ہوئے
پکارا یہہ شہزادہ نامور | ہوا شور یہہ کس لیے اسقدر
یہہ سنکر پکارا کوئی ہمنشیں | تمہاری ہی خاطر ہے سب جشن یہیں
خوشی ہے تمہارے یہہ ماں باپ کی | کیا جشن شادی میں یہہ آپکی
نہ کی شاہزادہ نے پہر گفتگو | تحیر سے تکتا رہا خلق کو
کیا شاہ نے عقد فرزند کا | ہوا اُبت سے پیوند دلبند کا
شب وصل کو محفل جشن کی | تو پہر اک پری شامل جشن کی
جو تہا شاہزادہ جہاں میں حسین | دلہن بہی نصیبوں سے تہی مہ جبین
دلہن یہہ جو کی عورتوں نے نظر | ہوئیں شاد سب عورتیں دیکہکر
کہا سب نے گہر اس کا آباد ہو | سبہی آرزوں سے دل شاد ہو

کوئی ماہرو ہے، کوئی گلبدن — یہ جیسا ہے دولہا ویسی دلہن

ہمیشہ سلامت یہہ جوڑا رہے — خوشی تا قیامت یہہ جوڑا رہے

ہوئی رات آیا جو خرماں روا — دلہن کو پکارا کہ اے پارسا

کروں بات تم سے نہ تھا یہہ محل — بس اک شرم کا آجکل ہے محل

مگر دل نہیں مانتا کیا کہوں — مناسب نہیں ہے کہ چپکا رہوں

نہیں یہہ خبر کیا ہے اسکو مرض — مگر آپ سے تہوں بے غرض

مرے گھر میں آئی دختر سیمبر — سوا اسکے کوئی نہیں ہے پسر

ہمیشہ ہے دنیا سے نفرت اسے — کسی سے نہیں کچھہ محبت اسے

الگ ہے حسینوں سے دن رات یہہ — کسی سے بھی کرتا نہیں بات یہہ

جو دنیا میں بیمثل پایا تجھے — بڑی آرزوں سے لایا تجھے

کرے بھی جو غصہ تجھے دیکھکر — ترے حسن پر ہو نہ مائل اگر

جو وحشت ہو کچھہ اسکو منظور آج — ادا سے نہ کرنا اسے دور آج

تغافل کو مت کام فرمائیو — اسے ہر طرح راہ پر لائیو

کیا ہر طرح شاہ نے جب خطاب — دلہن نے دیا شرم سے کب جواب

ہوئی رات قسمت سے خلوت ہوئی — کہوں کیا جو کچھہ ان کی نوبت ہوئی

دلہن اس طرف شرم کہائے ہوئے — ادہر سر کو دولہا جھکائے ہوئے

دلہن سے حیا و ادا سے خموش — تو نوشاہ خوف قضا سے خموش

اسی طور گہر یوں ہی چپکے رہے ‎ ‎ نہ وہ کچہہ کہے اور نہ یہ کچہہ کہے
یہہ کہتی رہی اپنے دلمیں دلہن ‎ ‎ کہ کرتا نہیں کیوں یہہ دولہا سخن
خموشی کا یہہ کونسا ہی محل ‎ ‎ کوئی دشمنونکو نہ ہووے خلل
نہ کی تہی ابہی تک ادا سے نظر ‎ ‎ کئے تہی وہ نیچے حیا سے نظر
اُٹھا کر دوپٹہ کو اک طور سے ‎ ‎ نظر شاہزادہ پہ کی غور سے
مگر جب دلہن کو میان نقاب ‎ ‎ نظر آیا دولہا کا حسن و شباب
وہیں دیکہہ کر شکل حیران ہوئی ‎ ‎ جو تہی نیم بسمل وہ بیجاں ہوئی
لگی پہولنے اپنے ملبوس میں ‎ ‎ سمائی نہ پہر شمع فانوس میں
کہا بخت کا کچہہ نہیں ہے گلا ‎ ‎ کہ شوہر مقدر سے اچہا ملا
نہ یاں دامن خار تن سے چہلا ‎ ‎ جو تہی پہول پہلوئے بلبل ملا
بہت دیکہہ کر اسکو حیرت ہوئی ‎ ‎ مگر کچہہ خموشی سے غیرت ہوئی
کہا دل سے ناداں حیا کب تلک ‎ ‎ چلی جسم سے جاں حیا کب تلک
یہہ کہتے ہی چہرہ سے اُلٹی نقاب ‎ ‎ کہا اس طرح جب ہوئی بیحجاب
کرو اشرف ہی تو پیارے نظر ‎ ‎ ذرا حال پر ہو ہمارے نظر
ہوئی شرم تمکو ہماری جگہہ ‎ ‎ ہمیں تم سے بولے تمہاری جگہہ
نہ تہا بات کرنا گوارا یہاں ‎ ‎ کیا کام ہمنے تمہارا یہاں
کہا پہر یہہ دولہانے ای نازنین ‎ ‎ تجہے شاد رکہے خدائے زمین

رہے دائما صحبت و اختلاط | مبارک رہے تمکو عیش و نشاط
توقف ذرا دلمیں فرمایئے | جو کہانا ہی موجود کچہہ کہایئے
ادہر آپ کہانیسے پائیں فراغ | ادہر ہوں گل حسن سے باغ باغ
یہہ سنکر دلہن نے ادا سے شتاب | لگایا وہیں منہ سے جام شراب
کئی جام دم میں کیئے نوش پہر | جو باقی تہی جانے رہی ہوش پہر
ذرا بیخودی سی جو کچہہ ہو گئی | رکہا سر کو تکیہ پہ اور سو گئی
کیا نوش دولہ نے بہی کچہہ طعام | پیا ایک حسرت سے پانی کا جام
جو دولہ نے کی پہر دلہن پر نظر | تعجب کیا حسن کو دیکہہ کر
نظر آئی جب چاند سی وہ جبیں | کہا کوٹ کر اپنا ماتہا وہیں
رہیگا نہ یہ چاند اک حال پر | کریگی قضا شق اسے سر بسر
کیا زلف کو دیکہہ کر یہہ خیال | یہہ ہے آج دنیا میں آفت کا جال
ہوا میں ہے اپنے یہہ افلاک پر | بچہیگا یہی ایکدن خاک پر
نظر کی جو کچہہ آنکہہ پر رو دیا | در صبر کو ہاتہہ سے کہو دیا
کہن آنکہوں سے آنکہونکو تکتا رہا | مسیحا کو بہی پا نہ سکتا رہا
کہا دلمیں ہے آج یہہ جلوہ گر | کریگی کسی وقت مٹی میں گہر
تری اب ہے جو چشم گلفام کو | کریگی زمیں خشک بادام کو
کہا ناک سے بہی ہو بیخبر | قضا کی ہے انگشت ہر دم ادہر

یہہ بینی و چشم پری پہر کہاں — یہہ خوبی دبینی و خود سری پہر کہاں
جو عارض کو دیکہا کیا بیچ بیاں — نہیں پہول سے دور باد خزاں
رہیگا نہ یہہ رنگ سن پہول میں — ملائیگی اسکو اجل دہول میں
جو کی آہ دندان و لب پر نگاہ — لگا دل سے کرنے وہیں آہ واہ
جو تہا درج لعل و گہر کا دہن — یہاں لب پہ تہی آہ جائے سخن
تر و تازہ ہے آج سیب ذقن — قضا سے یہہ کہولیگی ہوئے دہن
رہیگی کہاں تک یہہ گردن بلند — قضا کو بلندی نہیں ہے پسند
دلونکو یہہ گو آج ٹہنڈا کرے — صراحی یہہ کل خاک و خوں میں بہرے
کہا دیکہہ کر پہر کمر کو وہاں — تری آنکہہ سے گو ہے اسدم نہاں
بچیگی کہاں موت کے ہات سے — قضا اسکو ڈہونڈیگی سو گہات سے
قضا چہوڑتی ہے کہاں بال کو — نکالیگی یہہ بال کی کہال کو
گراں آج رنگ حنا ہے یہاں — نزاکت یہ مرنے پہ حاصل کہاں
کیا قبر میں ہاتہہ نے جب قرار — پڑیگا کہہ من اسپہ گرد و غبار
یہہ صورت جسے دیکہتا ہے قمر — رہیگی اندہیرے میں شام و سحر
جسے بار ہے جسم پر پیرہن — دبے گا زمیں کے تلے وہ بدن
یہی حال دولہا کا ہوئے یہاں — تو شادی سے کیا خاک ہو شادماں
گہڑی کو ہے یہہ صحبت و اختلاط — گہڑی کی ہے خاطر یہہ عیش و نشاط

گھڑی کے لیئے ہے یہہ راسنگار — گھڑی کی ہی خاطر یہہ باغ و بہار
گھڑی کے لیئے شاد دل کیا کریں — مناسب ہے مرنے سے پہلے مریں
کیا خلق نے اتہوبا ہم یہاں — قضا سے نہیں کوئی محرم یہاں
کر گئی یہہ ونوکو دم میں جدا — دلہن رونگی اپنے غم میں جدا
یقیں ہے کہ قبروں میں سوویں جدا — جدائی سے پہلے ہی ہوویں جدا
دلہن سے اسیوقت منہ موڑکر — گیا اسکو سوتے ہوئے چھوڑکر
دلہن جب گھڑی آئی کچھہ ہوش میں — تو شوہر کو پایا نہ آغوش میں
کیا پھر تو شور و فغاں اسقدر — کہ رونیں لگے عورتیں دیکھہ کر
جو دی پاسبانوں نے شہ کو خبر — کہ ملتا نہیں قصر میں وہ پسر
مکاں میں نہ سلطاں کا چین سے — تو رونے لگا اس طرح بین سے
نہ پیری میں سمجھے وہ ہم گفتگو — جو طفلی میں سمجھا ہے تو نیک خو
چھٹی ہم سے پیری میں کب سلطنت — جوانی میں دی تو نے سب سلطنت
یہہ کہہ کر مہینوں ہی ماتم کیا — پسر کا بہت شاہ نے غم کیا
جو دریاں غافل سراسر ہوا — تو لڑکا یہہ اندر سے باہر ہوا
پھرا شہر میں جا بجا دل حزیں — کہ ہم سن ملے کوئی لڑکا کہیں
جو پھر ایک لڑکا لیا شہر سے — سفر پھر اسی دم کیا شہر سے
جو کپڑے تھے اپنے وہ پارہ کیئے — جو لڑکے کے کپڑے تھے وہ لے لیئے

ہوئے جب فقیروں کے وہ بھیس میں ۔ چلے دیس سے اپنے پردیس میں
چھپاتے تھے اپنی ہر اک بات کو ۔ کہیں دن کو ٹھہرے چلے راتکو
نہ وہ ملک میں خوف کھا کر رہے ۔ کسی اور کشور میں جا کر رہے
وہاں اور تھا خسرو نامور ۔ جو رکھتا تھا دختر مثال قمر
نہ تھا اور دختر سے بہتر کوئی ۔ نہ رکھتی تھی دنیا میں ہمسر کوئی
عطا کی جو دختر یہہ اللہ نے ۔ تو پھر یہہ ارادہ کیا شاہ نے
کہ جس سے یہہ دختر رضامند ہو ۔ تو اسکی ہی دامن سے پیوند ہو
سر راہ پہلے بنایا محل ۔ بنا جگھری پھر سجایا محل
قرینہ سے غرفے بنائے گئے ۔ تکلف سے چلمن لگائے گئے
کیا شاہزادی نے اسمیں مقام ۔ کہ دیکھے جمال خواص و عوام
نظر خلق پر شاہزادی کرے ۔ پسند آئے جو اُسے شادی کرے
سُنے کون بسمل کی فریاد کو ۔ کیا شہ نے مختار جلاد کو
بنا راہ پر لاہرت کا مکاں ۔ مسافر کو ہو کس جگہہ پھر اماں
گزر تھا جوانوں کا لیل و نہار ۔ بہت آئے شہزادۂ نامدار
نہ آنکھوں میں پہلے سمایا کوئی ۔ ہزاروں میں دل کو نہ بھایا کوئی
ہمیشہ نظر تھی ادھر اور ادھر ۔ پڑی شاہزادہ پہ آخر نظر
طبیعت اسیوقت مائل ہوئی ۔ جو کرتی تھی بسمل وہ گھائل ہوئی

کیا ہمنشینوں سے جب مشورا — کہا ایک ہمدم کو اُٹھو ذرا
زبانی ہماری کہو باپ سے — کہ ہے عرض لونڈی کی یہہ آپ سے
جواں ایک آیا ہے مجھکو نظر — کہ ہے حسن وخوبی میں شک قمر
اُسے پاس اپنے بلائیں حضور — اسیوقت دیکھیں تو آئیں حضور
گئی شاہ کے پاس اک مہ جبیں — مگر اپنی ماں کو دکھایا وہیں
ہوئی بانوے شاہ خوش دیکھکر — جبھی ہو گئی شاہ کو بھی خبر
محل پر گیا خسرو نامور — ہوا شاد فرزند کو دیکھکر
ابھی تک نہ دولہا روانہ ہوا — نہ آنکھوں سے غائب نشانہ ہوا
نہ جانے کوئی وہ بدل کر لباس — گیا بادشاہ شاہزادے کے پاس
ادب سے کہا شاہ نے اے جواں — کہو نام کیا ہے کہاں ہے مکاں
ہوا کس لئے اس مکاں پر گزر — بتاؤ پریشاں ہو کیوں اسقدر
کہا شاہزادہ نے اے مہرباں — فقیری میں کس کا ہے نام و نشاں
وہی کہا لیا جو میسر ہوا — جہاں آن ٹھہرے وہی گھر ہوا
کہا شہ نے تم بن رہے ہو فقیر — کوئی شاہزادہ ہو یا ہو امیر
کہا پھر تعلق نہیں جب نہیں — گدا ہوں کہ ہوں شاہ مطلب نہیں
بہت شاہ احوال پوچھا کیا — نہ لڑکے نے اپنا پتا کچھہ دیا
ہوا بادشاہ تو محل کو رواں — دیا پاسبانوں کو اس کا نشاں

کہا بات اس سے نہ تم کچھہ کہو | یہہ چاہیے جہاں تک سکے چپکے رہو
گیا جب محل میں شہ کی قال و قیل | کہا اسقدر ہے جواں وہ عقیل
ہر اک ڈھنگ بگڑا ہے اس ملک کا | وہ ہے شاہزادہ کسی ملک کا
جو دیکھا پسر کو بہت غور سے | تو ظاہر ہوا یہہ ہر اک طور سے
جو ہم چاہتے ہیں نہ ہرگز کرے | پری رو کو دیکھے تو ہووے پرے
کہا سب نے ایسا نہ فرمایئے | اُسے جلد خدمت میں بلوایئے
تلک بھی جھکے بت کا وہ طور ہے | وہ انساں ہے صاحب نہیں اور ہے
کہا شاہ نے خادموں کو کہ ہاں | اُسے ڈھونڈ کر جلد لاؤ یہاں
گئے خادم شاہ پیش جواں | کہا یاد کرتا ہے شاہ زماں
کہا اُس نے مجھہ کو غرض شاہ سے | مسافر ہوں مطلب مجھے راہ سے
جو لڑکے نے کی پہلے تکرار کچھہ | چلا پیش آخر نہ انکار کچھہ
اُسے لیگئے روبرو شاہ کی | بہت شاہ نے عزت وجاہ کی
جو عزت سے شہ نے بلایا اُسے | تو کرسی کے اوپر بٹھایا اُسے
زن شاہ اور دختر نیک خو | پس پردہ بیٹھیں بصد آرزو
جواں سے کہا شہ نے اے نیکبخت | ترے واسطے ہے یہی تاج و تخت
ترا یہ جواں ہے ستارہ بلند | کیا شہ کی دختر نے تجھہ کو پسند
نہیں تجھہ کو تکلیف دی شاہ نے | کہ کھینچا ہے یاں کبک کو ماہ نے

جواں نے کہا ہے کرم آپ کا
غنیمت ہے دنیا میں دم آپکا

مجھے یاد آئی ہے یاں اک مثال
جو ارشاد پاؤں کروں عرض حال

کہا شہ نے پیارے نہ چپکے رہو
اجازت ہے تم کو جو چاہو کہو

تمثیل اوّل

جواں نے کہا اے شہ نامور
کوئی تھا کسی بادشہ کے پسر

امیروں کے بیٹے تھے اسکے مشیر
یہی دوست اسکے وہی تھے وزیر

یہ سمجھا انہوں نے کہ حسب رواج
ضیافت کریں شاہزادہ کی آج

مہیا ضیافت کا ساماں کیا
تو پھر شاہزادہ کو مہماں کیا

ضیافت میں تھے آدمی جسقدر
ہوئے نشے کے پینے سے بے خبر

وہاں جسقدر شخص تھے نوش تھے
یہی نشہ سے تو بیہوش تھے

گئی نصف شب شاہزادہ اٹھا
کیا اپنے گھر کا ارادہ اٹھا

جگایا نہ پھر دوست انکو وہاں
ہوا آپ ہی گھر کی جانب رواں

اسی نشہ میں جب قریب سحر
ہوا ایک مرقد پہ اسکا گزر

مکاں نشہ میں اپنا سمجھا مگر
گیا قبر میں گھر اسے جانکر

جو بدبو سے مردہ کو سونگھا کیا
اسی نشہ میں عطر سمجھا کیا

نظر آئی بوسیدہ جب استخواں
تو سمجھا تکلّف کا ہے فرش یاں

نظر آیا جب آہ مردہ اسے ‏ ‏ ‏ تو سمجھا جواں اپنی زوجہ اسے
رہا نشہ میں ہر گھڑی اختلاط ‏ ‏ ‏ کیا رات بھر اُسنے عیش و نشاط
ہوا نشہ جب دور وقت سحر ‏ ‏ ‏ ہوا منفعل اپنے کردار پر
جو پھر ریم اور خوں میں پایا بدن ‏ ‏ ‏ خلایق سے اپنا چھپایا بدن
مکاں میں گیا اپنے بدلا لباس ‏ ‏ ‏ یہی حال اپنا ہے اے حق شناس
جواں نے کہی جب یہ نقل جواں ‏ ‏ ‏ لگا کہنے اُسے بادشاہِ زماں
کہ جس شخص پر ہووے یہہ واردات ‏ ‏ ‏ وہ سوویگا پھر ایسے مردے کے ساتھ
کہا شاہ نے اے جوان عقیل ‏ ‏ ‏ نہ ہوگا کبھی اُن وہ جا کر ذلیل
کہا پھر سنا تمنے حالِ جواں ‏ ‏ ‏ مری نقل بھی ہے مثالِ جواں
جو باتیں سبھی سن چکا بادشاہ ‏ ‏ ‏ تو کی اپنی زوجہ کی جانب نگاہ
کہا مینے تم سے کہا تھا ابھی ‏ ‏ ‏ جو انکو نہ منظور ہوگا کبھی
کیا شہ سے بانوئے شہ نے خطاب ‏ ‏ ‏ کیئے وصف دختر کے کب استجاب
خبر کیا جواں کو کہ کیسی ہے وہ ‏ ‏ ‏ کہا کب کسی نے کہ ایسی ہے وہ
محبت میں دختر نہ برباد ہو ‏ ‏ ‏ کروں وصف میں کچھ جو ارشاد ہو
یہہ سنکر کہا شاہ نے اے جواں ‏ ‏ ‏ اجازت ہے بانو کرے کچھ بیاں
رہی آجتک قصر میں خیر سے ‏ ‏ ‏ نہ کی بات اسنے کبھی غیر سے
نہ پوشیدہ تم سے رہی بات کچھ ‏ ‏ ‏ یہی چاہتی ہے کہے بات کچھ

جواں نے کہا اے شہِ نامور — وہ فرمائیں جو کچھ بسر و چشم پر
کہا بانو نے شاہ نے اے پسر — یہ دختر ہے نعمت ادا شکر کر
ہر اک عیش و آرام موجود ہے — جو سمجھے تو حلوائے بے دود ہے
یہ نعمت ہے اس کو اگر رد کرے — مذمت تری نیک و ر بد کرے
کرے گھر کو روشن یہ وہ شمع ہے — جلا ہے نہ دامن یہ وہ شمع ہے
الگ جس سے ہے خار وہ پھول ہے — بسائے جو گھر بار وہ پھول ہے
نہو آنکھ خیرہ وہ خورشید ہے — تماشا ہے اک قابلِ دید ہے
جسے پھر دیکھے وہ دلخواہ ہے — جو دہ سالہ سے ہے صاف وہ ماہ ہے
کبھی زلف چہرے پہ ہے لٹ کبھی — کبھی پیماں لف ہے نٹ کبھی
جتاتی ہے منہ پر یہی بار بار — کہ دیکھو تماشائے لیل و نہار
ذرا دیکھ اپنی طرف اے جواں — زمیں ہے کہاں آسماں ہے کہاں
چڑھا خاک ہو کر تو افلاک پر — گری اوج سے چاندنی خاک پر
نظر چاہیے اس گھڑی پھول پر — ہوائے جگر سے اڑا دھول پر
جو مجنوں ہے لیلی نہ دیوانہ ہو — تری شمع کو تو سے پروانہ ہو
اگر دیکھے گلبدن کی طرف — نہو آنکھ تیری چمن کی طرف
مکاں میں تجھے سیر کا غم نہیں — یہ دختر مری باغ سے کم نہیں
زیادہ ہے سنبل سے کاکل یہاں — رخ صاف ہے صورتِ گل یہاں

نہ ابرو ہے چشم گل اندام پر / یہہ شہتوت چپاں ہیں بادام پر
وہ عارض ہیں سیب کہ دیکھو اگر / تو پہل کی جگہہ دانت ہوں پہول ہا
زنخداں کی لب پر عجب زیب ہے / کہ اوپر ہے پتہ تلے سیب ہے
وہ ہے راستی پر کہیں بل نہیں / اگر سرو سا قد ہے بے پہل نہیں
جواں نے کہا یہہ ہے اک راہ سے / ملے اب اجازت اگر شاہ سے
کہوں کچھہ کہا شہ نے سچ کہو / محل ہے یہی تم نہ چپکے رہو
مرے دلمیں گہر توں ہے ہر بات کا / اثر جیسے دل میں کرامات کا

تمثیل دوم

جواں نے کہا اے شہ نامدار / کئی چور باہم ہوئے ایکبار
خزانہ میں شہ کے لگایا نقب / سگئے اس مکانمیں غرض چور سب
خزانہ میں پائے متاع گراں / نہ دیکھے تھے ایسے میان جہاں
بڑہا دلمیں چوروں کے جب اشتیاق / تو چوروں نے باہم کیا اتفاق
خزانہ میں پہونچے محل چھوڑ کر / گھسے اسمیں دیوار کو توڑ کر
خزانہ میں شہ کے گئے بے خطر / متاع گراں انکو آئے نظر
سبو جیسے طلا ہی وہاں اک ملا / کہ تہی لعل و گوہر سے جسکو جلا
بڑی دیر تک اس پہ کی غور کچھہ / کہا اسنے بہتر نہیں اور کچھہ

لیا واں سے جب نے سبو ہاتھ میں ۔ اُسی کے ہو ہمراہ پریاں میں
بیاباں میں کھولا سبو ایکبار ۔ [illegible]
تو سانپوں نے کہا یا ہر اک چھوکرو ۔ نہ اک اسجواں تک ملا کو گزو
جو ہے شاہزادی کی زلفِ سیاہ ۔ نہیں سانپ ہے کم جو کیجے نگاہ
جو واقف ہیں چوروں کے احوال سے ۔ سبو کے بھی آگاہ ہیں حال سے
کریگا وہ ایسے سبو پر نظر ۔ کہا شہ نے رو کر نہیں ہو سپر
جواں نے کہا با دلِ اشکبار ۔ مرا حال ایسا ہی ہے شہریار
یہہ سنکر بہی گریہ و آہ سے ۔ کہا دخترِ شہ نے یہہ شاہ سے
اگر حکم ہو آپ کا اے جناب ۔ جواں کو دکہاؤں میں حسن و شباب
اسے لاکہہ دنیا میں تمیز ہے ۔ خبر کیا ہے پردہ میں کیا چیز ہے
کہا ماں نے جو کچھہ مانے ابہی ۔ جو آنکھوں سے دیکھے تو جانے ابہی
جواں سے کہا شاہ نے اے پسر ۔ جو دختر ہماری ہے رشکِ قمر
رہا کی ہے پردہ میں مستور سے ۔ نہاں دل ہے سینہ میں جس طور سے
بہت شاہزادی حسین جواں ۔ بہت صاحبِ علم جادو بیاں
گئے سامنے سے مثالِ قمر ۔ نہ کی دخترِ ماہرو نے نظر
تمہیں آج دیکہا ہی جس انکہہ سے ۔ کسیکو نہ دیکہا ہے اس آنکہہ سے
نہیں جھوٹ یہہ جانتے ہیں سبہی ۔ نہ کی غیر سے بات اُسنے کبہی

یہہ دختر کی ہے عرض اے ذی شعور | کرے بات اگر تمہارے حضور
جواں نے کہا آئیں وہ بہی کہیں | محل ہے سخن کا نہ چپکی رہیں
سنا جب وہ چلمن اٹہائی شتاب | برآمد ہوا ابر سے آفتاب
ادب سے جواں کیطرف جب پہری | کہا سب نے غنچہ پہ بجلی گری
جواں سے کہا دختر شاہ نے | وہ بت ہوں بنایا جو اللہ نے
جسے تم بہلاؤ وہ صورت نہیں | جو بیکار سمجہو وہ مورت نہیں
زباں بہی ہے لب بہی ہے تقریر بہی | جڑاؤ ہوں سونے کی تصویر ہی
وہ ہوں سرو چمن پہول آیا جسے | وہ غنچہ نہ تم نے کہلایا جسے
پہروگے زمانہ میں جان جہاں | نہ پاؤ گے مجہہ سا میان جہاں
تپا رنگ لایا ہمارا بدن | دمکتا ہے کندن سا سارا بدن
یہہ زلفیں بہی مقیش کی تار ہیں | کہ اک بال کے سو خریدار ہیں
کرو غور اس پر جو انصاف ہے | کہ لوح طلائی جبیں صاف ہے
یہاں پر وہی اک نکہہ کے پاس ہے | جو تم جوہری ہو یہہ الماس ہے
یہہ دیدہ ندیدہ ہے دیکہو ادہر | کہ آنکہوں میں موتی بہرے کوٹ کر
کروں مدح کیا اور ناک کی | مجہے ناک سمجہو بت خاک کی
ذرا میرے عارض کو دیکہو یہاں | کہ گل بہی مقدر سے ہے زرفشاں
کریں آپ دندان و لب پر نظر | دہن میں ہے قدرت سے لعل و گہر

ذقن صاف سونے کی ہو اک ڈلی
کہ سانچہ میں قدرت کے ہے یہہ ڈھلی

کمر کے نہونے کا اقرار ہے
اگر ہے تو سونے کا اک تار ہے

ڈبائو نہ الفت کے گرداب میں
نہ دیکھوگے سوتے کا بت خواب میں

جواں ہو تو یوں ہی نکھو نا مجھے
جو لڑکے ہو سمجھو کھلونا مجھے

کہا شاہزادہ نے شاہِ جہاں
مجھے بات کرنیکی فرصت کہاں

دکھاتا ہے نقشہ نیا دور کچھہ
جو فرماؤ اب ہی کہوں اور کچھہ

کہاں کوئی بات پیاری کہو
کہ ہوں کان جتنے ہماری کہو

تمثیل سوم

کہا اُسنے ہے نقل اِک بادشاہ
کہ تھے ایک شہ کے دو نور نگاہ

لڑا شاہ آخر کسی شاہ سے
شروعِ وغا تھا کئی ماہ سے

مہینوں ہی رات دن دار و گیر
لڑائی میں لڑکا ہوا اک اسیر

کیا قید جسنے اسے جنگ میں
مقیّد کیا خانہ تنگ میں

دیا حکم یہہ شاہ نے عام کو
جو جائے وہاں صبحکو شام کو

کرے وہ نہ تکلیف کا کچھہ خطر
چلے سنگ ریزہ اُسے مار کر

رہا ایک مدّت تلک حال یہی
ہوا راہگیروں سے پامال یہہ

جو بچ کر گیا گھر وہ حیراں ہوا
برادر کی خاطر پریشاں ہوا

پدر سے کہا آپ رخصت کریں
مقدر ہے آگے جنہیں یا مریں

جو جیتے ہیں بھائی کو لائیں یہاں
سمجھنا موئے جب نہ آئے یہاں

سنا شاہزادہ کا جب یہہ کلام
سفر کا کیا شاہ نے انتظام

طویلے سے گھوڑے بھی خاصہ دئیے
کئی ساتھہ رقاص مطرب کئیے

ہر اک مال و اسباب جمع کر دیا
ہر اک تحفہ نایاب جمع کر دیا

خزانہ سے لیکر متاع کثیر
گیا واں جہاں تھا برادر اسیر

یہہ داخل ہوا شہر میں جس گھڑی
تو کی شاہ نے واں کی عزت بڑی

لیا شہر سے ایک باہر مکاں
وہاں اُس نے کھولے متاع گراں

سجائے مکانیں دُر بے بہا
غلاموں کو آہستہ اتنا کہا

کہ دو مال سستا خریدار کو
کرو گرم سودے سے بازار کو

دُکاں پر خریدار مائل ہوئے
جو سمجھا کہ سب لوگ غافل ہوئے

دُکاں سے نکلکر یہہ پہنچا وہاں
کہ تھا قید خانہ میں بھائی جہاں

نہ تھی یہہ خبر کیا ہوا قید میں
کہ جیتا ہے اب یا موا قید میں

برادر کے کچھہ حال سے ہو خبر
جو اک سنگریزہ کو پھینکا اُدھر

لگا سنگریزہ وہ اس زور سے
جو تھا قید رونے لگا شور سے

خبر لیکے آیا یہہ دُکان پر
نگہباں پکارے کہ سن ای پسر

پڑے لاکھہ تہہ پر نہ کچھہ اُف کیا
ابھی یک ہی سنگ میں رو دیا

پکارا وہ اے دوستو چپ رہو
نہ اس آہ و نالہ پہ تم کچھہ کہو

نہ وہ مارتے تہے مجہے جانکر
تو مارا ہے یہہ سنگ پہچان کر

دکاں پر وہ آیا جو لیکر خبر
منادی کرائی بوقت سحر

کہ آئیں دکاں پر امیر و غریب
دکہاؤنگا چیزیں غریب و عجیب

دکاں پر سجائیں جو چیزیں تمام
تو حاضر دکاں پر ہوئے خاص عام

جو دیکہا وہاں عام اور خاص کو
اشارہ کیا پہر تو رقاص کو

بجانے لگے بین چنگ و رباب
ہوئے رقص سے وجد میں شیخ و شاب

تماشے پہ جب لوگ مائل ہوئے
یہہ سمجہا کہ انسان غافل ہوئے

گیا قیدخانہ میں تدبیر سے
کیا سلسلہ اپنا زنجیر سے

جو بیڑی تہی پاؤں میں توڑا اُسے
ہوا غش برادر نہ چہوڑا اُسے

دوا تہی برادر کی منظور کچھہ
اُسے لیگیا شہر سے دور کچھہ

جراحت کو مرہم کی تہی احتیاج
بیاباں میں جاکر کیا کچھہ علاج

مرض سے ہوئی کچھہ جو فرصت اُسے
وہیں سے کیا گہر کو رخصت اُسے

اُسے لاکے رستہ پہ سمجہا دیا
سفر کا ہر اک ڈہنگ تبلا دیا

کہا اس طرف سے اُدہر کو چلو
نہ ٹہرو یہاں جلد گہر کو چلو

کنارہ پہ کشتی تہی دریا قریب
چلا پہر اُسی راہ سے یہہ غریب

نحوست سے طالع کی تہا بیخبر
جہاں پر نہ جانا تہا پہونچا اُدہر

کنواں تھا جو حسن پوش اک راہ میں | گرا اپنی شامت سے اُس چاہ میں

کنوئیں میں کھڑا تھا درخت کلاں | شجر کے تلے اژدر خونچکاں

جو دیکھا شجر کو ہوا یہہ عیاں | کہ ہے بارہ غولوں کا اُس پر مکاں

لٹکتے ہیں پھل بارہ تلوار کے | ثمر یہہ درخت ثمردار کے

نکلنے کا رستہ جواں دیکھہ کر | گیا شاخ سے دوسری شاخ پر

مگر شاہزادے کی تھی کچھہ حیات | چلا چال ایسی کہ پائی نجات

وہ غولوں سے اژدر سے شمشیر سے | بچا اپنی قسمت سے تدبیر سے

مصیبت سے اپنی ہوا ہوشیار | چلا واں سے کشتی پہ ہوکر سوار

پسر نے کیا اس طرح پھر خطاب | کہ اے خسرو ملک عالیجناب

اگر دیکھہ پائیگا ایسی جگہہ | جو واقف ہے جائیگا ایسی جگہہ

کہا شہ نے ہرگز نہ جائے کوئی | جو ایسی جگہہ دیکھہ پائے کوئی

جواں نے کہا ہے جو حال جواب | مرا حال بھی ہے مثال حباب

اُڑے شاہزادی کے سنکر حواس | کہ ظاہر میں خاموش دل میں ہراس

تمثیل چہارم

سنائی جواں نے جو یہہ داستاں | جواں سے پکارا رفیق جواں

کیا شاہزادی ہے تو نے فراق | مجھے ہے ملاقات کا اشتیاق

کہاں یہہ ہمارے سبب سے ملے ملے جب تمہارے سبب سے ملے
کہا پھر جواں نے کہ اے بادشاہ جواں ہو جو یہہ ساتھہ کیجے نگاہ
تپ عشق سے ہو گیا بیقرار ہوا شاہزادی کا یہہ خواستگار
سناتا ہوں میں شاہ کو اور نقل مطابق ہو اس کی بہر طور نقل
کسی سلطنت سے کوئی کارواں ہوا ایک کشتی کے اوپر رواں
پڑی جب وہ گرداب میں چہوٹ کر تو کشتی وہ ٹکرے ہوئی ٹوٹ کر
بچا ایک اور غرق سارے ہوئے نہ بحرِ فنا سے کنارے ہوئے
کہاں پھر مقدر سے انساں ملے کنارہ پہ غولِ بیاباں ملے
تو اک دخترِ غول آ کر قریب پکاری کہ جاگے تمہارے نصیب
جو لونڈی کو الفت تمہاری ہوئی اسی کو سبب بیقراری ہوئی
پڑہا عقد صحبت رہی رات بہر کیا ٹکرہ شوہر کو وقت سحر
کیا اس طرح شاد اب قوم کو کیئے ٹکرے تقسیم سب قوم کو
کئی روز کے بعد پھر ناگہاں اسیطور اک شخص آیا وہاں
جو غولوں کا تہا ایک فرمانروا اسی کی تہی بیٹی کوئی مہ لقا
ہوئی اس پہ عاشق وہ خانہ خراب اسے لیگئی اپنے گھر میں شتاب
یہاں پھر جو بارا گیا تہا جواں اسے حال اسکا تہا سارا عیاں
ہوا خانہ غول میں جب گزر تو جاگا گیا خوف سے رات بہر

خبر دختر غول لیتی رہی ۔ کہ تکلیف صحبت کی دیتی رہی

ہوئی صبح کہا انکو اوٹھی شتاب ۔ تو بہاگا وہاں سے جواں بھی شتاب

کنارے پہ دریا کے پہونچا جواں ۔ جو کشتی پہ بیٹھا ہوا پہر رواں

ہوئی صبح جب عجل آئی تمام ۔ کیا دختر شاہ سے یہہ کلام

ہمارا ہی حصہ لاؤ ہمیں ۔ جو کہایا ہے تمنے کہلاؤ ہمیں

کہا دختر شاہ نے وہ جواں ۔ سلامت ہوا اپنے گہر کو رواں

وہ ایسا خبردار تہا گہات سے ۔ گیا زندہ گہر کو مرے ہات سے

تو غولوں نے جہوٹا بنایا اُسے ۔ کہا تمنے پوشیدہ کہایا اُسے

بتاؤ تو اُسکا نشاں ہے کہاں ۔ وگرنہ تجہے کہائینگے ہم یہاں

یہہ سنتے ہی دل پر ہوا اک خطر ۔ کیا دختر غول نے پہر سفر

جو گہر سے تلاش جوانمیں گئی ۔ گئی جب وطن میں مکانمیں گئی

جو انکو ملی وہ عجب ہنگ سے ۔ نہ پہچانا چشم و رخ و رنگ سے

کہا آپ فرمائیں حال سفر ۔ ہوا کس طرح سے مآل سفر

کرو مختصر قصہ طول سے ۔ بچے کس طرح دختر غول سے

جواں نے حقیقت کہی سربسر ۔ کہا دختر غول نے لے بشر

جو بہاگے قضا سے ٹہکانا نہیں ۔ وہی ہو نہیں کیا تمنے جانا نہیں

جواں بات سنتے ہی گہبرا گیا ۔ بدن میں عرق خوف سے آگیا

پکارا بہت شوچکر اے صنم — تجھے ہے خدائے جہاں کی قسم
مجھے چھوڑ لاکھوں میسر تجھے — بتاتا ہوں بہتر سے بہتر تجھے
جواں پر جو ابر الم چھا گیا — وہ رویا تو اسکو ترس آگیا
کہا چھوڑتی ہوں ہوا ملول — جو دے تو تصدق وہ سب ہے قبول
زن و مرد جب مطمئن ہو گئے — تو پھر شاہ کے پاس دونو گئے
کہا شاہ سے زندگی شاق ہے — جو شوہر کی لونڈی یہہ مشتاق ہے
ہوا میرے شوہر کو منظور یہہ — کرے اب مجھے پاس سے دور یہہ
نظر میری الفت پہ للہ کر — مناسب جو ہو حکم اے شاہ کر
پری دختر غول جب بے نگاہ — دل و جاں سے عاشق ہوا بادشاہ
بلایا اشارہ سے جب مرد کو — جتایا دل و جاں کے سب درد کو
کہا تو تو ہوتا ہے اسسے جدا — ہمیں ہی اسے بخش بہر خدا
جواں نے کہا مجھکو منظور ہے — یہہ بندہ اطاعت سے کب دور ہے
طبیعت جو مائل ہوا شاہ کی — یہہ بی بی بھی قابل ہوا شاہ کی
جواں سے اسے شاہ نے لیلیا — اُسی دم محل میں ہی داخل کیا
ترقی پہ ہر دم رہا اختلاط — کیا رات بھر اسنے عیش و نشاط
جو دم بھر شہ نامور سو گیا — تو پھر ٹکرے ٹکرے وہیں ہو گیا
جو ٹکڑے کیئے ہاتھ میں لے لیئے — گئی گھر کو غولونکو حصہ دیئے

پکارا یہہ شہزادہ ہوشمند
کہ اے شاہ تیرا ہو رتبہ بلند
زیادہ کسے تاب گفتار کی
یہی نقل ہے اس مرے یار کی
سُنی یار نے نقل جب یار کی
تو پہر شاہزادی ہے انکار کی
طرحدار کو داغ دیکر گیا
تو ساتھی کو بھی ساتھ لیکر گیا
نہ تہا کام کوئی میان سفر
ہدایت سے مطلب تہا شام و سحر
کیا اُس کی باتوں نے دل پر اثر
ہوئے بندگان خدا راہ پر
کیا باپ کے پاس قاصد رواں
لکھا حال اپنا دیئے سب نشاں
کہا آئیں دین خدا میں جناب
رہے یاد ہر وقت روز حساب
خدائی دو عالم کی تصدیق ہو
جو ہو اُسکے رستہ کی تحقیق ہو
سُنی بات گمراہ نے راہ کی
تو کی دل سے تصدیق اللہ کی
دیا اُسنے دین خدا کو رواج
نہ رکھی کسی چیز کی احتیاج
عقیلہ نے جب داستان یہ کہی
تو حورالنسا بھی یہہ چپکی رہی

محفل پنجم ۵

رعایت کا ہے وقت ساقی یہی
رہی ہے فقط بزم باقی یہی
یہہ محفل ہے اک رات کی رات ہے
نہ قصہ ہے کچہہ بات کی بات ہے

ضعیفی میں اب موت سے جنگ ہے — نشانہ ہیں عرصہ بہت تنگ ہے

کرے موت جبتک نوالہ ہمیں — پلا پہلے بھر کر تو پیالہ ہمیں

کہوں نشہ میں داستاں حور کی — کہ ہوں کان باتیں سنوں دور کی

بھروسہ یہ آئے ہیں محفل تلک — نشہ ہو پہنچ جائیں منزل تلک

یہہ غم ہے غلاموں میں شامل نہیں — نجس ہیں کہ محفل میں داخل نہیں

نجس لاکھہ یہہ ذرہ خاک ہے — کرم ہو تو قطرہ سے بھی پاک ہے

گنہگار موصاف انکا نام ہو — کہ دریائے رحمت سے اک جام ہو

پلاے اسے پاک دل پاک ہو — بنے نور دم میں اگر خاک ہو

زیادہ نشہ ہو تو بڑھکر کہے — زمیں کیا فلک بھی چڑھکر کہے

چڑھے یاں تو اور بھی نشہ خلد میں — بنے ہے اور ہی کچھہ ہوا خلد میں

گیا روز باقی رہی رات کچھہ — تجھے رحم آئے کہوں بات کچھہ

سنی جس گھڑی داستاں حور نے — کیا شوق سے یہہ بیاں حور نے

سخن تو نے دلدار اچھا کہا — کہا بھی تو غمخوار اچھا کہا

جو مانگے زباں سے وہی آج دوں — تجھے ملک دوں تخت دوں تاج دوں

کہا پھر عقیلہ نے اے نیک بخت — مبارک رہے تجھکو یہ تاج و تخت

بدن پر تو رکھتے ہیں سر آج ہم — ہمیشہ رہے سر تو لیں تاج ہم

جو پاؤں لٹکتے نہوں غار میں — تو لیں تخت دنیائے غدار میں

مُوئے جب ہے یوں نہ تاج و سریر
نکالیں بنا کر ہمیں سب حقیر

نہ لیجا ہینگے ملک ہم ہاتھ میں
تو پھر پاؤں پھیلائیں کس بات میں

مریں جب کہیں اور قصہ نہ ہو
کہ دو گز زمیں میں بھی حصہ نہ ہو

وہ بخت تو کہ عقبے میں پائیں جسے
اُسے کیا کریں چھوڑ جائیں جسے

نہیں آج مطلب کسی بات سے
غرض ہے ہماری اسی بات سے

کنیزوں نے بی بی سے سچ سچ کہا
جو رُوئیں نہ تمنے سب کچھ کہا

کسی چیز کی آج پروا نہیں
کوئی دُکھ نہیں کوئی سودا نہیں

مہیا ہیں اسباب آرام کے
تو عاشق بھی دو چار ہیں نام کے

عدُو بھی نہیں آجکل گھات پر
تو پھر رنج ہے کونسی بات پر

کہا گو کسی شے کی پروا نہیں
ہنسی کی جگہ پر یہ دُنیا نہیں

یہاں رنج کے ڈھنگ کیا کیا نہیں
جو پوچھو جہنم ہے دُنیا نہیں :

ہنسی ہی اُسے شاد پاکر ہنسے
جو ناداں جہنم میں آکر ہنسے

رُکا دل کبھی گھر سے باہر گئی
یہ دیکھا تو بستی کے اندر گئی

کوئی رُو رہا ہے پدر کے لیئے
کوئی پٹتا ہے پسر کے لیئے

دُلہن کے الم میں کوئی بدحواس
دُلہن کوئی دُولہا کے غم میں اُداس

برادر کے غم میں کوئی بیقرار
کوئی غم میں شوہر کے ہے سُوگوار

مرض میں کوئی شخص ہے مُبتلا
یہی کہہ رہا ہے کہ اَب میں چلا

کسی کو میسّر ہیں کھانے تمام
مگر سوئے ہضمی کا خطرہ مدام

کسی وقت منہ تک جو آئے طعام
شکایت ہو لب پر بجائے طعام

کسی کو ہمیشہ یہی ہے گلا
کبھی پیٹ بھر کر نہ کھانا ملا

کوئی سلطنت میں بھی ناشاد ہے
اگر ملک و زر ہے نہ اولاد ہے

کسی کے ہیں کثرت سے دخت و پسر
مگر تنگ عسرت سے ہے اسقدر

یہ کہتا ہے میری دعا لے کوئی
کنیزی غلامی میں پالے کوئی

کسی کے جو فرزند ہے مال ہے
مرض وہ ہے جسّے برا حال ہے

گدا کو تو دنیا میں فکر معاش
تو ہے اور کشور کی شہ کو تلاش

کہیں ماں ہیں بیٹی میں کچھ ہے نفاق
کہیں باپ بیٹے میں جوتی چپاق

بہن سے بہن کوئی ناراض ہے
کہیں بھائی کا بھائی غمّاص ہے

کہیں زوج زوجہ میں تکرار ہے
غرض ایک سے ایک بیزار ہے

نگاہیں اٹھیں خاص اور عام سے
کسی کو بھی پایا نہ آرام سے

ہوئی گو بہ رنگ گل تر حیات
نہیں پھر بھی خار الم سے نجات

بندھی ہے ہوا جسم کی سانس سے
بدن میں نہیں یہ بھی کم پھانس سے

یہ دنیا جگہ کب ہے آرام کی
جو دیکھو تو راحت ہے یاں نام کی

سنا یہ کسی نے کلام امامؑ
کہ راحت کا دنیا نہیں ہے مقام

جو آخر یہ دل سے کیا مشورا
کہ دیکھو تو دنیا کو پھر کر ذرا

کہ بد بھی ہیں دنیا میں اور نیک بھی
تو دنیا میں کیا خوش نہیں ایک بھی

ہوا پھر تو مصروف وہ سیر میں
پھرا آخرش کعبہ و دیر میں

نہ دیکھا کسی کو کہیں چین سے
یہہ پایا کہ انساں نہیں چین سے

جو یہہ سیر کرتا تھا شام و سحر
جواں ایک بستی میں آیا نظر

نہ کوئی مرض ہر طرح تندرست
حسین و عقیل و توانا و چست

کہ ظاہر میں ہے آج خوشحال بھی
کہ اولاد بھی پاس ہے مال بھی

کہا دل میں سیاح نے غور سے
اماں ہے اسے گردش دور سے

کوئی درد و غم سے نہ آزاد ہے
اگر ہے تو دنیا میں یہہ شاد ہے

کہا پھر یہہ سیاح نے ایجواں
تجھے پایا آفاق میں شادماں

وگرنہ یہاں کونسی شے نہیں
نہیں ہے تو آرام اک ہے نہیں

سبھی رنج سے پائے آفاق میں
تمہیں خوش نظر آئے آفاق میں

کہا میزباں نے کہ اے میہماں
نظر تم نے ظاہر پہ کی ہے یہاں

سنوگے اگر میری کچھہ داستاں
تو بھولوگے سب غمزدوں کا بیاں

کہا میہماں نے کہو حال کچھہ
سنا و محبت سے احوال کچھہ

کہا میزباں نے کہوں ای حبیب
مری داستاں ہے عجیب و غریب

ہوئی مجھہ کو زوجہ سے الفت کمال
اسی کا رہا دل کو ہر دم خیال

فقط رات دن تھی اسی پر نظر
تو جیتا تھا ہر دم اسے دیکھہ کر

غرض وہ ہوئی مبتلائے مرض
ہوئی ہر طرح سے دوائے مرض

کبھی کچھہ کیا اور کبھی کچھہ کیا
دعا کی دوا کی سبھی کچھہ کیا

گنہگار چوکا نہ تدبیر سے
شفا پر ہوئی کچھہ نہ تقدیر سے

جو رُوتا کسی وقت میں شور سے
تو کہتی وہ غصہ میں یہہ زور سے

دکھانے کو اپ جاں کھوتا ہے تو
یہہ رونا ہے جھوٹا جو روتا ہے تو

فقط میرے مرنے کی اب دیر ہے
تمہیں چاندنا مجھہ کو اندھیر ہے

مجھے ظلمت قبر میں راہ ہو
تمہاری بغل میں کوئی ماہ ہو

کہا میں نے ایسا نہ ہوگا کبھی ؛
کہا خلق سب دیکھہ لیگی ابھی

بُرائیوں تو دن رات کہتی مجھے
جو روتا تو یہی بات کہتی مجھے

لیا سر پہ دنیا و دیں کا عذاب
کیا قطع عضو تناسل شتاب

کہا میں نے زوجہ سے یہہ ماجرا
یہہ سُنکر ہوئی پھر وہ ساکت ذرا

نہ دی داد منہ سے نہ فریاد کی
کہوں داد کیا آہ بیداد کی

مری بیقراری سے پایا قرار
مٹا کچھہ صفائی سے دل کا قرار

مرے زخم کے ساتھہ آئی شفا
ہوا میں جو بیمار پائی شفا ؛

ہوئی جب توانا وہ ہر طور سے
کیا آخرش عقد پھر اور سے

اشارہ سے پہلے بتایا مکاں
بتا کر مکاں پھر کیا یہہ بیاں

مکاں میں وہ غرفہ ہے دیکھو ادھر
وہیں بیٹھتی ہے وہ شام و سحر

سوا دیکھنے کے گزارہ نہیں | اُسے دیکھنا ہی گوارہ نہیں
اگر سامنے دیکھہ پائے مجھے | جو کہتے نہیں وہ سناوے مجھے
کہاں صبر ہو فتنہ پرداز سے | بلاتی ہے شوہر کو آواز سے
وہ آیا تو چھاتی لگائے اُسے | رلائے مجھے اور ہنسائے اُسے
لپٹتی ہے اُس کو دکھا کر مجھے | کرے دل کو ٹھنڈا جلا کر مجھے
لپٹنے کا غرفہ میں کیا ہے محل | مرے فعلِ بد کا یہی ہے بدل
نہ پہلے سے میرا یہی طور تھا | نہ ایسا ہی تھا میں کبھی اور تھا
نہ اب وہ بدن ہے نہ خوراک ہے | نہ وہ دل نہ وہ جسم و پوشاک ہے
بڑھاپے سے بڑھکر جوانی ہوئی | مجھے موت اب زندگانی ہوئی
جو اپنا لہو آپ پیتے ہیں ہم | تو مرنے کی خاطر ہی جیتے ہیں ہم
بیانِ جواں سن کے آیا یقیں | یہہ سمجھی جہاں میں کوئی خوش نہیں
سبھی کو تردد غرض کچھ نہ کچھ | بشر کے لیے ہے مرض کچھ نہ کچھ
جو اک وزر وحشت نے حیراں کیا | محل سے بیاباں کا رستہ لیا
نہ رستہ میں کوئی گلستاں ملا | بیاباں میں شہرِ خموشاں ملا
وہیں پاس بیٹھے وہیں باپ ہیں | نہ آپس میں باتیں ہیں چپ چاپ ہیں
برابر پڑے ہیں امیر و فقیر | کہیں فرش قالیں نہ فرشِ حصیر
نہ واں تخت ہے تاجور کے لیے | نہ تاجِ مرصّع ہے سر کے لیے

نہ کچھ پادشاہوں کی عزت وہاں — فقیروں کی خاطر نہ ذلت وہاں
گدا تو گدا شاہ محتاج ہے — نہ کچکول سر پر ہے نہ تاج ہے
وہیں آج مطلوب طالب وہیں — وہیں آج مغلوب غالب وہیں
نہ طالب کو مطلب ہے مطلوب سے — نہ غالب کو حجت ہے مغلوب سے
حسینونکو صورت پہ نخوت نہیں — جو عاشق ہیں انکو محبت نہیں
کسی کا لحد میں ہے مخمل کفن — کسی کا ہے تنزیب و ململ کفن
نہ مخمل نے اندھیر ڈالا کہیں — نہ او جلے کفن سے اجالا کہیں
دبے غار میں سرکشوں کے بدن — اندھیرے میں ہیں مہوشونکے بدن
سبھی شمع رو شرم کہائے ہوئے — اندھیرے میں ہیں منہ چھپائے ہوئے
نہ خورشید رویونکی کچھ بات ہے — جو دن ہے انہیں قبر میں رات ہے
جو دیکھا تو قبر و ہیں اندھیر ہے — نہ مردہ ہے اک خاک کا ڈھیر ہے
پڑے ہیں سبھی ایک ہی حال سے — سپید و سیہ وہیں اعمال سے
جو کچھ پاس رکھتے تھے چھوڑا ہیں — وہاں غیر حسرت کے کچھ بھی نہیں
لحد میں کسی روز سونا ہمیں — کہ آخر تو ہے خاک ہونا ہمیں
نہ دولت نہ پیارا کوئی ساتھ ہو — چلیں جب تو خالی ہر اک ہاتھ ہو
چلینگے سبھی کچھ کبھی چھوڑ کر — یہہ کیسا الگ ہوں ابھی چھوڑ کر
جو یہہ حال دنیا کا ظاہر ہوا — تو روتی ہوں جا کر محل پر ہوا

کہاں کوئی رُوئیگا ایسا بہ مجھے
مری آنکھ بہ رُوتی ہے جیسا مجھے

جو یہہ شاہزادی کا مضموں سنا
عقیلہ نفیسہ نے سر کو دُہنا

کہا تہا وہ طالب اسی کام سے
مگر خوف آتا ہے کچھہ عام سے

تو دونو نے آپسمیں کی مشورت
کہ سمجھاؤ اسکو یہہ ہے مصلحت

اگر بات پر اپنی ثابت ہے یہ
زیادہ یہہ گر کوئی اسّے کہے

نہ کچھہ اور تم ہی بکھیڑا کرو
الگ بحرِ فانی سے بیڑا کرو

ادہر سے اُدہر جاؤ دو بات میں
کنارے لگو بات کی بات میں

جو آپسمیں کچھہ ہو چکی گفتگو
کہا یہہ نفیسہ نے لے ماہرو

قصہ ایک بادشاہ کا

سنئے شاہ کی اک نئی نقل ہے
اسے خوب سوچیں اگر عقل ہے

بڑا شہر تہا ایک بی بی کہیں
سوا اُسکے لگتا نہ تہا جی کہیں

مکاں خوب وسعت میں نداز سے
بشر وانہہ رہتے تہے اعزاز سے

ہوا جو کہ اس شہر کا بادشاہ
رہا یہہ گماں اُسکو شام و پگاہ

یہہ جائیگی مجھہ سے کہاں سلطنت
رہیگی ہمیشہ یہاں سلطنت

نہ ہوتی خبر اُسکے دستور سے
کہ آتے ہیں سلطاں یہاں دور سے

کہ رہتا تہا واں سال تک بادشاہ
نہ پہر سلطنت تہی نہ تخت و کلاہ

برس روز کے بعد خاص و عوام
کہیں چھوڑ آتے تھے بہرِ قیام

وہ عیش و حکومت وہ لطف و خوشی
خرابی تھی سلطان کی جان کی

بُلا کر کسی اور کو دُور سے
کیا شاہ خلقت نے دستور سے

گیا شاہ جب شہر کی سیر کو
نہ دیکھا وہاں مردمِ غیر کو

کسی کی طرف شہ نے رغبت کی
کبھی شہر والوں سے اُلفت کی

جہاں پر تھا اُس بادشہ کا مکاں
وہاں سے کسی کو بُلایا یہاں

کہا شہ نے اُس شخص سے اے رفیق
بتا مجھکو اس شہر کا کچھ طریق

نہ کوئی یہاں مردمِ غیر ہے
یہاں پر کوئی شر ہے یا خیر ہے

یہہ واقف تھا واں کی ہر اک چال سے
کیا شہ کو آگاہ سبھی حال سے

کہا پھر یہہ رو کر کہ اے بادشاہ
برس روز تک ہے یہہ تخت و کلاہ

گزارینگے اک سال عزت کے ساتھ
نکالینگے پھر تمکو ذلت کے ساتھ

تمھیں ایک جنگل میں لیجائینگے
غرض ہر طرح وا پتہ پہچائینگے

کہا سُنکے سلطاں نے اے رفیق
بُرا شہر والونکا ہے یہہ طریق

کیا مینے جب عیش ہر دم یہاں
مصیبت اُٹھاونگا کیونکر وہاں

یہاں پر تو رہتا ہوں گلگشت میں
رہونگا وہاں کس طرح دشت میں

کہا اُسنے پھر اے شہِ نامور
اگر ہو سکے جمع کر مال و زر

تو پھر مال و زر کر روانہ وہاں
کوئی دن میں پہنچائینگے یہہ جہاں

وہاں تیر ہو جانے پہ اُسکے ذی شعور
مہیّا ہوا اسباب عیش و سُرور

یہہ ہے سلطنت چند روزہ یہاں
وہاں عیش و عشرت ہے سب جاوداں

اسی طور سے بادشہ نے کیا
نہ اُس سلطنت پر ذرا دل دیا

جو کچھہ جمع یاں پر کیا مال و زر
روانہ کیا اُس جگہہ بے خطر

جو اک سال کے اُس شہر سے
نکالا اُسے ذلّت و قہر سے

پہنچکر مکاں پر ہوا نہے شاد
تعیّش لگا کرنے حسب مراد

سمجھا وہ ہے شہر دار فنا
مکاں دوسرا ہے وہ ملک بقا

مکاں خاص ہے گوشہ آخرت
وہاں بھیجیئے توشۂ آخرت

بیاباں ہے جنّت کہ میدان ہے
بشر سے ہی فردوس کی شان ہے

نہ یوں ہی وہاں ہاتھہ آئے مکاں
بنے واں مکاں جب بنائے مکاں

نہ یوں ہی ہو واں پر ہوائے چمن
بنے واں چمن جب بنائے چمن

نہ کچھہ فوج سے ہو نہ عمّال سے
سبھی کچھہ بنے نیک اعمال سے

نہ ایسی جگہہ دخل ہو ایک کا
مگر بار ہے واں عمل نیک کا

وہاں کا کرے کام یاں بیٹھکر
کرے کچھہ سر انجام یاں بیٹھہ کر

یہاں کا نہ واں کام جب کچھہ ہوا
تو واں آپ سے آپ کب کچھہ ہوا

یہاں ہو نہ جب بے کیئے کام کچھہ
تو واں خود بخود کب ہو انجام کچھہ

وہاں نیک و بد کی مکافات ہے
یہاں نیک و بد سب تیرے ہاتھہ ہے

جو دُنیا میں تو نے بنائے مکاں
وہاں کب تب سے کام آئے مکاں
جو دُنیا میں تو نے بنا ہے صحن
وہاں کب تب ہی کام آئے چمن
نہ کچھہ کام دنیا کی خاطر کرے
ہر اک کام عقبیٰ کی خاطر کرے
نفیسہ نے کی یاں تلک گفتگو
عقیلہ یہہ بولی کہ اے نیک خو
دنوں کا تو کچہہ طور بطور ہے
مگر نقل یہہ قابل غور ہے

بیانِ عقیلہ

سُنا ہے کوئی پادشاہِ کلاں
رعیت پہ تھا ہر گھڑی مہرباں
سبھی علم و دانش میں مشہور تھا
عدالت کا شہرہ بہت دُور تھا
رعیّت کی اصلاح سے کام تھا
جہاں میں اسی کام سے نام تھا
بُرا کام کوئی نہ شہ نے کیا
رہا خیر و خوبی سے جبتک جیا
قضا کر گیا جس گھڑی بادشاہ
رعیت نے کی اپنی حالت تباہ
نہ چھوڑا کوئی وارثِ تاج و تخت
یہہ تھا ایک صدمہ رعیت پہ سخت
محل میں تھی عورت کوئی باردار
نظر تھی اُسی بات پہ لیل و نہار
نجومی و کاہن پکارے سبھی
کہ لڑکا شکم میں ہے ٹھہرا ابھی
کوئی روز ٹھہرو کرو انتظار
ہو غیر کوئی ابھی تاجدار نہ
رعیّت رہی منتظر روز و شب
وزیروں نے اپنا کیا کام سب

گئے جب مہینے کئی پھر گزر ۔ تو پیدا ہوا بادشہ کے پسر
رعیت ہوئی شادماں اسقدر ۔ کیا سال بھر جشن آٹھوں پہر
کیا ارتوں سب نے فسق و فجور ۔ گناہوں میں اپنے نہ رکھا قصور
بہت عالموں نے ڈرایا اُسے ۔ جو دانا تھے یہہ بھی سنایا اُسے
کیا ہے پسر یہہ خدا نے عطا ۔ نہ اُسکا کرو شکر تم ہی خطا
رضامند ابلیس بدخواہ ہو ۔ غضب ہے غضبناک اللہ ہو
اگر تم نے ایسا تصور کیا ۔ کہ لڑکا کسی اور نے یہہ دیا
تمہارا اگر وہ مددگار ہو ۔ تو اُسکا کرو شکر مختار ہو
کہا پھر رعیت نے ایسا نہیں ۔ پسر ہے عطائے خدائے زمیں
بیاں اس طرح عالموں نے کیا ۔ جو ابلیس ہے دشمن کبریا
گناہوں سے اُسکو نہ راضی کرو ۔ غضب میں نہ آئے خدا تم ڈرو
دیا پھر رعیت نے سنکر جواب ۔ جو فرمائیں عالم کریں وہ شتاب
کہا عالموں نے یہی بات ہو ۔ کہ توبہ گناہوں سے دن رات ہو
کیا شکر ابلیس بدخواہ کا ؛ ۔ بجالاؤ اب شکر اللہ کا
کیا جسقدر شاد شیطان کو ۔ کرو شاد اُتنا ہی رحمان کو
یہہ کہنے لگے عالموں سے سبھی ۔ مشقت ہوگی یہہ ہمسے کبھی
ہمارے بہت جسم ہیں ناتواں ۔ اُٹھے کسطرح ہم سے بار گراں

کہا عالموں نے نہ غافل بنو — جو کچھ عقل رکھتے ہو عاقل بنو

اطاعت کو شیطاں کی ہجز و رہاں — خدا کی عبادت کو ہونا تواں

غرض عالموں نے ڈرایا اُنہیں — جو زیبا تہا سب کچھ سنایا انہیں

نصیحت سے خلقت ہوئی راہ پر — عبادت میں تہے محو شام و سحر

جو کی سال بہر طاعتِ کبریا — تو روزے بہی رکّہے تصدّق دیا

کہا عالموں نے یہہ سب دیکہہ کر — کرے فسق پہلے پہل یہہ پسر

بدی کے رہے پہر نہ نزدیک یہہ — نجومی پکارے کہ ہے ٹہیک یہہ

یہہ بولے نجومی کہو مہرباں — کیا کس طرح تمنے ایسا بیاں

کہا عالموں نے سنو بات یہہ — کہ پیدا ہوا طفل جس رات یہہ

رعیت نے اُس کی اُسی رات سے — مقدّم کیا رقص ہر بات سے

کیا منع مانا نہ مخلوق نے — خدا کو بہی جانا نہ مخلوق نے

برس روز کے بعد انساں ہوئے — ڈرے کچھ خدا سے پشیماں ہوئے

بُرا ہووے اوّل تو حالِ پسر — کہ ہو نیک آخر مآلِ پسر

نجومی پکارے سنو غور سے — کیا ہمنے تصدیق اس طور سے

ہوا خلق میں جب تولّد پسر — تو تہے زہرہ و مشتری زور پر

تعلق ہے زہرہ سے عیش و طرب — عبادت کا بہی مشتری ہے سبب

کیا تہا جو کچھ عالموں نے بیاں — کیا اُسنے سب کچھ ہوا جب جواں

نہ تھا عالم دیں سے کچھہ ارتباط — بتوں سے ہمیشہ تھا عیش و نشاط

ہر اک شاہ پر اُسکو نصرت ہوئی — بہت ماہرویوں سے صحبت ہوئی

غرض کام اچھا کبھی کب کیا — جو شیطاں نے چاہا وہی سب کیا

جو معشوق حسب تمنّا ملے — ہوئے رفع سے جان و دل کے گلے

جو دنیا میں چاہا وہ حاصل ہوا — وہ بُت بھی ملا جس پہ مائل ہوا

کیا ہر طرح اُسنے فسق و فجور — ہوا اپنے سامان پہ اُسکو غرور

ہوئے اُسکو پورے جو بتیس سال — کیا اور ہی دلمیں اپنے خیال

بنایا مکاں ایک شکل ارم — کہ شدّاد ہی جسکی کھائے قسم

بنائے طلائی تو دیوار و در — جڑے اُس پہ موقع سے لعل و گہر

بنائے مکاں اسمیں چھوٹے بڑے — قرینہ سے لعل و زمرّد جڑے

زمیں پر بھی فرش طلائی بنا — جواہر سے دی فرش کو بھی جلا

بنائے مکاں پھر خاص عوام — یہہ وسعت کہ ہو فوج جسمیں مقام

مکاں جب یہہ تیار سارا ہوا — تو پھر فوج کو یہہ اشارا ہوا

کہ آئے سبھی فوج اس اوج سے — سمٹ کر چلے بحر جس موج سے

جواں فوج کے اس طرح سے چلے — قدم سے ہوئی خاک اوپر تلے

محل میں سنایا گیا ایکبار — کہ سب ہیں بنا بنا کر سنگار

طرحدار طرار نازک بدن — فریب جہاں غیرت انجمن

محل سے جو آئے بدلکر لباس ۔ کھڑے ہو گئے تخت کے آس پاس
ہوئی جمع فوجیں اِدہر اور اُدہر ۔ سجائے گئے پیل و اسپ و شتر
جواہر کہیں ہے خزانہ کہیں ۔ کہیں خیمہ ہے شامیانہ کہیں
کیئے اسلئے جمع اسباب بہی ۔ نظر میں کریں اپنے سامان سبہی
گیا جس گھڑی تخت پر بادشاہ ۔ ہوئے خاص اور عام پیش نگاہ
ادب سے ہوئی فوج جب سامنے ۔ تو سجدہ کیا خاص اور عام نے
یہہ ساماں جو دیکہا ہوا باغ باغ ۔ فلک پر گیا بادشہ کا دماغ
کہا پہر یہہ ساماں ہے کسکو نصیب ۔ یہ گلشن یہہ ایوان ہے کسکو نصیب
جو آئینہ رُو یوں کے دیکہے جمال ۔ ہوا خود نمائی کا اپنی خیال
غلاموں کو اپنے کیا یہہ خطاب ۔ کہ حاضر کریں آئینہ کو شتاب
غلاموں نے سنتے ہی یہہ گفتگو ۔ کیا شاہ کے آئنہ رُو برو
نظر آیا ڈاڑہی میں مُوئی سفید ۔ ہوا خوف سے زرد روئے سفید
ہوا سوت سے جان و دل پر ہراس ۔ جو بیتاس تہا ہو گیا کچہہ وہاس
یہہ شادی جو غم سے مبدّل ہوئی ۔ فلک فتنہ پرداز کو کل ہوئی
کیا فکر شہ نے ہوا یہہ خیال ۔ کہ آتا ہے اب سلطنت کو زوال
جتاتی ہے اُسے دل بیدی یہی ۔ کہ ہے قاصد نا امیدی یہی
خبر دے رہا ہے یہی بار بار ۔ نہیں اب ہی سلطنت کو قرار

خبر موت سے آج کردی تجھے — کہ مرنے سے پہلے خبر دی تجھے
نگاہوں میں سارے نگہبان رہے — محل پر ہمیشہ ہی درباں رہے
کسی نے نہ افسوس روکا اُسے — جو درباں تھے دیکھا نہ ٹوکا اُسے
کہا اُسنے آخر کہ آگاہ ہو — یہیں تو رہے بند ہر راہ ہو
تمہاری جگہہ پھر کبھی اور ہو — نیا شاہ ہو اور نیا دَور ہو
اِدہر تو قضا کاٹ نہ بنے — عدو مالکِ کارخانہ بنے
تجھے غسل دیکر نکالے کوئی — کوئی تاج چھینے دوشالہ کوئی
کوئی اسپ فیل و اشتر کوئی — کوئی گنج لے لعل و گوہر کوئی
ترے رُوبرو ہے یہہ سامان ہی — کوئی اور ہو اسکا مالک کبھی
لحد کیطرف جب روانہ کریں — الگ تجھہ سے سب کارخانہ کریں
ہوئے آپ جب یاں تہہ خالی رواں — سنبھالے کوئی اور تخت و مکاں
ترا جسم ڈہانپیں کہ عُریاں کریں — جو چاہیں وہی دشمن جاں کریں
سُنجھا کر یہہ دل کو ہوا بیقرار — اُٹھا تخت سے خسروِ نامدار
کیا ناتوانی نے مجبور کچھہ — کھڑا ہو گیا تخت سے دُور کچھہ
پکارا کہ آئیں مرے پاس سب — کھڑے ہوں دبے جو وزیرانِ سب
ہوا گرد جب شاہ کے ازدحام — یہہ کہنے لگا خسروِ نیک نام
مرا حال دیکھا جو تم نے یہاں — کہیں صاف مجھہ سے یہہ خورد و کلاں

کہ تہا شاہ کیسا کیا، کیا سلوک
کہا سب نے اے شاہ فخر ملوک

تری نیک عادت سے ہم شاد ہیں
نہ طوق رعایت سے آزاد ہیں

ترے ہم پہ احساں ہیں ای بادشاہ
یہہ ہے جاں نثاری کو حاضر سپاہ

ہر اک جان دینے کو موجود ہے
فقط جاں نثاری سے مقصود ہے

بتا کوئی خدمت ہمیں شاد کر
کریں دل سے منظور ارشاد کر

یہہ سنکر کہا شاہ نے دُو بدُو
مرے گہر میں داخل ہوا ہے عدو

بڑا رنج مجہہ کو عدو نے دیا
نہ یاں منع اُسکو کسی نے کیا

تمہیں جانتا تہا بڑا معتمد
وہ غالب ہوا کی نہ تمنے مدد

کہا سب نے اے بادشاہِ جہاں
یہہ فرمایئے ہے وہ دشمن کہاں

اُسے دیکہہ سکتے ہیں ہم یا نہیں
کہا شہ نے دشمن نہاں ہے یہیں

نہ دیکہے کوئی چشم خونبار سے
نظر مجہکو آیا ہے آثار سے

کہا پہر رعیت نے اے بادشاہ
کرم ہے ترا ہم پہ شام و پگاہ

نہ بہولے کوئی تیرا احسان ہم
بتا کوئی خدمت کہ دیں جان ہم

جو ہو واں کریں جنگ شمشیر سے
تو دانا کریں دفع تدبیر سے

بتادے عدو کو کسی گہات سے
کریں دور شر کو تری ذات سے

کہا شاہ نے رنج تم نے دیا
تمہاری حمایت نے غافل کیا

ہوا خواہ تم تہے کہ تہی گرد باد
اڑائی مری خاک حسب مراد

بڑا تھا بھروسہ تمہارا مجھے کہ تم سے نہ تھا کوئی پیارا مجھے
بنائے بہت سے جو شہر و حصار تمہارے لیئے سب کیئے کاروبار
غرض ہر طرح تم کو اپنا کیا بدن کی سپر تم کو سمجھا کیا
تمہارا کیا رات دن اعتبار دیئے خلعت و زر تمہیں بے شمار
مجھے تم سے امید تھی یہہ کبھی عدو سے بچا ئینگے مجھکو سبھی
کسی سے نہ پہونچیگا مجھکو گزند نہ ہوگا کبھی دل مرا دردمند
تمہارے ہی ہاتھوں ہوئی آجکل مرے کشور دل میں آیا خلل
عدو نے مرے مجھپہ پائی ظفر شکستوں سے دشمن نے توڑی کمر
سنائیں کہاں تک تمہیں حال ہم یہہ سمجھو ہوئے جلد پامال ہم
کہا کچھہ رعیت نے کچھہ شاہ نے جو چاہا کہا ہر ہوا خواہ نے
سپہ کی آخوش شاہ نے گفتگو اگر چاہتے ہو نشان عدو
کیا آج جس نے مجھے ناامید کہ پیک اجل ہے یہہ موئے سفید
سپہ کہتا ہے لو اب صفائی ہوئی تری سلطنت یہہ پرائی ہوئی
کیا جمع جو کچھہ پریشاں کروں بسائے ہیں گہر تو نے ویراں کروں
ترے نظم فاسد فقط میں کروں جو اصلاح دی ہے غلط میں کروں
پڑے رنج میں تو تو اے بدنصیب کہ ہوں شاد دشمن ترے عنقریب
دلوں میں ہے جنکے عداوت تری وہ ہوں شاد سنکر مصیبت تری

یقیں ہے کبھی پستی اوج ہو
الگ تخت ہو تاج ہو فوج ہو

کبھی تیرے فرزند ہوویں یتیم
ترے رنج و ماتم میں رووین یتیم

ملے تیرے گھر میں عدو کو جگہہ
تجھے کچھہ نہو گفتگو کو جگہہ

لحد میں نہ تیرا نشاں ہو کہیں
کہیں جسم و سر ہو تو جاں ہو کہیں

یہہ آخر رعیت نے سنکر بیاں
کہا پھر یہہ رو رو کر کہ شاہ جہاں

حفاظت کریں تیری ہر گھات سے
درندوں سے انساں سے حشرات سے

اجل کو ہٹائے یہہ کس کی مجال
نہیں بس جو ہو سلطنت کو زوال

قضا ہے نہ تن سے نہ دم سے الگ
نہ تم سے الگ ہے نہ ہمسے الگ

جو آئے قضا پھر مدد کیا کریں
یقیں ہے کہ اک روز ہم بھی مریں

کہا شاہ نے ہر ہوا خواہ سے
ٹلے بھی وہ دشمن کسی راہ سے

کہا سب نے کچھ پیچ چلتا نہیں
یہہ یوں قضا سر سے ٹلتا نہیں

کہا اور چھوٹے ہیں دشمن کئی
خرابی کو حاضر ہیں رہزن کئی

انہیں دفع کرنیکا ہے طور کچھہ
بلا سر پہ لائینگے وہ اور کچھہ

کہا سب نے ہیں کون چھوٹے عدو
تو کی شاہ نے اسطرح گفتگو

وہ رنج و بلا ہے غم و درد ہے
انہیں سے مرا آج منہ زرد ہے

پکاری رعیت یہہ ہو کر ملول
خدا کیطرف سے ہے انکا نزول

کریں دور انکو یہہ طاقت نہیں
مقابل بھی ہوویں تو جرات نہیں

جو دنیا چلائے تو چلتے نہیں | جو قدرت سے آتے ہیں ٹلتے نہیں
نگہباں سے وہ دور جاتی نہیں | جو ہو پاسباں رنج کھاتے نہیں
یہہ کہنے لگا خسرو حق پسند | بتائیں مجھے بات یہہ ہوشمند
جو آئیگا کچھہ حکم تقدیر سے | ہٹا سکتے ہو اُسکو تدبیر سے
کہا سب نے اے خسرو نامور | سروں پر ہے حکم قضا و قدر
جو آئے بلا کوئی تقدیر سے | ٹلیگی کسی کی نہ تدبیر سے
جو کہتے ہوئے خسرو نیکنام | بجا ہے ہوئی تیری حجت تمام
رہے فضل حضرت پہ اللہ کا | کہیں یہہ ارادہ ہے کیا شاہ کا
کہا ہے ارادہ نہ یوں ہی مروں | تمہارے عوض کچھہ مصاحب کروں
رہیں پاس ہر دم نہ حیراں کریں | کریں اُسکو جو عہد و پیماں کریں
جو پکڑیں نہ چھوڑیں کبھی ہاتھہ وہ | جئیں یا مریں پر رہیں ساتھہ وہ
ہوئے تم تو عاجز ہر اک بات میں | وہ حامی ہوں سو بار دن رات میں
ہر اک بات سے تم تو مجبور ہو | بلا میری اُنسے ہر اک دور ہو
جو ہوگا سرہانے گزر موت کا | ہٹائینگے مجھہ سے ضرر موت کا
کہا پھر رعیت نے آداب سے | خبر دو ہمیں اپنے اصحاب سے
ملے وہ یہاں پر جو اصحاب ہیں | وہ ہیں کون ایسے جو احباب ہیں
کہا ہاں ہیں وہ اچھے عمل مہرباں | تمہارے لئے جنسے بگڑے یہاں

یہہ سُنکر رعیت نے کی التماس
کہ ہے خیر خواہونکا تو حق شناس

نہ احساں سوا اپنے سبکدوش کر
نہ اُنکو نہ ہمکو فراموش کر

رہے خوش سدا تیرے اخلاق سے
نہ رکھہ دور الطاف و اشفاق سے

کہا اس طرح ہر ہوا خواہ نے
تو سنکر یہہ کی گفتگو شاہ نے

کہ ہے زہر صحبت تمہاری مجھے
بلا ہے محبّت تمہاری مجھے

زبانکو کرے لال بے ہوش کو
کرے چشم کو کور گوش کو

کہا سب نے ایسا ہے کیوں اجتناب
تو کہنے لگا شاہِ والا خطاب

کہا تم مصاحب تھے ہر حال میں
موافق رہے ملک و مال میں

کیا تم نے دُنیا پہ مائل مجھے
کہ رکّہا ہے عقبیٰ سے غافل مجھے

دیا زیب دنیا کو جب آنکھہ میں
سماتا ہے پھر اور کب آنکھہ میں

جو تم لوگ ہوتے مرے خیر خواہ
نکرتے مجھے اس طرح رُو سیاہ

دلاتے مجھے موت کو یاد تم
نکرتے مری عمر برباد تم

جو کرتے بقا و فنا کا بیاں
نہ رہتی کوئی بات مجھہ سے نہاں

فنا کیطرف سے پھراتا نظر
بقاکے سوا کچھہ آتا نظر

جو دنیا کے کی فائدہ پر نظر
جسے نفع سمجھے وہی تھا ضرر

کیا جس جگہہ دوستی کا گماں
وہی ہے مری دشمنی کا نشاں

جو تحصیل بندہ کی خاطر کیا
وہ بخشا تمہیں کو تمہیں کو دیا

کرو فکر تم اپنے آرام کی ۔ نہیں چیز کوئی مرے کام کی
کہا پھر رعیت نے یہہ ہار کے ۔ وہ سمجھے جو دل میں ہے سرکار کے
جو فرمائیں حضرت وہ ہم ہی کریں ۔ جو ہو منع چھوڑیں قسم ہی کریں
تری گفتگو سن چکے سب غلام ۔ نہ اب تجھہ سے حجت ہے اے نیکنام
تری بات سچی ہے اے بادشاہ ۔ کریں عرض کچھہ اور ہم روسیاہ
کہا شہ نے جو کچھہ ہے کہنا یہاں ۔ خوشی سے کہو تم سنوں میں بیاں
کبھی تھا تعصب حمیت مجھے ۔ ابھی کچھہ ہوئی آدمیت مجھے
کبھی دونو باتوں کا مغلوب تھا ۔ جو کہتے ہو تم وہ ہی مرغوب تھا
جو ان پر بھی غالب ہوا آج سے ۔ نہ مطلب ہے تاج و تاراج سے
تمہارا رہا آجتک بادشاہ ۔ یہ بندہ کسی کا تھا یہہ روسیاہ
ہوا بندگی سے جو آزاد اب ۔ تو کرتا ہے تمکو بھی دلشاد اب
مری بات رکھو سبھی یاد تم ۔ ہوئے میری بیعت سے آزاد تم
کہا پھر یہہ سب نے بتاؤ شتاب ۔ کہ شاہی میں بندہ تھے کس کے جناب
کیا یہہ رعیت سے شہ نے کلام ۔ کہ تھا خواہش نفس کا میں غلام
جو نفس جفا جو زبردست تھا ۔ تو نادانی و جہل سے پست تھا
کسی سے نہیں آج مجبور ہم ۔ ہوئے خواہش نفس سے دور ہم
الگ ہوں خدا کی اطاعت کریں ۔ ملے رزق کچھہ بھی قناعت کریں

کریں ترک دُنیائے غدّار کو گرائیں پس پشت ہر یار کو
رہی دیر تک یوں ہی ردّ و بدل کہا پھر رعیّت نے پا کر محل
جو ہوں تیرے جانب سے بیکار ہم تو ہوں آپ خاطی گنہگار ہم
خلائق کی اصلاح شام و پگاہ عبادت سے بہتر ہے اے بادشاہ
کہا تیں تو کیں پہلی ہماری قبول کرو آج تو یہ ہماری قبول
ہماری ہی اب خیر خواہی کرو عدالت سے اب بادشاہی کرو
زیادہ رعیّت نے کی التجا ہوا مہرباں پھر تو فرماں روا
کہا جب تلک تم ہو اقرار پر نظر ہے نکوئی سے ہر کار پر
تو ہم ساتھ رہکر گزارہ کریں خلاف اُسکے پائیں کنارہ کریں
رعیّت کے شامل رہا بادشاہ رہی نیک کاموں پہ سب کی نگاہ
ہوئی ساتھ مخلوق سب شاہ کے چلے سب طریقہ پہ اللہ کے
خدا نے دیا مال اُس ملک کو کیا سب سے خوشحال اُس ملک کو
ہوئے شاہ کے سارے دشمن تباہ رہا خلق میں چین سے بادشاہ
جیا جب بنایا مکان بہشت ہوا جب تو پہنچا میان بہشت
رعیّت نے جیسا کہا شاہ سے کیا اُس طرح شہ نے ہر راہ سے
سُنا سب بیاں آپنے غور سے کریں آپ بی بی اسی طور سے
کہا شاہزادی نے اتنا فقط کہا تم نے جو کچھ نہیں ہے غلط

ہٹاتی تمھاری نہیں بات کو
جو دیکھا ہے قرآں میں آیات کو

یہ آیا ہے ہمکو نظر جا بجا
کہ ہے ہر جگہ متقی کی ثنا

سُنا ہے یہ حکم خدا و نبیؐ
کہ جنت کا حقدار ہے متقی

نہ یونہی کسی کے لئے ہے بہشت
فقط متقی کے لیئے ہے بہشت

یہ ہے مصرعۂ سعدیؒ نامدار
کہ جنت بود جائے پرہیزگار

سبھی کچھ ہے کیا سلطنت میں نہیں
مگر اتقا سلطنت میں نہیں

کروں خوبی اتقا بھی بیاں
کہ جسکا صلا ہے یہاں و وہاں

ذکر ایک مرد متقی کا کہ جسنے ایک سیب کے بخشوانے کے واسطے سینکڑوں کوس سفر گوارا کیا بجز بخشوانے کے کچھ چارا نہ کیا

بخارا میں اِک شخص پرہیزگار
کنارہ پہ تھا موج سی ہوشیار

اُسے موج میں پھر یہ آیا نظر
کہ آتا ہے اِک سیب بہکر ادھر

بڑھا اسکے لینے کو یہ سوچکر
کہ ضائع نہ ہو مفت میں یہ ثمر

ذرا دل کو اپنے نہ سمجھا لیا
تو دریا سے لیکر اُسے کھا لیا

ثمر کھا چکا جب یہ آیا خیال
کہ شاید نہووے یہ مال حلال

جو ہے فعل یہ اتقا کے خلاف
تو مالک سے اسکے کرائیں معاف

چلا اس طرف کو یہی سوچکر
جدھر سے وہ آیا تھا بہکر ادھر

کنارے کنارے ہوا جب رواں
تو ظاہر ہوا سامنے بوستاں

لب نہر اک باغ آیا نظر ۔ کہ جسمیں سبھی سیب کے ہیں شجر
ہلا نہر پہ سیب کا اک شجر ۔ تو سمجھا اُسی نخل کا ہے ثمر
ملا باغباں سے کہا صاف صاف ۔ کہ للہ اک سیب کر دے معاف
پکارا وہ نوکر ہوں ای ہوشیار ۔ مجھے بخشنے کا نہیں اختیار
سوا اسکے اک اور گلزار ہے ۔ جو داروغہ واں ہی وہ مختار ہے
جو کچھ فاصلہ پہ ہے جاؤ وہاں ۔ وہ بخشیگا تم بخشواؤ وہاں
نہ ٹھیرا چلا ہار کے باغ میں ۔ گیا پاس مختار کے باغ میں
کہی سیب کی بات دیندار نے ۔ کہا بات سنکر یہ مختار نے
محافظ ہوں نوکر ہوں باغ کا ۔ بلخ میں ہے مالک مگر باغ کا
جو نوکر ہیں کہتے ہیں ہم صاف صاف ۔ جو مالک کرے عفو ہووے معاف
سمجھانے لگا دلکو یہ بار بار ۔ کہ دوزخ کے جانیسے ای دل فگار
بلخ کا تو جانا ہے آساں تجھے ۔ جہنم کریگا پریشاں تجھے
ہوا باغ سے پھر بلخ کو رواں ۔ جو پہنچا تو مالک کو ڈھونڈا وہاں
جو مالک کو پاکر یہ مطلب کہا ۔ جواب سخن اُسنے تب یہ دیا
کہا مول لینے کو تیار ہوں ۔ کہ مالک نہیں میں خریدار ہوں
جو مالک ہے کوفہ میں موجود ہے ۔ ملو واں جو ملنے سی مقصود ہے
بلخ سے بھی کوفہ گیا نیک خو ۔ ملا ڈھونڈ کر مالک باغ کو

جو اک تھا بزاز مشہور تھا
جہاں میں سبھی اُسکو مقدور تھا

کہا اُس سے احوال سب مُو بمُو
تعجب ہوا سُنکے بزاز کو

کہا دلمیں ہی متقی یہ بشر
کہ اک سیب پر یہ اُٹھایا سفر

اُسے لیگیا گھر میں تکریم سے
بہت پیش آیا وہ تعظیم سے

تکلف سے کھانا کیا روبرو
تو پھر متقی نے یہ کی گفتگو

نہ جب تک مجھے سیب ہووے معاف
کروں نوش کچھ عقل کے ہے خلاف

تو بزاز بولا کہ اے متقی
کہ مالک ہے بیٹی مری باغ کی

نہوگا مری بات میں اختلاف
کراؤنگا یہ سیب اُس سے مُعاف

جو کچھ نعمتوں سے کھلایا اُسے
تو بزاز پھر گھر میں لایا اُسے

کہا اپنی زوجہ سے اے غمگسار
کہ اک شخص آیا ہے پرہیزگار

بڑا متقی ہے بڑا نیک ہے
ہزاروں میں یہ آدمی ایک ہے

کہا حال گزرا ہوا سربسر
کہ اک سیب پر یہ اُٹھایا سفر

یہی عہد تھا میرا لیل و نہار
ملے جب کوئی شخص پرہیزگار

حوالہ کروں دخترِ نیک کو
تونگر جو ہوں نہ دُوں ایک کو

ارادہ ہے شادی اسی سے کروں
نہ اسکے سوا اب کسی سے کروں

کہا اُسکی زوجہ نے اے غمگسار
نہ تمسا ہے اس شہر میں مالدار

نہ ایسی بھی دختر ہے اس شہر میں
کہ جسکا نہ ہمسر ہے اس شہر میں

یہی دینگے طعنہ صغیر و کبیر
کیا عقد اُس سے جو تھا اک فقیر

یہ بولا جو چاہیں کہیں یاں سبھی ۔ نہ میں عہد چھوڑونگا اپنا کبھی
بھلا ہے یہ دیندار جیسا مجھے ۔ ملیگا نہ انسان ایسا مجھے
یہ کہتے ہی باہر گیا وہ غریب ۔ کہا سقی سے کہ سن اے حبیب
یہ دختر نے مجھ سے کہا صاف صاف ۔ جو مجھ سے کرے عقد کردوں معاف
کریگا نہ مجھ سے اگر وہ نکاح ۔ اُسے سیب ہرگز نہ ہوگا مباح
سنو عیب بھی کچھ نہ سمجھو مرض ۔ وہ لولی ہی بہری ہی اندھی غرض
کسی کی بُرائی میں کب باپ نے ۔ کہے تین یہ عیب جب باپ نے
کہا عیب کیسے ہنر ہوں سبھی ۔ اگر سیب کو بخشدے وہ ابھی
یہ سنتے ہی لایا میاں مکاں ۔ پڑھا دخت سے صیغۂ نوجواں
مکاں میں جو دونو ہوئے ایک جا ۔ کھلا حال سارا جو پردہ اٹھا
ہر اک عضو موقع پہ اپنے درست ۔ ہوا سُست پایا جو چالاک و چست
اِدھر سے اُدھر منہ پھرا کر ہوئے ۔ تردّد میں سر کو جھکا کر ہوئے
کہا ماں نے دختر کی یہ دیکھ کر ۔ بتاؤ تو کیا فکر ہے اے پسر
کہا ہے گلا مجھ کو بزاز سے ۔ کہ واقف تھا وہ میرے انداز سے
ہوئی فکر بزاز کی بات پر ۔ تعجب ہے ہمراز کی بات پر
بیاں باپ نے بزاز کا ہے غلط ۔ ہنسی میں کہا جھوٹ مجھ سے فقط
جو دیکھا تو اچھوں سے اچھی ہے یہ ۔ نہ بہری نہ لولی نہ اندھی ہے یہ

پکاری وہ عورت کہ سن اے جواں ۔۔۔ کیا تم سے تاجر نے سچا بیاں

یہ اندھی ہو اسواسطے اے پسر ۔۔۔ نہ کرتی ہو نامحرموں پر نظر

یہ بیشک ہو بہری تمہاری طمن ۔۔۔ کسیکا نہیں لغو سنتی سخن

یہ گونگی ہے اسواسطے کر یقیں ۔۔۔ کوئی نا روا چیز کہتی نہیں

سنا جب یہ حال زنِ پارسا ۔۔۔ کیا سجدۂ شکر دل سے ادا

وہیں غیب سے پھر یہ آئی ندا ۔۔۔ ہماری خوشی کے لئے اے گدا

اٹھائی جو محنت میانِ جہاں ۔۔۔ صلہ اسکا بخشا ہے تجھ کو یہاں

دیا ہے یہ اس سلطنت میں تجھے ۔۔۔ ملیگا بہت آخرت میں تجھے

کیا حور نے بزم میں یہ بیاں ۔۔۔ ہوا حال اب متقی کا عیاں

سبھی کچھ ہے کیا سلطنت میں نہیں ۔۔۔ مگر اتقا سلطنت میں نہیں

کسی دن چلیں گے سبھی چھوڑ کر ۔۔۔ یہ کیسا۔ الگ ہوں ابھی چھوڑ کر

ترکِ دنیا کا حرف حور کی زبان پر آنا اور عقیلہ کا دو نقلیں بیان کر کے سمجھانا

کہا یہہ عقیلہ نے اے ہوشمند ۔۔۔ وہی خوب تم نے کیا جو پسند

خدا جلد پورا ارادہ کرے ۔۔۔ ارادہ سے بھی کچھ زیادہ کرے

دعا ہے فقط آخرت کے لئے ۔۔۔ گزارش ہے کچھ سلطنت کے لئے

نہیں کچھ طمع سلطنت دیکھ کر　　فقط عرض ہے نصیحت دیکھ کر

نہیں رنج اب تک کسی بات کا　　فقط ہے تردد اسی بات کا

کہیں کے مجھے دیکھ کر یہ امیر　　کیا شاہزادی کو اس نے فقیر

سُناتی رہی بات ہر راہ سے　　کیا دُور دنیا سے جانگاہ سے

نہ پیچھے ہٹی ساتھ کر کے یہی　　غرض لیگئی ہاتھ کر کے یہی

رعیت کی خاطر فقط عرض ہے　　کہوں کیوں نہ یہ بھی مرا فرض ہے

بُرے کام سب سلطنت میں نہیں　　کہیں خیر و خوبی ہے شر ہے کہیں

کہیں بُخل ہے اور کرم ہے کہیں　　کہیں عدل ہے اور ستم ہے کہیں

جو ہے خیر و شر اختیارِ بشر　　تو سب نیک و بد ہے شعارِ بشر

بُرا شاہ ہو سلطنت کیا کرے　　جو گمراہ ہو سلطنت کیا کرے

عدالت سے کھتی ہوں آگے خدا　　بُرے کام ہوں سلطنت میں برا

دو باتیں ہیں اس سلطنت میں عجیب　　جسے ہوں میسر یہ اسکے نصیب

زمانہ میں افضل ہے عدل و سخا　　نہوں وہ کہیں سلطنت کے سوا

جو ہو شاہ سب کی رعایت کرے　　گدا کیا کسیکو عنایت کرے

جو قرآں میں ہے متقی کی ثنا　　احادیث میں ہے سخی کی ثنا

کرے گر گنہ متقی وہ نہیں　　جو بگڑے گنہ سے سخی وہ نہیں

سخی لاکھ دن میں کرے بد عمل　　سخاوت میں اسکی نہیں کچھ خلل

سخی سے ہے خوش خالقِ بحر و برّ — کرے گر سخی عیب بھی - ہو ہنر
وہ ہو مستحقِ سزائے فجور — مگر دوست اللہ کا ہے ضرور
سخاوت کرے کون شہ کے سوا — سخاوت کا ہے سلطنت میں مزا
کروں شوق سے اب بیانِ سخی — کہ ظاہر ہو نبی پہ شانِ سخی
سخی ایک آیا حضورِ نبیؐ + — کہ تھا دشمنِ اہلِ دیں وہ سخی
نبیؐ سے کیا سخت اس نے کلام — ہوئے سنکے غصے رسولِ انام
نبیؐ نے یہ چاہا سزا دیں اسے — کہ نفریں کریں بد دعا دیں اسے
وہیں آئے روح الامیںؑ ناگہاں — کہا ہے یہ حکمِ خدائے جہاں
کروں وہ جو کچھ تو کہے یا نبیؐ — مگر قابلِ رحم ہے ہر سخی
یہ کافر ہے ہر چند پر ہے سخی — یہ گستاخ بھی ہے مگر ہے سخی
جو حکمِ خدا سن لیا آپ نے — جبھی دور غصہ کیا آپ نے
نبیؐ نے ادھر دور غصہ کیا — سخی نے وہیں بات سے پا لیا
کہا کیا سبب ہے رسولِ زماں — ابھی آپ غصے ابھی مہرباں
پکارے یہ سنکر شہِ بحر و برّ — کہ دی مجھ کو جبریلؑ نے یہ خبر
کہ ہے تو سخی ایجوانِ عقیل — کروں بد دعا سے نہ تجھ کو ذلیل
کہا اس نے اے سرورِ سربلند — خدا کو ہے میری سخاوت پسند
نبیؐ نے یہ سنکر کہا ایجواں — سخی پر خدا ہے مرا مہرباں

یہ بولا سخی سے جو خوش ہی خدا — تو ایسے خدا سے نہیں میں جدا
کروں مختصر حال اپنا بیاں — کہ جہاں کی خدمت سے ہوں شادماں
کسی روز جہاں جو آتا نہیں — تو کچھ میں بھی اُس روز کھاتا نہیں
یہ کہکر بنا وہ غلامِ رسولؐ — کیا دینِ اسلام دل سے قبول
پیمبرؐ سے پھر نعمتِ دیں ملی — سخاوت جو کی دولتِ دیں ملی
لکھو حال اِک پارسا کا دِلا — کہ تھوڑی سخاوت میں سب کچھ ملا

قصۂ مردِ بخیل و دخترِ سخیہ

لکھا ہے کہ موصل میں تھا اِک بخیل — بخیلوں میں تھا بخل سے بے عدیل
جو تھا دشمنِ اہلبیتِ نبیؐ — تو کہتی تھی خلقت اُسے خارجی
بُرا جانتے تھے پیمبرؐ اُسے — نہ اچھا سمجھتے تھے حیدرؑ اُسے
مگر دختر زوجۂ خارجی — کسی اور شیعہ کی اولاد تھی
غرض عقد جب خارجی نے کیا — اُسے ساتھ مادر نے اُسکے لیا
جو تھا قحط سالی سے غلہ گراں — تو دیتا تھا دختر کو دو قرصِ ناں
کسی روز آیا مکاں پر فقیر — کہ تھا وہ محبِ جنابِ امیر
کہا کوئی ایسا ہے گھر میں سخی — کہ دے کچھ بنامِ نبیؐ و علیؑ
جو فاقہ سے ہیں میرے طفلِ صغیر — ہوئے تین دن ہو نہ نان و پنیر
جو نامِ نبیؐ و علیؑ سُن لیا — توقف نہ دختر نے دم بھر کیا

کہا گر خدا جان بخشے ہزار — کروں اہلِ بیتِ نبیؐ پر نثار

جو تھیں اُسکے حصّہ کی دُو روٹیاں — وہ سائل کو دیکر ہوئی شادماں

چلا روٹیاں لیکے دَر سے فقیر — گیا گھر کو بشاش دَر سے فقیر

جو دُو روٹیاں تھیں برائے بخیل — تھا اُسمیں حصّہ وا سے بخیل

لگی بھوک جب دخترِ نیک کو — تو دُو روٹیوں سے لیا ایک کو

ابھی کھا چکی تھی یہ روٹی کہاں — کہ آیا بخیلِ سیہ رُو وہاں

غرض نصف روٹی کو بیچا نکر — اُسے اپنا حصّہ فقط جانکر

کہا میرا حصّہ جو تُو نے لیا — جو تیرا تھا حصّہ اُسے کیا کیا

یہ کہنے لگی دخترِ نیک بخت — کہ اے باپ تُنے نہوں آپ سخت

ابھی دَر پہ آیا ہوا تھا فقیر — وہ بولا کہ بچے ہیں میرے صغیر

ہوا ہے اُنھیں تیسرا روز اب — پڑے ہیں وہ فاقہ میں بیہوش سب

عیاں نور تھا چہرۂ زرد سے — کہا اسطرح کلمہ درد سے

کہ دو دوستیٔ نبیؐ کے لیئے — ملے کچھ محبتِ وصی کے لیئے

ہوا اُسکی باتوں سے دل پر اثر — اُسی کو وہ دیں روٹیاں اے پدر

جو پایا اُسے دوستدارِ علیؑ — یہ سمجھا۔ کہ ہے جاں نثارِ علیؑ

ہوا پھر تو برہم عدوے علیؑ — یہ غصّہ میں کہنے لگا وہ للی

نہ زنہار اسکی خبر تھی مجھے — کہ کچھ ہے علیؑ کی محبت تجھے

وہ بولی کہ دل ہے وصی پر فدا
مری جان آلِ نبی پر فدا

یہ سنتے ہی پھر بل اٹھا خارجی
جو جانا کہ ہے دوستدارِ وصی

کہا روٹیاں یں ہیں کس ہاتھ سے
بڑھا کر کہا اس نے ان ہاتھ سے

وہ بولا جو ہے دوستدارِ علیؑ
دل و جاں سے جاں نثارِ علیؑ

تو دے ہاتھ کاٹوں اسے جبر سے
ملاؤں تجھے دامنِ قبر سے

کہا کیا کہا تو نے اے جبریہ
مرے دست و پا بھی ہیں کچھ چیز یہ

مری جان نامِ علیؑ پر نثار
یہ گھر بار سب اس ولی پر نثار

تو مختار ہے میری عزت نہ کر
مگر مجھ کو محتاجِ خلقت نہ کر

تو ہر چند دختر نے کی التجا
ہٹا کب ارادہ سے وہ پر جفا

کہا دخت نے اے کریم الرحیم
عیاں تجھ پہ حالِ شقی و لئیم

ارادہ سے ظالم کے آگاہ ہے
عیاں تجھ پہ حالِ ہوا خواہ ہے

سمجھنا عدالت سے جلاد کو
پہنچنا مری داد فریاد کو

مگر رحم آیا نہ بد ذات کو
کیا قطع پہنچے سے پھر ہاتھ کو

ادھر ہاتھ کو کاٹ ڈالا شتاب
ادھر گھر سے اسکے نکالا شتاب

کہا رافضیہ کو کھانا دیا
کرے رحم مجھ پر نہ اب کبریا

گئی واں سے صحرا کو وہ دلفگار
گری جا کے زیرِ شجر ایکبار

بہا ہاتھ سے خون مضطر ہوئی ‏ گیا ہوش بیہوش دختر ہوئی

غشی نے دبایا اسے بار بار ‏ رہی سایۂ نخل میں دلفگار

غرض شہر موصل کا اک شہریار ‏ محب علی تھا وہ پرہیزگار

جو آیا تھا گھر سے برائے شکار ‏ نہ تھا شغل اسکو سوائے شکار

بیاباں میں گھوڑا اڑائے ہوئے ‏ جو آیا ہرن کو دبائے ہوئے

ہوا پیچھے آہو کے جب بادشاہ ‏ تو پیچھے رہی شاہ کی سب سپاہ

نگاہوں سے غائب ہرن ہوگیا ‏ اسے سیر کا دشت بن ہوگیا

شجر دور سے ایک آیا نظر ‏ مثال قد گلرخاں سر بسر

عیاں سایۂ نخل سے نور کچھ ‏ ہوا اک سر نخل سے دور کچھ

جو جلوہ یہ شہ کو نظر آگیا ‏ بڑھا پھر تو زیر شجر آگیا

یہ دیکھا شجر پر ہیں طائر ہزار ‏ زمیں پر ہے انبوہ وحشیوں کی قطار

فغاں کر رہے ہیں ادھر اور ادھر ‏ مگر ایک دختر ہے زیر شجر

چڑھا ہے مہ حسن افلاک پر ‏ پڑی ہے نصیبوں سے یہ خاک پر

نہ جنگل میں انساں کوئی ساتھ ہے ‏ الگ دست ہیں سب جدا ہاتھ ہے

جگر سرد ہوتا ہے دیدار سے ‏ جھلکتی ہے ہر آنکھ رخسار سے

نظر آئی جب صورت مہ جبیں ‏ تو پھر شاہ گھوڑے سے اترا وہیں

اتارا غرض سر سے دستار کو ‏ لپیٹا جو زخم طرحدار کو

لہو ہوگیا بند تدبیر سے ‏ افاقہ ہوا اسکو تقدیر سے

وہیں کھولدی آنکھ اِک ناز سے
نظر آیا اِک شخص انداز سے

جُھکی بہرِ تسلیم جب کی نگاہ
ہوا عقل سے اُسکے خوش بادشاہ

جو ہشیار کچھ پالیا طور سے
تو پھر حال پوچھا کیا غور سے

سُنی دخترِ پاک کی گفتگو
محبِّ علیؑ تھا شہِ نیکخو

اُسے عاشقِ مرتضےٰ جانکر
دل وجاں سے ہر بات کو مانکر

محبّت ہوئی دخترِ شاہ کو
کیا شاہ نے خوش یداللہ کو

کہا دلمیں یہ شاہ نے بیشتر
جہاں میں مرا ایک ہی ہے پسر

اگر زخم اچھا ہو بیمار کا
پسر سے کروں عقد دلدار کا

یہ کہکر چلا خسروِ نامدار
کیا پیچھے پر اپنی اُسکو سوار

چلا تھا ابھی سو قدم بادشاہ
کہ اتنے میں سب آن پہنچی سپاہ

کہا دُخت کا حال سب بیحجاب
کیا پھر عماری میں اُسکو سوار

جو گھر لیگیا صاحبِ تخت و تاج
محل میں جو پہنچی ہوا سب علاج

کئی دن میں اچھی ہوئی گلبدن
ہوئی اور بھی کچھ بہارِ چمن

وزیروں سے شہ نے یہ کی قال و قیل
کرو شہر میں جستجوئے بخیل

مرے پاس لاؤ اُسے ڈھونڈکر
گھروں میں بھی جاؤ اُسے ڈھونڈکر

مرے سامنے آئے جب وہ لعیں
تو لُوں اُس سے بدلا کرو تم یقیں

وزیروں نے نام و نشاں پوچھ کر ۔ کیا تو کروں ہے بیاں سر بسر

محل میں محلہ میں بازار میں ۔ اُسے ڈھونڈ کر لائے دربار میں

کہا شہ نے اُس سے یہ دربار میں ۔ بنایا کنواں ایک گلزار میں

ارادہ کیا ہے یہ لے خارجی ۔ ملیں مجھ کو زندہ اگر رافضی

تو زندہ ہی ڈالوں اُنھیں چاہ پر ۔ عدم کو چلیں ہو کنواں راہ میں

کہا ہے کسی نے یہ مجھ سے بیاں ۔ جو ہے تیری بی بی کی دختر یہاں

وہ ہے رافضیہ بہر اک راہ سے ۔ گراؤں اُسے چاہ میں۔ چاہ سے

کہا اپنے وہ میرے گھر میں نہیں ۔ کہاں اُس کو دیکھوں نظر میں نہیں

یہ سنکر پکارا شہ نامدار ۔ اُسے لاکھ دینار ہے ہزار

پریشاں ہوا حکم سنکے بخیل ۔ زیادہ نہ کی خوف سے قال و قیل

کہا یوں ادب سے کہ فرمانروا ۔ کہوں سچ نہیں جھوٹ اسمیں ذرا

ہوئی بے ادب وہ کسی بات میں ۔ تو نقصاں کیا مینے اک ہاتھ میں

کیا قطع اک ہاتھ باہر کیا ۔ وہ لقمہ درندوں کے منہ میں دیا

وہ پہنچی بیاباں کے اندر کہیں ۔ درندوں نے کھایا ہے اُسکو وہیں

طلب کر لیا دخت کو شاہ نے ۔ دکھایا تو دیکھا ابھی گمراہ نے

کہا دیکھ کر سلطے شہ ذی شعور ۔ یہ ہے میری بی بی کی دختر ضرور

ہوا ہیچ تو طاہر طرحدار کا ۔ عیاں ہو گیا ظلم بدکار کا

ہوا حکم سے خارجی سنگسار / محل میں گئی دختر گلعذار
سُنا شاہزادہ نے وصفِ جمال / ہوا وصف سے دیکھنے کا خیال
دکھایا عزیزوں نے دلخواہ کو / تجلّی یہ پایا جو اُس ماہ کو
ہوا عشق سے دور صبر و قرار / بنا یک شہزادۂ نامدار
عزیزوں نے دی شاہ کو یہ خبر / کہ دختر یہ عاشق ہوا ہے پسر
پسر سے یہ کی شاہ نے گفتگو / پسِ پردہ ہے دخترِ نیک خُو
اگر تم سنو گفتگوئے پدر / تو بیٹا یہ ہے آرزوئے پدر
ترا عقد اُس مہ جبیں سے کروں / تجھے آسماں پر زمیں سے کروں
جو مرضی تمھاری ہو یہ کار ہو / یہ بولا کہ مالک ہو مختار ہو
ہوا شاد شہزادۂ ذی شعور / کہا تابع حکم ہوں اے حضور
ہوا عقد رسمِ ضیافت ہوئی / ملے دونو آپسمیں خلوت ہوئی
جُواں زلف و دیدہ سے آگاہ تھا / نہ دستِ بُریدہ سے آگاہ تھا
نہ شہ نے بتایا تھا اس حال کو / پسر سے جتایا نہ اِس حال کو
یہ مطلب کہ بی بی سے نفرت کرے / مُیسّر ہو صحبت تو عزّت کرے
اکٹھے ہوئے شب کو دُخت و پسر / پسِ پردہ سلطان تھا رات بھر
رہا آڑ میں اسلئے بادشاہ / کرے شاہزادہ یہ چھپ کر نگاہ
کٹے ہاتھ سے جب خبردار ہو / کرے منع اُسکو جو بیزار ہو
اُدھر شاہزادہ نے دیکھا جمال / اِدھر جان و دل کا ہوا اور حال

کیا حسن و خوبی نے جب بقرار — اُٹھا پایہ تخت سے ایکبار

ملایا وہیں ہاتھ دلدار سے — ہر اک بات کرنے لگا پیار سے

جو دُولہ پریشاں ہوا پیاس سے — دُلھن پانی لینے اُٹھی پاس سے

غرض جام اک دست چپ میں لیا — اُسی ہاتھ سے اُسکو بھر کر دیا

کہا شاہزادہ نے یہ دیکھ کر — کہ زوجہ ہے میری عطائے پدر

نہ افسوس تمیز ہے اسقدر — کہ دست چپ و راست سے بیخبر

کیا شاہزادہ نے جب خیال — زیادہ دُلھن کو ہوا پھر ملال

ہوئی جب دُلھن کی یہ حالت عجیب — ہوا منفعل شاہزادہ غریب

وہ غافل یونہی لیٹ کر سو گیا — کہ سمجھی دُلھن تخت پر سو گیا

جو سمجھی کہ آنکھیں ملی خواب سے — کیا اسنے تازہ وضو آب سے

دُلھن نے پڑھی پہلی جی سے نماز — دوبارہ کیا سجدہ کارساز

کہا رو کے اے کارسازِ جہاں — عیاں تجھپہ بالکل ہے رازِ جہاں

ترے دوستوں کے لئے ایخدا — ہوا ہے یہ دستِ کنیزک جدا

اُنھیں کے تصدّق سے امداد کر — مری جان لے یا مجھے شاد کر

ہوئی روتی روتی جو بیہوش یہ — مگر خواب میں بھی نہ خاموش تھی

دعا دمبدم تھی لبِ پاک پر — نظر آیا جلوہ عجب خاک پر

کہ اُترا ہے اک تخت افلاک سے
ہوا متصل دامن خاک سے

کہ بی بی تو اک جا کُل مرد ہیں
وہ رُخ ہیں مہ و مہر بھی گرد ہیں

مکاں مثل خورشید روشن ہوا
الگ شہر جنگل بھی گلشن ہوا

اُتر آئے سب تخت سے ایکبار
لیا اُسکو آکر میان کنار

جو الفت سے چومی جبیں پیار میں
تو شفقت سے بولی وہیں پیار میں

گیا اب زمانہ غم و رنج کا
بُھلاؤ فسانہ غم و رنج کا

کہا فاطمہؑ نے کہ اے پارسا
ہوئی آج مقبول تیری دُعا

سرہانے پہ تیرے کھڑی ہے بتولؑ
ترے سامنے ہیں جناب رسولؐ

محمدؐ کے وہ پاس ہیں بوالحسنؑ
وہ شبیرؑ و شبرؑ ہیں کُل پنجتن

غرض پنجتن کا بتا کر نشاں
علیؑ سے کہا اے امیر جہاں

تمہارے سبب سے کٹا ہاتھ یہ
کرو اسکو ثابت تو ہو بات یہ

دعا کیجئے اپنے اللہ سے
کہ ہو ہاتھ اچھا کسی راہ سے

سُنا فاطمہؑ سے جو یہ شاہ نے
کیا ہاتھ اوپر یداللہ نے

کٹا تھا چھری سے جو ہیہات وہ
ہوا سے لیا ہاتھ میں ہاتھ وہ

کٹا تھا جہاں سے وہیں جم گیا
غرض سورۂ فاتحہ دَم کیا

ہوا ہاتھ حکم خدا سے درست
بنام مرتضےٰ کی دعا سے درست

کرم اور یہ فاطمہؑ نے کیا
دوبارہ بھی بوسہ جبیں پر دیا

ہوا ناتھ اچھا جو اعجاز سے / گئے تخت پر سب وہ انداز سے
گیا تخت وہ جانبِ آسماں / کروں بادشاہِ زمیں کا بیاں
کھڑا تھا ہو بر قصر پر بادشاہ / جو تھے کان با تو پہ گھر نگاہ
ہوئی دیر جب کچھ نہ آئی صدا / اِدھر اور اُدھر سے نہ پائی صدا
کواڑوں کو اک راہ سے کھولکر / مکاں میں گیا خسرِو نامور
مگر شاہزادہ پہ جب کی نظر / تو دیکھا کہ سوتا ہے وہ تخت پر
وہ دختر ہے سجادۂ پاک پر / جبیں ہے حضورِ خدا خاک پر
عبادت میں دل آنکھ ہے خواب میں / مگر اشک سے چشم پُر آب میں
اُدھر ہاتھ قسمت سے پائے درست / اِدھر دن مقدر سے آئے درست
تعجب سے تھا شاہ کو یہ خیال / مہِ نو کو اک رات میں یہ کمال
جو دیکھا کیا غیرتِ ماہ کو / تو اک چھینک آئی وہیں شاہ کو
اُٹھایا کہاں عاشقِ زار نے / جگایا مگر بختِ بیدار نے
اِدھر چھینک آئی اُدھر یہ اُٹھی / گری تھی نہ اُٹھنے کو پھر یہ اُٹھی
مقدر نے جس دم جگایا اسے / تو ثابت نظر ناتھ آیا اسے
نصیبوں نے جس وقت یارا کیا / ہوئی شاد سجدہ دوبارا کیا
نہ سوجھا کوئی اب سوائے خدا / زباں پر تھا شکر و ثنائے خدا
نظر آیا جب شاہ تسلیم کی / ادب سے محبت سے تعظیم کی

کہا شہ نے سنکر کہو بات یہ ۔۔۔ کہ اچھا ہوا کس طرح بات یہ
کہا حال دختر نے سب خواب کا ۔۔۔ سنا حال عاشق نے جب خواب کا
اُٹھا تخت سے شاہزادہ غریب ۔۔۔ کیا عذرِ تقصیر پیشِ حبیب
کروں ذکر اب شاہ کا مختصر ۔۔۔ ہوا شاد دونوں کو خوش دیکھ کر
اُنھیں شادماں دیکھ کر بار بار ۔۔۔ محل کو گیا خسروِ نامدار
بڑھی شان دنیا کے سامان سے ۔۔۔ ملی سلطنت ایک ۔ دو نان سے
عقیلہ نے قصہ کیا جب تمام ۔۔۔ نفیسہ نے بڑھ کر کیا یہ کلام
رعایت کا مؤمن کے ہی جو ثواب ۔۔۔ خدا کے سوا ہو نہ اُسکا حساب
رعایت کرے ہر طرح کی امیر ۔۔۔ نہ خیرات بخشے کسیکو فقیر
وہ کیا دے جو پابندِ افلاس ہو ۔۔۔ کرے جب رعایت جو کچھ پاس ہو
رعایت کا ہے مؤمنہ کی بیاں ۔۔۔ کہ ہو آپ پر حال سارا عیاں

قصہ ایک مرد مؤمن اور عورت مؤمنہ کا

یہ ہے نقل اک عبدِ اللہ کی ۔۔۔ اُسے پیروی تھی اسی راہ کی
کہ ہووے سفر کعبۂ پاک کا ۔۔۔ سرِ راہ سرمہ بنے خاک کا
خدا نے جنھیں مال و زیور دیا ۔۔۔ تو حج کا اُنھوں نے ارادہ کیا
پھرا عبدِ اللہ اس کار میں ۔۔۔ چلا اونٹ لینے کو بازار میں

جو دینار تھے پانچسو ہاتھ میں
انھیں لیگیا بات کی بات میں

گیا پر سواری نہ بہتر ملی
ہلا اونٹ اُسکو نہ خچر ملی

چلا پھر نہ ٹھیرا گزرگاہ میں
اسے ایک عورت ملی راہ میں

کہ ہے مَزبلہ پر سرِ راہ وہ
تو مُردہ ہے مرغی لئے آہ وہ

سنبھالے ہوئے ہے اِدھر ہاتھ سے
اُدھر صاف کرتی ہے پَر ہاتھ سے

مگر صاف کرتی ہے اِس طور سے
نہ دیکھے کوئی راہ میں غور سے

کھڑا ہوگیا یہ اُسے دیکھکر
تعجب سے بولا کہ اے بے خبر

نہیں کچھ خیالِ حرام و حلال
بتا تو کہ ہے کون اے پیرزال

یہ بولی کہو کچھ نہ آپ وہ تم
کوئی ہو تمیں اپنی چلو راہ تم

کہا اُس نے للہ ہے یہ سُوال
سُنا کچھ تو احوال اے پیرزال

یہ بولی خبردار ہو بات سے
کہ عورت ہوں میں قوم سادات سے

مری لڑکیاں تین ۳ ہیں اے عزیز
کہ حاصل نہیں اُنکو سنِ تمیز

گئی ہیں یونہی تین ۳ راتیں گزر
کہ فاقہ سے روتے ہیں شام و سحر

کہ بیوہ ہوں عورت میں نادار ہوں
غرض مارے فاقوں کے ناچار ہوں

جو روزی نہ عرشِ بریں سے ملی
تو مُردہ یہ مرغی زمیں سے ملی

غِذا ہے یہ اُن لڑکیوں کے لئے
ہر اک گوشت فاقہ میں کھا کر جئے

مرا آج فاقہ سے ہی اَور حال
مجھے ہو گئی ہے یہ مُرغی حلال

وہیں کانپ اٹھا سنا حال جب | بدن پہ کھڑے ہوگئے بال سب

کہا اپنے دلمیں کرو غور اب | کہ اس سے بھی بہتر ہے حج اور آب

کہا اس نے اے سیّدہ خوشخصال | نہیں آپ کو اب یہ مرغی حلال

ذرا کھولدو اپنا دامن شتاب | کروں نذر کچھ ہے یہ کارِ ثواب

کھلا دامن پاک اکبار سب | دیئے اسکے دامن میں دینار سب

خوشی سے وہ گھر کو ہوئی جب رواں | گئے یہ بھی گھر کی طرف شادماں

عبادت کو اپنی زیادہ کیا | نہ اس سال حج کا ارادہ کیا

حرم کو گئی اک جماعت بڑی | وطن کو پھر آقافلہ جس گھڑی

جو کی پھر ملاقات احباب سے | سنی بس یہی بات احباب سے

پکڑتا ہے کیوں ہاتھ احباب کے | کہ تھا کیا نہ تو ساتھ احباب کے

مشرّف ہوا جب ملاقات سے | تعجب تھا احباب کی بات سے

ہوئی رات جب نیند آئی اُسے | پیمبر نے صورت دکھائی اسے

یہ ارشاد خیر الوریٰ نے کیا | جو تو نے مری بیٹیوں کو دیا

ہوئی اسلئے رحمتِ کبریا | خدا نے فرشتہ مقرر کیا

تری شکل و صورت کا ہی اک ملک | کریگا سدا حج قیامت تلک

طوافِ حرم کا ہے جو کچھ ثواب | وہ تیرے لئے ہے بروزِ حساب

نبیؐ سے سنا جب ہوا شاد یہ | بنا پھر تو دنیا سے آزاد یہ

نبی کی طرف سے ہدایت ہوئی
رعایت سے اُسکی رعایت ہوئی

آگے حورالنسا کی تقریر سراپا تاثیر قابل تحریر ہے

عقیلہ نفیسہ نے جب یہ کہا
پکاری یہ شہزادی مہ لقا

بلا بات کرنے کو حیلہ سنو
نفیسہ سنو اب۔ عقیلہ سنو

عدالت زمانہ میں آسان نہیں
کریں سلطنت عام شاہان نہیں

یہ ہے منصب انبیا اوصیا
کریں اجرا اُنکے جو ہوں اولیا

نہ یہ بات کرکے کنارہ کروں
عیاں حال قصوں میں سارا کروں

خدا کے لئے دے جو مال حلال
تو کیا اس سے بہتر ہے اے نیک فال

جو بخشے سخاوت میں مال حرام
تو اس سے برا بھی نہیں اور کام

سخاوت تو کی مومنوں کی بیاں
حقیقت بھی اُنکی ہوئی کچھ عیاں

دیا مال طیب خدا راہ میں
ہوا جلد مقبول درگاہ میں

سخاوت یونہی کرتے ہیں متقی
وہ بنتے نہیں نام کو کچھ سخی

دیا مال طیب مگر کم دیا
نہ لاکھوں دیے ایک درہم دیا

سخی متقی کے برابر نہیں +
دلاور بہادر بھی ہمسر نہیں

نہیں متقی کا کسی سے فنا
ہمیشہ ہے نفس دنی پر حیا

اسی سے ہے تمیز حرام و حلال
یہ دیتا ہے خیرات میں پاک مال

کلام خدا سے ہوا یہ عیاں کہ ہے متقی مستحقِ جناں
ریا سے بنے گر گدا متقی تو شاہوں سے بہتر جو ہو وے غنی
ریا سے اگر ہووے ترکِ گناہ تو بہتر ہے وہ بھی خدا ہی گواہ
جو کوئی سخاوت ریا سے کرے وہ اُمید کیا کبریا سے کرے
کہاں اُسکو انجام سی ہے غرض ہوا نام جب نام سے ہے غرض
سخاوت میں شہرت کی پروا نہو سخاوت وہی ہی کہ جسکا چرچا نہو
اگر دے خدا پاک کے نام پر وہ ظاہر نہو خاص و عام پر
رہیں بند لیتے خاص و عام کے سخاوت نہو واسطے نام کے
کسیکو نہ دے مال مُنہ دیکھکر جو دے کچھ تو چھپ آپ مثلِ نظر
جسے دے اُسے بھی نہو یہ خبر کہ ہی کون کس نے دیا مال و زر
مگر بادشاہوں کا یہ حال ہے وہ اُنکا ہے جو غیر کا مال ہے
کسی سے تو چھینا کسیکو دیا فقط مفت میں نام اپنا کیا
سخاوت وہ شہ کے لئے ہی عذاب ملے مالکِ مال کو سب ثواب
کہاں سلطنت میں ہے مالِ حلال کرے جس سے سائل کا پورا سوال
سخاوت ہے شہ کی مثالِ فقیر سُنیں آپ مجمل میں حالِ فقیر

قصہ ایک فقیر پُرتزویر کا کہ جو جنّوں سے مال منگا کر

خیرات کرتا تھا اور فقط نام پر مرتا تھا۔ ایک طالب علم کی ہدایت سے راہ پر آیا۔ دُنیا کو کھویا دین کو پایا۔

سُنا ہے کسی شہر میں تھا فقیر
ہوئے اُسکے تابع صغیر و کبیر

سخاوت بھی منظور آفاق میں
اِسی سے تھا مشہور آفاق میں

کھلایا کیا سینکڑوں کو طعام
فقیروں کا دَر پر رہا اژدحام

ہزاروں ہی محتاج مفلس غریب
ہمیشہ سے رہتے تھے دَر کے قریب

ہزاروں مسلماں بنے مُعتقد
سمجھتے تھے اپنا اُسے مجتہد

نہ باہر تھے اُسکی کسی بات سے
سمجھتے تھے اہلِ کرامات سے

کوئی طالب علم صاحب شعور
جو رہتا تھا اس شخص سے دُور دُور

جو آتا قریب مکانِ فقیر
مذمت سے کرتا بیانِ فقیر

کسی شخص نے یہ کہا اے عزیز
تجھے یوں تو ہے ہر طرح کی تمیز

کہ ہے صاحب علم دیندار ہے
تو پھر کیوں فقیروں سے بیزار ہے

یہاں پر جو ہے اہلِ دل اک فقیر
نہیں ہے فقیروں میں جس کا نظیر

اِرم سے ہے بڑھ کر مکانِ فقیر
زیادہ ہے رضواں سے شانِ فقیر

زیارت کو جاتے اگر آپ بھی
تو قبلہ یہ کرتے نظر آپ بھی

کہا طالب علم نے اے رفیق
نہ اُسکا تمھارا ہے اچھا طریق

نہ ابلیس سے کم ہے رُوئے فقیر کریں کس طرح آنکھ سوئے فقیر
نہیں ہے مکاں کم بہشتوں سے اُٹھی گا مزا خاک پھر سیر سے
سُنی بات جب یار نے یار سے کہی وہ فقیر سیہ کار سے
سُنی بات غصہ میں آیا فقیر کہا یہاں تلک گروہ آئے شریر
سزا بات کہنے کی دونگا اُسے نظر آئے وہ دیکھ لوں میں اُسے
جھلایا ہماری کرامات کو دکھاؤنگا میں دن اُسے رات کو
کھُلی اسطرح جب باتِ فقیر سنا معتقد نے بیانِ فقیر
کہا طالبِ علم سے صاف صاف بیاں میں نہ سُوجھ کیا اختلاف
کیا اُسکو آگاہ ہر بات سے کہا ہو مشرف مُلاقات سے
جو سمجھا مُلاقات کرتا نہیں ٹھکانے کی کچھ بات کرتا نہیں
کہا یہ تمھارا تھا کچھ امتحاں بناتے ہو باتیں یہیں مہرباں
جو جاتے وہاں دیکھ لیتا تمھیں سزا بات کہنے کی دیتا تمھیں
یہ سُنکر پکارا جوانِ سعید مجھی دیکھ سکتا ہے کیا وہ پلید
ہمارا جو کرتے ہو کچھ امتحاں چلو دیکھ لو تم بھی اے مہرباں
جو اُسکو خیال کرامات ہے تو مجھکو بھی شوقِ ملاقات ہے
یہ کہکر گیا پھر حضورِ فقیر یہ دیکھا کہ ڈیرہ میں حاضر امیر
کسیکو کیا کچھ نہ مجرا سلام کہا ہی تو سب سے بگڑ کر کلام

یہ غصہ میں آکر پکارا فقیر ... کیا کچھ نہ میرا ادب اے شریر

بلا سے نہ کچھ میرے تعظیم کی ... ادا کیوں نہ کی رسم تسلیم کی

کیا میں نے کیا تیرا ایسا قصور ... کہ رہتا ہے اے یار تو دور دور

ہزاروں ہمیشہ غریب فقیر ... مرے در پہ کھاتے ہیں نان و پنیر

سخاوت سے روشن مری عام پر ... تو لعنت کے قابل ہوں اس کام پر

کہا طالب علم نے اے فقیر ... تجھے جانتے ہیں جو اچھا امیر

وہ واقف نہیں ہیں ترے حال سے ... خبردار ہوں میں تری چال سے

وہ بولا نہ یونہی یہ باتیں کرو ... اگر چار دن پاس میرے رہو

دکھاؤں تمھیں بھی کرامات کچھ ... جو ٹھیرو تو دیکھو طلسمات کچھ

یہ بولا ٹھہرتا ہوں سو بات سے ... نہ کھاؤنگا کھانا ترے ہات سے

وہ بولا ہر اک چیز تیار ہے ... اگر تو نہ کھائے تو مختار ہے

ٹھہرنے پہ آمادہ پایا اسے ... اٹھا کر مکاں میں بٹھایا اسے

گیا کھانا کھانے مکاں پر غریب ... ہوئی رات دیکھے تماشے عجیب

مکاں کا کیا بند در پیشتر ... کتابوں پہ کرنے لگا پھر نظر

غرض خواب سے جب غافل ہوا ... مکاں میں وہ درویش داخل ہوا

جگا کر کیا ہاتھ اوپر بلند ... کہا پھر کہ لے سیب اے ہوشمند

یہ بولا خبر ہے ہر اک بات سے ... کوئی شے نہ لونگا ترے ہات سے

جو کچھ تابعِ حکمِ جنات تھے ۔ اشارہ پہ موجود دن رات تھے
اُنھیں سے منگاتا یہ مشہور تر چیز ۔ وہ لاتے جو ہوتی بہت دور چیز
مگر طالبِ علم یہ ہنرگار ۔ یہی بات کہتا رہا بار بار
نہ دے مجھ کو دھوکا تو اے بوالہوس ۔ نجس تو ہے یہ چیز تیری نجس
ہمیشہ وہ تحفے منگاتا رہا ۔ یہ ویسی ہی سید بھی سُناتا رہا
بس اک رات جب گیا خواب میں ۔ تو دیکھا تماشا نیا خواب میں
بڑے سازوسامان سے رہوار ہیں ۔ تکلف سے گھوڑوں پہ سوار ہیں
جو پیدل تھے پیچھے رواں بے حد سمت ۔ یہ بولا کہ جاتے ہو تم کس طرف
تو کہنے لگا ایک اے نوجوان ۔ یہ لشکر نبیؐ کی طرف ہے رواں
یہ بولا کہو ساتھ میں بھی چلوں ۔ جو پکڑو مرا ہاتھ میں بھی چلوں
اشارہ سے بولا وہ درگاہ ہے ۔ چلو ساتھ میرے یہی راہ ہے
چلا ساتھ لشکر کے مردِ غریب ۔ یہ دیکھا تماشا پہنچکر قریب
تمامی کا خیمہ ہے اک شان سے ۔ سجاوٹ ہے دنیا کی سامان سے
پکارا یہ کس کا ہے خیمہ عجیب ۔ وہ بولا ہے اسمیں خدا کا حبیبؐ
گیا در پہ خیمہ کے مردِ سعید ۔ نظر آیا در پہ فقیرِ پلید
کہا طالبِ علم کو اے شریر ۔ کہو جانے دے یا نہ دے یہ فقیر
ستایا کیا تو مجھے بار بار ۔ مرا دیکھ دربار میں اختیار

کہ جو چاہوں ڈور ہی اوپر کروں — کروں تمکو باہر کہ اندر کروں

یہ بولا خفا ہو نہ لے پیرِ مست — تو ہی تابعِ کفر ہیں حق پرست

تری چال سے ہیں خبردار ہم — نہ رکھیں گے خیمہ کے اندر قدم

بڑھیں آگے اپنی حقارت کریں — وہاں کون جسکی زیارت کریں

جو دربان یہاں تمسا گمراہ ہو — تو کیونکر نبیؐ کی یہ درگاہ ہو

تجھے اپنی جنات پر ہے نظر — رسولِ خدا کی کہاں ہے خبر

غرض جب تلک بادشاہِ فلک — نہ پہنچائیں امت کو جنت تلک

بڑھائیں گے ہرگز نہ سامان کو — چھپائیں گے سب شوکت و شان کو

جو دنیائے دوں پر تبرا کہیں — تمامی کے خیمہ میں کیونکر رہیں

بھلایا ہے اسباب کو اے غبی — کہ حیدرؑ ہے بابِ علومِ نبیؐ

جو ہوتا یہاں خیمۂ مصطفےٰؐ — تو ہوتے فقط اس جگہ مرتضےٰؑ

نبیؐ سے الگ ہو کہاں مرتضےٰؑ — جہاں مصطفےٰؐ ہو وہاں مرتضےٰؑ

کہا اس طرح پر جو دیندار نے — سنا سب فقیرِ ریاکار نے

نہ غافل ہوا خواب میں جب جواں — نہ ٹھہرا فقیرِ بلاکش وہاں

کہا پھر جو آیا ملاقات کو — کہ دیکھی کرامات کچھ رات کو

یہ بولا کراما ہے کس سے سنا — یہ باتیں مریدوں سے اپنے بتا

گرا پاؤں پر بات سنکر فقیر — کہا مرحبا لے غلامِ امیر

ترے آگے ہم بھی ہوئے آج پست — حقیقت میں ہے یار تو حق پرست
کریں وصف تیرا ہی جتنا بنے — بنے بھی مسلماں تو اتنا بنے
ہوں پہلے فقیروں کا تھا معتقد — بنا آج سے آپ کا معتقد
ہدایت مجھے آج فرمایئے — جو ہو راہ سیدھی وہ بتلایئے
کہا منع کرتا ہوں اس بات سے — منگاؤ نہ تم مال جنات سے
کسیکا تو زر آپکا ہات ہے — بتاؤ تمھیں یہ بھی خیرات ہے
تمھارے لئے حشر کو ہے عذاب — گیا مال جسکا اسی کو ثواب
کرو دور جنات کو سات سے — مناسب ہے محنت کرو ہات سے
صلہ مال طیب کا ہے بیحساب — جو تھوڑا بھی بخشو بہت ہے ثواب
خدا جس سے راضی ہو ایسا کرو — نہ لاکھوں کرو خرچ پیسا کرو
یہ دنیا کی چھوڑو کرامات تم — سنو شوق سے یہ مری بات تم
نہ دو جان دنیا کے آرام پر — لگاؤ نہ دل یاں کسی کام پر
بھلاؤ جہاں کے طلسمات تم — خدا کی کرو یاد دن رات تم
کوئی بات اپنے نہ جی سے کرو — کرو بھی تو حکمِ نبیؐ سے کرو
جو چاہو خوشی مصطفےٰ کی کرو — تو تم پیروی مرتضےٰ کی کرو
کھڑے ہو فنا کی جو تم راہ میں — گزر بس کرو اس گزرگاہ میں
نہ پہنو دوشالہ لنگوٹی کرو — مسافر ہو منزل نہ کھوٹی کرو

یہ سنتے ہی تائب ہوا وہ فقیر
رہا پھر نہ دامِ ہوس میں اسیر

بیاں جب یہ سارا کیا حور نے
یہ سب سے اشارہ کیا حور نے

سُنی سب لیے مری غور سے
سخاوت ہے شاہوں کی اسطور سے

کہوں اور بھی بات کچھ اودھر
خلافت کے قابل ہیں ایسے بشر

ذکرِ جنابِ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب

یہ کہتے ہیں عباسِ عالی مقام
گیا ایک دن میں حضورِ امام

قیافہ سے مجھ کو یہ آیا نظر
کہ فاقہ سے ہیں جاں بلب راہبر

پڑے ہیں سرِ خاک پر بوتراب
فقط سنگریزہ ہیں فرشِ جناب

کہا رو کے اے رہنمائے جہاں
عجب حال میں دیکھتا ہوں یہاں

رہے یوں تو فاقوں سے شام و سحر
نہ ایسا کبھی حال تھا بیشتر

خلیفہ ہو ظاہر میں تم یا امیر
خلافت میں سب کچھ ہے نان و پنیر

تناول نہ ہر روز فرمائیے
بھلا دوسرے دن تو کچھ کھائیے

مناسب نہیں روز فاقہ رہے
کہ فاقوں سے کچھ تو افاقہ رہے

چچا سے یہ کہنے لگے مرتضےٰ
خلافت یہ آساں نہیں ہے چچا

نگاہوں میں ہر دم ہے روزِ قیام
مجھے فکر ہے رات دن یہ مدام

خلافت میں میری یتیم و غریب
جو فاقوں سے مرنے کی ہوویں قریب

کہیں پھر خدا سے یہ روزِ معاد | کہ فاقہ تھا ہمکو علیؑ سے زیادہ
نہ لی بھوک میں کچھ ہماری خبر | زمانہ کی رکھتے تھے ساری خبر
کرے اس طرح سے جو کوئی خطاب | بتاؤ تو اُسکا ہے پھر کیا جواب
طبیعت سے یہ خوف جاتا نہیں | اسیواسطے روز کھاتا نہیں
یہ دم جب تلک لب پہ آتا نہیں | تو کچھ تب تلک میں بھی کھاتا نہیں
جو ہے سنگریزونپہ اپنا قیام | خلیفہ کو بہتر یہی ہے مقام
خلیفہ کو زیبا ہے ایسی جگہ | کوئی اور ٹھیری نہ جیسی جگہ
کریں عیش یہ وہ خلیفہ نہیں | لگا ہوں میں دُنیا کے جیفہ نہیں
سُنی جب یہ تقریر عبّاس نے | تو کی داد یہ تحریر عبّاس نے
کہاں سلطنت ایسا ویسا کرے | کرے سلطنت بھی تو ایسا کرے
یہ شایاں نہیں سب عدالت کریں | جو ایسے ہی ہوں تب عدالت کریں
جسے دے سے خبر عالم الغیب کچھ | کرے وہ عدالت نہیں عیب کچھ
رہِ عدل ہے ایک مشکل مقام | کہوں وہ کہ سچّا ہو میرا کلام
جو اہلِ تصوّف کی ہے اک کتاب | اُسی سے یہ مضموں کیا انتخاب
صفائی سے صوفی نے لکھا ویاں | یہ ہے صوفیِ صاف دل کا بیاں
سُنیں خاص مجلس میں میرا کلام | یہ ہے قصۂ جابرِ نیک نام

قصۂ حضرت جابرِ انصار اصحاب

رسولِ مختار جانبازِ حیدرِ کرّار

حضورِ نبیؐ جابرِؓ نامدار ۔۔۔ جو اِک روز آئے بہت بیقرار
نبیؐ سے کیا ذکر افلاس کا ۔۔۔ ہوا کچھ گلا بھوک اور پیاس کا
غرض درمیاں ایک دو سال کے ۔۔۔ شتر آئے اِک مُلک سے مال کے
کیا مال تقسیم اصحاب کو ۔۔۔ ملی دولتِ پاک احباب کو
نبیؐ نے جو کچھ اپنا حصّہ لیا ۔۔۔ وہ سب جابرِ باوفا کو دیا
رسولِ خدا کی عطا دیکھ کر ۔۔۔ شہِ لافتا کی سخا دیکھ کر
دیے اپنے حصّے بھی اصحاب نے ۔۔۔ لیا مال سے کچھ نہ احباب نے
ملے اونٹ جب سیر مال کے ۔۔۔ گئے لیکے جابرؓ شتر مال کے
مکاں پر گئے بند پائے کواڑ ۔۔۔ تو دی در پہ دستک ہلائے کواڑ
جو کچھ دیر تک شور و غوغا کیا ۔۔۔ تو زوجہ نے جابرؓ کی در وا کیا
کہا پھر یہ جابرؓ کا منہ دیکھ کر ۔۔۔ کہ کیوں آپ بشّاش ہیں اِس قدر
یہ بولے مجھے خوش خدا نے کیا ۔۔۔ نبیؐ نے کیا مرتضےٰؑ نے کیا
دیا مال و اسباب بھر کر شتر ۔۔۔ کہ دیکھو وہ باہر ہیں ۔ در پہ شتر
زنِ مومنہ نے دیا یہ جواب ۔۔۔ کہ دولت سے بشّاش ہیں اب جناب
تعجّب ہوا مجھ کو اِس بات سے ۔۔۔ کہ جابرؓ ہیں بشّاش کس بات سے
نبیؐ نے نہ عقبےٰ کو حاصل کیا ۔۔۔ شہِ دیں سے دنیا کو حاصل کیا

کوئی مال ہوتے اگر مالدار
نہ کرتے نبیؐ فقر پر افتخار

کوئی چیز ہوتی جو نانِ شعیر
نہ کھاتے علیؑ خشک نانِ شعیر

اگر خوب ہوتا لباسِ حریر
تو زہراؑ بناتی نہ رختِ حصیر

جو ہوتا برا فاقۂ جاں شکن
تو بھوکے نہ رہتے حسینؑ و حسنؑ

جو ہیں پنجتن خاصۂ کبریا
انھیں کی ہے خاکِ قدم کیمیا

نہیں ہیں یہ حکمِ خدا سے جدا
جو یہ بھی کہیں کچھ کریں وہ بجا

خوشی سے جو کھانے یہ کھایا کریں
سدا خوانِ جنت سے آیا کریں

مگر شاد ہیں بھوک اور پیاس سے
نہیں تنگ دنیا میں افلاس سے

خفا اب نہ ہونا مری بات سے
مجھے ہے تعجب تری بات سے

نبیؐ کی تو فاقہ سے اولاد ہو
ترا اپنے کھانوں سے جی شاد ہو

نہ اب فکر جان و بدن کی کرو
فقط پیروی پنجتن کی کرو

رہ رزق ہر چند مسدود ہے
مگر رازقِ خلق موجود ہے

خبر ہر طرح سے وہ لے رات کو
جو دن کو نہ بخشے تو دے رات کو

زیادہ کہیں رزق کم ہے کہیں
زمانہ میں بے رزق کوئی نہیں

جنھیں یاد ہر دم ہے روزِ حساب
وہ کھاتے نہیں ہیں تر نان و کباب

جو ہوویں مہیّا بھی کھانے سبھی
تو کھاتے نہیں پیٹ بھر کر کبھی

ہٹاؤ سبھی آنوٹ اکبار تم
نہ لو سر پہ دنیا کا اسباب تم

کہو یہ نبیؐ سے کہ اے راہ بر — گزارش ہے بندہ کی یہ مختصر
رہیں ہم نہ یہ مال قائم رہے — وہ بخشو جو عقبےٰ میں دائم رہے
کہی بات زوجہ نے جب دور کی — دل و جاں سے جابرؓ نے منظور کی
مکاں سے پھرا جابرِ نیک خو — نبیؐ کے گئے اونٹ سب روبرو
یہ کی عرض جابر نے پیشِ رسولؐ — کہ بندہ کی زوجہ کنیزِ بتولؑ
یہی عرض کرتی ہے آداب سے — نہیں کچھ غرض مال و اسباب سے
نہیں مالِ دنیا کی حاجت ہمیں — عطا ہووے عقبےٰ کی دولت ہمیں
نبیؐ پر جو ظاہر ہوا مدعا — تو حق میں ان دو مرد کے کی دعا
گئے خلد کو جب رسولِ انام — تو زندہ رہے جابرِ نیک نام
انھیں یوں تو فاقہ تھا بس روز کا — کسی روز فاقہ تھا دن بیس روز کا
جو فاقہ سے مرنے کے پہنچے قریب — تو کنبہ کی حالت ہوئی بس عجیب
پکاری یہ رو کر زنِ پارسا — کہ جابر کوئی چیز اسوقت لا
وگرنہ ہوئیں آج جانیں تلف — کرو غور اطفال کے بھی طرف
پکارے یہ جابر کہ اے بے قرار — گرا اک گائے آتی ہے یاں بار بار
کئی بار دوڑ ہی پہ پایا اُسے — غرض ہر طرح سے ہٹایا اُسے
کہا اُسکی زوجہ نے اے نیکفال — وہ گائے تمہارے لئے ہے حلال
ہو آ جائے پھر ذبح اسکو کرو — تمہارے لئے ہے نہ بھوکے مرو

ابھی نیک زن کر رہی تھی کلام — کیا اُسنے ڈیوڑھی پہ آکر قیام
کیا ذبح دیندار نے دیکھ کر — ضعیفہ جو اک در پہ آئی نظر
غرض گوشت پر وہ بھی مائل ہوئی — دیا گائے کا سر جو سائل ہوئی
یہودی کو تھی گائے کی بس تلاش — کلیجہ تھا اُسکی لئے پاش پاش
ضعیفہ کے سر ہاتھ میں دیکھ کر — یہ پوچھا کہاں سے ملا ہے یہ سر
پکاری ضعیفہ کہ نادار ہوں — بہت کھانے پینے سے ناچار ہوں
یہ نعمت کہاں تھی میسر مجھے — تو بخشا ہے جابر نے یہ سر مجھے
ضعیفہ کی جب سن چکا گفتگو — تو جابر کے اسکو کیا روبرو
کہا سر ضعیفہ کو تم نے دیا — یہ بولے کہ ہاں اس نے ہم سے لیا
ضعیفہ کا چھوڑا نہ واں ہاتھ پھر — مکاں پر اُسے لیگیا ساتھ پھر
کیا پہلے سر قوم کے روبرو — سنائی ضعیفہ کی پھر گفتگو
یہودی نے پھر شور و غوغا کیا — بناوٹ سے لوگوں میں شہرہ کیا
یہ آپس میں تھی ہر گھڑی قال و قیل — مسلماں ہوئے آج بالکل ذلیل
جو مسطور ہو بات احباب کو + — تو نادم کرو چل کے اصحاب کو
اسی بات پر مشورہ ہو گیا — جو تھا خشک دل وہ ہرا ہو گیا
ابوبکرؓ تھے جانشین رسولؐ — کہاتے تھے حامیٔ دینِ رسول
گئے لوگ دربار میں مکر سے — کہا حال جابر کا بوبکرؓ سے

سُنا جب خلیفہ نے کارِ عجب — کیا پھر تو جابر کو گھر سے طلب
جو آئی نہ کچھ حال اخفا کیا — بیاں سب یہودی کا دعویٰ کیا
کہا تُو نے کی ذبح گاوِ یہود — کیا اُسنے اقرار۔ پڑھکر درود
دیا حکم پھر ہاتھ کاٹیں شتاب — چلا لیکے جلاد خانہ خراب
کُھلا حال اطفالِ پر آب کا — دیا ساتھ لڑکوں نے بھی باپ کا
ملے راہ میں اشرف الاوصیا — جو جابر نے دیکھا آنکھیں رو دیا
جو کی سب حقیقت علیؑ سے بیاں — تو کہنے لگے بادشاہِ جہاں
بہت سر جُدا ہونگے سادات کے — نہ مضطر ہو کٹنے پہ تم ہات کے
یہ بولے کہ اے بادشاہِ زمیں — میں ہاتھوں کے کٹنے پہ روتا نہیں
یہ رونا ہے اسبات پر یا امام — میں جاؤنگا جب پیشِ خیر الانام
یہ فرماوینگے اشرف الانبیا — کہ جابر مرے بعد یہ کیا کیا
ہٹایا کبھی مال بخشا ہوا — کٹے ہاتھ چوری میں یہ کیا ہوا
کرینگے نبیؐ جب ملامت مجھے — تو ہوگی نبیؐ سے ندامت مجھے
یہ جابر سے بولے وصیؑ نبیؐ — ڈرو مت مرے ساتھ آؤ ابھی
اُسے لیکئے ساتھ مشکل کُشا — گئے پاس بوبکر کے مرتضےٰؑ
یہ بولے خلیفہ سے شیر الٰہ — دیا کس طرح حکم یہ بے گواہ
خلیفہ نے سُنکر دیا یہ جواب — شہادت کی حاجت نہ تھی بو تراب

کیا آپ جابر نے اقرار جب
تو کیونکر گواہوں کو کرنا طلب

کہا ہے گواہوں میں کچھ منفعت
کہ اس میں خدا کی ہو کچھ مصلحت

یہ بولے کہ اے ابن عم رسولؐ
جو کچھ آپ فرمائیں سب ہے قبول

بلاتا گواہونکو انکار ہیہ +
شہادت نہ لی میں نے اقرار پہ

کہا خیر اب دیکھ عدل امیر
کروں وہ کہ جانیں صغیر و کبیر

منادی ہو اب شہر و بازار میں
کہ حاضر ہوں سب لوگ دربار میں

منادی سے جس دم ہوا اژدحام
ہوا پھر یہ جابر کو حکم امام

کرو جمع گائے کے عضو بدن
اڑا واں سے جابر یہ سنکر سخن

جو لے آیا ٹکڑے وہ سب گائے کے
اکھٹے ہوئے عضو جب گائے کے

یہودی سے بولے کہ انصاف کر
جو کرتا ہے اب بھی بیاں صاف کر

جواب بھی ہٹا کلمہ صاف سے
تو کچھ اور ہو وے گا انصاف سے

رہا وہ تو قائم اسی بات پر
قضا لگ رہی تھی ادھر گھات پر

علیؑ نے یہودی کا سر کاٹ کر
تو رکھا وہیں گائے کے گوشت پر

کیا آپنے پھر یہ سر سے بیاں
کرو حال گائے کا سب تم عیاں

یہ فرق یہودی نے کی گفتگو
سنو حال گائے کا اب تم سو

بہت روز گزرے چرایا اسے
کہ تھی عمر تھوڑی جو لایا اسے

مکانوں میں پوشیدہ پالا اسے
جو کچھ رنگ بدلا نکالا اسے

بیا دودھ گائے کا حسب مراد
اُٹھایا ہے بچوں سے اُسکے مقام

حقیقت میں گائے کا یہ حال ہے
جو پوچھو تو جابر کا یہ بال ہے

سنو حال اب مختصر گائے کا
دھرا تن پہ گائے کے سر گائے کا

علیؑ نے یہ کی عرض اللہ سے
جو مانگوں ملے مجھ کو درگاہ سے

دعا ہے یہی جلد جاں دے اسے
کہے کچھ یہ نطقِ زباں دے اسے

یہ کہتے ہی سر کو اشارہ کیا
کہا کیوں تجھے پارہ پارہ کیا

کیا حکم خالق سے سر نے کلام
کہ میری حقیقت ہے یہ یا امام

جو جابر کے گھر سے نکالا مجھے
چھپا کر مکانوں میں پالا مجھے

الگ میں کھڑی تھی میانِ مکاں
فرشتہ نے آکر کہا ناگہاں

جو جابر تری جاں کا مختار ہے
تو وہ مارے فاقوں کے ناچار ہے

روانہ ہو اُسکی طرف شوق سے
جو کھائیگا جابر تجھے ذوق سے

تو بچ جائیگا بھوک سے دل کباب
قیامت کو تیرے لئے ہے ثواب

فرشتہ سے سُنکر ہوئی بیقرار
گئی گھر میں جابر کے میں بار بار

کیا ذبح فاقہ میں آخر مجھے
بنایا عدم کا مسافر مجھے

کہ مالک ہے جابر مرا اے جناب
یہ میری حقیقت ہے یا بوتراب

یہودی کو جیسا تھا ویسا کیا
کیا وہ کسی نے نہ ایسا کیا

بنا ہی خلق میں اہل دیں کی نمود
مسلماں ہے ہو صاف دل سے یہود

یہی بات پر ہو اگر غور کچھ
تو پھر کہہ چلوں مختصر اور کچھ

نقل حضرت سلیمان علیہ السلام

سُنے بات محفل میں ہر نیک بخت
بڑے اوج پر تھا سلیماں کا تخت

ہوا پر تھا زیرِ فلک گشت میں
کسی روز اترا وہ اک دشت میں

جہاں آ کے اترا ہوا سے وہ تخت
وہیں تھا کوئی زاہد نیک بخت

بیاباں میں دیکھا وہ تختِ عجیب
گیا شوق سے تخت کے وہ قریب

سُنا تھا کہ تختِ سلیماں ہے یہ
سرِ تخت قدرت سے ساماں ہے یہ

اسے دیکھ کر ایک حسرت ہوئی
کہا یہ سلیماںؑ کی عزت ہوئی

ملا ہے مقدر سے تختِ عجیب
سلیماں کا کیا اوج پر ہے نصیب

شہنشاہ ہے ہفت اقلیم کا
ہوا پر بھی سایہ ہے دیہیم کا

جو زاہد نے بڑھ کر سخن یہ کیا
سلیمانؑ نے سُن کر وہیں رو دیا

کہا پھر یہ زاہد سے اے نیک بخت
ہوائے فنا پر ہے یہ تاج و تخت

کسی دن رہوں میں نہ شاہی رہے
نہ لشکر سے کوئی سپاہی رہے

فقط چار دن کو یہ سامان ہے
یہ ساماں بھی بس آن کی آن ہے

تو پڑھتا ہے تسبیح اربع مدام
جگہ رشک کی ہے یہ اے نیک نام

مری بادشاہی نہ قائم رہے
تو اب ایک کلمہ کا دائم رہے

نبیؑ نے جو کی اس طرح گفتگو
ہوا شاد پھر زاہد نیک خو

سلیمانؑ نبی تھے شہنشاہ تھے
غرض صاحب حشمت و جاہ تھے

انھیں عہد میں اپنے تھا اختیار
کہ جو چاہیں دل سے کریں کاروبار

کریں بادشاہی رسالت کریں
سخاوت کریں یا عدالت کریں

سبھی جانتے تھے وہ اے ہوشمند
کیا سب نے ذکر خدا کو پسند

سلیمانؑ کی باتیں سنیں غور سے
مجھے اب ہٹاتے ہو کس طور سے

کہا سب نے اے غیرت آفتاب
تری بات کا اب نہیں کچھ جواب

وہ بہتر ہے جو کچھ کہا آپ نے
وہ سر پر ہے جو کچھ کہا آپ نے

وہ ہے خوب چلتی ہو جس راہ سے
ہٹائیں تمھیں اب تو کس راہ سے

کہا پھر عقیلہ نے سب سے جدا
ارادہ یہ قائم ہو شکر خدا

کسے ہے تری بات میں گفتگو
فقط دیکھتے تھے تجھے ماہرو

کیا خوب تم نے عمل علم پر
سنا سب فدا جان اس حلم پر

مگر آج ہے امتحاں یہ ضرور
کہاں تک ہے بی بی کو عقل و شعور

اگر صاف اسبات کا دو جواب
تو پھر ایک نکتہ کو سمجھو کتاب

عقیلہ نفیسہ بھی پھر ساتھ ہوں
قدم آپ کے ہوں سر ہاتھ ہوں

کہا حور سے بات کو سوچ کر
بتاؤ یہ لونڈی کو رشک قمر

کروگی جو تم عشق اللہ سے
تو پھر کس طریقہ سے کس راہ سے

کہیں عشق ہوتا نہیں بے سبب / محبت کی خاطر ہیں ساماں عجب

وہ ہو شکل بہتر ہو تصویر سے / بیاں وہ کہ جاں آئے تقریر سے

جو ہو راستی قدِ دلدار میں / تو ہووے کجی ابروئے یار میں

وہ چہرہ یہ زلفِ گرہ گیر ہو / کہ سنو پاؤں کو ایک زنجیر ہو

وہ آنکھیں کہ آنسو پیئے دیکھ کر / جو مُردہ بھی دل ہو جیئے دیکھ کر

دہن خوب ہووے بدن خوب ہو / کمر خوب چاہِ ذقن خوب ہو

یہ ساماں بنا ہے جہاں عشق کا / تو بی بی محل ہو وہاں عشق کا

رُخ و جسم و قد جلوۂ خاک ہے / خدا اپنا ہر عضو سے پاک ہے

بتا دیجئے سوچکر غور سے / کروگے محبت تو کس طور سے

بندھے اسطرف کسطرح سے خیال / کوئی اُسکی دنیا میں دیجے مثال

کہا شاہزادی نے سنکر سخن / کرو غور کہتی ہوں حجت کر سخن

جو ہے عشق انساں کو انسان سے / اُسے ہو غرض صورت و شان سے

ملی حُسن سے ہو جو مستی اسے / تو کہتے ہیں شہوت پرستی اسے

جہاں عاشقاتِ خدا ہیں غرض / وہاں خال و خط کا نہیں کچھ مرض

بندھا دھیان صنعت سے صناع کا / ہوا عشق قدرت سے صناع کا

نہیں اُنس زلفِ گرہ گیر سے / مصور کا ہے عشق تصویر سے

اُسی کی اُنھیں رات دن یاد ہے / وہ کرتی ہیں جو کچھ کہ ارشاد ہے

بھروسا ہے اللہ کی ذات پر
فقط جان دیتے ہیں وہ بات پر
اشارہ ہے کافی اگر عقل ہو
نہ سمجھے تو اسپر بھی اک نقل ہے
مگر نقل بھی وہ سناؤں تجھیں
نہ دیکھا سنا ہو دکھاؤں تمھیں

قصہ زبیدہ وہارون

سنا ہی کسی شہر میں تھا امیر
دکن میں کسی شاہ کا تھا مشیر
وطن میں جو رہتی تھی اُسکی بہن
تو ملنے کو آیا میانِ وطن
زیادہ تھی اُس سی محبت اُسے
بہت کم تھی اَوروں سے رغبت اُسے
کیا دُور اُسکو نہ گھر بار سے
وطن میں کیا عقد سردار سے
سُنیں غور سے آپ حالِ امیر
نہونے سے اولاد کے تھا فقیر
دُکانیں تھیں جاگیر تھی گنج تھا
نہونے کا اولاد کے رنج تھا
کیا جلد اُسکی دعا نے اثر
وطن میں ہوا ایک پیدا پسر
عزیزوں نے کتنے ہی دو چار کے
کئی نام رکھے تھے دلدار کے
وُہی نام رکھا جو موزوں ہوا
مگر سب میں مشہور ہاروں ہوا
ملا جب یہ فرزند تقدیر سے
کہا اُس نے جاکر یہ ہمشیر سے
جو باقی رہی ہے تو یہ آرزو
خدا دے تجھے دخترِ نیک خو
جو دختر ہو تیری یہ فرزند ہو
تو اک اصل ہو ایک پیوند ہو
یہ سُنکر کہا اُسکی ہمشیر نے
جو چاہا اِسی طور تقدیر نے

تو دختر ہو میری پسر آپ کا ❊ نئے سر سے گھر ہو یہ گھر آپ کا

ہوئے رات کو جب یہ قول و قرار ❊ سنو جلوۂ قدرت کردگار

نہ کچھ دیر گزری تھی اس بات کو ❊ ہوئی حاملہ وہ اُسی رات کو

غرض تھا ملازم دکن میں شیر ❊ زیادہ نہ ٹھیرا وطن میں شیر

چلا جب دکن کو وہاں سے بلا ❊ بہت رو کے اہل وطن سے ملا

کہا رو کے بھائی سے ہمشیر نے ❊ دکھائی تھی صورت یہ تقدیر نے

کہاں ہم کہاں تم کرو غور کچھ ❊ غنیمت ہے ٹھیرو مگر اور کچھ

مسافر نہ اپنے سفر سے ہٹا ❊ ہٹا دل عزیزوں سے گھر سے ہٹا

کہا سُو نہ دو دن وطن میں رہا ❊ ہٹا دل تو جا کر دکن میں رہا

گئی ساتھ زوجہ پسر بھی گیا ❊ مکیں کیا گیا ساتھ گھر بھی گیا

رکا ساتھ سینہ کے لخت جگر ❊ رہا آنکھ کے ساتھ نور نظر

سنو حال پیچھے کا اب بیشتر ❊ گئے نو مہینے اُسے جب گزر

ہوئی ایک دختر مثال قمر ❊ مہ نو نے پایا کمال قمر

اُسے پیار کرتے تھے سب ہر دو ❊ سمجھتے تھے دختر کو حرز گلو

ہوئی کچھ جو ہاروں سے نسبت اُسے ❊ زبیدہ ہی کہتی تھی خلقت اُسے

جو دختر عطا کی یہ تقدیر نے ❊ لکھا اپنے بھائی کو ہمشیر نے

زمانہ کی خوبی مبارک تمھیں ❊ وہ لڑکا یہ لڑکی مبارک تمھیں

ہوئی شہرت حسن ہر شہر میں — یہ پھولیں پھلیں گلشن دہر میں

خدا نے جو خط کا بہانہ کیا — لکھا اس طرح خط روانہ کیا

گیا خط کسی دن حضورِ مشیر — ہوئے شاد مطلب کو پڑھ کر امیر

یہ تھی دخترِ سیمبر کی خوشی — کہ جیسے پدر کو پسر کو خوشی

خوشی سے قلم کو اٹھا کر شتاب — لکھا اس طرح سے بہن کو جواب

پڑھی آج تحریر ہمشیر کی — ہوئی مجھ پہ امداد تقریر کی

جو کچھ میں نے اللہ سے کی دعا — وہی مجھ کو بخشا ہے شکرِ خدا

ازل سے یہ طالب وہ مطلوب ہیں — مقدر سے دونو ہی منسوب ہیں

بڑھایا زیادہ نہ تحریر کو — لکھا مختصر اپنی ہمشیر کو

گیا خط کو لکھ کر روانہ شتاب — خوشی کی بہن نے جو آیا جواب

جو ساماں بنے نیک دونو طرف — ہوا سلسلہ ایک دونو طرف

کسی دن جو ظاہر میں نسبت ہوئی — ادہر اور آدہر خرچ دولت ہوئی

یہاں اور وہاں لوگ تھے صف بصف — مٹھائی بٹی رسم میں ہر طرف

عزیزوں کے کہنے سے دختر پسر — لگے پڑھنے دونو ادھر اور آدھر

وطن میں تو دختر دکن میں پسر — نہ تھی ایک کو دوسرے کی خبر

کسی نے کسیکا نہ دیکھا جمال — ہوا ایک کو دوسرے کا خیال

بندھے تھے وہ رشتہ سے بایکدگر — کشش سے تھی انکے دونوںکو خبر

امیروں کے دونو تھے نام و نشاں — ہوئی دس برس میں ہے پلکر جواں
لڑکپن میں بار جوانی پڑا — نظر آیا چھوٹا سا بھی قد بڑا
جو پھر گیارہ بارہ برس کے ہوئے — نہ تابع ہوا و ہوس کے ہوئے
وطن میں دکن میں حسین جا بجا — کسیکو جو دیکھیں نہ تھی یہ ہوا
جو فارغ نصیبوں سے پڑھکر ہوئے — تو پھر متقی بھی وہ بڑھکر ہوئے
ہوا بیاہ پر جب خیال مشیر — بنا اور قسمت سے حال مشیر
کیا بیاہ کا جس برس میں خیال — اسی سال میں کر گیا انتقال
غرض مر گیا جب دکن میں مشیر — ہوا اور اسکی جگہ پر وزیر
قلمدان لیا اس نے بستہ لیا — لیا مال اوروں رستہ لیا
گئی سلطنت اب حکومت گئی — ہوئی ضبط جاگیر دولت گئی
نگاہوں میں جب اور ساماں ہوا — جو لڑکا تھا ہاروں پریشاں ہوا
بچا کچھ تو یاروں نے سب کھا لیا — رہے ہے یہ تو افلاس نے آ لیا
ہوئے مال کھا کر الگ بد معاش — دفینہ کی کرنے لگا یہ تلاش
یہ مطلب اگر دور افلاس ہو — وطن میں بھی پہنچیں جمع زر پاس ہو
جو دیکھا خرابی میں گھر بار کو — لکھا پھر یہ ہاروں نے سردار کو
دکن میں خزانہ ہمارا لٹا — موا باپ گھر بار سارا لٹا
دکن میں کوئی اب ہمارا نہیں — سوا شکر کے اور چارا نہیں

لٹا مال اسباب پردیس میں / ہوئے دور احباب پردیس میں

لکھا خط تو آیا میانِ وطن / وطن میں ہوا ایک رنج و محن

پڑھا خط جو ہاروں کا سردار نے / تردد کیا کچھ نہ غمخوار نے

کہا دوستوں کو بلا کر قریب / کہ ہاروں حقیقت میں ہے بدنصیب

نہ دولت رہی اب وہ گھر رہا / رہا وہ تو اپنا نہ ہمسر رہا

کہا پھر عزیزوں کو اس طور سے / کہ شادی کرونگا کسی اور سے

جو سردار کا اور پایا خیال / امیروں کو بھی اور آیا خیال

نگاہوں میں ہاروں ٹھیرا حقیر / ہوئے گرد سردار کے اب امیر

امیروں کے پیغام آنے لگے / سبھی اپنی باتیں بنانے لگے

رہا جب یہی ذکر لیل و نہار / کسی گھر میں نسبت نے پایا قرار

سنا جب زبیدہ نے اس طور سے / کہ نسبت ہوئی اب کسی اور سے

یہ سنتے ہی دل کا ہوا اور حال / پدر کی طرف سے ہوا کچھ ملال

نہ کرنا تھا سردار نے وہ کیا / بڑا اک زبیدہ کو صدمہ دیا

اسے عقل بخشی تھی غفار نے / پڑھائے تھے سب علم سردار نے

میسر نصیبوں سے ہر چیز تھی / کہ صورت تھی سیرت تھی تمیز تھی

صفائی سی ہاروں کی دل صاف تھا / جگہ تھی طبیعت میں انصاف تھا

ادھر اور ادھر کے سنے جب سخن / کہا ایک لڑکی سے سن اے بہن

ہوا مجھ کو معلوم اس طور سے
کہ نسبت ہوئی اب کسی اَور سے

پدر نے یہ کیا بات کی اختیار
کہ ڈھونڈا ہے میرے لئے مالدار

زر و مال کچھ میری قیمت نہ تھی
مرے ساتھ دولت کی نسبت نہ تھی

کسی گھر کی لونڈی یہ دولت نہیں
رہے ایک دَر پر یہ عادت نہیں

نکلتی ہے باہر یہ سَو چال سے
ٹھہرتی نہیں یہ کسی حال سے

کوئی بیسوا ملزادی ہے یہ
غرض رنڈیوں کی بھی دادی ہے یہ

یونہی در بدر روز پھرتی ہے یہ
جہاں کچھ نہو وانپہ گرتی ہے یہ

جو پوچھو تو چوسر کی یہ نرد ہے
نہ اک گھر کی سَو گھر کی یہ نرد ہے

کسے دھیان ہے دولت گنج کا
کہ مُہرہ ہے یہ مال صد رنج کا

بُرائی یہ جب اپنی قسمت ہوئی
تو جاگیر و زر میری قیمت ہوئی

گیا سلسلہ وہ ۔ وہ رشتہ گیا
گیا یہ نہ میرا نوشتہ گیا

نہ نسبت رہی اب نہ عزت رہی
جو کچھ اور آگے ہو قسمت رہی

نہ ہاروں کو دیکھا کبھی اے بہن
زبیدہ یہاں تک وہ میاں دکن

کوئی بات دیکھی کہاں آپ سے
سُنی بات نسبت کی ماں باپ سے

نہیں میں تصدق خط و خال پہ
نہ قد پر فدا ہوں نہ غش خال پر

نہ آگاہ ہوں صورت رنگ سے
جو پھر عشق ہووے تو کس ڈھنگ سے

مجھے یاد صورت پرستی نہیں
بنوں باولی میں یہ مستی نہیں

دعا کی جو ماموں نے اللہ سے | تو پایا مجھے اسکی درگاہ سے

خدا اس طرح جب عنایت کرے | تو اسکے کرم کی رعایت کرے

جو ہارون سے ہمیشہ کب ہے نگاہ | نہیں عشق مجھ کو خدا ہے گواہ

توجہ ہے ماموں کے اظہار پر | نظر ہے مجھے ماں کے اقرار پر

ہوئی تھی نہ نسبت سمجھ کر غریب | ہوا وہ جو مفلس تھے میرے نصیب

جو سمجھا ہے ہارون کو خوار و ذلیل | نہیں یاد اسکو خدائے جلیل

وہ شاہونکو کرتا ہے دم میں تباہ | گدا کو بناتا ہے وہ بادشاہ

اگر کوئی دنیا میں ہے مالدار | تو دنیا میں ہے اسکا عز و وقار

بڑائی ہے اس سلطنت میں اُسے | نہیں منفعت آخرت میں اُسے

غریبوں کو عاجز نہ سمجھیں امیر | اُسی کے ہیں بندے امیر و فقیر

سرافراز دنیا میں گر ہیں امیر | تو ممتاز عقبے میں سب ہیں فقیر

امیروں سے واقف ہیں شاہ زماں | فقیروں سے آگاہ رب جہاں

جو ہیں خوار شاہوں کے آگے فقیر | تو ہیں شاہ آگے خدا کے حقیر

غریبوں کے ہیں قدرداں مصطفے | فقیروں پہ ہیں مہرباں مرتضے

جو ہیں تابع شرع اکثر امیر | تو انسے بھی بڑھکر ہیں سارے فقیر

وہ دینگے کئی سو برس تک حساب | فقیروں کے ہووینگے دو دو جواب

لیا ساتھ دفتر نہ بستہ لیا | دو باتیں کہیں اپنا رستہ لیا

امیروں کا ہی طول جتنا حساب
قیامت میں آتا ہے آخر عذاب

جسے لاکھ قصے بکھیڑے بھلا
انھیں جلد کیونکر نبیڑے بھلا

نہیں طول جب یاں کتاب فقیر
تو واں مختصر ہے حساب فقیر

ٹھہرتے نہیں اب نظر میں امیر
امیروں سے بڑھکر ہے مجھ کو فقیر

ہوا ہے جو قسمت سے ہاروں غریب
تو بابا پہ کو کیا یہ میرے نصیب

جو اسکے نہ گھر میں وزارت رہی
تو کس کی ہمیشہ امارت رہی

جو کی اس سے نسبت سمجھ کر امیر
تو قسمت سے میری ہوا وہ فقیر

یہ دیکھا زمانہ میں شاہ و گدا
نہیں ایک حالت پہ رہتے سدا

بگڑتے ہیں ساعت میں شاہ و امیر
امیروں کو دیکھا ہے دم میں فقیر

سنا حال ہاروں کا ڈوبا ارے
نہ دولت میں کم تھا وہ سردار سے

زیادہ امیروں سے تھا کل امیر
فقیروں سے ہے آج بڑھکر فقیر

کبھی غیر لینے بنے یہ نصیب
بس اب دور جاتے ہیں اس سے قریب

کسی روز تنہ دیکھتے تھے امیر
تو اب شکل سے بھاگتے ہیں فقیر

امیروں کا ساعت میں یہ حال ہے
کہو پھر یہ دولت بھی کچھ مال ہے

یہ کہتے ہی کچھ بیقراری ہوئی
ترقی پہ پھر آہ و زاری ہوئی

رکی سانس آہ شرربار سے
ہوئے بند لب اپنی گفتار سے

کہ جب روتے روتے نہ کچھ دم رہا
رکی کچھ تو دایہ سے اتنا کہا

کہو والدہ سے ہمارا بیاں ۔ سنانے کے قابل ہی سارا بیاں

کہو فرق آتا ہے اب بات میں ۔ نہ دو ہاتھ یہ غیر کے ہات میں

مجھے ہمنشینوں میں فرقت ہوئی ۔ کہوں اب کسی میں ہے علت ہوئی

نہ اب زندگی کا مزا کچھ رہا ۔ اُنھیں بخشتی ہو نہیں خونبہا

نہ کانٹو پہ اتنا گھسیٹیں مجھے ۔ کریں قتل رُوئیں نہ پیٹیں مجھے

کہا دایہ سے جب سوزِ جگر ۔ وہ سنکر لگی لوٹنے آگ پر

اُٹھی واں سے پھر دایہ دردمند ۔ اُڑے جیسے آتش سے جلکر سپند

ہوا سی محل پر گئی آن میں ۔ جو تھی گرم پھونکا سبھی کان میں

نہ دایہ بھی خالی رہی درد سے ۔ جو تھی بات غم کی کہی درد سے

سنی دایہ سے جب غم کی کتاب ۔ زبیدہ کی ماں کو ہوا اضطراب

بلا کا سنا حال غمخوار سے ۔ کہا موبمو جا کے سردار سے

دیا سنکے سردار نے یہ جواب ۔ کہ لڑکی کی باتوں سے کیا اضطراب

وہ ہاروں تو اب ہو رہا ہے فقیر ۔ مجھے اسلئے ہے تلاشِ امیر

کوئی مالک کارخانہ سے ملے ۔ لٹانے کو زر کے بہانہ ملے

مقابل ہیں گھر ہو کوئی مالدار ۔ جو وہ ایک بخشے تو میں دوں ہزار

مرے در پہ آئے جو وہ شان سے ۔ تو رخصت کروں میں بھی سامان سے

کہا اسکی زوجہ نے اے غمگسار ۔ لٹاتے نہیں مال یوں ہوشیار

کہاں مفت دیتے ہیں جانی اسے | لگاتے ہیں دانا ٹھکانے اسے

نگاہیں وہ رکھتے ہیں انجام پر | اسے مُفت کھوتے نہیں نام پر

انھیں کیا غرض خلق میں نام سے | جو رکھتی ہیں مطلب انجام سے

لُٹاتے نہیں زر کسی کام پر | وہ دیتے ہیں اللہ کے نام پر

نہ یوں مزبلہ پر گراؤ اسے | خدا کے لئے تم لُٹاؤ اسے

تمھاری نظر میں ہی پست و بلند | خدا کو یہ باتیں نہیں ہیں پسند

اُسی کے ہیں بندی صغیر و کبیر | برابر ہیں اُسکو فقیر و امیر

گدا کو وہ چاہے تو نگر کرے | تونگر کو چاہے وہ بے زر کرے

نہ دیکھو کبھی جانبِ مال و زر | خدا پر تمھیں چاہیئے اب نظر

بُلاتے ہو جسکو سمجھ کر امیر | عجب کیا اُسی کو کرے وہ فقیر

خدا سے ڈرو وہ نہ باتیں کرو | دنونکو مصیبت کی راتیں کرو

بلاؤ نہ یاں صاحبِ گنج کو | خریدو نہ تم مُفت میں رنج کو

لُٹانا ہے گر تو یہی گنج کثیر | تو یاروں کو لاؤ بنا کر امیر

اگر نام سے ہی تمھیں کام ہے | تو اسمیں ہی دو چار دن نام ہے

جو معقول زوجہ نے تقریر کی | نہ کچھ دلپہ جاہل کے تاثیر کی

اُسے مبتلا رنج و غم میں کیا | جو کرنا تھا برسوں میں دم میں کیا

ہٹاتی رہی وہ ہر اک طور سے | غرض عقد پڑھوا دیا اَور سے

جو تھا خوف دختر کے انکار سے
کیا عقد اپنے ہی اقرار سے

سُنا جب زبیدہ نے نالاں ہوئی
گھٹی دل میں اپنے پریشاں ہوئی

سنو گے کسی روز یہ - مر گئی
جو پوچھو اسی روز یہ - مر گئی

لگی سر کو دیوار سے مارنے
کہا خوف کھا کر یہ سردار نے

یہ مہماں ہوئی آج عزّت کرو
ہٹے آہ و نالہ تو رخصت کرو

زبیدہ کا ہاروں نے کیا غم کیا
حقیقت میں اپنا ہی ماتم کیا

نہ کچھ اَور شرمندگی میں کیا
کہ مرنے کا غم زندگی میں کیا

جہاں میں ہے جس چیز کی ابتدا
تو آخر کسی روز ہے انتہا

کئے سُرخ مُنہ ہات رو پیٹ کر
تھکی آپ دن رات رو پیٹ کر

وہ آنسو نہیں جانفشانی نہیں
بہیں خاک چشموں میں پانی نہیں

اِدھر کم ذرا شور و افغاں ہوا
اُدھر جلد رخصت کا ساماں ہوا

نظر آیا جب اَور نقشہ یہاں
وطن سے دکن کو ہوا خط رواں

حقیقت عزیزوں نے ساری لکھی
زبیدہ کی بھی آہ و زاری لکھی

گئی جب وطن سے مفصّل خبر
ہوا پڑھ کے ہاروں کے دل پر اثر

جنوں نے نہ دم بھر ٹھہرنے دیا
نہ وحشت نے کچھ کام کرنے دیا

دکن سے اُٹھا دل وطن ہیں گیا
ہوا کی طرح سے چمن میں گیا

پہنچکر کیا ایک سے یہ سُوال
کہ ہے کچھ زبیدہ کا بھی خیال

کہا یار دلدار ہے راہ پر
وہ ثابت قدم ہے تری چاہ پر

تمھاری وہ جان اسکی تم روح ہو
وہ بسمل ہے گر آپ مجروح ہو

جھکے جسپہ تم وہ طرفدار ہے
مددگار وہ جسپہ تکرار ہے

زبیدہ ہے گو عشق میں بیقرار
محبت کا عورت کی کیا اعتبار

کبھی تو ہے مشتاق دیدار کی
کبھی ہے عدو عاشق زار کی

سناؤں تجھے اک روایت صحیح
کسی دہ میں پہنچے جناب مسیح

اُسی دہ میں اک شخص آیا نظر
کہ بیٹھا ہے اُلفت سے اک قبر پر

لہو خشک منہ زرد آنسو رواں
بدن لاغری کے سبب ناتواں

نہ کھاتا نہ پیتا ہے تقدیر سے
ہوا کھاکے جیتا ہے تقدیر سے

بہاتا ہے خون جگر آنکھ سے
تن خشک رہتا ہے تر آنکھ سے

یہ کہنے لگے عیسیٰ نامور
کہ بیٹھا ہے تو کس لئے قبر پر

بسر عمر تو نے نہ کی صبر سے
محبت ہوئی کس لئے قبر سے

وہ بولا حقیقت ہے میری عجیب
نہیں ہے عبث قبر پر یہ غریب

مری ایک عورت تھی صاحب جمال
کہ تھا زوج و زوجہ کا اک سن و سال

محبت یہ تھی زوجہ و زوج میں
کہ دونو ہی ڈوبے تھے اک موج میں

جوانی میں میں بھی طرحدار تھا
یہ آپس میں دونو کا اقرار تھا

کہ دونو سے جو کوئی پہلے مرے
جئے جو لحد سے نہ ہووے پرے

یہ دونوں نے اقرار جس دم کیا
توضامن خدا کو بھی باہم کیا

کیا میری زوجہ نے جب انتقال
ہوئے آج تک اُسکو چھبیس سال

مجھے آج دیکھا ہے جس قبر پر
جبھی سے مَیں بیٹھا ہوں اِس قبر پر

مسیحا یہ بولے کہ اے بوالہوس
تری عمر میں ہیں ابھی دس برس

جو چاہے کہ دونوا کٹھے مریں
سفر ایک ساعت میں باہم کریں

تو زوجہ کو دے عمر سے پانچ سال
بجے وہ ترے ساتھ ہو انتقال

یہ سنتے ہی راضی ہوا دلفگار
خوشی سے لگا پھولنے بار بار

سُنی جب مسیحا سے یہ نیکفال
کہا مَیں نے بخشے اُسے پانچ سال

عطا عمر کی زوج نے چاہ سے
دعا کی مسیحا نے اللہ سے

جو زندہ ہوئی قبر میں گلعذار
لحد سے نکل آئی پھر ایکبار

جوانی کا عالم تھا جبتک موئی
جوانی کے عالم میں زندہ ہوئی

ملے دونو تقدیر سے قبر پر
ہوئی خوش نہ عورت اُسے دیکھکر

غرض مرد و عورت جو باہم ہوئے
روانہ مسیحا اُسی دم ہوئے

سُنانے لگا جب غم و درد کو
ذرا نیند سے آگئی مرد کو

ہوئی خواب سے بند آنکھیں ادھر
اُدھر شاہزادہ بھی آیا نظر

سرِ قبر پہنچا گزرگاہ سے
ہوئی آنکھ دوچار اُس ماہ سے

ہوا تھا جو کچھ گرم رفتار سے
دل و جاں ہوئی سرد دیدار سے

کہا شاہزادہ نے اے مہ لقا ہمیں بھی کسی بات کا دو پتا
یہ ہے کون سوتا ہی جو خاک پر کہا ہنس کے ہمکو نہیں کچھ خبر
خدا جانے ہے کون مردِ ضعیف کہاں سے یہ پیدا ہوا ہے حریف
اسی میں نہیں جانتی کون ہے نہیں شکل پہچانتی کون ہے
کہا کس لئے پھر ہوئے ساتھ تم وہ بولے کہ صاحب سنو بات تم
بٹھایا ہے جادو سے یاں پر مجھے چلا لیکے اپنے مکاں پر مجھے
یہ باتیں بنائیں اسی راہ سے سُنی بات مطلب کی دلخواہ سے
یہ بولا جو مجھ سے رضامند ہو مرا آپ کا خوب پیوند ہو
جو چلنے یہ راضی ہوئی گلعذار کیا اپنے گھوڑے پہ اُسکو سوار
چلا یہ اُٹھا مرد بھی خواب سے کہا شاہزادہ کو آداب سے
کرو رحم مجھپر برائے خدا نہ سینہ سے یہ جان ہووے جدا
نہ دریا سے پایا نہ افلاک سے یہ موتی ملا تھا مجھے خاک سے
اسے لیکے جب شاہزادہ چلا یہ گھوڑے کے پیچھے پیادہ چلا
وہ جنگل سے آئی محل میں گئی لحد سے تو نکلی بغل میں گئی
گیا ساتھ یہ حال سارا کہا درِ شہ پہ احوال سارا کہا
کہا ایک نے کر نہ شور و فغاں کہ ہے عادلِ وقت شاہِ زماں
وہ کرتا ہے انصاف سب آپ سے تو لے داد بیٹے کی اب باپ سے

سنا جب یہی شہر و بازار میں
کہ انصاف ہووےگا دربار میں

محل سے گیا بادشہ کے حضور
کیا شاہزادہ کا ظاہر قصور

حقیقت بھی اپنی سنائی تمام
ہوئی سنکے خاموش خاص و عوام

کیا شاہزادہ کو شہ نے طلب
جو آیا تو ظاہر کیا حال سب

حقیقت کہی اسنے بھی باپ سے
کہا ساتھ آئی ہے وہ آپ سے

ہوا حکم عورت کو لاؤ شتاب
جو آئی تو بولی یہ خانہ خراب

مجھے جھوٹ بکنے کی عادت نہیں
یہ جھوٹا ہے میں اسکی عورت نہیں

کیا اسکے جادو نے مجھکو خراب
نہیں جانتی میں اسے ای جناب

لگا کہنے پھر مرد سے بادشاہ
یہ زوجہ ہے تیری کوئی ہے گواہ

یہ بولا کہ زوجہ ہے میری صریح
خدا اسکا شاہد ہے یا ہے مسیحؑ

لگا کہنے پھر رو کے اے بادشاہ
صفائی کی میرے ہیں عیسیٰ گواہ

کہا شہ نے کسکو کیا ہے گواہ
گدا جسکے در کے ہیں سب بادشاہ

کہ ہے بادشاہوں سے نفرت جسے
نہیں اہل دنیا سے رغبت جسے

بھلا در پہ جاتے ہیں کسکی مسیحؑ
بلائے سے آتے ہیں کسکے مسیحؑ

بلائیں انھیں شاہ طاقت نہیں
گواہی جو لیں انسے قدرت نہیں

جو لے آئے عیسیٰ کو تو اے حبیب
زیارت ہو تیری سبب سے نصیب

جو تشریف لائیں صفائی کریں
وہ تیری بھی عقدہ کشائی کریں

نہ آئینگے جبتک یہاں پر مسیحؑ
غلط قول تیرا ہوگا صحیح

یہ بولا کہ عیسیٰؑ ہیں میرے گواہ
انھیں میں ہی لاتا ہوں اے بادشاہ

روانہ ہوا جانبِ دشت یہ
بیاباں میں کرنے لگا گشت یہ

گیا جب بیاباں کو مردِ ضعیف
لگے کہنے شہ سے وضیع و شریف

یہ جھوٹا تھا اے خسروِ نامدار
بہانہ سے بس چلدیا ایکبار

بھلا اسکو ملتے ہیں عیسیٰؑ کہیں
حقیقت سے حضرت کی ماہر نہیں

بہاکر مشیروں نے باتیں کہیں
تو پھر شہ کو سنتے ہی آیا یقیں

یہ حیران ادھر ہوگیا دشت میں
تھکا ڈھونڈکر سو گیا دشت میں

یہ بیداری بخت کا ہے اثر
ملے خواب میں عیسیٰؑ راہبر

کہا ڈھونڈ مت دشت گلزار میں
ہمیں دیکھنا صبح دربار میں

ہوئی صبح پہنچا درِ شاہ پر
حقیقت کہی خواب کی سربسر

ہنسے لوگ سب خواب کی بات سے
کہا فائدہ اس خرافات سے

نہ شہ سے غلط بات کہنا کبھی
کہیں گے تجھے لوگ مجنوں سبھی

کہا سوچکر دل میں شہ نے وہیں
کہ واللہ یہ شخص جھوٹا نہیں

جو جھوٹا یہ ہوتا نہ آتا یہاں
ہمیں پھر نہ صورت دکھاتا یہاں

سبھی کچھ سے کچھ کر رہے تھے بیاں
کہ تشریف لائے مسیحؑ زماں

اٹھا تخت سے شاہ تعظیم کی
ادب سے مشیروں نے تسلیم کی

پڑی جب مسیحا کی اوپر نگاہ — نہ ٹھیرا سر تخت پر بادشاہ
اُتر آیا جب تخت سے تاجور — گئے تخت پر عیسےٰ راہبر
دیا حکم عورت کو لاؤ شتاب — وہیں حکم پر آئی خانہ خراب
سُنا جس گھڑی دعوئے مدعی — یہ حضرت نے عورت سے تقریر کی
جو تو اپنے شوہر سے بیزار ہے — کہ دعوی سے بھی اسکے انکار ہے
نہ اُلفت کا اسکی صلہ دے اسے — امانت تو اسکی ہٹا دے اسے
کوئی چیز اپنی نہ دے ہات سے — فقط فیصلہ ہے تو دو بات سے
کہو منہ سے یہ تین باری ابھی — کہ واپس امانت ہے ساری ابھی
غرض جس طرح سے سکھایا کہا — مسیحا نے جو کچھ پڑھایا کہا
کہا جس طرح آپنے کہہ گئی — گئے وہ تو مٹی پڑی رہ گئی
نگاہوں سے عورت تو پنہاں ہوئی — مگر دیکھ کر خلق حیراں ہوئی
خیالوں میں اسکا تماشہ رہا — رہی وہ نہ صورت نہ لاشہ رہا
جو عورت کا سن نے تعجب کیا — پکارے یہ پیغمبر کبریا
ہر اک بات کو جانتا ہے مسیح — کہ دعوی ہے اس مدعی کا صحیح
وہ عورت کی کیفیت انتقال — پڑے رہنا مرقد پہ پچیس سال
وہ سارا فسانہ غم و درد کا — وہ اقرار باہم زن و مرد کا
عطا کرنے وہ عمر سے پانچ سال — وہ عورت کا جینا وہ لطف وصال

بہارِ گلِ بوستانِ مراد — شعاعِ چراغِ مکانِ مراد

تجلی پہ تیرا ستارہ رہے — سلامت تو اے ماہ پارہ رہے

ترا حال خلقت کہے خیر سے — کہ ہم ہوں نہ ہوں تو رہے خیر سے

جو کانوں کو ہے بات کا اشتیاق — تو دل کو ملاقات کا اشتیاق

تردد نہیں ہے کسی بات پر — پریشاں ہوں دل کے خیالات پر

نظر [illegible] نہ آیا بحال — تو دل کو ہے کس چیز کا اب خیال

نہ دیکھی ہے [illegible] — پکڑتے ہیں کس [illegible] حبیب

[illegible] — تو [illegible] تلوار پر

لڑی آنکھ اب تک کہاں آنکھ سے — [illegible] ہے رواں آنکھ سے

[illegible] — [illegible] کس چیز سے

نظر میں نہ [illegible] کا [illegible] ہوا — [illegible] ہوا

دہن کو بھی دیکھا نہیں چاہ سے — تو پھر خشک ہے کس [illegible] سے

نگاہوں سے تا چاہِ ذقن ہی نہ گئی — تو پھر دل یہ ڈوبا ہوا ہے کہاں

گلا بھی نہیں اپنا دیکھا ہوا — تو دل ہار کس کے گلے کا ہوا

لیا اب تلک ہاتھ کب ہاتھ میں — تو کیوں آ گئی جان اب ہاتھ میں

نہ کچھ غور [illegible] کمر میں ہوئی — کمی کیوں یہ تارِ نظر میں ہوئی

چھوڑی ہیں اب تک قدم ہاتھ سے — تو کیوں ہاتھ ملتے ہیں ہم ہاتھ سے

دکھایا ہے ابتک قیامت ہمیں / نظر آئی پھر کیوں قیامت ہمیں

نہ صورت سے واقف نہ تصویر سے / نہ آگاہ ہیں کان تقریر سے

نہ کچھ بات ہمکو میسر ہوئی / بناء محبت یہ کیونکر ہوئی

مجھے عشق کا سخت آزار ہے / یہ بیمار مرنے کو تیار ہے

کرو شاد بیمار کو دیکھ کر / جیسے یہ تیں رخسار کو دیکھکر

مسافر ہے راہِ عدم کو رواں / مسیحا بنو تم نہ ٹھیرنے یہاں

خدا کے لئے منہ دکھا دو مجھے / نہ تم آؤ یاں پر بلاؤ مجھے

لکھا اس طرح خط روانہ کیا / بیاں یار سے سب فسانہ کیا

پڑھا جب یہ ہارون کا خط غور سے / لکھا پھر جو پاسخ تو اس طور سے

غریبِ طریقِ دیارِ فراق / مبارک ہو غربت ہیں یارِ فراق

نسبت دہان ہے آنکھ اور ناک سے / یہ ہیں نقش اک تودۂ خاک سے

دو دیدہ دو ابرو دو گیسو دو لب / سوا اسکے عضو بدن سب کے سب

نگاہوں میں اک نقش ہر آن ہے / خیالوں میں جو ہے وہی خواب ہے

ابھی غور ہے آنکھ اور ناک میں / نہیں کچھ ملی خاک جب خاک میں

لڑی ہیں نہ آنکھیں کہیں آنکھ سے / کبھی تمکو دیکھا نہیں آنکھ سے

نہ پردہ میں لونڈی نے تقریر کی / کبھی اسسے آگے نہ تحریر کی

جو تصویر دیکھی ہو فرمائیے / ہمیں کیوں محبت ہے بتلائیے

نہ عشق و محبت کرا بات ہے — جو پوچھو تو اک بات کی بات ہے
تمھیں ہے خیالِ دعا ہی پدر — نظر ہے مجھے ماں کے اقرار پر
خیالوں کا دونو کے ہی ایک حال — اُسی سے ہے دونو نکو رنج و ملال
تصور میں تم دیکھتے ہو اِدھر — خیالوں میں میری اُدھر ہے نظر
جو دو دل خیالوں میں یکسو ہوئے — اُسی سے عیاں سب پہلو ہوئے
بہت ہے ہمارا تمھارا خیال — خیالوں سے ہوتا ہے کسکا وصال
مجھے بت سمجھ کر نہ دیکھو اِدھر — کرو اپنے اللہ پہ تم نظر
نہ یوں ہی کرو انتظارِ وصال — خدا کی ہے قدرت میں کارِ وصال
وہ چاہے تو ہم ہر مکاں پر ملیں — زمیں پر ملیں آسماں پر ملیں
جھکو وصل کے واسطے مت اِدھر — کرو عشق اُسکا ہمیں چھوڑ کر
وہ مالک ہے چاہے مجھے دے تمھیں — صلا اپنی اُلفت کا بخشے ہمیں
مجھے آپ سے ہے محبت کمال — مگر دیکھنے کا نہ رکھو خیال
کیا باپ نے عقد گو جبر سے — یہی چاہئے میں ہوں صبر سے
پڑا شرع کا میرے منہ پر نقاب — اُٹھیگا نہ اب جیتے جی یہ حجاب
محبت میں تیری نہیں کچھ قصور — مگر شرع کا پاس ہے اب ضرور
دکھاؤں تمھیں منہ یہ امکاں نہیں — مجھے اب جو دیکھو یہ آساں نہیں
نہ سمجھو مری بات میں اختلاف — نہیں شرع کے عشق بھی اب خلاف

پریشاں جو دل ہو مری بات سے
نہ پھر بھی ہٹے دل ملاقات سے

لکھو مفتیِ شرع کو حال سب
کرو میری جانب سے فتوی طلب

نہ ہو بیشک فتوی میں کوئی غلط
لکھو سائلہ خط کے نیچے فقط

نہ جائز اگر جبر سے ہو نکاح
تو چاہو کرو مجھ سے فعلِ مباح

اگر ہے یونہی عقد میرا صحیح
نہ رکھو تمنّائے فعلِ قبیح

لکھا تب زبیدہ نے ایسا جواب
گیا نامہ بر لیکے خط کو شتاب

پڑھا خط زبیدہ کا جب شوق سے
کیا پھر تو فتوے طلب شوق سے

قریبوں میں تھا مفتیِ نیک خو
غرض جانتا تھا ہر اک بات کو

گیا خط کو واپس یہ لکھ کر شتاب
کہاں سائلہ آئے۔ یا یہ جواب

کیا آن مفتی نے مضموں غلط
ہوا فقرۂ خطِ موزوں غلط

پڑھا حکم مفتی کا اک درد سے
ہوا سرد بسمل دمِ سرد سے

ملاقات کا کچھ نہ سلسلہ رہا
سمجھئے کس طرح کیا وسیلہ رہا

زبیدہ کو پھر خط وہ بارے لکھا
جو مفتی نے لکھا وہ سارا لکھا

لکھا ہم تو جاتے ہیں آفاق سے
جو ملنا ہو ملنا تو مشتاق سے

جو مفتی کے کی دستخط پر نگاہ
چھپے وہ ہی آنکھوں میں حرفِ سیاہ

انھیں سے نگاہ میں آیا خلل
اندھیرا ہے آنکھوں تلے آجکل

دکھایا زمانہ نے روزِ سیاہ
ہمیں ایک دونوں ہیں شام و پگاہ

شبِ تار سے کم نہ اندھیر ہے — گِلا کیا دونوں کا مری پھیر ہے
جسے ایک ہووے سپید و سیاہ — تو کیا منہ دکھانا ہے اسکو گناہ
ہمیں جب نظر لوگ آتے نہیں — تو کیوں آپ صورت دکھاتے نہیں
مثالِ قمر پرتوا ڈالئے — اندھیرے کو آنکھوں سے اب ٹالئے
جو دیکھیں گے نورِ رُخِ ماہ سے — نہ دہلا لگے گا کسی راہ سے
رُخِ ماہ سے جب ہو روشن نگاہ — تمہاری خطا ہے نہ میرا گناہ
ابھی پیروی مسیحا کرو — بناؤ مری آنکھ اچھا کرو
جلاؤ مجھے نیّتِ پاک سے — جئے پھر یہ مُردہ اُٹھے خاک سے
مسافر ہے راہِ عدم پر نثار — ذرا پہلے ہو لے قدم پر نثار
مری جاں ملاقات کر لو ذرا — دکھاؤ نہ منہ بات کر لو ذرا
نہ کچھ اَور سر پر مرے تم کہو — اُٹھاؤ زمیں سے فقط تم کہو
اگر آپ صورت دکھاتے نہیں — مجھے مارتے ہیں جلاتے نہیں
یہی فائدہ ہے ملاقات سے — کہ جی جائے مُردہ فقط بات سے
کیا اس طرح سے جو لکھ کر رواں — زبیدہ نے ساری پڑھی داستاں
وہیں جوش میں اک اُٹھا کر قلم — کیا یہ زبیدہ نے مضموں رقم
کہ اے شخص آوارہ خانہ خراب — نہ نکتہ بھی سمجھا لکھی گر کتاب
وہی اپنی باتیں بناتا رہا — بتا کیوں ترا ہوش جاتا رہا

جسے پندرہ روز میں ہے زوال
اُسے پھر جو دیکھو یہ کیا ہی کمال

ہمیشہ یہ ہے جو میانِ محاق
محبت اُسکی ہی دید کا اشتیاق

سیہ خانہ دنیا ہی اے نیکخو
محبت ہے یہاں نور کی آرزو

ہوئی آنکھ روشن جو ظلمات میں
کہو تم مزا کیا ہے اسبات میں

نہ مرنے کی خاطر یہاں پر جئے
مَرے واں ہمیشہ جہاں پر جئے

قضا کی طرف ہے خلائق رواں
اُسی کی کشش ہی یہاں اور وہاں

قضا سے ہر اک شخص لاچار ہے
اجل کا مسیحا بھی بیمار ہے

اگر آج کچھ رحم کھاے اجل
اُٹھو آج کل کو گراے اجل

نہیں میں کوئی چیز ای جان نثار
کرو یاد میری نہ تم بار بار

اگر آن پہنچا ہے وقتِ اخیر
کرو دل سے ذکرِ خدای قدیر

توقع اُسی کی کرو ذات سے
تر کھو غرض اب ملاقات سے

مری ذات سے جب تمھیں [illegible] ہے
تو پھر حسن صورت کی کیوں چاہ ہے

رہو یونہی اچھا ہی اک رنگ میں
دو رنگی نہ زیبا ہے اک رنگ میں

خدا ہے وہ جسمیں نہیں عیب کچھ
جہاں حسن و خوبی وہیں عیب کچھ

بہارِ گل حسن دو دن رہا ہے
نہ صورت ہے پھر نہ یہ سن رہا ہے

محبت اگر حسن کے ساتھ ہی
گل حسن اللہ کے ہاتھ ہے

رہا حسن صورت پرستی رہی
تم میں رہی مے تو مستی رہی

گیا حسن پھر بات کس کی رہے
رہو تمیں ملاقات کس کی رہے

نہ رکھو سروکار دیدار سے
نہ چاہو ہوا عشق کا یار سے

کرو وہ ہی مرضی جو ہو یار کی
محبت اطاعت ہے دلدار کی

اگر دل نہ ٹھیرے کسی راہ سے
نہ فرصت ہو کچھ نالہ و آہ سے

محبت سے دیتی ہوں یہ مشورہ
کہ شہرِ خموشاں کو دیکھو ذرا

زمیں پر وہ ہے انتہا کی جگہ
ہوا کی جگہ ہے فنا کی جگہ

کسی روز آخر ہی جانا وہیں
وہیں سب کا گھر ہی ٹھکانا وہیں

عجب واں ہیں روحیں تماشے عجیب
عجب واں ہیں تابوت لاشے عجیب

وہیں ہے اندھیرا تجلی وہیں
وہیں بیقراری تسلی وہیں

قدم جو نہ رکھتے تھے افلاک پر
پڑے ہیں وہی مہ جبیں خاک پر

کہیں واں ہے یوسف زلیخا کہیں
کہیں آج مجنوں ہے لیلا کہیں

سکندر وہیں ہے سلیماں وہیں
وہیں آج رستم ہے لقماں وہیں

جو معشوق واں ہیں وہ صورت نہیں
جو عاشق ہیں واں وہ محبت نہیں

جو ہیں شاہ تختِ حکومت نہیں
حکیموں کو بھی یاد حکمت نہیں

جو ہیں پہلواں پر نہیں زور کچھ
بہادر ہی کرتے نہیں شور کچھ

سلیماں نہ آگہ ہے بلقس سے
نہیں آج کچھ راہ بلقیس سے

تو بلقیس کو بھی محبت نہیں
زلیخا کو یوسف سے الفت نہیں

نہ لیلی کو مجنوں سے کچھ چاہ ہے
نہ شیریں کو فرہاد سے راہ ہے

لکھا جب زبیدہ نے یوں بار بار
ہوا صبر سے عاشق بیقرار

ہوا یاں تو ہاروں کے دل پر اثر
لکھوں حال شادی کا اب مختصر

بنا جسطرح سے سجائی برات
سواروں سے فیلوں سے آئی برات

کئی روز تک لوگ مہماں رہے
سبھی عیش و عشرت کے ساماں رہے

ہوئی شاد شادی میں خورد و کلاں
زبیدہ کے لب پر تھا شور و فغاں

یہی وہ بیان کرتی رہی دمبدم
کہ ہاروں کی خاطر ہوئی خلق ہم

چلا لیکے اب اور یہ کیا ہوا
بگڑتے ہیں ہم دور یہ کیا ہوا

اسے یاں یہی ہر گھڑی دھیان تھا
ادھر آہ رخصت کا سامان تھا

ہوئی صبح جلوہ ہوا اک عجب
کیا سب نے دولھا کو گھر میں طلب

ادھر جلد نوشاہ گھر میں گیا
کھلا اس طرف اک شگوفہ نیا

زبیدہ نے جلوہ میں ایسا کیا
بدن بھی نہ دولھا کو چھونے دیا

محبت کی رسمیں ادا کر گئی
گئی بھی۔ نہ جو کی تلک مر گئی

محبت سے طوفاں یہ تازہ اٹھا
محافہ کے بدلے جنازہ اٹھا

کسے اب ہے دولھا دلھن پر نظر
ہوئی سب کی غسل و کفن پر نظر

ہوئے لوگ دو چار واں سے رواں
کہ ہاروں سے جا کر کریں یہ بیاں

یہ دیکھا کہ وہ بھی سفر کر گیا
کہا سب نے ہاروں ابھی مر گیا

جو اُسکو مرض تھا سو اُسکو مرض
موئے ایک ساعت میں وہ نو غرض

ہوئی غسل میت اِدھر اور اُدھر
کیا دفن دونو کو زیر شجر

نہ تھا آہ و نالہ فقط شہر میں
وہ روتے تھے سنتے تھے جو دہر میں

بہت روئے مرنے پہ اُنکے جواں
مہینوں ہا لب پہ آہ و فغاں

تو سردار کو بھی ندامت ہوئی
اُسے ہر طرف سے ملامت ہوئی

جلیسوں سے جب کر چکے یہ بیاں
لگی کہنے شہزادی نوجواں

نہ واقف تھے دونو کسی بات سے
نہ تھا کچھ تعلق ملاقات سے

جو دونو نہ تھے آشنا شکل سے
انھیں پھر تعلق ہی کیا شکل سے

خط و خال جب کچھ نظر میں نہ تھا
تو سودا کوئی اُنکو سر میں نہ تھا

ہوئے جب قائم اُسی پر مرے
جیئے بھی تو دائم اُسی پر مرے

نہ صورت سے آگاہ نہ رنگ سے
نہ واقف تھے دونو کسی ڈھنگ سے

اِسی بات پر تھے تسلی کئے
بنا ایک یاں دوسرے کے لئے

نہ پھر دھیان رکھا کسی بات پہ
موئے بھی تو دونو اسی بات پر

لگا ہیں ہوئیں خال و خط پر جہاں
وہاں پاک اُلفت کا سودا کہاں

اگر صورت و رنگ سے ہے غرض
تو پھر وہ محبت نہیں ہے مرض

جسے عشق ہو شکل سے بات ہے
کہاں ہو محبت اُسے ذات سے

جہاں جسم صورت وہیں عیب ہے
الگ عیب سے عالم الغیب ہے

جو ہو نور و ظلمت کوئی قسم ہو — نظر میں ہو جو کچھ وہی جسم ہے

خدا صورت و جسم سے پاک ہے — خط و خال سب جلوۂ خاک ہے

غرض شکل سے ہی نہ کچھ بات ہے — محبت ہمیں چاہئے ذات سے

وہ فرمائے جو کچھ اطاعت کریں — کہے گر عبادت کو طاعت کریں

اگر کوئی اسکا تعجب کرے — کہ دونو ہی وہ ساتھ کیونکر مری

نہیں ہے تعجب کی یہ بات کچھ — نہ ایسا ہے مرنا کرامات کچھ

جو کرتے تھے ہر دم دعائے قضا — نہ چاہا خدا سے سوائے قضا

اثر رات دن کی دعا نے کیا — خدا نے جو چاہا قضا نے کیا

بیاں سے ہے باہر صفاتِ کریم — کریمی کی خاطر ہے ذاتِ کریم

جو اک چیز مانگے کوئی دمبدم — وہ راہِ طلب میں ہے ثابت قدم

وہی چیز دیتا ہے ربِ انام — نہیں اسکی بخشش میں جائے کلام

بتایا ہے ہمکو حرام و حلال — ہمیں چاہئے نیک و بد کا خیال

بہت غور و وقتِ طلب چاہئے — خیالِ بد و نیک سب چاہئے

اگر اپنی عادت سے کوئی بشر — دلوں کے خیالوں میں سمجھے اثر

اسی میں نکالے اگر بات کچھ — سمجھ لے اسی کو کرامات کچھ

خیالوں میں جبتک کوئی بات ہے — یہ سمجھو وہ جھوٹا طلسمات ہے

خیالوں کا جبتک نہو کچھ ظہور — تو سمجھو اسے جھوٹ تم یا فتور

بدلتے ہیں دل میں ہزاروں خیال
دل وجاں خیالوں سے ہے پائمال

نہیں یہ کوئی بات آدمی شعور
خیالوں میں جمع ہو وہی ہو ضرور

جو کچھ چاہتا ہے خدائے زمیں
وہی بات ہوتی ہے کر لو یقیں

بشر کی محبت ہے جھوٹا خیال
جو سچ ہو اُسی کا ہے زیبا خیال

بشر سے جو اُلفت ہے اُلفت نہیں
وہ جھوٹا ہے موتی محبت نہیں

گھڑی دو گھڑی خاک برآب ہے
زیادہ جو چمکے یہ کب تاب ہے

کہیں مصلحت سے خدا نے اگر
محبت میں دکھلا دیا کچھ اثر

وہیں یہ جتایا ہے مخلوق کو
نہ عاشق کو سمجھو نہ معشوق کو

جو جھوٹے محبت میں پاؤ اثر
تو سچے خدا پر کرو تم نظر

خدا کا جسے عشق ہو یا خیال
تو کتنا ہو اُسکا شرف اور کمال

خدا پاک کی ذات کو ہے بقا
کرے عشق اُسکا نہیں جو فنا

سُنے بات میری ہر اک پارسا
نہ ہاں عشق ہووے خدا کے سوا

سبھی سے محبت کرو دُور تم
اگر خاک ہو پھر بنو نور تم

جو ہیں عاشق خالق بحر و برّ
نہیں جسم پر اپنے اُنکو نظر

اگر کوئی تقدیر سے ہو مرض
مرض سے ہی رکھتے ہیں ہر دم غرض

اگر جسم زخموں سے ہو داغدار
اُسیمیں سمجھتے ہیں تن کی بہار

نہیں چاہتے وہ شفائے مرض
وہ کرتے نہیں کچھ دوائے مرض

رضائے خدا پر رضامند ہیں
خدا جسمیں خوش اسمیں خورسند ہیں

دعا انکی ہر چند ہے مستجاب
دعا سے بھی آتا ہے انکو حجاب

کروں ایک مردِ خدا کا بیاں
حقیقت ہو اہلِ وفا کی عیاں

نقل ایک مردِ خدا کی

کسی بندۂ خاص کو اے ہوا
مرض بادخوری کا منہ پر ہوا

جو گزرے عبادت میں پنجاہ سال
مرض کو ترقی ہوئی پھر کمال

پڑے اسمیں کیڑے بھی تقدیر سے
مگر یاں غرض کیا ہے تدبیر سے

کہا ایک دیندار نے اے جناب
دعا آپ کی ہے ہر اک مستجاب

کرو اب شفائے مرض کی دعا
دعا کی ہے پھر ساتھ پاؤ شفا

کہا سنکے بیمار نے اے جواں
خدا کی خوشی سے ہیں ہم شادماں

جو بھیجے بلا وہ ہمیں صبر ہو
تو پروا ہے کیا جسم پر جبر ہو

عیاں تم پہ رتبہ ہے ایوبؑ کا
جو ہو صبر درجہ ہے ایوبؑ کا

جو دل سے کوئی لب ملے شکر پہ
سلیمانؑ کا رتبہ ملے شکر پہ

سنی یار نے بات بیمار کی
تسلی ہوئی بات سے یار کی

کیا جو رنے جبکہ قصہ تمام
لگے کرنے تعریف خاص و عوام

کسی نے کہا سنکے اچھا کہا
پکاری کوئی مرحبا مرحبا

کہا اہلِ دنیا نے اسبات سے | کہ بس حُور جاتی ہوا بات سے

اول عقیلہ و نفیسہ و شہزادی کا باہم کچھ بیان فرمانا اور پھر تینوں کا ترک دنیا کر کے گوشہ میں جانا تحریر ہے

نہیں ہے ہوس اور کچھ ساقیا | پلا ساغرِ اُلفتِ کبریا
ملے وہ شرابِ محبت تجھے | بنے جام دریائے رحمت مجھے
رہوں بحرِ رحمت کے گرداب میں | قیامت کو ڈھونڈیں تلک آب میں
کریں دیکھ کر میرا چرچا یہی | کہ دریائے رحمت میں ڈوبا یہی
جو ہوتی ہے اب مثنوی اختتام | یونہی ہو گی اک روز دنیا تمام
رہی یاں نہ محفل نہ ساقی رہے | ہوس جام کی بھی نہ باقی رہے
ہوا ہے مقدّر مددگار اب | پہنچتے ہیں منزل پہ دلدار اب
عقیلہ نفیسہ گریں پاؤں پہ | کہا دھوپ صدقہ تری چھاؤں پہ
تصدّق رہی چاندنی رنگ پر | مہ و مہر قرباں ہوں اس ڈھنگ پر
تعلق رہی نیک اعمال سے | زمانہ بنے آپ کی چال سے
زباں پہ تمھارا رفنا نہ رہے | رہیں آپ جبتک زمانہ رہے

کوئی کر رہا ہے کفن کی تلاش
کسیکو ہے یاں گور کن کی تلاش

کہیں جاں بلب نیک بخت ہے کہیں
کہیں ہے جنازہ لحد ہے کہیں

کوئی ڈھونڈتا ہے دوائے مرض
کوئی چاہتا ہے شفائے مرض

کوئی قوت کے فکر میں ہے اداس
کوئی ہے عزیزوں کے غم میں اداس

کسیکی کسی سے ہے جنگ جدال
کوئی صدمۂ موت سے پائمال

اگر مال پر مر رہے ہیں امیر
تو فاقوں سے پھر جاں بلب ہیں فقیر

جو زندہ ہے مردہ ہے بیمار ہے
وہ دام قضا میں گرفتار ہے

جہاں میں کسیکو نہیں چین کچھ
کہیں آہ و نالہ کہیں بین کچھ

غرض کچھ نہ پوچھ سب کو آزار ہے
جسے دیکھیے وہ ہی بیمار ہے

دلوں کی نہ جانوں کی ہاں خیر ہے
تو دنیا میں کیا قابل سیر ہے

زمانہ نے کیا کیا دکھایا نہیں
کسی رنگ میں لطف آیا نہیں

جو اپنا ساتھ تمنے بتایا ہمیں
تو سمجھو یہ ہی اپنا سایہ ہمیں

بس اب پاس ان رات سمجھو ہمیں
جدھر جاؤ تم ساتھ سمجھو ہمیں

مکاں میں نہ باتیں کرو بیٹھکر
کرو آخرت کے سفر پر نظر

کمر باندھیے اب سفر کے لئے
سفر ہو کسی اور گھر کے لئے

کہا شاہزادی نے سنکر سخن
کسے چین ہے اس جگہ ای بہن

نہ دیکھو قیام دمکاں کی طرف
کریں آپ آنکھیں جہاں کی طرف

جہازِ فنا میں ہیں ساری مکاں ۔ مکانوں میں بھی چل رہی ہیں یہاں

یہ دنیا ہے ہر چند جہاں سرا ۔ کسی کو ٹھہرتے نہ دیکھا ذرا

مسافر ہیں دنیا سے جانگاہ میں ۔ ٹھہر کر بھی چلتے ہیں ہم راہ میں

بڑھا دم ۔ گھٹا ایک دم عمر کا ۔ کہ ہر سانس پر ہے قدم عمر کا

یہ عمرِ رواں کیا نظر میں نہیں ۔ ہوا ہم سفر ہیں ہیں گھر میں نہیں

کسی کا یہاں پر نہ گھر ہے نہ در ۔ جو دنیا میں ٹھہریں تو کس طرح پر

مکاں بھی کوئی کیا بنا کر رہے ۔ بنائے کوئی کوئی آکر رہے

جو کچھ لوگ گھر در بنا کر گئے + ۔ وہ مزدور بھی گھر بنا کر گئے

جو ہیں مالکِ قصر معمار ہیں + ۔ یہ دنیا ہے خرچ وہ سمنار ہیں

لیا کیا بنا کر مزا قصر سے + ۔ گرائیگی اک دن قضا قصر سے

کوئی ملک گھیرے سنبھالی کوئی ۔ تو کیا سلطنت سے مزا لے کوئی

خزانوں میں کیا مال ڈالی کوئی ۔ کوئی مال ڈالے نکالے کوئی

مکاں کی وہ صورت سفر کا یہ حال ۔ جسے کیا ٹھہرنے پہ نقشِ خیال

یہ دنیائے دوں نقش بر آب ہے ۔ ہوا ہے فسانہ ہی اک خواب ہے

کبھی جن حسینوں کی کل داستاں ۔ نہیں آج انمیں سے کوئی یہاں

جو تھے محو کل آپ کی بات میں ۔ نہیں ہیں وہی آج کی رات میں

فسانہ تھے جنکے کئی روز سے ۔ سناتے تھے قصے تھیں سوز سے

کہاں ہیں وہ معشوق عاشق کہاں — کہیں آپ بتلائیے کچھ نشاں
زمیں پر ہوئی جسقدر نامور — بتاؤ تو ہم کو گئی وہ کدھر
کہاں تخت ہے اب سلیماں کہاں — کہاں چاہ ہے ماہ کنعاں کہاں
کہاں آج دارا سکندر کدھر — کہاں جنگ انکی ہیں لشکر کدھر
فلاطوں کہاں آج لقماں کہاں — کہاں زال رستم نریماں کہاں
ہوئے خاک وہ پوچھئے اب کسے — کہاں دیکھئے ڈھونڈیے اب کسے
نہ سمجھو کہ جبدم موئے خاک ہیں — جو جیتے ہیں جیتے ہوئی خاک ہیں
جو دم ہے ہوا کا کوئی پھیر ہے — بدن کیا ہے اک خاک کا ڈھیر ہے
ہوا جب ہوا دم بدن خاک ہے — بدن کیا ہے دو چار من خاک ہے
ہوئی خاک سے جب کہ شان بشر — تو مٹی سے ہے اک نشان بشر
اکھٹی جو دو نو ہوا خاک ہیں — اسی سے یہ بالائے افلاک ہیں
ہوا ہی وہ ہیں جس ہوا میں بشر — تو اڑتے ہیں پھر کس ہوا میں بشر
کریں کیا کسیکا گلہ آہ ہم — نہیں اب تلک بر سر راہ ہم
جو منظور الفت ہے اللہ کی — سنو بات کہتی ہوں اس راہ کی
غرض سے خدا کی نہ طاعت کرو — نہ مطلب سے اسکی اطاعت کرو
مرض سے نہ رنج و تعب سے جھکو — نہ اسکی طرف تم سبب سے جھکو
خدا کی محبت طمع سے نہو — اطاعت عبادت طمع سے نہو

نرکھو تمنائے دنیائے زشت — نہ خوف جہنّم نہ شوق بہشت
محبّت میں طاعت میں ہو یہ خیال — کہ لائق ہے پرستش کی ہے ذوالجلال
جدا اب مقام ادب سے نہو — مری ساتھ میرے سبب سے نہو
کہا سنکے دونوں نے ای گلبدن — کنیزیں سمجھتی ہیں سارا سخن
کہاں مفت کھوتے ہیں اوقات ہم — ہوئے ہیں خدا کی لئے ساتھ ہم
کہا حور نے اب چلو ساتھ تم — کہ اب لو مرا ہاتھ میں ہاتھ تم
کہے تمنے قصّے ۔ سُنے جسقدر — یہ مطلب ہے اُس طول کا مختصر
اگر دُور ہر چیز کی چاہ ہو — تو اللہ کے عشق سے راہ ہو
کوئی بحرِ فانی میں کب پاک ہو — کنارے ہوا اس سے تو جب پاک ہو
ہمیشہ یہ رکھتا ہے گرداب میں — پڑے خاک اس بحر کی آب میں
لگی آگ اس گلشنِ دہر میں — ہوا سبز یہ نازنیں زہر میں
ثمر کہا کے مرتے ہیں اس باغ میں — بُرائی ہے یہ اور کس باغ میں
یہ کہتے ہی دل ہوگیا بیقرار — لگی رونے پھر مثل ابرِ بہار
کہا سب جلیسوں سے بخشو قصور — وہ بولیں نہ فرماؤ ایسا حضور
کہ تم نیک ہو ہم گنہگار ہیں — ہمیں سب تمہاری خطاوار ہیں
نصیحت جلیسوں کو کی اسقدر — کہ سب وہیں لبریز ہوا اک اثر
کہا اب خوفِ جدائی کرو — کہ دنیا سے تم بھی صفائی کرو

جہاں میں جدائی تو ہے اک دن
کسی دن جوانی نہ پیری نہ سن

مرے جسم کو آج دھوتے ہیں سب
پسینہ نہیں عضو تر ہیں سب

جہاں میں ہی آہ و بکا خوب ہے
اکٹھے ہیں سارے مزا خوب ہے

جدا ہو گئے جب یہ زیر زمیں
تو پھر ملکے اٹھیں یہ طاقت نہیں

اب اپنی ہی خاطر یہاں روئیے
سیہ منہ ہے اب اشک سے دھوئیے

کرے ترک دنیا جو کوئی امیر
تو کیونکر نہ قرباں ہوں اس پہ فقیر

جواں گر کوئی ترکِ لذت کرے
تو پھر پیر کیونکر نہ حسرت کرے

کرے جب کوئی بت طوافِ حرم
تو کیونکر نہ چومیں مسلماں قدم

عیاں سب اوصاف ہیں حور میں
یہ باتیں سبھی صفات ہیں حور میں

صنوبر بھی نخلِ ثمردار بھی
جواں بھی ہے بت بھی ہے زردار بھی

جسے ترکِ دنیا بھی منظور ہو
وہ دولت پہ کیا خاک مغرور ہو

کسیکو کیا پھر نہ ترک کر سلام
ادب سے کیا سب کو جھک کر سلام

نہ پھیر آنکھ محفل پہ کی حور نے
نظر اپنی منزل پہ کی حور نے

کیا ترک دنیائے ناپاک کو
سمجھتی وہ اکسیر کیا خاک کو

الگ کب کسی غم کے مارے ہوئی
اسی سے خوشی سے کنارہ ہوئی

ہوئی مس نہ دنیائے ناپاک سے
اٹھی دھوپ کی طرح پر خاک سے

تعلق جو ملکِ بقا سے کیا
نہ تر ہونٹھ بحرِ فنا سے کیا

ہوئے وارسے پار دو ہات میں کناری لگے بات کی بات میں

عقیلہ نفیسہ ہوئیں ساتھ پھیر جو پکڑا نہ چھوڑا کہیں ہاتھ پھیر

جو طاعت کو گوشہ کے اندر ہوئیں نہ حکم پیمبر سے باہر ہوئیں

کرشمہ ادا اسمیں کیا کیا نہیں کہ اک بیوا ہے یہ دنیا نہیں

نگاہوں میں مردوں کے ہی خوار یہ نجس ایک عورت ہے مردار یہ

ملے کس طرح اس سے مرد سعید نجس سے ملا جو ہوا وہ پلید

جو بحر فنا پر ہے لوح جہاں تو کیا ٹھیک نام و نشاں کا یہاں

رہے لوح اک دن نہ دفتر رہے تو پھر نام کسکا یہاں پر رہے

لکھا مثنوی میں جو نام و نشاں سبب صاف کرتا ہوں اسکا بیاں

کرے غور کوئی اگر عیب پر کہ ہو مثنوی کے نظر عیب پر

تو پھر اور کوئی نہ بدنام ہو مرے عیب کا مجھپہ الزام ہو

لکھا اسلئے نام ہر طور پر گماں عیب کا تا نہو اور پر

لکھی سہل ترکیب سے بات بات نہیں اس جگہ نظم کشف اللغات

لکھی مثنوی یہ اسی بات پر مجھے بخشدے وہ کسی بات پر

اُسے زیب ہے فضل جتنا کرے مجھے بخشدے رحم اتنا کرے

کمر ہمنے چلنے پہ باندھی توہی خدا کے حوالہ یہ کی مثنوی

خدا سے تمنا ہے دن رات یہ وہ رکھ لے جہاں میں مری بات یہ

اگر کوئی مرنے سے پہلے مرے | تو کیونکر نہ دل خاک اپنا کرے

نجس تھے نتھے جبتلک خاک ہم | بنے خاک جبدم ہوئے پاک ہم

کسی روز دنیا ہی سب خاک ہے | جو طالب تھا شائق تھا اب خاک ہے

جو ہے حمد سے ابتدائے سخن | تو توحید ہوا انتہائے سخن +

جو آغاز انجام سب نیک ہو | جبھی ابتدا انتہا ایک ہو +

نہیں منحصر یہ بد و نیک پر | شہادت دو عالم کی ہے ایک پر

خدا ہی نے جانا کہ وہ ایک ہے | دو عالم نے مانا کہ وہ ایک ہے

مجھے چاہئیں یا بنیہ ایسے گواہ | خدا ہی میں ہوویں ویسے گواہ

جو اللہ کا علم ہے عین ذات | نہ باہر ہوں اُنسے گواہ صفات

ہر اک علم و فن میں ہوں اول گواہ | فضیلت میں سب سے ہوں اول گواہ

کوئی سلسلہ اُنسے آغاز ہو | جو دو ہوں مگر ایک انداز ہو

کروں آج میں پیش ایسے گواہ | کہ جیسی شہادت ہو ویسے گواہ

بتاؤں گواہوں کا جسدم نشاں | کہیں دیکھ کر اُنکو خورد و کلاں

عبث یہ نہ دنیا میں پیدا ہوئے | گواہی کی خاطر ہویدا ہوئے

جو ہیں ایک سے ایک کے دو گواہ | اُنھیں باب توحید میں دو گواہ

کئے جنکے اوصاف اسدم بیاں | گواہی کو دیتا ہوں اُنکا نشاں

جو کہتا ہوں ربِ صمد ایک ہے | الف ایک ہے وہ عدد ایک ہے

الف پر کرو غور بہرِ خدا
کہ ہے ایک اللہ دل میں سب سے جدا

یہ دیکھو کہ بے مثل ہے یہ یہیں
کوئی حرف اِس سے مشابہ نہیں

کسی میں تو کچھ کچھ کہیں فرق ہے
تو نکتہ کا اسمیں نہیں فرق ہے

جو اللہ سے ہے الف یہ رجوع
تو اس سے ہر اک علم کا ہے شروع

الف سے جو ابجد کی اک راہ ہے
ہر اک اُسکے حرفوں میں اللہ ہے

بتاتا ہے مفتی نہ قاضی مجھے
یہ کہتا ہے علمِ ریاضی مجھے

کہ ہے ایک سے اِبتدائی حساب
تو اُوپر نہیں اُس سے جائے حساب

دیا ایک نے ایک کا جب نشاں
چلا ایک سے پھر حسابِ جہاں

جو دو نو نیہ ہے ایک اُسکی مدد
تو اُوپر نہیں اُس سے حرف و عدد

جو اول میں حرف و عدد ایک ہے
تو پھر ایک کی یہ سند ایک ہے

وہ دیکھے جسے عقل کی ہو نگاہ
کہ ہیں ایک کے ایک و نو گواہ

جو موجود خلقت میں ہے بے مثال
خدا پر کرو اُس سے بڑھکر خیال

تو علمِ خدا اسقدر ہے بسیط
دو عالم ہے نکتہ میں اُسکی محیط

یہ ابجد ہے نکتہ کے اندر کہیں
جو کچھ اسکے حرفوں سے باہر نہیں

جو نامِ الٰہی کو دیکھو ذرا
یہ ابجد کی ہے ابتدا انتہا

یہی مثنوی میں ہے جائے اخیر
یہ ہے خاتمہ پر دعائے اخیر

رہے ایک وہ میری تائید پر
مرا خاتمہ بھی ہو توحید پر

اشعار تصنیفِ مصنّف بحرِ دیگر

بحر ہو اَور- اَور مضموں ہو / کوئی تاریخ اسمیں موزوں ہو

پہلے تاریخ سے برائے ثواب / اب لکھوں اَور ہی حساب کتاب

مثنوی حمد سے ہوئی آغاز / حمد اسمیں بھی ہو یہ ہو انداز

حمد کے ساتھ سب کلام کروں / حمد کرکے ہی اختتام کروں

لاکھ مشکل خدا کی ہے تعریف / جسقدر بن سکے لکھوں توصیف

دفترِ حمد کا ہی ہے حساب / ایک نقطہ کا وصف لاکھ کتاب

حال ہر شے کا ہوگیا معلوم / کبھی موجود ہے کبھی معدوم

یہ نہ باتیں کسیکی ذات سے ہیں / پر یہ دونو خدا کے ہات سے ہیں

کوئی ہو خلق ہو کہیں سے ہو / آسمانوں سے ہو زمیں سے ہو

اُسکا چرچا بھی ہووے گھر گھر میں / نام لکھا ہوا ہو دفتر میں +

پر وہ دفتر ہے بحرِ فانی میں / نام ڈوبا ہوا ہے پانی میں

نکلا جب پیٹ سے تو جرأت کیا / ضعف سے جب گرا تو قوت کیا

نیست کر دی قضا تو ہستی کیا / نشہ جب ہے ہرن تو مستی کیا

ٹھہرے دو روز وہ قیام ہے کیا / ایک دن جو مٹے وہ نام ہے کیا

اُسکی ہستی ہی کیا جو ایسا ہو / خود تو ہو خاک نام ڈوبا ہو

لائق حمد ہے خدا کی ذات — اُسکے قبضہ میں ہے حیات و ممات

کارخانہ مدام اُس کا ہے — جو ہمیشہ ہے نام اُسکا ہے

انتظام جہاں کو دیکھ یہاں — آپ پتا ہے منتظم کا نشاں

ہر گل و برگ کا یہی ہے جواب — ہوں ورق پر ہوں معرفت کی کتاب

آنکھ بیشک ادھر اُدھر کر تو — دیدۂ عقل سے نظر کر تو

شان اُسکی عیاں ہے ہر شے سے — ذات اُسکی یہاں ہے ہر شے سے

پایا خالق کو اُسکی خلقت سے — جانا صانع کو اُسکی صنعت سے

اُسکا روشن ہے نیک بد سے نام — شان چیزوں سے ہے عدد سے نام

ذات سے اُسکی جب ہوا ظاہر — نام اعداد سے کروں ظاہر

شعر میں لفظ میں ہے حرف میں ہے — بر میں ہے بحر میں ہے ظرف میں ہے

شے جو دونو جہاں کی حد میں ہے — نام ہر چیز کے عدد میں ہے

کرو ہر چیز کے عدد پہ نگاہ — کہہ رہے ہیں سبھی الہ الہ

چاہئے عقل کچھ یہاں ہو صرف — حرف کے ہوں عدد عدد کے حرف

مثنوی پر کرو خیال و نگاہ — ہے عیاں حرف سے الہ الہ

حرف پر لفظ پر نظر ہو اب — جو نگاہوں میں خشک و تر ہو سب

لے عدد اسکے اک نمونا کر — چار سے ضرب دیجے دونا کر

جمع کو پھر سنبھال خوش ہو کر — کر دوئی دور دو عدد کھو کر

پھر جو باقی رہے اُسے لیکر — کم کرو آٹھ سے طرح دیگر

آٹھ سے کم رہے جو باقی لو — ضرب اُسکو بھی چھ عدد میں دو

پھر عدد ہوں اِلٰہ کے ظاہر — کر دیا سب حساب سے ماہر

کہہ نہ بے سر کو بتیس ور اکیس [۲۱] — سب حساب و نہیں ہیں یہی چھتیس [۳۶]

گر سیاق و سباق میں ہو وقوف — کرو اعداد کے بھی جمع حروف

ہے ہر اک شئے پہ نام کا سکہ — ہے یہی سب میں کام کا سکہ

جب بڑھائے عدد ہوئی تمیز — یونہی بڑھتی ہے خلق میں ہر چیز

طرح دینے سے یہ کھلا مطلب — نام باقی رہے فنا ہوں سب

سنئے دنیا میں آہ کس کی بات — کونسی بات کو یہاں ہے ثبات

گہہ عقیلہ کی بات سنتی تھی — گہہ نفیسہ کی بات سنتی تھی

کبھی سنتی تھی حور کی باتیں — تھی خیالوں میں دور کی باتیں

چھوڑ کر اک ادا سے محفل کو — حور پہنچی ہے اپنی منزل کو

اَور ہی ہو گیا ہے اب سماں — اب محفل ہے وہ۔ نہ وہ انساں

اب نہ وہ شمع رو نہ وہ راتیں — اب شیریں دہن نہ وہ باتیں

یونہی دنیا کا کارخانہ ہے — کارخانہ ہے کیا فسانہ ہے

خیر سے بزم اختتام ہوئی — شکر ہے مثنوی تمام ہوئی

رو دیں دنیا کو اب کہاں تک ہم — کوئی تاریخ بھی لکھیں اسدم

قطعہ تاریخ تصنیفِ مصنّف

مثنوی ہے یہ بوستانِ جہاں
گلِ باغِ ارم ہے نام اسکا
۱۲۹۴

ہیں الگ اس سے خار اور خاشاک
چمنِ آخرت ہے یہ اے خاک!
۱۲۹۴

قطعاتِ تواریخ طبع من تصنیفات شعرائے خوش فکر و نازک خیال و سخنورانِ عالی فہم و ذی کمال

قطعہ تاریخ من تصنیف میر فضل حسین صاحب صبا ساڈھوری سابق ڈپٹی انسپکٹر پولیس حال پنشن خوار المتخلص بہ ذاکر

اے شفیقِ مکرّم ذی شاں
اے شہِ ملکِ علم و فضل و کمال
اے سرِ صاحبانِ صدق و صفا

اے رفیقِ معظّم دوراں
اے مہِ برجِ حلم و فخر و جلال
اے درِ بوستانِ مہر و وفا

اے کہ مال و متاع دیں از تو ۔۔۔ اے کمال مہ یقیں از تو
محسن قدر دان با اخلاق ۔۔۔ مونس مہربان با اشفاق
قمر اوج و فضل و دانائی ۔۔۔ ثمر نخل بذل یکتا ہی
نور مہر سپہر مہر و کرم ۔۔۔ بوے گلبرگ باغ جود و نعم
مخزن الجود و منبع الفیضان ۔۔۔ معدن الخلق و مجمع الاحسان
شاعر کامل فصیح زباں ۔۔۔ عالم عامل ملیح بیاں
سالک مسلک خدادانی ۔۔۔ مالک ملک یاد ربانی
عارف پر کمال با ایمان ۔۔۔ عابد پر جلال با ایقان
شائق علم دین و شرع متیں ۔۔۔ میر طالب حسین حق آئیں
اکرم اللہ و الرسول علیک ۔۔۔ انعم الحق و البتول الیک
بعد تقدیم کورنش تسلیم ۔۔۔ بعد تعظیم قدویت ترسیم
شاکر فضل ایزد کونین ۔۔۔ ذاکر پر گناہ فضل حسین
ملتمس ہے بعجز و شکر و دعا ۔۔۔ دست بستہ بحضرت والا
کہ کتاب جناب فیضمآب ۔۔۔ چمن آخرت گل شاداب
جب سنی دل نے وہ خوشی پائی ۔۔۔ دلمیں جاں جاں میں تازگی آئی ۱۲۹۸
مثنوی ہے یہ معجزات سخن ۔۔۔ کھل رہی ہیں ہر اک طرح کے چمن
شعر سر سبز باغ تازہ ہے ۔۔۔ تازگی سے دماغ تازہ ہے

سایہ سے باغ کے ورق ہیں سبز ۔ یا زمرد کا اک طبق ہے سبز

تھی سفیدی جو شیر کی صورت ۔ سبز ہے اب حریر کی صورت

حرف خوشبو سے ہیں گل گلشن ۔ ہیں گل مہر کی طرح روشن

پھول ہیں تو سب جھلکتے ہیں ۔ پھول بو باس میں چمن کے ہیں

ہاتھ کی حور کے ہے گل کاری ۔ حلۂ خلد پر ہے پھلکاری

کام اسمیں نہ کوئی جھوٹا ہے ۔ خلد کا گل ارم کا بوٹا ہے

مثنوی کا تو ہے اثر دل میں ۔ ہے ہر اک بیت کا بھی گھر دل میں

دلکو ہے چین جاں کو راحت ہے ۔ کیا بلاغت ہے کیا فصاحت ہے

سیر جب اس چمن کی کامل ہو ۔ جان مردہ دلونکو حاصل ہو

بات ہر معجزہ کی بات ہوئی ۔ سحر بھی چشمۂ حیات ہوئی

بات یہ ہے اسے نبات کہیں ۔ جی اٹھے چشمۂ حیات کہیں

لطف ہر ایک بیت میں پایا ۔ میر کی بات کا مزا آیا

کیا عبارت ہے کیا مضامیں ہیں ۔ ہادی راہ دین و آئیں ہیں

واہ صد واہ ہے خدا آگاہ ۔ مرحبا مرحبا جزاک اللہ

ہر روایت سر ہدایت ہے ۔ ہر حکایت در درایت ہے

جس نے اسکو سنا ہوا واللہ ۔ محو عشق فنا فی اللہ

واقعی یہ چمن ہے پر تزئیں ۔ رشک افزائے باغ خلد بریں

ہے ہر اک لفظ غیرتِ صد گل | جسپہ گل پھولکر ہیں خود بلبل
ہے وہ ہر مصرعہ سبزہ زار ہرا | جس سے مہندی کے دلمیں خون بھرا
ہے وہ بین السطور نہر پہ آب | دلِ مہتاب جس سے ہو بیتاب
کو نہرِ خلد اس سے سہل ہے | ہو مقابل اسکے قابل ہے
لفظ و معنی کی طرز وہ ڈالی | رنگ و بو میں گلوں سے ہے عالی

تاریخ

جب سنی مثنوی یہ ذاکر نے | پھولا تن دل نے تازگی پائی
پئے تاریخ باغِ رضواں سے | گلِ باغِ ارم صدا آئی

۱۲۹۴ھ

تاریخ دیگر

شائقِ خوش بیانِ با عرفاں | دُرِ عرفاں چو از زباں سُفتہ
بہرِ تاریخ ہاتفِ غیبی | معرفت نامہ راہبر گفتہ

۱۲۹۴ھ

دیگر

کیا لکھی مثنوی بطرز جدا | سیر شائق نے واہ جل علٰے
کیا مضامیں ہیں کیا عبارت ہے | بند کوزہ میں کر دیا دریا
محوِ عشقِ خدا فنا فی اللہ | ہوگیا جس نے اسکو دل سے سُنا
باسرِ اعتقاد اے ذاکر! | کہہ اسے زادِ راہِ عشقِ خدا

۱۲۹۴

دیگر

سنی یہ مثنوی رضواں نے جو دم
کہ رشک گلشن خلد بریں ہے
وہیں خلد بریں سے باسر بیں
ندا آئی بہارِ باغِ دیں ہے
۱۲۹۴

دیگر

عجب ہے فیض بخش عام یہ نظم
کہ بحر جود ہے اور گلبن فیض
مگر ذاکر پئے تاریخ تصنیف
سر دل سے یہ بولا گلشن فیض
۱۲۹۴

صنعت دیگر

کہ ہر مصرعہ اول کل اشعار مثنوی مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ

سے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اور ہر مصرعہ ثانی سے

انت یا احمد رسول اللہ پیدا ہوتا ہے *

ہست ایں مثنوی بصنعتہا
چہ عجب دلکشا و روح افزا
لفظ لفظش پُر از صنائع است
حرف حرفش پُر از بدائع ہاست
خاص یک صنعت عجیب درآں
خود عیاں است چوں مہ تاباں

که بہر شعر آں شود اظہر — از دو مصراع کلمۂ اطہر

از مصاریع اولیں چوں ماہ — کلمۂ لا الہ الا اللہ

واز مصاریع آخریں صد واہ — انت یا احمد رسول اللہ

گر تو ترکیب آں نمیدانی — بشنو ہم فہم کن تا ثانی

جملہ اعداد مصرع اولے — گیر و در سہ بزن بفہم رسا

باز تضعیف و باز کن تسدیس — باز منہا یکے بکن بنویس

باز طرحش بدہ بسی و ششش — باقیش را بدار بر جایش

خمس عددی کہ اوست بینی — آخرش آر با خوش آئینی

تا نمایاں شود چو مہر و ماہ — کلمۂ لا الہ الا اللہ

ضرب اعداد مصرعۂ ثانی — کن بہ پنج اولا تا ثانی

باز ضربش بدہ بہ نُہ باہم — بعد ازاں سہ عدد بکن زاں کم

بعد ازاں چند بار با پنجاہ — طرح دہ شود ز باقیش آگاہ

ضرب عدد اخیر اے ماہر — با دو دادہ بیار در آخر

تا شود روشن اے خدا آگاہ — انت یا احمد رسول اللہ

زیں تواریخ و شعرہا باللہ — ہم دو کلمہ عیاں چو مہر و ماہ

قطعہ تاریخ طبعزاد میر الفت علی انبالوی محافظ دفتر کمشنری انبالہ متخلص گویا

میر طالب حسین صاحب نے — مثنوی اپنی جب تمام لکھی
شاعرانِ زمانہ نے سُنکر — کہا لاریب ہے یہ لاثانی
کب کوئی مثنوی اسے پہنچے — سلکِ گوہر ہے نظم سب اسکی
سالِ ہجری کی فکر تھی گویا — ملہمِ غیب کی ندا آئی
سال کہدے سے زر روی بسم اللہ — مثنوی خوب لاجواب لکھی
۱۲۹۴

دیگر

کہا ہر ایک نے جزاک اللہ — ختم شائق نے مثنوی کی جب
روح سودا و میر نے یہ کہا — شاعری ہوگئی تمام بس اب
ذوق و غالب کو آئی یہ لذت — کاٹ کھائے مزے سے نارے لب
درِ تاریخ کے لئے۔ گویا — غرق دریائے فکر تھا بیڈھب
کہا ہاتف نے ناگہاں مجھ سے — کیوں اٹھاتا ہے تو یہ رنج و تعب
سر اسم الہ سے کہدے — درِ یکتا ہے مثنوی ہر کب
۱۲۹۴

دیگر بفارسی

مثنوی ختم چو شائق بنمود — کو بود برجِ شرف را زیبا
سالِ او گفت بدینساں گویا — بیخزاں گلشن جاویدِ نقیس
۱۲۹۴

دیگر

چو شائق ختم کردے مثنوی را — ندارد کو بعلم و حلم ثانی
نسیم باغِ اعجاز است تقریر — کلامِ او بہارِ نکتہ دانی
بود ہر مصرعش سحری ہر بیت — کیفیت گلبنِ جادو بیانی
بدنیاں سالِ ختمش گفت گویا — ہمہ زیبا گلِ باغِ معانی

۱۲۹۴

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر نامی منشی گوری شنکر صاحب فرخ آبادی ملازم سرکار انگریزی متخلص بہ مجذوب

شائقِ اہلِ بلاغت مثنوی — چوں رسانیدہ بحدِ اختتام
گاہ سیرش گشت در ہندوستاں — شاعراں را از [illegible] کی تمام
سالِ ختمش خواستم مجذوب گفت — یادگارِ شائقِ روشن کلام

۱۲۹۴

مادۂ تاریخ از تصنیف خواجۂ نواب حسین خانصاحب ساکن لکھنؤ متخلص بہ مانوس شاگرد سید ببر علی صاحب انیس علی اللہ مقامہ فی الفرادیس

شائقِ ربِ سیدِ طالب حسین — خاکِ درگاہِ خدائے کائنات

عابد و ابرار و ذیجاہ و خلیق | شاعرِ شیریں سخن فی الاصفات
مثنوی فرمود با صد زیب و زیں | ہست مرآتِ فنائے شش جہات
لفظ لفظش نعمتِ جنّاتِ عدن | حرف حرفش ساقیِ آبِ حیات
نقطہ نقطہ گنجہائے معرفت | جزو جزوش قسمِ صد کائنات
سالِ طبعش حسبت چوں ما نوس یافت | یک لف از عون و فضلِ اسمِ ذات
چشم وا کردہ نوشتم فی البدیہ | دیا م الحق مشعلِ راہِ نجات
۱۲۹۸

قطعہ تاریخ طبع تصنیفِ مصنّف

نہیں انعام کا طالب جو تو ای خاک شاہ ہو سے | خدا سے لے صلہ میں خلد سلطانِ امم سے
گلِ باغِ ارم گر تو نے نامِ مثنوی رکھا | مناسب ہے کہ سالِ طبع رضوانِ ارم سے
۱۲۹۸

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب مصنفہ جناب استاد شعرائے زمان خاقانی عصر انوری دوران موجد طرزِ عارفانہ ابلغ بلغائے زمانہ شاعر بے نظیر مشیرِ با تدبیر حاوی فنونِ نظم سیاست ہادیِ سبیل کنوزِ ریاست مقبول بارگاہِ ربّ مبین جناب میر طالب حسین صاحب مدظلہ العالی ڈائرکٹر آف اکونٹنس گورنمنٹ یار ملک سرمور ناہن سابق متخلص بہ شائق حال مشہور پنجاب باہتمام کارپردازان مطبع یوسفی دہلی سنہ ۱۳۰۳ھ میں چھپکر شایع ہوئی +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ در نعتِ جناب سرور کائنات صلعم

من نتائج طبع سیّد طالب حسین صاحب جلکانوی

متخلّص سابق بہ شائق و حال متخلّص بہ خاک

نہیں مطلع مہ نو مدحتِ ابروے احمد کا — بنا ہے مدِ بسم اللہ یہ اونچا ہے سرمد کا

مرے دلمیں ہوا گھر مصحفِ روے محمد کا — بنا ہے کعبۂ دل طاقِ قرآنِ مجلّد کا

دو عالم ایک ذرہ ہے اگر نورِ محمد کا — کمالِ کلمۂ کن بھی ہے نکتہ علمِ احمد کا

ہوا مصرع نہ موزوں ایک بھی وصفِ محمد کا — بھرا بیتوں سے یوں ہی خلق نے یہ قلعہ ابجد کا

گھریں کس طرح اس عبدِ خدا کی وصفِ امجد میں — احاطہ ایک حد پر کب ہوا اوصافِ بیحد کا

کھنچی تصویر اس جانِ جہاں کی کس طرح دلپر — تنِ پُر نور میں عالم ہے اک روحِ مجرّد کا

سراپا ہمن سے تشبیہ دیں کس سے کہ اسکو بھی — ملا ہے آئینہ میں مثل اسکے خال ورخد کا

خدا سے ہی محمدؐ اور محمدؐ سے سبھی کچھ ہے
سہارا نور کو اُسکے ہے اک اللہ کے بد کا

سبھی تارِ نفس موجیں ہیں اُس دریاے رحمت کی
کہ ہر تارِ نفس میں سلسلہ ہے حیدر او بد کا

بیانِ خوبی تصویر بھی وصفِ مصور ہے
جو ہے وصفِ محمدؐ وصف ہے ربِ محمدؐ کا

قدِ رعنا الف ہے اُس طرف تو لوحِ ہستی پر
اِدھر ہے مردمِ چشمِ عدم سایہ اُسی قد کا

ہووے نکتۂ علمِ نبیؐ کی شرح عالم سے
محمدؐ ایک دفتر ہے نکاتِ علمِ سرمد کا

جہاں میں شرحِ قرآں کی فقط قولِ پیمبرؐ ہے
وہی سمجھا ہے مطلب حق کے فرمانِ مؤکد کا

خدا کو ہے سبھی قدرت مگر وعدہ کا سچا ہے
کیا پہلے نہ آگے کو کرے ثانی اُس ارشد کا

جو ہو تمثیل کوئی اور پھر کیونکر برابر ہو
زمانہ میں نہ سایہ بھی ہوا ہمسر محمدؐ کا

قوی دستِ خدا سے بازوے احمدؐ ہمیشہ ہے
سہارا ہے خدا کا خاص تکیہ اُسکی مسند کا

کروڑوں کھل رہے ہیں پھول ایسے اُسکی پرتو سے
گلِ مہرِ فلک کہنے کو ٹوٹا اُسکے مسند کا

خداے پاک کی تعظیم تسلیم محمدؐ ہے
کہ وہ پیغمبرِ برحق ہے ہادی نیک اور بد کا

اُٹھائی شرع کی تکلیف دو دن جسنے دنیا میں
اُٹھائیگا مزا وہ خلد میں عیشِ مخلد کا

جو کوئی مصطفےٰ ہے خلد میں اہلِ جناں ہمیں
گزر یاں ہے نہ مشرک کا نہ ملحد کا نہ مرتد کا

نبیؐ کے کفر و کافر شرک و مشرک سب فنا ہیں
دلِ شیطاں تلک موقع ہے آسکے نیر کی د کا

شہیدانِ رہِ دینِ نبیؐ نے خلد گھیرا ہے
حصارِ عافیت ہے یاں حاطہ اُنکے مشہد کا

نثارِ مصطفےٰ کے فیض سے اب بھی ہوں جنت میں
تر و تازہ چمن ہے یاں مضامینِ مجدد کا

شگفتہ ہے زمیں سرسبز سارے شعر میں اسمیں
نہیں ہیبت سخن فردوس میں گھر ہے زبرجد کا

سپیدی و ابررنگی یہ نہیں چہرے ہیں حوروں کے
الف یا نیر نہیں قد ہے کسی غلمانِ امرد کا

کئی فردوں سے پیرانِ مضامیں و رحمتِ حسینؐ کر
کروں بھرتی یونہی مضموں تھا سو قصیدہ وارد کا

زباں ہے ذوالفقارِ حیدری صفِ پیمبر میں ۔ برنگِ برگِ پاں ہے پھل سی تیغِ مہند کا

بڑھایا یوں زمینِ شعر کو وصفِ محمدؐ میں ۔ بلایا ہمنے ڈانڈا لامکاں سے اپنی سرحد کا

کیا ملکِ بقا تسخیر جس نے وصف اُسکا ہے ۔ نہیں دارِ فنا میں فکر ذوالقرنین کی سد کا

یہاں کر نیکنگی رہکر حصارِ جاودانی کی ۔ بھروسہ قلعۂ فانی میں ہے کیا برجِ مُشیّد کا

خدا کی یاد کر تارِ نفس کو دیکھ او غافل ۔ یہ میداں ہے زمینِ ہستیِ موہوم کی حد کا

نہیں بیوجہ کی تعظیم کعبہ کی محمدؐ نے ۔ جھکا پہلے پہل سجدہ کو سر واں جدِّ امجد کا

جھکے ہیں جسجگہ آدم اُدھر اولاد جھکتی ہے ۔ کہ سجدہ ہے خدا کو فخر ہے آدم کی معبد کا

برہمن کیا بتوں نے بھی خدا کو کر لیا سجدہ ۔ ہوا دنیا میں نقارہ جو اُسکی آمد آمد کا

زمیں تو پرتوہ سے آسماں خورشید ذرہ ہے ۔ ہوا کرسی تلک اُونچا قدم سے فرق فرقد کا

زمانہ کیا خدا کا گھر منور ہو گیا اُس سے ۔ جہاں میں نام روشن کر دیا اینحراب وجد کا

بتانِ طالبِ حق چومتے ہیں اپنی قسمت سے ۔ یہ رتبہ ہے محمدؐ کے قدم سے سنگِ اسود کا

چلا جو بلبتۂ شیرِ خدا سے دینِ احمدؐ پر ۔ مقلد خضر کا ہے وہ نہ پیرو دام اور دد کا

تجلی سخن سے شمع ساں روشن زبانیں ہیں ۔ کوئی شیطاں کرے کیا قصد اُسکے قول کی رد کا

اُدھر وصلِ خدا ہوا اس طرف وصلِ پیمبر ہو ۔ ہے دلکو بھی حاصل ربط ہو حرفِ مشدد کا

رہے کیونکر اندھیرا ان مسلمانوں کی قبروں میں ۔ ہوا زیرِ زمیں فانوس روشن اُسکے مرقد کا

فلک بھی ہو گیا آگے زمیں کے سرنگوں اُسدم ۔ بلا فرقِ زمیں کو تاج جب روضہ کی گنبد کا

طوافِ روضۂ انور سبب ہے کر لیا اس نے ۔ ہوا گردش میں پورا مدعا چرخِ زبرجد کا

پیمبرؐ رحمت اللہ سے دریائے رحمت ہے ۔ بھروسہ ہم سیہ رویوں کو ہے ذاتِ مسجد کا

میسر ہو مجھی قربِ ملکِ جاودانی میں ۔ پیمبرؐ کا تری سرور کا میر میرے سید کا

اگر ظاہر ہوئی دریادلی ذرّہ نوازی پر
سیہ رو کو ہے پھر اک حوضِ کوثر آبِ تقی کا

گنہگاروں کا حصہ ہے فقط دریائے رحمت میں
یہیں تو بڑھ گیا ہے حوصلہ کچھ [illegible]

ابھی سے آپڑا ہوں در پہ امیدِ شفاعت پر
ابھی سے دھیان کیوں ہو یا نبی میری خوشامد کا

بنا ہے خاک یہ شائق جگہ زیرِ قدم بخشو
ارم میں آشیاں ہو بلبلِ روحِ مقید کا

قصیدہ در منقبت حضرتِ حیدرِ کرار من نتائجِ طبع سید طالب حسین صاحب جلکانوی المتخلّص بہ خاک

خدا کا گھر ہے مولد والدِ شبیرؑ و شبرؑ کا
جو پیدا ہو خدا کے گھر ہیں مختار وہ گھر کا

پیمبر کا ہے پیر و رہنما ہے خضرِ رہبر کا
امام افضل ہے افضل کا ہے وہ بہتر ہے بہتر کا

علی دفتر تو میں نقطہ کہوں کیا حال دفتر کا
کرے کیا وصف ذرہ مہر کا قطرہ سمندر کا

جو معراجِ سخن ہے ہو قلم جبریل کے پر کا
لکھوں دست خدا کا وصف بازوئے پیمبر کا

ثنا اس بندۂ حق کی ہے اک تعریف ہے حق کی
ادب قنبر کا گویا ہے ادب لائے قنبر کا

مگر اسکے غلاموں کی بھی مدحت ہو نہیں سکتی
کروں کیا وصف میں اس بادشاہِ بحر و بر کا

مجھے سے کیا دو عالم سے ہو نہ مدحتِ حیدرؑ
کہ جیسے وصفِ حیدر ہے نہو وہی رب اکبر کا

سمجھ کر فرض کچھ کہتا ہے پر کس کے مقابل میں
خدا مداح احمدؐ کا نبیؐ مداح حیدرؑ کا

خدا و مصطفےٰ پر منحصر کی مدحتِ حیدرؑ
عبادت جانکر کچھ ذکر ہے مولےٰ کا سرور کا

جو شاعر کر رہے ہیں پیروی سعدیؒ جامیؒ کی
تتبع کر رہا ہوں میں بھی حسان سخنور کا

قرینہ سے ہوں موزوں کیوں نہ سارے شعر کا غیر
کہ میں تارِ نظر سے لے رہا ہوں کام مسطر کا

محل پر حرف بھی گو چہرۂ تصویر مضمون ہے
خدا خلعت اسے بخشے نہیں محتاج زیور کا

ثنائے مرتضےٰ سے وہ سخن نے آبرو پائی
کہ ہر اک بیت ہے بحرِ سخن میں قصر گوہر کا

یہیں کیا ہے بنینگے یہ تو ایسے قصر جنت میں
کہ جنکی آب دیکھی خشک منہ ہووے سمندر کا

جو بخشیگا سراپا نور کا مجھکو قیامت میں
سراپا لکھ رہا ہوں میں بھی اس رشکِ صنوبر کا

سراپا میں سمجھنے کے لئے تشبیہ ہے ورنہ
اسی کے نور سے جلوہ ہے مہر و ماہ و اختر کا

سراپا علیؑ اک جلوۂ نورِ الٰہی تھا
دو عالم میں جدا عالم تھا اسکے پانو کا سر کا

زبان و دل یہ بے جانوں کے بھی حرفِ عبادت تھا
وسیلہ سے ہوا سجدہ یہ قابو خشک کا تر کا

قلم کیا جھک گئی سجدے کو لوح و علم بھی حق کے
اگر شک ہو سراپا دیکھ لو آقا کا رہبر کا

قلم قد تھا جبیں بھی لوح خود علم مجسم تھا
پڑا تھا عکس اس آئینہ رحمت میں اوپر کا

جھکے لوح و قلم اور علم تینوں ساتھ حیدر کے
ادا سجدہ کیا چاروں نے ملک ربِّ اکبر کا

لبادل وصفِ گیسو میں معطر ہے دماغ اپنا
بنا فیضِ سخن ہے منہ بھی نافہ مشک اذفر کا

ثنائے کاکلِ عقدہ کشا ہے دائرہ ایسا
بنا ہے صاف حلقہ حور کی زلفِ معنبر کا

وہ پیشانی تھی اونچی خط قدرت جس پہ کھنچے تھا
جبینِ صاف کیا تھی سر تھا اک لوحِ مقدر کا

دو ابرو ایک بسم اللہ تھی دیوانِ قدرت کے
خلاصہ بھی یہی تھا مصحف روئے منور کا

کیا تھا مصحفِ رخسار جس نے حفظ سینہ میں
تو وہ خطِ سیہ تھا نون فرمانِ مقدر کا

علی کے دیدۂ حق بیں ہی کچھ پردہ نہ تھا حق کو
کہ اسپر حال ظاہر کر دیا تھا حق نے گھر گھر کا

جو تھا دل میں خدا شکلِ نبیؐ تھی اسکی آنکھوں میں
حجاب چشم غیروں کے لیے پردہ تھا باہر کا

نہ بیتی تھی وہ انگشتِ دراز دستِ قدرت بھی
تباقی تھی نشان ظاہر میں سبکو روح پرور کا

بہارِ گلشنِ عقبیٰ گلِ عارض نہو کیونکر
کہ نورِ صبحِ جنّت پرتوہ ہی روئے انور کا

جو اُٹھکر صبح کو مُنہ دیکھتی ہی مہر کا خلقت
کہ دیکھا ہی کہیں پہلے پہل مُنہ اپنے حیدرؑ کا

رُخِ پرنور تھا دنیا میں اک آئینۂ قدرت
دہن بھی جوہرِ آئینۂ قدرت تھا سرور کا

دہانِ پاک علمِ غیب کا وہ ایک نکتہ تھا
کہ مطلب جسسے ہوسکتا تھا ظاہر سارے دفتر کا

دو لب دو لعل تھی جوہر دہن تھا یا پرسے
دو عالم کی شفاعت مول کم ہی ایسے جوہر کا

علیؑ کے گوہرِ دنداں سے کیا نسبت ستاروں کی
بنا ہی آب سے روغن چراغِ قصرِ خضر کا

فقط ذکرِ خدا سے دانۂ تسبیح دنداں تھے
بجائے بیست و ان ثلثہ بنا تھا سلکِ گوہر کا

اگر چاہِ ذقن خمِّ غدیرِ پاک ہے دلکش
گلا بھی ہی صراحی ساقیِ تسنیم و کوثر کا

عجب ہے بادۂ خمِّ غدیرِ پاک میں لذّت
کہ نشّہ حوض کا ساغر میں ہے قطرہ میں ساغر کا

علیؑ کے ہاتھ پر کی جسنے بیعت خلد میں پہنچا
خدا کا ہاتھ پکڑا اُسنے اور بازو پیمبرؐ کا

علیؑ وہ قبلۂ دیں تھا جھکا جو آپ سجدہ کو
خدا کا گھر تو دل اُسکا تھا سینہ صحن اُس گھر کا

ہر اک عضوِ بدن مشغول تھا ذکرِ الٰہی میں
رگوں میں شور تھا اک کلمۂ اللہ اکبر کا

کمر باندھے ہوئے تھا خلق کی ہر دم حمایت پہ
قدم راہِ شفاعت میں تھا آگے اُس غضنفر کا

جو تھا جانِ نبیؐ کیونکر کوئی اُسکے برابر ہو
مثالِ سایۂ احمد نہیں قد اُسکے ہمسر کا

رہا پیرو براقِ مصطفیٰ کا دلدلِ حیدرؑ
قدم تھا ناقۂ صالح سے آگے اُسکے اشتر کا

نگاہوں میں خیالوں میں نہ حیدر سا کوئی آیا
جو جامِ جم ہے دیدہ دل ہے آئینہ سکندر کا

اگر عینک لگا کر روئے روشن کو فلک دیکھے
گماں ہو چشمۂ خورشید پر بھی چشمِ شب پر کا

وہ طاقت تھی درِ خیبر اُٹھایا ایک اُنگلی پر / زمیں کا بار بھی آگے تھا اُسکے بوجھ مگدر کا
شجاعت وہ قضا کا وار بھی کھایا تو سجدہ میں / عبادت وہ کہ سجدہ میں نہ سر تلوار سے سرکا
سخاوت وہ اجل گھر میں خدا کے جب ہوئی سائل / دیا سر خون سے بھر کر کنارہ کاسۂ سر کا
عدالت وہ کہ ٹکڑے بھی کیا گر دشمنِ حق کے / برابر دو کئے ٹکڑے نہ تھا اک فرق مو بھر کا
کمالِ اتقا وہ غیر کی شے ہے زمانہ میں / کیا سر بھی نہ مس تارِ نگاہِ دیدۂ تر کا
جو تھا سایہ خدا کا نور کی صورت رہا نیر / صفا تھا چادرِ مہتاب سے فرش اُسکی بستر کا
بسانِ دامنِ خورشید تھا وہ خشک دنیا میں / ہوا تر بحرِ فانی میں نہ گوشہ اُسکی چادر کا
دلِ نازک پہ بھاری اسقدر تھا گوہرِ دنیا / نہ ڈالا بارِ دامانِ نظر پر آب گوہر کا
نہ اُلجھایا دلِ نازک کو زنجیرِ تعلق سے / نہ رکھا کشتیِ عمرِ رواں میں بار لنگر کا
بھلا کیونکر وہ پھنستا خارزارِ دہر میں جسکو / گلِ دنیا کی لس کی بھی خلش تھی زخم نشتر کا
عجب گل تھا رہا بچکر ہوائے دہر سے ہر دم / گیا بو کی طرح پر مس کیا دامن نہ صرصر کا
لگا نہ داغ کیا دامن کو اُسکے دوزخِ دنیا / جلا ہے چادرِ مہتاب کو شعلہ نہ مجمر کا
اگر اُسکے خیالوں میں بھی آجاتی کبھی دنیا / تو بہتر حال بنجاتا اِسی دنیائے بد تر کا
سوا حیدر کے رکھدی کون رستے سے الگ اسکو / اُٹھا رکھنے کو دنیا بھی یہ دروازہ ہے خیبر کا
حبیبِ کبریا سے بو لہب ٹوٹا تھا دنیا پر / پھرایا منہ خلیل اللہ سے اس بُت نے آزر کا
کریگا وہ عطا جنت ہمیں چاندی کے سونے کے / یہ دل آقائے فضہ کا ہے اور مولا ہے بوذر کا
اسی نے خاک ڈالی آبروئے بحرِ فانی پر / وہی مالک تھا بحرِ پُر گہر کا کانِ پُر زر کا
علی ابن ابیطالب کے حرفوں سے ظاہر ہے / کہ بارہ تک ہے شجرہ اوصیائے آلِ اطہر کا

محمدؐ سے علیؑ تک ہیں وہی اللہ کی باتیں
علیؑ سے پھر محمدؐ تک وہی ہے تار گھر گھر کا

نبیؐ کے بعد بارہ حجتِ اللہ برحق ہیں
اُنھیں سے سلسلہ ہے حشر تک دینِ محمدؐ کا

جو بارہ ماہ کی ہے لاگ اس عمرِ دوروزہ میں
وہی ہے زندگی خضر گو مہماں ہے دم بھر کا

توسُّل پنجتن سے ہو حواسِ خمسۂ جاں کو
ملے بارہ سے دل سینہ ہو کر چار عنصر کا

لکھوں دو ایک مطلع کیا کمی ہے مجھکو مضموں کی
ہمیشہ سے ہوں باں میں تو شہرِ علم کے در کا

درِ شہرِ علومِ مصطفیٰؐ ہے وصف حیدرؑ کا
تو حیدر سے ہے سیدھا راستہ اللہ کے گھر کا

حدیثِ مصطفیٰؐ سے جب پتہ معلوم ہے در کا
تو پھر کیوں شیرِ حق کو چھوڑ کر کتا ہو گھر گھر کا

جو ہے در سے خدا کی راہ کیوں چاروں طرف پھیرے
درِ شہرِ نبیؐ ہے یہ نہیں بازار چوسر کا

گلِ باغِ ہدایت خارزارِ دہر میں وہ ہے
پھنسے کانٹوں میں ناداں چھوڑ کر دامن گل کا

علیؑ کی راہ جو کچھ ہے وہی راہِ پیمبرؐ ہے
جو رستہ ہے نبیؐ کا ہے وہ رستہ ربِّ اکبر کا

صراطِ حق بھی اور راہِ جناں بھی حیدرؑ کی
گرا غارِ جہنم میں جو اُسکی راہ سے سرکا

طریقِ مرتضیٰؑ سے جو الگ چلتا ہے دنیا میں
صراطِ حشر بھی اک دن اُسے دھارا ہے خنجر کا

کنارہ کیوں نہو اُس قلزمِ رحمت سے ہر ناری
گذارہ ہو نہیں سمندر میں سمندر کا

جو گھر اُس آبِ بتارِ بحرِ رحمت کے ہو سایہ میں
جہنم ہے شرر پھر چادرِ آبی میں اخگر کا

پیمبرؐ کا علیؑ خوں بھی بدن بھی گوشت بھی جاں بھی
وصی بھی ہے وہ نائب بھی برادر بھی برابر کا

حقیقت مصطفیٰؐ کی مرتضیٰؑ سے پوچھ لو یارو
چھپا پردہ نہیں ہٹا برادر سے برادر کا

شرف احمدؐ کا حیدرؑ ہے کہ حیدرؑ کا شرف احمدؐ
یہ دونو بھائی شہر و در ہیں کیا کہنا ہے گھر در کا

چڑھایا توڑنے کو بُت کے احمدؐ نے جو کاندھے پر
جتایا یہ کہ سر اونچا خدا کے گھر میں ہے در کا

نبیؐ کا جانشیں حیدرؑ زیادہ پیار تھا جس سے
چڑھے اُتھے جو مونڈھوں پر وہی ہے ارث منبر کا

وہاں مارہر در ہے جو جا ہی خیر آیا نہیں
در حیدر ہی یہ پیاری نہیں کلہ پہ اژدر کا

علیؑ وہ بندہ حق ہی جو دو نو آپڑیں در پہ
برہمن شیخ ہو بت کام سے موسی کے پتھر کا

سبب یہ وہی شرف ہے سرخرو کا یوں ٹھکانی پر
شرف کعبہ میں جیسے سنگ اسود و لعل احمر کا

نبیؐ کے بعد بیشک حجت اللہ حیدرؑ ہے
اُسے ہی علم قدرت ہے جہاں کے خیر کا شر کا

خدا و مصطفےٰ کے حکم سے حاکم ہی وہ سب پر
وہ آقا شاہ کا مولی ہی مفلس کا تونگر کا

کھلے اُس مصحف ناطق سے عقد سب کتابوں کے
کھلا وہ بھی جو شیرازہ بندھا اوراق ابتر کا

ثبات جنت عقبیٰ حصار قصر حیدر ہے
پناہ جنت پناہی روضہ شاہ صفدر کا

جلو میں اُس کے سارے جنتی ہونگے قیامت کو
لوائے حمد محشر میں نشاں ہی اُس کے لشکر کا

شہیدوں کی صفوں میں ہوں علم بردار شبیر
نشاں پہلو میں ہو عباس کا حمزہ کا جعفر کا

جماعت خاص اصحاب نبیؐ کے ہو مقابل میں
گزر خدمت میں ہو مقداد کا سلماں کا بوذر کا

قیامت دشمنان احمدؐ و حیدرؑ کی خاطر ہے
شب قدر خدا ہی دوستوں کو روز محشر کا

سوار کشتی آل محمدؐ ہیں جو دنیا میں
کنارہ بھی انھیں کے ہاتھ ہی عقبیٰ میں کوثر کا

تبار مرتضےٰ مشکل ہی ذکر مرتضےٰ مشکل
گزارش کو وسیلہ ہی مضامین مسخر کا

دعا اللہ سے ہے اور جتاتی بات ہی در پہ
سفارش کو وسیلہ بیچ میں ہی شاہ صفدر کا

دعا کا وقت ہی فریاد کرنیکا بھی موقع ہی
محل داد ہے در بھی کھلا ہے دادگستر کا

ہوا حال جگر باہر زباں سے بیقراری میں
وگرنہ راز حضرت پر ہی روشن دل کے اندر کا

گزارش ہو دل و جاں کی رعایت ہو حمایت ہو
خداوند جہاں حافظ ہو دل کا جان مضطر کا

یہ ہی ضعف جگر نام تردد سے بھی ڈرتا ہوں
اُٹھا کب بار مجھ سے گردش چرخ ستمگر کا

سنبھلنا جان کا مشکل ہی دلکی ناتوانی سے
پکڑنا ہاتھ اے دست خدا عاجز کا احقر کا

نہ دکھلائی فلک یہ جا مرا آقا وسیلہ ہے
قدم ہی عرش کرسی پر مرے آقا کا سرور کا

طوافِ مولد مولی کی باعث چرخ چاکر ہو
زمیں کے طوق گردن میں ہو حلقہ میرے چاکر کا

جہاں کے سب غم و رنج و مصیبت دور رکھ مجھ سے
عبادت کی خوشی میں غم رہے شبیر و شبر کا

جگہ ایک گوشۂ طاعت کے بخشو خوش ہوں جیسے میں
گدائی در رہوں پر خواہاں نہیں ہیں ہفت کشور کا

طلسماتِ جہاں کی بے ثباتی دیکھ لی حضرت
نہ اچھا حال کچھ آیا نظر دنیائے بدتر کا

ہزاروں بے نشاں اہلِ نشاں یاں ہو گئے دم میں
پتہ کچھ جامِ جم کا نے نشاں کچھ قصرِ قیصر کا

گدا و شاہ کی مانند ہیں بربادیاں دو نو
کسی کی جھونپڑی ہی یا محل ہی سنگِ مرمر کا

کروڑوں ہو گئی غرق اس دریار فانی میں
ٹھکانا کشتی آلِ محمد میں ہو لنگر کا

رہوں جبتک ہے یاں سایہ دستِ خدا سر پر
چلوں جب یاں تہ میں گوشہ ہو دامانِ مطہر کا

مرے خواہاں نہیں ہو اسدم جو جاں تن کی خواہاں
بدن سر کا نہ خواہاں ہو نہ سر خواہاں ہو افسر کا

حمایت کیجیو جب بھی مدد پر جب نہ قابو ہو
برادر کا پسر کا دوست کا زوجہ کا دختر کا

زمانہ میری پیری کا گنا جائے لڑکپن میں
کہ مجکو شربتِ جامِ اجل ہو شیرِ مادر کا

الگ سب ہوں عزیز و ہمدم دیاور تو میت پر
علی کی آمد آمد ہو گزر ہو آلِ اطہر کا

مری جب عندلیبِ گلشنِ حیدریہ عزت ہو
ریاضِ خلد سے آئے کفن پھولوں کی چادر کا

سیہ رو بعد مردن مستحق بحرِ رحمت ہو
کرم ہی غسل کوثر میں بھی ہو گا جسمِ اطہر کا

جگہ ہے بسترِ خاکِ درِ دولت یہ جس سر کی
جناں میں زانوئے جاناں ہی تکیہ اسی سر کا

قیامت میں لحد میں نزع میں دنیا میں عقبیٰ میں
کرم ہر جا غلامِ خاص پر ہو بندہ پرور کا

زمین و آسماں کا فرق ہے جبریل میں مجھ میں
مجھے بارز سے احمد کا بھروسہ کے شہپر کا

جو پہنچائے مقدر خاک کی عرضی کو موقیر
ہمائے سخت بھی میرا کام کر جائے کبوتر کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحت نامہ اغلاط مثنوی گل باغ ارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۶	جدا خلق ہے اور خالق جدا	جدا خلق ہے اور ہے خالق جدا
۱۳	۱۴	کہیں دو نہ رب لعلا ایک ہے	کہیں کیوں نہ زاہد خدا ایک ہے
۱۶	۱۳	یہ ہونا ہو گر خلق کی ذات سے	نہوتا ہو گر خلق کی زات سے
۱۷	۵	یونہیں نیستی اور ہستی نہیں	یونہیں نیستی یونہیں ہستی نہیں
۲۳	۴	ہزاروں میں روپوش اک آڑ ہے	ہزاروں ہیں روپوش اک آڑ ہے
۲۵	۱	کہ اک جسم ہے اور سایہ ہیں دو	کہ اک جسم ہے خاص سایہ ہیں دو
۲۸	۱۰	اُنہوں نے خدائی کو جانا نہیں	اُنہوں نے خدا ہی کو جانا نہیں
ایضاً	۱۴	خدا اور بندہ کا جھگڑا چکا	تو معبود و عابد کا جھگڑا چکا
۲۹	۳	ثمر ہے شجر میں شجر میں ثمر	ثمر میں شجر ہے شجر میں ثمر
۳۰	۱۱	بنا دین و اسلام کی ہے بسر	بنا دینِ اسلام کی ہے بسر
۳۳	۱۲	حسن میں وہ خوبی ماماپ میں	حسن میں وہ خوبی جو ماں باپ میں
۳۴	۱۲	فدا کیوں نہوں آسپہ عالم کی روح	فدا کیوں نہو آسپہ عالم کی روح
۳۵	۶	جو ہے کلمہ طوف و صوم و صلوٰۃ	جو ہے کلمہ و طوف و صوم و صلوٰۃ
۳۶	۵	ہوئی اسطرف صاف راہِ جناں	ہوئی اس طرح صاف راہِ جناں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶	۳	قرینہ سے ہوتا ہے ظاہر یہی	قرینہ سے ہوتا ہے ظاہر ابھی
۵۴	۱۴	نظر موت کی یہ ہماری طرف	نظر موت کی ہے تمہاری طرف
۵۵	۵	مرقعے بھی تصویر سے صاف ہیں	تصاویر سے آئینہ صاف ہیں
۵۸	۶	بتوں کو جہاں میں ثنا و صفت	بتوں کی یہاں ہیں ثنا و صفت
۶۵	۱۷	ملی کچھ تو ذہن و ذکا سے مدد	ملے کچھ تو ذہنِ ذکا سے مدد
۶۶	۱۳	عقیلہ خیال اپنا عیارہ تھا	عقیلہ خیال اپنا عیارہ ہے
〃	〃	نفیسہ مرا نفس امارہ تھا	نفیسہ مرا نفس امارہ ہے
۶۸	۶	عبادت سے ہے عشق اس جاہ پر	عبادت سے ہے عشق اِس جاہ پر
۶۹	۱۷	کہاں پھر ہوا اور گل تر پھر کہاں	کہاں پھر ہوا اور گل تر کہاں
۷۲	۳	یہاں لگ رہا ہے یہی سلسلہ	کہاں موت نے جب گھڑی چل چلا
۷۴	۱۷	دم و جسم کا کیا بھلا اعتبار	دم و جسم کو کچھ نہیں ہے قرار
〃	〃	ہوا خاک پہ ہے ہوا ہیں غبار	ہوا خاک میں ہے ہوا ہیں غبار
۷۶	۱	گزر ہر طریقہ سے اوقات ہو	بسر ہر طریقہ سے اوقات ہو
〃	۹	کرے مول جسکا یہ گوہر نہیں	کرے مول جسکا وہ گوہر نہیں
۷۹	۶	چلو جب یہ تو حق تعالے کرے	چلو جب تو یہ حق تعالیٰ کرے
۸۳	۱۷	نہ دیکھو قیام و مکاں کی طرف	نہ دیکھو قیام مکاں کی طرف
۸۴	۱	ہمارے بھی سر پر ہے سارا سفر	ہمارے ہے سر پہ ہے سارا سفر

صفحہ	سطر	غلط		صحیح
۸۷	۱۳	نہ اُسکا ہو حسب و نسب پر نگاہ		نہ واں ہو حسب اور نسب پر نگاہ
۹۴	۱۳	اُدھر لب ہلے اور بارش ہوئی		اُدھر لب ہلائے کہ بارش ہوئی
۹۵	۵	غلام ایک بندہ کو مطلوب ہے		غلام ایک بندہ کو مرغوب ہے
۹۶	۷	یہ سنتے ہی پھر بات کے آہ کی		یہ سنتے ہی دل سے نہ کچھ آہ کی
۹۸	۱۴	جوانی و پیری پہ کیا منحصر		جوانی و پیری پہ کیا ہے نظر
۱۰۰	۷	کی تعمیل جو کچھ ہدایت ہوئی		وہی بات کی جو ہدایت ہوئی
۱۰۱	۶	نہ برپا کبھی کرنا پھر یہ فتور		نکرنا کبھی اس طرح کا فتور
"	۷	جو دن عید الضحی کا آیا قریب		جو دن عید قرباں کا آیا قریب
۱۰۴	۱۲	یہ سنکر گئی اور آئی شتاب		یہ سنکر گئے جلد آئے شتاب
"	۱۳	روانہ ادھر سے اُدھر کو روانہ کیا		روانہ ادھر سے اُدھر کو کیا
۱۰۷	۴	یہ مت کہہ نہ مجھ سے ہوئے ہے کبھی		وہاں کہہ نہ مجھ سے ہوا ہے کبھی
۱۰۸	۹	یہی سب ہیں موجود خاص و عوام		یہیں سب ہیں موجود خاص و عوام
"	۱۲	دلونکو ہیں اپنے سنبھالے ہوئے		حیا سے بھی یہ پھول ہنستے نہیں
"	"	جوانی یہ ہیں خاک ڈالے ہوئے		جو غنچے ہیں جھاڑوں میں کھلتے نہیں
۱۱۱	۱۰	ملا کچھ تو خاموش رہنا اسے		ملا کچھ تو خاموش رہتا ہے یہ
"	"	نہیں کچھ تو کچھ منہ سے کہنا اسے		نہیں کچھ سے کچھ منہ سے کہتا ہے یہ
۱۱۳	۱۴	بھلا شاد کیا خاک ہوں میں حزیں		کہو انکی خاطر ہو خوش یہ حزیں
۱۱۶	۳	مری اُس پری پہ جو آئی نگاہ		مری جیب پری رو پہ آئی نگاہ
۱۱۷	۱۲	بچانے لگا چشم کو چال سے		بچانے لگا جسم کو چال سے
۱۲۲	۱۵	سم اسپ کی جو سنی اک ندا		سم اسپ کی جب سنی اک صدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۶	۱۲	یہی آرزو ہے نہ یونہیں مروں	جو کچھ زندگی ہو نہ یونہیں مروں
۱۲۸	۵	مجھے کھانے آیا ہے یہ اژدہا	مجھے کھانے آئی ہے یہ اژدہا
۱۳۲	۷	اُسے کیا خبر دین و اسلام کی	اُسے کیا خبر دینِ اسلام کی
۱۳۵	۴	بجز رب کرے جو کسیکو پیار	کہ جس شے کو خالق سے پیار کیا
〃	〃	تو وہ ہی کرے اُس سے آخر کنار	تو اُس شے نے اِس سے کنارا کیا
۱۴۰	۱۷	ہے نام و نشاں سے ہی بیزار یہ	جو نام و نشاں سے ہے بیزار یہ
۱۴۳	۱	کہا اپنی زوجہ سے وصفِ ثمر	کیا اپنے زوجہ سے وصفِ ثمر
۱۴۵	۱۳	مرض کی طرف سے مَیں مجبور ہوں	مرض کی طرف سے تو مجبور ہوں
〃	〃	لہذا اطاعت سے معذور ہوں	اطاعت سے کب آپ کی دور ہوں
۱۴۷	۱۵	کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر	کہا محتسب نے یہ اک ناز سے
〃	〃	شکم میں مرے درد ہے اسقدر	تو ہے جان غافل ہے جانباز سے
۱۴۸	۸	لیا پھر تو لونڈی سے کھیل پھولکر	لیا پھر تو رنڈی سے کھیل پھول کر
۱۵۳	۱۶	دوا اِک سرِ شام وہ سونگھ کر	دوا اِک سرِ شام بس سونگھ کر
۱۵۴	۱۵	کہا حال زوجہ کا سب سربسر	کہا حال زوجہ کا پھر سربسر
۱۵۶	۳	ملے دل ملے جسم و جانیں ملیں	ملے دل ملے جسم جانیں ملیں
۱۵۸	۱۱	کہ انکو بھی سمجھو نہ کچھ بال تم	تو اُنکو بھی سمجھو نہ کچھ بال تم
۱۵۹	۳	یہی محنتِ خوش بیانی ملی	یہی اُجرتِ خوش بیانی ملی
〃	۶	مسیحا کی خدمت میں مسرور تھا	مسیحا کی خدمت سے مسرور تھا
〃	۱۳	سری روٹی کا مجھکو و تم نشاں	بتاؤ گئی ایک روٹی کہاں
۱۶۰	۸	کہ اے شخص بہرِ خدا ای زمیں	بتایا زبہرِ خدا سے زمیں
〃	۹	وہ روٹی اُٹھائی ہے کس شخص نے	وہ روٹی اُدھر لی ہے کس شخص نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۹	کہا کیا خبر لی ہی جس شخص	کہا کیا خبر لی ہے کس شخص نے
۱۶۱	۹	کیا پھر رواں سلئے ایک کو	کہا اس طرح سے مگر ایک کو
〃	۱۵	مگر ہمنے آنکھوں سے دیکھا تہیں	مگر ہمنے آنکھوں سے دیکھا ہیں
۱۶۴	۹	قدم اپنا چوکے کے اندر رکھا	جو پھر دخل چوکے کے اندر کیا
۱۶۵	۴	جو پیچھے ہر وہ اور آگے جواں	جو پیچھے ہوئے وہ تو آگے جواں
۱۶۷	۵	لیا آج یہ وہ مکاں کل لیا	لیا آج یہ کل مکاں وہ لیا
〃	۱۶	کہ لوٹا ہوا مال دو پھر ابھی	کرو مال واپس ہے بہتر یہی
۱۶۸	۱۲	کیا سب نے سنکر اُسے دور دور	کہا سب نے اُسکو کہ اے بد شعور
۱۷۱	۱	ہوا چار دن تک دوا و علاج	ہوئے چار دن تک دوا و علاج
۱۷۴	۲	دل وجان دونو بھی اپنے نہیں	دل و جاں تو دونو ہی اپنے نہیں
〃	۳	اگر ہو عبادت میں مشغول یہ	اگر ہوں عبادت میں مشغول یہ
〃	〃	تو گو خار ہو تب بھی ہے پھول یہ	تو گو خار ہوں تب بھی ہیں پھول یہ
〃	۱۱	ہمیشہ دل وجان یہ غش رہے	ہمیشہ دل و جان پر غش رہے
۱۷۵	۳	اسی کی خوشی پر یہ ساماں کئے	انہیں کی خوشی میں یہ ساماں کئے
〃	۴	اسی میں اسی خوش جو پایا کبھی	اسیمیں انہیں خوش جو پایا کبھی
۱۷۹	۱۲	زمیں اپنے بیٹوں کو بخشیں تمام	زمیں اپنے بیٹوں کو بخشی تمام
۱۸۵	۱۰	بلا نیک عورت کو بھی نیک مرد	کہ رکھتا تھا زوجہ بھی وہ نیک مرد
۱۸۷	۹	وضو کر پڑھی جان و دل سے نماز	وضو کی پڑھی جان و دل سے نماز
۱۸۸	۱۱	سدا آئی لبیک لبیک کی	صدا آئی لبیک لبیک کی
۱۸۹	۱	گئیں باغمیں جب کنیزیں ہزار	گئی جب باغمیں جب کنیزیں ہزار
۱۹۱	۱۷	تو وصف پیغمبر کی جانب کہا	تو وصف پیمبر کی جانب جھکا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٩٢	٢	قبا پر نظر تھی ہر اک بات میں	فنا پر نظر تھی ہر اک بات میں
"	١٢	ستم کیا کیا اس عمر میں کر گیا	ستم لاکھ اس عمر میں کر گیا
١٩٣	١٣	نہوں خوش خوشامد و اوصاف سے	نہوں خوش خوشامد سے اوصاف سے
١٩٤	١	یزید و پدر اُسکے پر لعن کی	ادھر طعن کی اُسطرف لعن کی
١٩٥	١	نہ سیدھا ہو کھینچو اُسے دار پر	کہ سیدھا ہو کھینچو اسے دار پر
"	١٢	مزا کچھ تو عقبےٰ کا دیکھوں ذرا	مزا کچھ تو عقبےٰ کا دیکھے گدا
١٩٦	١٠	کفایت ہے چھ روز کھانا اسے	کفایت سے چھ روز کھاتا فقیر
"	"	تو پھر اَور کھانے کو لانا اسے	تو پھر اَور کھانے کو لاتا فقیر
"	١٦	جو فارغ ہوا عرض کی نیتوان	جو فارغ ہوا وہ کیا یہ بیاں
١٩٧	١	وہ بولا بتاؤ کسی کام کو	وہ بولا بتاؤ ابھی کام کو
"	٥	کہ پیدا ہوا ہوں اسی کام کو	کہ پیدا ہوا ہوں سبھی کام کو
"	٧	کیا کام دس شخص کا ایک نے	مگر کام دس کا کیا ایک نے
"	١٣	کیا کام اُس روز پہ منحصر	کیا منحصر کام اُس روز پر
٢٠٠	٤	تعلق کیا دین و اسلام سے	تعلق کیا دین اسلام سے
"	٧	کرے جو کہ ملکِ بقا پر نظر	جو رکھتا ہے ملک بقا پر نظر
٢٠١	٤	رکھیں گر قدم آپ اس ملک میں	جو رکھیں قدم آپ اس ملک میں
٢٠٢	٧	بھلا نام سے ہے تجھے کام کیا	بھلا نام ہے تیرے کس کام کا
٢٠٤	١٦	گل خوبی حسن کا تھا نہال	گل خوبی حسن سے تھا نہال
٢٠٥	٧	ادا سے رکھا ہاتھ آغوش پر	ادا سے کبھی ہاتھ آغوش پر
٢٠٨	٨	شہا خوفِ باری سی سب کچھ ہوا	کہا خوفِ باری سے سب کچھ ہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۳	وہ بت بھی کوئی رہبر ناز تھا	وہ بت بھی کوئی رہبر نار تھا
؍؍	؍؍	بلندی پہ جس سے سر ناز تھا	بلندی پہ جس سے سر نار تھا
؍؍	۱۵	یہ کہتے تھے ہر چند ہر روز سب	بیاں اسکا کرتے تھے ہر روز سب
۲۱۰	۶	یہ بولے کہ للٰہی مجبور کچھ	یہ بولی کہ لونڈی ہے مجبور کچھ
۲۱۲	۷	تو ہو بھوک اور پیاس کسکو ہاں	تو ہو بھوک اور پیاس کسکو یہاں
۲۱۳	۶	کہا خیر مانا تری بات کو	دل و جاں سے مانا تری بات کو
؍؍	۱۱	کسی گھر میں زانی گھسیں آج رات	کسی گھر میں شب کو گھسیں بد صفات
۲۱۴	۴	کوئی دوست ہے اور نہ دشمن کہیں	کوئی دوست ہے وا نہ دشمن نہیں
۲۱۵	۶	وہ گلرو جوانی پہ جو آ گئے	وہ گلرو کہ جب رنگ پر آ گئے
؍؍	؍؍	جو کھلنے پہ آئے تو مرجھا گئے	نہ کھلنے بھی پائے کہ مرجھا گئے
۲۱۶	۸	ہزاروں ہیں جہانمیں ہی یوں نوجواں	ہزاروں جہانمیں ہیں ویسے جواں
؍؍	۹	نفیسہ نے کی عرض حاشا نہیں	کہوں جھوٹ اتنا کلیجہ نہیں
۲۲۲	۶	پسر ایک رکھتا تھا اہل دل	پسر ایک رکھتا تھا پر بد عمل
۲۳۰	۱۱	عیاں چشم پر ہے نشانِ قضا	عیاں جسم پر ہے نشانِ قضا
۲۳۴	۱۵	بنے آج زینت سے مثل دلہن	بنے آج زینت سے پیاری دلہن
۲۴۰	۷	تمہارے زمیں ہاتھ بیچ کر چکا	زمیں بیچ کی اسمیں سب آ چکا
؍؍	۱۰	بیاں بیع کا اور مشکل تکرار کی	بیاں بیع کا مشکل تکرار کی
۲۴۳	۶	طلا اور نقرہ کے سب ہیں درخت	طلائی ہیں یا نقرئی سب درخت
۲۵۱	۲	ہوئے ذوالفقار علی پر حصر	ہوئی حصر تیغ ید اللہ پر
۲۵۳	۷	اماں دی نہ جبتک مسلماں کیا	اماں دی جبھی جب مسلماں کیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۴	۶	کہا ہاے اب ہے کہاں وہ بسر	گیا ہاے یارب کہاں وہ بسر
۲۵۵	۱۰	وہیں لاکھ غلمان و حوریں جناب	وہیں حور و غلمان لاکھوں جناب
۲۵۷	۱	نشاں گوشت کا نہ تھا جسم پر	نشاں گوشت کا کچھ نہیں جسم پر
۲۶۳	۱۰	فقط بادشاہو نپہ کیا منحصر	فقط بادشاہو نپہ کیا ہے نظر
۲۷۲	۱۷	نہ کچھ مال و اسباب زیور دیا	نہ کچھ مال و اسباب و زیور دیا
۲۷۶	۸	وضو کر کیا سجدۂ کرساز	وضو کی کیا سجدۂ کارساز
″	۱۴	ہوا پھر تو مجھ پر کرم جوش میں	ہوا پھر تو بحر کرم جوش میں
۲۸۰	۵	سدا کا نسۂ فرق بالاے دست	سدا کا نسۂ فقر بالائے دست
″	۱۳	لگا اپنے ابلیس بھی گھات میں	لگا آکے ابلیس بھی گھات میں
۲۸۱	۱	شفا کو دعا پر کیا منحصر	دعا کے لیے عرض کی بیٹھ کر
۲۸۳	۶	لہو میں بدن پھول سا بھر گیا	لہو میں بدن پھول سا بھر دیا
۲۸۴	۵	لگے پڑنے پتھر ریا کے سبب	لگے پڑنے پتھر زنا کے سبب
۲۸۵	۹	رہوں روز خدمت میں استاد کی	کسی ڈھب سے خدمت ہو استاد کی
۲۹۰	۷	وہیں آئی ڈالی جو مطلوب کی	تنۂ نخل کا ساق مطلوب کی
″	″	کلائی تھی ہر شاخ محبوب کی	کلائی ہر اک شاخ محبوب کی
۲۹۱	۲	کہ کپڑوں سے باہر نہو پھول کر	کہ جامہ سے باہر نہو پھول کر
″	۱۶	حصر انکی لذت بیاں پر نہیں	تو حصر انکی لذت بیاں پر نہیں
۲۹۲	۸	یہ دل ماہ طلعت کا ہے ہاتھ میں	پہ دل ماہ طلعت کے ہے ہاتھ میں
۲۹۴	۱۶	جھکا کوئی خاک سر پانو پر	جھکا کے کوئی خاک سر پانو پر
۲۹۵	۱۷	دو پھل آئے قسمت سے اک پھول پر	دو پھل آئے قدرت سے اک پھول پر
۲۹۷	۹	دل و جاں سیب ذقن پر چلے	دل و جاں تو سیب ذقن پر چلے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۷	۱۰	ہوا عکس سے سرخ مُنہ پہ لعاب	ہوا عکس سے سُرخ مُنہ میں لعاب
"	۱۶	دہن اور دنداں کو دیکھیں کہاں	دہن کو کہ دنداں کو دیکھیں کہاں
۲۹۸	۱۱	لبیں ترکریں سروکس لاگ میں	لب ترکریں سروکس لاگ میں
۳۰۱	۱۵	ہوائے جگر نے پنچوڑا اُٹھیں	ہوائے جگر نے نہ چھوڑا اُٹھیں
۳۰۴	۴	یہ سر خاکساری سے افلاک پر	جو سر خاکساری سے تھا خاک پر
۳۰۶	۱۰	کوئی کام کہتا ہوا یا کہدیا	کوئی کام کہتا ہوا کہدیا
۳۰۷	۴	نظر ہے کہیں اور دل ہے کہیں	نظر ہے کہیں آج دل ہے کہیں
۳۰۹	۴	نفیسہ نے پھر ہاتھ ملکر کہا	نفیسہ نے یہ ہاتھ ملکر کہا
۳۱۳	۲	کوئی دم کی خاطر یہاں کیا رہے	کوئی دم کی خاطر یہاں آرہے
"	۴	قضا آن گھیرے ہیں دیکھتا	قضا آنہ گھیرے ہیں دیکھتا
"	۱۳	کسی سے کوئی مُنہ چھپاکر چلے	کسی سے کوئی مُنہ چھپاکر گئے
۳۱۵	۳	گریباں سے ہے دور دستِ دراز	گریباں سے ہے دور دستِ مراد
۳۱۶	۱۰	نہ اُچھلا کوئی پھر یہاں ڈوب کر	نہ اُچھلا کوئی پر یہاں ڈوب کر
۳۱۷	۹	مگر ایک نے جست اکبار کی	مگر ایک نے جست اکبار کی
۳۱۸	۲	فقط گال کو ہاتھ پر رکھ لیا	فقط گال پر ہاتھ کو رکھ لیا
۳۱۹	۹	جگہ ہے سنبھلنی یہاں ہوش کر	جگہ ہے سنبھلنے کی یاں ہوش کر
۳۲۰	۹	زمیں سخت پر پانو دہرتے نہ تھے	زمیں پر بھی وہ پانو دہرتے نہ تھے
۳۲۱	۲	کہاں پھر یہ جلوے کہاں پھر یہ لوگ	کہاں پھر یہ جلوے کہاں سب لوگ
۳۲۳	۱۱	کرو شہر میں قتل مارو اُسے	کرو شہر کو قتل مارو اُسے
۳۲۶	۷	بُرا آپ کہتے ہیں اسکو بھلا	بُرا آپ کہتے ہیں کسکو بھلا
۳۲۷	۲	خبر جلد لو اپنے اب بازکی	خبر جلد لو اپنے جانبازکی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۸	۱	نہ ٹھیرا مگر آہ وستِ ہوس	نہ ٹھہرا مگر آہ مستِ ہوس
"	۱۶	محبت کا اُسکے ہو کیا اعتبار	نہیں بات کا اُسکی کچھ اعتبار
۳۲۹	۱	نہ پایاں اعتبار اپنے جی کا کری	نہ پایاں اعتماد اپنے جی کا کیسے
۳۳۰	۱۰	ہوا پاک گلچیں سے باغِ جناں	ہوا پاک گلچیں سے باغ جہاں
"	۱۳	بکھیڑے سارے اسیدم تلک	بکھیڑے ہیں سارے اسیدم تلک
۳۳۲	۴	سُنا دیجیو میرے سب حال کو	سنا دیجیو سب مرے حال کو
"	۸	جو مرنے کے یہ پیاہ کے مر گئی	جو مرنے کی کچھ چاہ کی مر گئے
۳۳۳	۲	جلاؤ صبح کو انہیں بیخطر	جلاؤ انھیں صبح کو بیخطر
"	۱۲	کسی نے بکھیڑا نہ واں پھر کیا	کسی نے بکھیڑا نہ پھر واں کیا
"	۱۶	چلے ساتھ کوئی یہ رشتہ نہیں	چلے ساتھ کوئی وہ رستہ نہیں
۳۳۴	۸	پڑوں بت کی خاطر نہ میں آگ میں	پڑیں بُت کی خاطر نہ ہم آگ میں
۳۳۵	۲	یہ دنیا میں اک صورتِ چاہ ہی	یہ دنیا بھی اک صورتِ چاہ ہے
"	۷	لگایا اُسے عشق کی راہ پر	لگایا اُسے عشق نے راہ پر
۳۳۶	۷	تو یہ آگ بر آگ فے الحال ہے	تو یہ آب بر آگ فی الحال ہے
۳۴۱	۱۱	ہر اک کوچہ و گھر میں شہرت ہوئی	ہر اک گھر میں کوچہ میں شہرت ہوئی
۳۴۳	۸	یقیں ہے ہمیں جان کھو کر مرے	یقیں ہے ہمیں جان کھو کر رہے
"	"	سرِ راہ یہ خاک ہو کر مرے	سرِ راہ یہ خاک ہو کر رہے
۳۴۵	۱۰	کہو مجھ سے ہو عشق کس بات کا	کہو مجھ سے ہے عشق جس بات کا
۳۴۹	۸	چلی سنکے چرچا تو ڈرتی ہوئی	چلی سنکے چرچا وہ ڈرتی ہوئی
"	۱۴	چلیں ساتھ شوہر کے تو خوب ہے	چلیں ساتھ شوہر کے یہ خوب ہے +

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۰	۱۱	جو شورِ محبت سے ابتک چلے	جو سوزِ محبت سے ابتک جلے
۳۵۲	۹	نہیں حسن کی آگ اجاک میں	نہیں حسن کی آب ب خاک میں
۳۵۵	۸	وہ رکہتا ہے ہر آنکہہ کا اعتبار	وہ رکھتا ہے ہر آنکھ پر اختیار
۳۵۷	۷	جسے دیکہہ کر آج آرام ہو	جسے دیکھ کر صبح آرام ہو
۳۶۲	۱۱	تو موتے پہ سب انتل ہوتے ہیے	محبت سے سب دیکھتے تھے اسے
۳۶۶	۳	حسین مالدار و خلیق و انیس	حسین و تونگر خلیق و انیس
۳۶۸	۱۰	تصدق کرے جان رخسار پر	تصدق کرے جاں تو رخسار پر
۳۶۹	۱۲	اِدہر جان آے اُدہر جی چلے	اِدھر جان آئے اُدھر دل چلے
"	۱۴	دہن سے پڑے ہاتہہ آنار پر	پڑے سیب سے ہاتہہ آنار پر
۳۷۳	۶	یہاں پر فقط حور کا تھا ظہور	یہاں پر فقط حور کا تھا قصور
۳۷۵	۱۱	ہمیں آجکل قدر ہے درد کی	ہمیں قدر ہے آجکل درد کی
۳۷۸	۱۲	اسطور ابنِ بکا نے کہا	اسیطور ابنِ بکا نے کیا
۳۷۹	۱۱	سکاں عارضِ گل سو گلشن رہے	سکاں پھول سے رخ سی گلشن رہے
۳۸۱	۱	چلے آتے ہیں بیش خواجہ سرا	چلے آتے ہیں پیش خواجہ سرا
"	۱۵	ہوسے دو نو دلمیں بہت مضطرب	ہوئی خوف سے اُنکی حالت عجب
۳۸۲	۲	سجائے ہوئے ہیں پہ لعل و گہر	سجائے ہوئے تن پہ لعل و گہر
"	۷	چنبلی کوئی اور چنپا کوئی	چنبلی کوئی ہے تو چنپا کوئی
۳۸۵	۴	نہ تھا اُسکو معلوم شہر و دیار	نہ تھا اُسکا معلوم شہر و دیار
۳۸۶	۵	رہے تھا نہ گھر کے سوا غیر گھر	رہا تھا نہ گھر کے سوا اَور گھر
"	۱۳	کوئی روز دنیا میں ہیں مہرباں	کوئی روز دنیا میں ہیں میہماں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۵	دلاسے دیے پھر یہ غمخوار نے	دلاسے دیے پہلے غمخوار نے
[illegible]	۲	نزاکت سے کب آنکھ کھولی ذرا	نزاکت سے جب آنکھ کھولی ذرا
[illegible]	۱۳	انہیں لیگیا پھر میان دکاں	اُسے لیگیا پھر میانِ مکاں
۳۹۲	۳	پھر یار کے پاس سے یار بھی	گیا یار کے پاس سے یار بھی
۳۹۳	۴	بلا شاہزادہ سے کی قال و قیل	لگا کہنے اب یار کا ہو کفیل
″	۵	گیا جوہری شاہزادہ کے پاس	گیا آخرش شاہزادہ کے پاس
۳۹۷	۶	کہ ظاہر کرے بھید یہ بھید ہے	کہ ظاہر کرو مجھپہ جو بھید ہے
″	۱۴	کنیزک نے وہ جوہری سے لیا	کنیزک نے خط جوہری سے لیا
۴۰۵	۱۳	وہ دریا کے تک رس سے پھر آگئے	وہ دریا سے تارس پہ پھر آگئے
۴۰۸	۱۲	یہ سنتے ہی ملاح بچیطر	یہ سنتے ہی ملاح پھر جھیطر
″	″	ادہر یہ کہا اور پہنچا اُدہر	ادھر یہ کہا تھا کہ پہنچا اُدھر
۴۱۵	۱۱	کہا وہ ہی لونڈی سے دلدار کی	کہا وہ ہی لونڈی ہے دلدار کی
۴۱۸	۴	جو تابوت عاشق کا لاؤ یہاں	جو تابوت عاشق کا لاؤ یہاں
۴۱۹	۶	ہوا عشق آفت سبھی جان پہ	ہوا عشق آفت سہی جان پر
۴۲۰	۱۰	لبوں نے جلایا انہیں آگ سے	لبوں نے جلایا اسے آگ سے
۴۲۳	۱	وہ آیا گئی اُسپہ یہ کود کر	جو آیا اُچھل کر گئی پیٹھ پر
۴۲۵	۱۱	الگ بیڑیاں کر پیادہ چلا	الگ بیڑیاں کیں پیادہ چلا
″	۱۴	اُنہوں نے گھسیٹا اُسے جور سے	اُنہوں نے گھسیٹا اُسے زور سے
۴۳۱	۱۴	نہیں عیب گر اسکو تشہیر ہو	نہیں عیب گر اُسکی تشہیر ہو
۴۳۲	۶	زناں سے کسیکے نہ محرم بنو	زنا سے کسی کے نہ محرم بنو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳۲	۱۷	گزر کی اطاعت میں اللہ کی	خطا کی اطاعت میں اللہ کی
۴۳۴	۱۶	جلا شمع رو پر مثالِ پتنگ	فلک پر چڑھا یہ مثالِ پتنگ
۴۳۵	۱۱	کہ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے	کہ اس ہاتھ سے دے تو اس ہاتھ لے
〃	۱۷	پچھوڑے اگر جادۂ جبر کو	تو چھوڑے اگر جادۂ خیر کو
〃	〃	تو گھر میں ترے راہ ہو گبر کو	تو گھر میں ترے راہ ہو خیر کو
۴۳۷	۱۴	عناں توسنِ عمر کے ساتھ میں	عناں توسنِ عمر کے ہاتھ میں
۴۴۰	۷	برا یا بھلا سب ہی کہلا لیا	برا یا بھلا ایک کہلا لیا
〃	۸	اسے سایۂ نمل ہے سائباں	اسے سایۂ نخل ہے سائباں
〃	۱۱	نظر کس ہوا میں کرے خاک پر	نظر کس ہوا میں کرے کاخ پر
۴۴۵	۱۱	جو یوسف بھی آئے تو ادہر	جو یوسف بھی آئے نہ دیکھو ادہر
۴۴۹	۱۴	لپیٹے کوئی زلف کی لٹ تجھے	لپیٹے کسی زلف کی لٹ تجھے
۴۵۲	۱۱	ادہر آئینہ بھی ادہر ہے گھڑی	ادھر آئینہ ہے ادھر ہے گھڑی
۴۵۷	۱۲	تو گوشہ میں ہی یہ کمانیں ہیں	تو گوشہ میں یہ بھی کمانیں ہیں
۴۵۸	۱۰	حصر صبح پر ہے نہ کچھ شام پر	نظر صبح پر ہے نہ کچھ شام پر
۴۵۹	۹	مجھے شرم آئے نہ اللہ سے	تجھے شرم آئے نہ اللہ سے
۴۶۱	۱۳	لیا جبر سے ساتھ سردار کو	لیا جبر سے ساتھ دلدار کو
۴۶۲	۱۰	ہر نیزا دہر وقت روتا ہوا	طرحدار ہر وقت روتا رہا
۴۶۴	۱	تو پھر باپ کو مہ لقا نے لکھا	تو پھر باپ کو مہ لقا کے لکھا
۴۶۵	۵	جو راجہ مکانِ صنم میں گیا	جو راجہ مکانِ صنم پر گیا
۴۶۶	۱۲	رہا شوق لانے کا بس یاں تلک	تمھیں واں سے لائیں یہ تھا مدعا
〃	〃	ہوئے آپ سے بیاہ کر کے الگ	ہوئے شوق سے بیاہ کر کے جدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۶۸	۵	فدا ہے دل اللہ کی راز پر	فدا دل سبے اللہ کے راز پر
"	۶	کروں دین و اسلام کو اب قبول	کروں دین اسلام کو اب قبول
"	۷	ہوئے دین و اسلام سے کامیاب	ہوئے دین اسلام سے کامیاب
۴۶۹	۲	ملے مے تو پھر یار باتیں کریں	ملے مے تو ہر بار باتیں کریں
۴۷۲	۱۲	کہاں گل کو نسبت ہے گلزار سے	کہاں گل کو نسبت ہے رخسار سے
۴۷۸	۱۲	تو سوتے تھے باتو نہیں ہم رات کو	تو سوتے تھے باتو نہیں کم رات کو
۴۸۰	۴	ابھی عشق اور حسن میں آگ ہے	ابھی عشق اور حسن میں لاگ ہے
"	۱۳	ثقہ حسن دوروزہ پہ کیوں مرے	یہ حسن دوروزہ پہ ناحق مرے
۴۸۲	۱۴	مگر ہے کہیں اور ماہی کہیں	مگر ہے کہیں واں تو ماہی کہیں
۴۸۳	۱۲	کوئی پھول ہے دامن جھاڑ میں	کوئی پھول سارخ ہے واں جھاڑ میں
"	۱۶	وہ منہ ہے کہ ہو برگ و پان سے خراش	وہ منہ جسکو ہو برگ پان سے خراش
۴۸۴	۱۷	کہو اس طرح آپ آئے یہاں	کہو کس طرح آپ آئے یہاں
۴۸۵	۱۲	کہ بھائی ہو نہیں اور تو ہو بہت	کہ بھائی ترا میں ہوں تو ہے بہت
۴۸۹	۲	ہوا رات کو جب وصال دلھن	ہوا رات کو جب وصال عروس
"	"	نہ دولھا کو آیا خیال دلھن	نہ دولھا کو آیا خیال عروس
"	۱۱	ہنسی اور رخ سے اٹھائی نقاب	جو چہرہ سے ہنسکر اٹھائی نقاب
۴۹۲	۲	قبا پر نظر تھی ہر اک بات میں	فنا پر نظر تھی ہر اک بات میں
۴۹۵	۱	نہ سیدھا ہو کھینچو لسے دار پر	کہ سیدھا ہو کھینچے لسے دار پر
۵۰۳	۲	زمیں سے فلک پر نگاہیں گئیں	[illegible] ہے دیدۂ یار کو
"	"	نہ اوپر کو نیچی نگاہیں گئیں	[illegible] دل زار کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۳	۹	جو شادی ہے اُسکی حصر شرط پر	کہ شادی ہے اُسکی مگر شرط پر
"	۱۶	لحد میں نہ منزل نہ ہوتی جگہ	لحد میں نہ منزل میں ہوتی جگہ
۵۰۷	۳	یہ کافر سے پہلے بھی لڑتا نہیں	یہ کافر سے پہلے ہی لڑتا نہیں
"	۱۶	گھرے سایہ میں مہر وقتِ طلوع	گھرے سایۂ مہر وقتِ طلوع
۵۱۰	۱۴	پسر اور دختر یہ شام و سحر	پسر دُخت دونو یہ شام و سحر
۵۱۱	۳	نگہ یار کے ساتھ ہے جان ہے	نگہ یار کے ساتھ ہر آن ہے
۵۱۳	۱۶	نہ تھی عطر و گل کو جگہ ناک میں	نہ تھی عطرِ گل کو جگہ ناک میں
"	۱۷	نہ ٹھہرے نگہ روی دلدار پر	صفائی نہیں روئے دلدار پر
۵۱۵	۳	بتاؤ مسیحا زماں کا نشاں	بتاؤ مسیح زماں کا نشاں ؛
۵۲۵ خ	۱۶	گرے شاہزادے مثالِ پتنگ	گرے شاہزادے بھی بنکر پتنگ
۵۱۸م	۹	ہر اک چشم چشمہ سے بہنے لگے	ہر اک چشم چشمہ سے بہنے لگے
۵۲۴	۱۳	عطا کی بھی مشعل جو مانگا چراغ	عطا کی ہے مشعل جو مانگا چراغ
۵۳۵	۴	رخ جسم و ابرو کو سب دیکھہ لو	رخ و چشم و ابرو کو سب دیکھہ لو
۵۳۷	۴	بلاتے ہیں دُولھا دلہن کو قریب	ہلاتے ہیں دولھا دلھن کو قریب
"	۹	ہوا عقد جب دم شبِ طور کو	ہوا عقد جب دم شبِ عقد کو
"	[illegible]	تصدق کیا زیور و نور کو	تصدق کیا زیور و نقد کو
۵۳۸	۴	نہ دیکھو نظر سے نہ دہیا لگے	کہ دیکھو نظر سے نہ دہیا لگے
۵۳۸	۹	اوتر کر جو سر سے پڑے پانو میں	گلے سے پڑے زلف جب پانو میں
"	"	ہوئی زلف بیڑی کڑی پانو میں	جو تھا طوق بیڑی ہے اب پانو میں
"	۱۰	اشارہ سے ابرو کے اک حال ہے	زیادہ ہیں مُو ابرو سے یار میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳۸	۱۰	زمیں سے بھی بالا یہ بہو پچا آہے	یہ جوہر بھی بہاری ہیں تلوار میں
۵۴۱	۱	پدر کی بیاں بیقراری لکھوں	پدر کی یہاں بیقراری لکھوں
"	۸	رہوں پانوہیں نقشِ پا کیطرح	رہوں پانوہیں کفشِ پا کی طرح
۵۴۳	۱۰	دکان طلائی دو گنج غریب	دکانیں طلائی دو گنج غریب
۵۵۳	۱	عجائب چمن میں یہ آیا نظر	عجائب چمن اور آیا نظر
۵۵۶	۲	کرے جو جداوہ ارادہ کریں	کرے وہ خدا جو ارادہ کریں
"	۳	جو وہ رہبر دین و اسلام ہیں	جو وہ رہبر دینِ اسلام ہیں
۵۵۷	۸	پہنچتا وہیں یہ زہیں بہانہ کر	تو آتا ہر اک راہ سے یہ اُدھر
"	۱۷	کوئی خشت سے کہتے اگر لحد پر	کوئی خشت رکھتے لحد پر اگر
۵۵۸	۶	سنبھل کر تو رکھتے تھے ہم پو قدم	سنبھل کر تو رکھتے تھے یوں ہر قدم
۵۷۱	۴	چچا کو ہوا سوچ اسباب پر	پچا کو ہوئی سوچ اسباب پر
۵۷۷	۲	سدا شاہ نے دی یہ کفار کو	صدا شاہ نے دی یہ کفار کو
"	۶	نظر آسے تیرے وصی کا جمال	نظر آئے تیرے ولی کا جمال
۵۸۱	۶	سب جیسے یعنے دنیا میں کیسے مو	سب جیسے وہ بھی دنیا میں وہ بھی موے
"	۹	نہ یہ شہنشہ ملکِ فانی ہوئے	نہ یہ شہنشہ ملکِ فانی ہوئے
"	۱۷	کروں مختصر یاد آسے جواں	کروں مختصر ماجرا اے جواں
۵۹۲	۴	وہی دے جو حصہ ہو اس بزم میں	وہی دے جو حصہ ہے اس بزم میں
۵۹۳	۸	جدا ہوسے بازار میں جو گیا	جدا ہوکے بازار میں جو گیا
۵۹۶	۴	بس اک شرم کا آج کل ہے محل	بس اک شرم کا ہے محل آج کا
۵۹۷	۱۰	زباں دامنِ غارتن سی جیلا	نہ یاں دا [illegible]
۶۰۳	۳	ہر اک ڈھنگ پکڑا ہی اس ملک کا	ہر اک [illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۱۸	۱۳	سخن تو نے دلدار اچھا کہا	کہے کون یوں تو نے جیسا کہا
"	"	کہا بھی تو غمخوار اچھا کہا	کہا وہ کسی نے نہ ایسا کہا
۶۲۲	۱۳	مٹا کچھ صفائی سے دل کا قرار	مٹا کچھ صفائی سے دل کا غبار
۶۲۳	۹	پڑھاپے پڑھ کر جوانی ہوئی	بڑھاپے سے بڑھ کر جوانی ہوئی
۶۲۵	۳	کہا تھا وہ طالب سی کام سے	کہا تھا تو مطلب ...
"	۵	زیادہ یہ گر کوئی اس سے کہے	زیادہ نہ پھر کوئی
۶۲۶	۹	کیا شنہ کو آگاہ سبھی حال سے	کیا شہ کو آگہ ...
۶۲۷	۵	جو اک سال کے اس شہر سے	جو اک سال کے بعد
۶۲۸	۲	جو دنیا میں تو نے بنائے صحن	جو دنیا میں تو نے بنا ...
۶۳۱	۱۷	فریب جناں غیرت انجمن	فریب جہاں غیرت انجمن
۶۳۳	۱۵	کھڑے ہوں ادب سے چپ و راست سب	کھڑے ہوں ادب سے چپ و راس سب
۶۴۲	۱۴	جو مالک کو یا کر یہ مطلب کہا	جو مالک یہ ظاہر یہ مطلب کیا
۶۴۵	۱۱	کسی دن چلیں گے سبھی چھوڑ کر	یہ ہے سلطنت میں قباحت بڑی
"	"	یہ کیسا الگ ہوں ابھی چھوڑ کر	کسی وقت نیکی - گنہ ہر گھڑی
۶۴۹	۳	گیا گھر کو بشاش درسی فقیر	گیا گھر کو بشاش گھر سے فقیر
۶۵۰	۱۵	کہا رافضیہ کو کھانا دیا	کہا رافضہ کو جو کھانا دیا
۶۵۱	۱	لیا ہاتھ سے خوان مضطر ہوئی	ہوا ہاتھ سے خوان تو مضطر ہوئی
۶۵۳	۷	وہ ہے رافضیہ ہر اک راہ سے	کہ وہ رافضہ ہے ہر اک راہ سے
۶۵۴	۱۳	پسر سے جتایا نہ اس حال کو	پسر سے چھپایا تھا اس حال کو
		...ہاں سحر وہیں جم گیا	کٹا تھا جہاں سحر وہیں ضم گیا
		...ں نہ اٹھنے کو پھر یہ اٹھی	گری تھی نہ اٹھنے کو پھر یہ اٹھی
		...عاشق نے جب خواب کا	سنا حال شوہر نے جب خواب کا
		...ہ فقیر سیہ کار سے	کہی وہ فقیر ریا کار سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶۹	۳	سنی سب نے مری غور سے	سنی بات سب نے مری غور سے
۶۷۲	۶	جو یہ بھی لکھیں کچھ کرے وہ خدا	کریں عرض جو کچھ کرے وہ خدا
۶۷۹	۱۴	تو پہر ایک نکتہ کو سمجھو کتاب	تو پھر ایک نکتہ کو سمجھوں کتاب
۶۸۲	۷	غنیمت ہے ٹھہرو مگر اور کچھ	غنیمت ہے ٹھیرو اگر اور کچھ
[illegible]		ہوئی مجھ سے امداد تقریر کی	ہوئی مجھہ امداد تقدیر کی
[illegible]	۹	لیا مال اوروں رستہ لیا	لیا مال اوروں نے رستہ لیا
[illegible]	[illegible]	[illegible] بلبل	نہیں یاد اُسکو خدائے جلیل
[illegible]	۶	مسیحا ہو تم نہ ٹھہرے یہاں	مسیحا ہو تم تو ٹھیرے یہاں
۷۰۵	۱۵	بہا در ہی کرتے نہیں شور کچھ	بہادر ہی کرتے نہیں شور کچھ
۷۰۹	۴	پسر کی محبت ہے جھوٹا خیال	بشر کی محبت ہے جھوٹا خیال
۷۱۲	۱۰	ہے دن بہی خالی نہ تاثیر سے	ہے دل بہی خالی نہ تاثیر سے
۷۱۴	۸	وہ مزدور بہی گھر بنا کر گئے	وہ مزدور تھے گھر بنا کر گئے
״	۹	یہ دنیا ہے خرلق وہ سمار ہیں	یہ دنیا خورنق وہ سمار ہیں
۷۱۹	۱۰	فضیلت میں ہوں سب سے اول گواہ	فضیلت میں سب سے ہوں اول گواہ
״	۱۵	انہیں [illegible] میں دو گواہ	انہیں باپ توحید میں دو گواہ
۷۲۰	۱۵	[illegible] کی ہے ابتدا [illegible] انتہا	یہ حرفوں کی ہے ابتدا انتہا

۷۲۳ درمیان ۴ و ۵ سطر صفحہ مذکور کے دو شعر رہ گئے ہیں اب لکھے جاتے ہیں [illegible]

ششش جہت میں علاوہ چہار عنصر	[illegible]
اِس عدد نے جتائی یکتائی	ضرب